فارسی شاعری میں ہجانویسی

ڈاکٹر محمد شرف عالم

خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری۔ پٹنہ

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

908

فارسی شاعری میں ہجانویسی

ڈاکٹر محمد شرفِ عالم

خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

Marfat.com

Marfat.com

8108

فارسی شاعری میں ہجانویسی

ڈاکٹر محمد شرفِ عالم

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

Marfat.com

136855

اشاعت : ۲۰۰۳ء
قیمت -/۲۰۰روپے

طابع وناشر: خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ۔ ۴

Marfat.com

حرف آغاز

فارسی شاعری میں ہجانویسی، اصلاً پروفیسر شرف عالم (موجودہ صدر شعبۂ فارسی، پٹنہ یونیورسٹی) کا تحقیقی مقالہ ہے جس پر ۱۹۷۰ء میں پٹنہ یونیورسٹی نے انہیں پی ایچ۔ڈی کی سند عطا کی تھی۔ یہ مقالہ پروفیسر سید حسن جیسے نامور اسکالر اور عظیم دانشور کی نگرانی میں تحریر کیا گیا تھا۔ پروفیسر موصوف نے، جیسا کہ مقالہ نگار کے 'پیش گفتار' سے ظاہر ہوتا ہے، خصوصی توجہ سے نگرانی کے فرایض انجام دیے اور اسے خوب سے خوب تر بنانے کے لیے بہترین مشوروں سے نوازا۔ اس مقالے کے معیار کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ عہد حاضر کے ممتاز اسکالر اور محقق پروفیسر نذیر احمد اور پروفیسر امیر حسن عابدی نے، جن کی حیثیت اب استاذ الاساتذہ کی ہے، اسے جانچا، پرکھا اور ہر طرح سے چست و درست پایا، اور تعریفی و توصیفی کلمات کے ساتھ بحیثیت ممتحن اس پر ڈاکٹر آف فلاسفی کی سند عطا کرنے کی پُر زور سفارش بھی کی۔ اس طرح اپنے عہد کے تین عظیم فارسی اسکالروں کی خصوصی توجہ اور ناقدانہ نظروں سے گزر کر یہ مقالہ پایۂ کمال اور درجۂ استفاد کو پہنچا۔

زیر نظر کتاب میں فارسی شاعری کا اس کی ابتدا سے لے کر دور حاضر تک کی شاعری کا انتہائی اہم اور دلچسپ زاویے سے مطالعہ کیا گیا ہے۔ اس میں فارسی شاعری میں طنزیہ اور ظریفانہ عناصر تلاش کیے گئے ہیں اور ان پر ناقدانہ اور محققانہ نظر ڈالی گئی ہے۔ یہ موضوع اچھوتا ہے۔ ممکن ہے فارسی زبان میں ہندوستان سے باہر کسی نے اس نوع کی کوشش کی ہو، لیکن فارسی شاعری کے حوالے سے اردو میں اس نہج پر کوئی قابلِ ذکر اور لائق اعتنا کام نہیں ہوا ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے نہ صرف فارسی داں حضرات کو، بلکہ اردو کے طلبا، کو بھی بے حد فائدہ پہنچے گا۔

Marfat.com

اس کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر خدا بخش لائبریری اسے شایع کرنے کا اہم کام انجام دے رہی ہے۔ اس سلسلہ میں ہم شرف عالم صاحب کے ممنون ہیں کہ انہوں نے اسے لائبریری سے شایع کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ہمیں توقع ہے کہ خدا بخش لائبریری کی دیگر مطبوعات کی طرح اسے بھی قبول عام نصیب ہوگا اور زیادہ سے زیادہ تشنگان علم اس سے فیضیاب ہوں گے۔

محمد ضیاء الدین انصاری
ڈائرکٹر

Marfat.com

فہرست

حرف آغاز

پیش گفتار

اظہار تشکر واحوال واقعی

تمہید ۱

(الف) ھجو کی تعریف ۱۰

(ب) ھجو کے اغراض و مقاصد ۱۴

(ج) ھجو کے محرکات ۱۹

(د) ھجو کے اقسام ۳۴

(ہ) ہجواور مزاح یاظرافت وطنز ۴۷

چند معروف ھزل سرااور مزاح نگار شعرا ۵۷

(و) ھجواور تنقید ۷۱

(ز) ھجو، مزاح وظرافت اور طنز کے عوامل:

(۱) تحریف اور تقلیب خندہ آور ۷۵

(۲) رعایت لفظی ۸۹

(۳) مبالغہ ۹۷

(۴) لطیفہ ۱۰۰

(۵) بلاغت لفظی ومعنوی ۱۱۱

(۶) بدیہہ گوئی ۱۱۸

Marfat.com

باب اوّل

عربی ہجا گوئی اور اس کے اثرات ۱۲۳
فارسی شاعری میں ہجو گوئی کی ابتدا: ۱۳۲
ابن مفرغ، رودکی، فردوسی

باب دوّم

ہجو گوئی از اوائل قرن پنجم تا آغاز قرن ہفتم ہجری: ۱۴۸
اخلاقی پستی اور مذاق عامہ میں فساد ۱۴۹
شاعری پر حوادث روزگار کا اثر ۱۵۲
نسلی اور علاقائی عصبیت ۱۶۵
مذہبی اختلافات ۱۶۷
شعر و فلسفہ ۱۶۸
معاشرتی بد عنوانیاں ۱۷۰
حکیم سنائی غزنوی ۱۷۲
حکیم سوزنی سمرقندی ۱۸۳
انوری ابیوردی ۱۹۲
جمال الدین اصفہانی ۲۰۶
خاقانی شروانی ۲۱۳
مجیر الدین بیلقانی ۲۲۲
کمال الدین اسماعیل اصفہانی ۲۲۶
سلجوقی اور خوارزم شاہی عہد کے چند قابل ذکر ہجو سرایان ۲۳۶

باب سوُم

ہجو گوئی از اواسط قرن ہفتم تا آغاز قرن دہم ہجری ۲۳۸
اخلاقی، اجتماعی اور معاشرتی ناھمواریاں اور ھجو گوئی

Marfat.com

عبید زاکانی	۲۴۷
کاتبی نیشاپوری	۲۶۱

باب چهارم

ھجو گوئی از اواسط قرن دہم تا اواسط قرن سیزدہم ھجری	۲۶۳
حکیم شرف الدین حسین شفائی اصفہانی	۲۶۵
شیدا فتح آبادی، آگہی خراسانی، عرفی	۲۷۰

باب پنجم

ھجو گوئی از اواسط قرن سیزدھم تا اواسط قرن چہاردہم ھجری	۲۷۵
قائم مقام فراھانی	۲۷۸
قاآنی شیرازی	۲۸۵
یغمای جندقی	۲۹۴

باب ششم

ھجو نگاران عصر حاضر	۳۰۰
(الف) سیاسی مسائل سے متعلق ھجویات: اشرف الدین نسیم شمال، عشقی، روحانی، عباس فرات، فرخی یزدی۔	۳۰۴
(ب) معاشرتی و عمرانی مسائل سے متعلق ھجویات: اشرف الدین نسیم شمال، روحانی، عشقی، عباس فرات، علی اکبر دھخدا، دانش، ابوالقاسم حالت، علی اصغر حریری، فرخ خراسانی، پروین اعتصامی، ژالہ عالم تاج فراھانی۔	۳۱۴
ایرج مرزا	۳۲۳
عارف قزوینی	۳۲۹
بہار مشہدی	۳۴۴

Marfat.com

باب ہفتم

ہندوستان کی فارسی شاعری میں ہجویہ روایت ۳۵۲

مرزا محمد علی شیرازی نعمت خان عالی ۳۵۳

جعفر زٹلی ۳۵۸

فوقی یزدی ۳۶۵

باب ہشتم

ہجویہ موضوعات ۳۷۱

(الف) بخیل کی سرزنش و مذمت ۳۷۱

(ب) گھوڑے کی ہجویں ۳۷۹

(ج) ریاکار مذہبی ٹھیکہ داروں کی مذمت ۳۸۴

باب نہم

فارسی ہجو نگاری پر ایک عام تنقیدی تبصرہ ۳۹۳

کتابیات ۴۰۳

Marfat.com

پیش گفتار

فارسی ادبیات اور خصوصاً فارسی شاعری میں ہجویات کی فراوانی ہے۔ بہ مشکل کوئی شاعر ملے گا جس نے کبھی اس صنف خاص میں طبع آزمائی نہ کی ہو۔ فارسی شاعری کی تاریخ کے تمام ادوار میں ــــ عہد اولین سے عہد حاضر تک ــــ ہجو گوئی شعرا کی تفریح اور تفنن طبع کا ایک مرغوب و محبوب مشغلہ رہا ہے۔ چند شعرا نے اس صنف میں خوب داد سخن حاصل کی، ان کے استادانہ فنی بلوغ کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ ان کی طبیعت پر ہجو اور مزاح وظرافت کا غلبہ تھا یا پھر ماحول نے انہیں اس سلک خاص میں خضر صفت ہونے پر مجبور کیا۔ سوزنؔی، عبید زاکانؔی، ایرج میرزا اور عارف قزوینؔی کی شاعرانہ فنی مہارت ایران کی ہجو گوئی کی تاریخ میں مہتم بالشان ہیں۔ ہندوستانی شعرا میں اس صنف کے علم برداروں میں نعمت خان عالؔی، فوقی یزدؔی اور جعفر زٹلؔی کا مقام اظہر من الشمس ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے معروف اور نامور خدایان سخن مثلاً انورؔی، خاقانؔی، اور قاآنؔی وغیرہ بھی موقع سے استفادہ کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کے دواوین شاہد ہیں کہ حالات کے پیش نظر یہ ہجو گوئی سے نہیں چوکتے۔

فارسی ہجو گوئی کسی خاص طرز وروش اور فنی سبک کی محتاج نہیں۔ اس کا دائرۂ عمل تمام اصناف سخن پر محیط اور اس کا دامن جملہ تخیلی رنگینیوں سے مزین ہے۔ جذبہ نفرت و اصلاح کے برانگیختہ ہونے پر شاعر مزاح، طنز، تحریف، مبالغہ اور رعایت لفظی وغیرہ حربوں کو استعمال کرتا ہے۔ شاعر کے فکری میلانات اور تخیلی رجحانات سے ہجو کے مزاج میں تغیر و تبدل پیدا ہوتا رہتا ہے۔ کہیں یہ ملیح اور لطیف چٹکیاں لیتی ہوئی گذر جاتی ہے اور کہیں اس کی نشتریت میں قدرے شدت پیدا ہو جاتی ہے لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عام نیش زنی سے شاعر کو تسکین نہیں ہوتی اور وہ طنزیہ دشنام طرازی کی راہیں اختیار کرتا ہوا فحشیات اور رکاکت کی گھناؤنی پستیوں میں جا گرتا ہے۔

فارسی ادبیات میں ہجویات کی فراوانی درباری نظام کی رہین منت ہے۔ مطلق العنان حکومتوں میں شعرا کی قدر و منزلت بڑھ جاتی ہے اس لیے کہ حکمراں طبقہ ان کی سرپرستی کو اپنا اخلاقی اور اداری فرض تصور کرتا ہے۔ شعرا بھی جلب منفعت کی خاطر درباروں سے وابستہ

Marfat.com

ہو جاتے ہیں۔ درباروں سے متوسلین میں صرف شعرا کا گروہ ہی نہیں بلکہ وزرا اور امرا کی بھی ایک جماعت حکمران وقت کی ہم جلیس اور مشیر کار رہا کرتی ہے۔ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی ہوس ان وزرا اور امرا کو سعی و عمل کی دعوت دیتی رہتی ہے۔ نتیجۃً باہم رشک و رقابت کا بازار گرم رہتا ہے۔ شاعر بھی اس باہمی تنازع فوقیت میں اپنے ممدوح کی طرفداری کرنے لگتا ہے اور حریف پر اپنے خشم و غضب کے وار کرتا ہے۔ ایران کی ایسی جانب داری کی فضا میں صنف ہجو کو بڑا فروغ نصیب ہوا، نہ صرف عمال و حکام طبقہ کی باہمی کشمکش ہجو گوئی کی متحرک ہوئی بلکہ خود شعرا کو بھی اپنے تبحر علمی اور عظمت و افضلیت کو تسلیم کرانے کی دائمی فکر دامن گیر رہا کرتی تھی جو انہیں باہم چشمک اور معرکہ آرائیوں پر مجبور کرتی تھی اور یہ معرکہ آرائیاں ہجو گوئی کے لیے میدان ہموار کرتی تھیں۔

فارسی ہجویات کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں، چند مؤلفین اور مضمون نگار حضرات نے اس دلچسپ اور مرغوب موضوع پر مختصراً خامہ فرسائی کی ہے لیکن اب تک موضوع کے باضابطہ تنقیدی و تحقیقی مطالعہ کی طرف توجہ نہ دی گئی تھی، یہ بار گراں جو عہد سامانیہ سے لیکر عصر حاضر کی طویل مدت کے منظوم فارسی ادبیات سے متعلق ہے میرے حصہ میں آیا۔

یونیورسٹی گرانٹس کمیشن، نئی دہلی گذشتہ صدی عیسوی کی چھٹی دہائی میں ہر سال قومی سطح پر آرٹس، سائنس اور کامرس کے مجموعی ایک سو بیس امیدواروں کو منتخب کر کے تحقیقی کام کرنے کے لئے فیلوشپ دیا کرتی تھی۔ ۱۹۶۷ء میں ریاست بہار کے کُل پندرہ امیدواروں کو سینئر اور جونیر فیلوشپ کے لئے منتخب کیا گیا۔ جونیر فیلوشپ کے لئے منتخب گیارہ اسکالروں میں راقم الحروف کا نام سر فہرست تھا اور حسن اتفاق یہ کہ ملک کی دوسری اکثریت کا واحد فرد بھی۔

ان دنوں پٹنہ یونیورسٹی، شعبہ فارسی کے صدر پروفیسر سید حسن (مرحوم) کی زیر نگرانی پی ایچ۔ڈی کے لئے مقالے کی تیاری شروع ہوئی۔

اپریل ۱۹۶۹ء کے اختتام تک تقریباً تمام کار آمد خام مواد کی فراہمی ہو چکی تھی کہ ۲۲ر مئی ۱۹۶۹ء کو مجھے ایک ناقابل تلافی نقصان برداشت کرنا پڑا۔ گرمیوں کی تعطیل میں تاریخ مذکورہ کو اپنے مقالہ کے تمہیدی ابواب کے کل خام مواد کو اپنا رفیق سفر بنائے عازم وطن (دربھنگہ) ہوا کہ سون پور جنکشن پر اپنی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے اچانک ایک نحس واقعہ پیش

Marfat.com

آیا اور میں علاوہ ان تمام خام مواد کے تقریباً ڈھائی ہزار کی مالیت کا نقد اور دوسرا سامان کھو بیٹھا۔ مال وزر اور سامان کی گم شدگی کا جو اثر ہونا تھا ہوا۔ بڑی فکر اپنے مقالے کی لاحق ہوئی اس لیے کہ میری جونیر فیلوشپ کی مدت کا اختتام بھی ۲۸/اگست ۱۹۶۹ء کو ہی ہونے والا تھا۔ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن، نئی دہلی کا ممنون ہوں کہ مجھے تمام مراعات کے ساتھ ایک سال مزید کام کرنے کی اجازت دی گئی اور میں اس لائق ہوا کہ تمام تلف شدہ مواد کو از سر نو اکٹھا کر کے مقالے کو مکمل کر سکوں۔ گویا ایک سال کی قلیل مدت میں گوناگوں ناسازگار حادثات، ناموزوں واقعات اور گردوپیش کی بالواسطہ اور بلاواسطہ اثراندازیوں کے باوجود مقالہ متشکل ہو سکا۔

ھند وایرانی ادبیات اور کلچر کی فضا میں اس دور میں تین روشن ترین ستارے ملک میں ضیاپاشی کر رہے تھے۔ پروفیسر سید حسن پٹنہ، پروفیسر نذیر احمد علی گڑھ اور پروفیسر سید امیر حسن عابدی دہلی۔ اول الذکر کی نگرانی میں راقم الحروف نے تحقیقی مقالہ مکمل کیا جبکہ باقی دو تابندہ ترستارے اس مقالے کے ممتحن مقرر ہوئے۔ ان لوگوں نے تحقیقی کاوش کو خوب پسند فرمایا اور توصیفی کلمات سے نوازتے ہوئے پٹنہ یونیورسٹی کی ڈاکٹر آف فیلاسفی کی ڈگری عطا کئے جانے کے لئے سفارشیں کیں۔ دسمبر ۱۹۷۰ء میں پٹنہ یونیورسٹی نے ان سفارشات کی بنیاد پر ڈگری مرحمت فرمائی۔

ایران عہد میں سامانیہ سے لیکر عہد جدید تک اور پھر ھندوستان میں بھی ھجو اور طنز و مزاح موضوعات کو سمیٹنا ایک طویل تحقیقی سفر تھا لہٰذا ایک سرسری مطالعہ ہی پیش کیا جا سکا۔ لیکن اتنا ضرور ہوا کہ موضوع سے متعلق تقریباً تمام معروف شعرا پر خامہ فرسائی کی گئی اور اس میدان میں آئندہ تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے راہیں ھموار ہوئیں۔ مقالہ ہذا میں خامیوں اور کوتاہیوں کے لئے معذرت خواہ تو ہوں لیکن اس کے جالب پہلوؤں کی طرف قارئین کی توجہ کا طلبگار بھی ہوں۔ ع

"گر قبول افتد زہے عزو شرف"

پروفیسر محمد شرفِ عالم

صدر شعبۂ فارسی،

پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ

Marfat.com

Marfat.com

اظہار تشکر واحوال واقعی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

زیر نظر تحقیقی مقالہ استاذ محترم ومکرم پروفیسر سید حسن کی نگرانی میں ۱۹۷۰ء میں مکمل ہوا تھا۔ استاذ مرحوم ومغفور ۱۸ر نومبر ۱۹۸۸ء کو راهیِ ملک عدم ہوگئے۔ اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے، آمین۔ علمی وادبی مشاغل کے علاوہ امور خانہ داری میں انہماک کے باوجود بڑی محبت سے میری رہنمائی فرماتے اور مشفقانہ ہدایتیں دیتے رہتے تھے۔ دنیائے علم وادب کی صف آخرین میں بھی اگر مجھے کوئی جگہ حاصل ہوئی تو یہ ان ہی کی حوصلہ افزائیوں کی رہین منت ہے۔

شہر عظیم آباد زمانہ قدیم سے ہی علم وادب کا گہوارہ رہا ہے۔ مشرقی علوم کے اس اہم مرکز میں میرے عہد طالب علمی کے نامور اساتذہ کرام استاذی پروفیسر سید شاہ عطاء الرحمن عطا کاکوی، ڈاکٹر اقبال حسین (یہ دونوں اب مرحوم ومغفور ہو چکے ہیں)، پروفیسر افسر الدولہ فیاض الدین حیدر اور ڈاکٹر سید انوار احمد کا منت کش ہوں جنہوں نے اکثر اپنے مفید مشوروں سے مجھے سرفراز فرمایا۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں ایران سوسائٹی، کلکتہ کے بنیان گذار ڈاکٹر محمد اسحاق مرحوم کے لئے بارگاہ ایزدی میں دعائے مغفرت نہ کروں جو تحقیقی کاموں کے دوران ازراہ عنایت مجھے مشورے دیا کرتے تھے۔

پروفیسر کے۔ این پنڈیتا کشمیر یونیورسٹی کا میں شاکر وممنون ہوں جنہوں نے مئی ۱۹۶۸ء میں شری نگر میں ایک ہفتہ کی ملاقاتوں کے دوران جدید فارسی شاعری میں ہجو، طنز اور مزاح پر گراں قدر معلومات فراہم کئے۔

ان تمام علمی اداروں اور کتب خانوں بالخصوص خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ کے کارمندوں اور ارباب حل وعقد کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض منصبی تصور کرتا ہوں جہاں

Marfat.com

سے مجھے ہمیشہ حسب منشا مخلصانہ تعاون حاصل رہا ہے اور بحمد اللہ عنایات والطاف کا سلسلہ دراز تر ہوتا جا رہا ہے۔

اپنی والدہ مرحومہ کے روحانی فیض سے میں ہمیشہ ہم کنار رہا ہوں کیونکہ صرف چار سال کی عمر میں ہی شفقت مادری سے محروم ہو چکا تھا۔ مرحوم و مغفور والد الحاج محمد نظیر حسن کی دعائیں ہر ہر قدم پر مشعل راہ رہی ہیں۔ اہلیہ ساجدہ خاتون کا جاں نثارانہ تعاون اگر میسر نہ ہوتا تو شاید اس مقالے کی بروقت تکمیل ممکن نہ ہوتی۔ ۸ر مئی ۱۹۹۴ء کو اہلیہ مرحومہ نے اس سرائے فانی کو خیر باد کہہ دیا۔ ان کی تین یادگاروں یعنی ایک بیٹی اور دو بیٹوں میں بیٹی غزالہ پروین صرف ۲۸ سال کی عمر میں بتاریخ ۵ر دسمبر ۱۹۹۵ء اپنے ڈیڑھ سالہ بیٹے صدام غزالی کو روتا بلکتا چھوڑ کر واصل بحق ہو گئی۔ جبکہ ہمارا بڑا بیٹا ڈاکٹر محمد شاھنواز عالم عرف شبلی جو اپنی زندگی کی صرف ۳۳ بہاریں ہی دیکھ سکا تھا وہ بھی اپنی شادی کے صرف چار ماہ بعد ۲۸ر اکتوبر ۱۹۹۷ء کو جان لیوا مرض میں مبتلا ہوا اور بالآخر ۱۸ر مئی ۱۹۹۸ء کو اپنے غم نصیب باپ اور اپنے بے حد عزیز و محبوب بھائی محمد شہباز عالم عرف ارمان و بابو سلمہ کو سدا کے لئے گریہ کناں چھوڑ کر جہان نامعلوم کا مسافر ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

علاج زخم دل از گریۂ کی ممکن بود بیدل
بہ شبنم بخیہ نتواں کرد چاک دامن گل را

۲۴ر جون ۱۹۹۸ء کو مرحوم و مغفور بیٹے کا جانشیں و قائم مقام جاوید نظیر شبلی عرف یاور منصۂ شہود میں آیا۔ اللہ اسے خضر حیات، شبلیؒ صفات اور یکتائے روزگار بنائے۔ آمین ثم آمین۔

آنچہ من گم کردہ ام، نایافتن، گم کردہ ام

شرفِ عالم
۲۴ر مارچ ۲۰۰۳ء

Marfat.com

تمہید

انسان کمزور اور واہمہ پرست واقع ہوا ہے اس لیے کسی مافوق العادت ہستی کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا اور اس سے استعانت و ہمدردی کی استدعا کرنا اس کی سرشت میں داخل ہے۔ مختلف اشیائے ارضی اور اجرام سماوی کی پرستش اس کی تخلیقی کمزوری اور توہم پرستی کی دلیل ہے، اس عہد میں بھی جب اس کی زندگی تنہا، غریب، گندی، وحشی اور مختصر تھی اور آج بھی جب انسانی زندگی تہذیب و ترقی کی بے شمار منزلیں طے کر چکی ہے۔ تعقل پسندی اور سائنس کی ترقی کے ساتھ یہ توہم پرستی آہستہ آہستہ ختم ہوگی۔ صدیوں کی توہمات برسوں میں ختم نہیں ہو سکتی ہیں۔ معاشرہ، ماحول اور روایت پرستی روشن خیالی کی راہ میں حائل ہیں۔

اس روئے زمین پر انسانی آبادی کے عہد اولین میں الٰہتہ الفلاحت (Ceres) اور الٰہتہ الخمر (Bacchus) دو مقتدر دیوتاؤں پر اہالیان یونان کا ایمان تھا۔ یہ انسانی تہذیب کا وہ دور تھا جب لوگوں نے کھیتی کرنے کا طریقہ معلوم کر لیا تھا اور فطرت کی گود میں غیر محفوظ طور پر کھیلنے والا انسان غلہ پکنے اور خرمن جمع کرنے، موسم کی اعتدالی اور فضا کی دلکشی اور صحت وخوش گوار موقعوں پر عافیت و کامرانی کی وجہ سے نشاط و مسرت کا اظہار کرتا تھا۔ یہ ان کی عیدیں ہوا کرتی تھیں۔ تہذیب کے اس تاریک عہد میں بھی اور ترقیات کے موجودہ زرّیں دور میں بھی عیدوں اور تیوہاروں کی دو حیثیتیں رہی ہیں۔ ایک ان کا مذہبی اور عقیدت مندانہ پہلو ہوتا ہے اور دوسرا سیر و تفریح کا۔ اپنی عیدوں کے موقع پر یونان والے مذکورہ دو دیوتاؤں پر غلے اور شراب نذر کیا کرتے تھے اور عبادت کی رسموں سے فارغ ہو کر تمام لوگ رنگ رلیوں میں شریک ہوتے تھے۔ شراب اور دیگر منشیات کا دور چلتا تھا۔ اس تفریح میں ہنسی، دل لگی، مذاق اور تمسخر، پھکڑ بازی، طعن و طنز، برہنگی و بے راہ روی سب ہی کچھ ہوتا تھا اور مفروضہ یہ ہے کہ عیدوں کا یہی تفریحی پہلو ہجویات اور طنزیات کا سرچشمہ آغاز ہے۔ جب ہمارے جذبات برانگیختہ ہوتے ہیں ان میں تموّج اور ہیجانی کیفیت طاری ہوتی ہے اس وقت ہمارا لب ولہجہ بھی بدل جاتا ہے اور اس حالت میں ادا ہونے والے کلموں کی بندش اور ترکیب بھی مختلف ہو جاتی ہے۔ یہی لب ولہجہ اور ترکیب و بندش فن شعر و شاعری میں اوزان اور قافیہ و ردیف سے تعبیر کیے جاتے

Marfat.com

ہیں گویا تفریحی موقعوں پر برجستہ ادا ہونے والے مذاق و تمسخر، ہنسی دل لگی اور طعن و طنز کے بے ربط اوزان نے زمانہ کے تغیر و تبدل کے ساتھ نظم کا جامہ اختیار کر لیا۔

ہجو (Satire) کی جائے تکوین اور نشو و نما کے متعلق ناقدین میں ہمیشہ اختلاف رہا۔ ایک فرقہ کا خیال ہے کہ یہ فن روم والوں نے یونانیوں سے اخذ کیا۔ جولیس اسکالیگر (Julius Scaliger) اور ہنسی اس (Heinsius) اس نظریہ کے علم بردار ہیں۔ ریگال شیس (Regaltius) اور کاسابن (Casaubon) دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ رومیوں کی اپنی دماغی کاوش اور افکار کا نتیجہ ہے(۱)۔ بلکہ کوئنٹیلین (Quintilian) اور ہورلیس (Horace) کا تو یہ بھی دعوی ہے کہ طنزیات کی اول داغ بیل لاطینی (کلاسیکی رومی) فضا میں ڈالی گئی اور وہاں سے یہ یونان کو منتقل ہوئی۔ ان عقائد و نظریات سے قطع نظر مسلم الثبوت حقیقت یہ ہے کہ ہجویات اور طنزیات ہر قوم میں فطری طور پر نشو و نما پاتے رہے ہیں۔ جہاں تک لفظ سٹائر (Satire) کا تعلق ہے اگر یہ Saturae سے نکلا ہے تو یہ یونانی ہے (جس کے معنی مختلف النوع چیزوں کا مجموعہ ہوتا ہے) اس لیے Saturae Lanx عبارت ہے ایک ایسے طباق یا چنگیر سے جس میں مختلف اقسام کا غلہ اور پھل ہو۔ اہالیان یونان فصل تیار ہونے پر مختلف پیداوار اور پھل وغیرہ ایک چنگیر میں رکھ کر اپنے مذکورہ دو دیوتاؤں، الہتہ الفلاحتہ اور الہتہ الخمر کو نذر کرتے تھے اور اس چنگیر کو Saturae lanx کہتے تھے۔ لفظ Saturae سے ادب میں ایک نظم بھی مراد لی جاتی ہے جو مختلف الاقسام پست درجہ کی گندی ہجو اور طنز سے مملو ہو۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ رومیوں نے یہ فن یونانیوں سے اخذ کیا بلکہ اس طرح کی چیز رومی ادبیات میں بھی موجود تھی اور رومیوں نے ہی ایسی نظم کو سٹائر (Satire) کہا جسے عربوں نے ہجو یا ہجا کے نام سے موسوم کیا۔

ادبیات عالم کی تاریخ کے تمام ادوار میں ہجا شعر و شاعری سے وابستہ رہی اور ہمیشہ ہجا سے کسی شخص، چیز یا واقعہ کے قبیح، رذیل، گندے اور برے پہلو کا بیان مراد لیا جاتا رہا، اس سے قطع نظر کہ واقعہ صحیح ہو یا غلط، جائز ہو یا ناجائز۔

پروفیسر رشید احمد صدیقی سٹائر (Satire) کے انگریزی مفہوم کی ترجمانی کسی ایک لفظ میں تقریباً ناممکن بتاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

---

(۱)۔ طنزیات و مضحکات از رشید احمد صدیقی ص ۳

Marfat.com

"سٹائر کا جو مفہوم انگریزی میں ہے اس کی پوری اور صحیح ترجمانی (ہمارے یہاں کے کسی ایک لفظ میں) تقریباً ناممکن ہے۔ عربی اور فارسی میں اس موقعہ پر چند لفظ استعمال کیے جاتے ہیں مثلاً ہجو، ہجا، ہجو ملیح، تعریض، تنقیص، لعن و طعن، طعن و طنز، استہزاء، مذمت، مضحکات، شطحیّات اور جدو ہزل وغیرہ۔ اکثر ان الفاظ میں سے کوئی ایک لفظ (مناسب موقع کے لحاظ سے) یا الفاظ کی ترکیب اختیار کی جاتی ہے(۱)"۔

پھر آگے فرماتے ہیں:

"میں نے ان میں سے صرف ایک لفظ طنز یا طنزیات (و مضحکات) اختیار کیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ طنزیات سے بھی وہ مفہوم پورے طور پر ظاہر نہیں ہوتا جو سٹائر میں مضمر ہے لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ طنزیات کا مفہوم سٹائر کے مفہوم سے بڑی حد تک متجانس و ہم آہنگ ہے(۲)"۔

لیکن پروفیسر کلیم الدین احمد نے اپنی مشہور تصنیف (۳) "سخنہای گفتنی" میں رشید احمد صاحب سے اختلاف کیا ہے وہ سٹائر کو ہمیشہ ہجو کے مفہوم میں استعمال کرتے ہیں اور میرے خیال میں یہی درست بھی ہے کیونکہ طنز (Irony) تو ہجو کا ایک آلہ کار ہے جو ہجو کی تاثیر میں اضافہ کرتا ہے۔ میں نے اپنے مقالہ میں Irony کو طنز و رمز، Invective کو ہجو قبیح یا دشنام آمیز تقریر یا تحریر، Wit کو نکتہ سنجی و لطیف ظرافت، Humour کو ظرافت، Parody کو تحریف، Burlesque کو تقلیب خندہ آور، Pun کو ایہام یا تجنیس اور Hyperbole کو اغراق یا مبالغہ کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ہجو کے حربوں کے ذکر میں ان پر آئندہ صفحات میں روشنی ڈالی جائے گی۔

ہجو یا ہجا کی تعریف پیش کرنے اور ان پر ناقدانہ روشنی ڈالنے سے قبل یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ رومی اور یونانی ہجویات کے انداز اور مزاج کا ایک مختصر سا جائزہ لیا جائے تاکہ ہجو یا ہجا کی تعریفات کے سمجھنے میں سہولت ہو۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ تمام مذہبی یا روایتی عیدوں، تیوہاروں، رسموں

---

(۱)- طنزیات و مضحکات از رشید احمد صدیقی ص ۱۳-۱۴۔

(۲)- ایضاً

(۳)- سخنہائے گفتنی از پروفیسر کلیم الدین احمد ص ۳۲۰۔

Marfat.com

اور رواجوں کا تاریخی یا نفسیاتی پہلو قرون اولیٰ کے نظری اور عملی معتقدات سے وابستہ ہے۔ معاشرت اور مذاق عامہ کا انقلاب غیر مرتب اور غیر منظم صورتوں اور حالتوں میں ترتیب و تنظیم پیدا کرتا رہتا ہے۔ موجودہ ڈراما اور تھئیٹر کی جڑیں یونانیوں کی عیدوں کے موقع پر منائی گئی غیر مہذب رنگ رلیوں اور فحاشیوں سے جاملتی ہیں اور زمانہ کے تصرف نے ان پر تہذیب و تمدن کا رنگ چڑھا کر ان کی شکلیں بدل دیں۔ سٹائر کا آغاز بلاشبہ شخصی عیوب کے ذکر سے ہوا اور جب ادب نے خاصی ترقی کی اور ایک طویل عرصہ گذرا تو سٹائر نے نظم کا جامہ اختیار کیا اور اخلاقیات کی اصلاح کا آلہ کار بنا۔

یونانی سٹائر کے بانی آرکی لوکس (Archilochus) کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ ذاتی بغض و عناد ہی ہجویات کو عوام میں نشر کرنے کا محرک بنیں۔ اسمیٹن (Smeaton) لکھتا ہے: (۱)

"De Qeincey,accordingly, has argued that the more personal it became in its allusions, the more it fulfilled the specific function."

لیکن ایسا خیال اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ سٹائر کا اور کوئی نصب العین نہیں سوائے اس کے کہ اپنے پڑوسیوں کے عیوب اور ان کے نقائص کو طشت از بام کرے اور یہ حقیقت روپوش ہو جاتی ہے کہ ہجو گو اگر سزا دینے والا منصف ہے تو اس کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ ان عیوب و نقائص کی اصلاح کرے لیکن جب ہم تاریخ عالم کے ابتدائی ابواب کا مطالعہ کرتے اور قرون اولیٰ کی تاریکیوں کی طرف بڑھتے جاتے ہیں تو ذاتی گالی گلوچ اور لعن وطعن کی فراوانی پاتے ہیں اور یہی نہیں بلکہ قدیم ترین سٹائر شاید صرف دشنام ہی ہوگا۔

اسمیٹن (Smeaton) کے الفاظ میں اس فن خاص کے اولین معمار "The men with a grievance" تھے یا Dr. Garnett کی زبان میں "The Carpers and fault finders of the clan." تھے۔(۲)

Archilochus ہی کی طرح Simonides اور Hipponax کی حیثیت بھی افراد پر شدید حملوں کی وجہ سے ممتاز ہے۔ Simonides کی ہجو زن "satire on woman "

(1)- English Satire by Smeaton, Oliphant p. xv

(2)-English Satire by Smeaton o.p. xv.

Marfat.com

بہت مشہور ہے۔ ان ہجویات میں Simonides کا اخلاقی احساس اور Hipponax کا عمیق تخیل پوشیدہ ہے۔ ان کی تحریریں جو اس عہد کے یونان کی سیاسی حالت اور معاشرتی زندگی کی آئینہ ہوتیں اب ناپید ہیں (۱)۔ اسی طرح Aristophanes کے مزاحیہ ہجویہ ڈرامے (Comico- Satiric drama) اور Aesop کے Beast- Fables یونانی ہجویات کی ابدی امتیازی خصوصیات کے حامل ہیں۔ Aristophanes کے مزاحیہ ہجویہ ڈراموں میں جوش اور بلند پایہ شاعری کا حسین امتزاج ملتا ہے۔ بعدہ یونانی ادبیات میں ہجو نے اپنی عظمت اور قوت کھودی اور ادنیٰ مضامین پر تصرف کرنے کی وجہ سے پست اور معمولی سطح پر آ گئی۔

یونانی ادبیات میں ایک دشنام گذار نظم تھی جو Silli کہلاتی تھی۔ Silli رومن سٹائر سے مشابہت رکھتی تھی۔ طیمون Timon کی Silli اس عہد میں تحریف اور تقلیب خندہ آور (Parody and Hyperbole) کے وجود کا پتہ دیتی ہے۔ روم میں Virgil کی نظم پر اوسونیس (Ausonius) کی Parody بہت مشہور ہوئی۔

رومیوں کی مضبوط اخلاقی گرفت اور استوار سماجی ذہنیت کی وجہ سے ہمیں سٹائر کی تلاش و جستجو رومن ادبیات میں کرنا چاہیے۔ رومی ہجویات پہلی مرتبہ Fescennine verses کی شکل میں فن کی حیثیت سے منظر عام پر آئیں۔ اسے ہجویات کے علم و فن میں بحیثیت علم و فن اولین سنگ منزل قرار دے سکتے ہیں جو رکیک اور نازیبا لعن طعن، مزاح و استہزاء اور طنز و تشنیع کی حامل تھیں۔ یہ اپنی اولین حالت میں وزن اور قافیہ سے بالکل معریٰ تھیں لیکن رفتہ رفتہ اس کی ترتیب و تہذیب ہوتی گئی اور اس کے فحش اور رکیک حصے حذف ہو گئے۔

لوئی اندرونیقاس (Livous Andronicas) پہلا شخص ہے جس نے روم کے اسٹیج پر سٹائر کو پیش کیا۔ اس کی پرورش و پرداخت اور تعلیم و تربیت رومی ماحول و مکاتیب میں ہوئی تھی۔ گرچہ یہ اصلاً و نسباً یونانی تھا۔ لہذا رومی اسٹیج پر انہوں نے یونانی نقوش ثبت کیے اور یونانی خصوصیات و امتیازات کو رومیوں میں رواج دیا۔ اس کے مزاحیہ و طربیہ ڈرامے ارسٹوفین (Aristophanes) کی تصانیف سے متاثر ہیں۔ روم کی تاریخ ہجویات کا ایک عہد وہ تھا جب یہ محض برجستہ فحاشی، رنگ رلیوں اور طعن و طنز پر مشتمل تھیں۔ پھر ان میں ترتیب و تہذیب

(1)- Encyclopaedia Brittannica vol 19, p. 1086.

Marfat.com

اانی گئی لیکن یہ تنظیم و تہذیب مکمل نہ تھی بلکہ اس کا دوسرا دور نقالی اور ہزالی کا تھا جس سے فحش و سوقیانہ عنصر حذف کردینے سے قدرے سلاست اور سنجیدگی آگئی لیکن آگے چل کر اندرونیقاس نے اسے اسٹیج کرنا شروع کیا اور اب یہ کامل طور پر مرتب و مہذب تھی۔ اندرونیقاس کے بعد اینی اُس (Ennius) کا عہد آتا ہے جس نے رکاکت اور عامیانہ پن کا عنصر پورے طور پر حذف کر کے اسے نزہت، لطافت اور سلاست عطا کی اور اسے قابل مطالعہ بھی بنادیا۔ اینی اس (Ennius) ہی کے نقش قدم پر اس کا بھانجا لوسی لیس (Lucilius) گامزن ہوا جسے ہورلیس رومی ہجویات کا اولین شاعر مانتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس نے اینی اس کی ہجویات کے انداز اور طرزادا میں بانکپن، شگفتگی اور آراستگی پیدا کردی۔ ڈرائیڈن (Dryden) بھی اسی خیال کی تائید کرتا ہے کہ لوسی لیس (Lucilius) نے کسی قسم کی ہجو وضع نہیں کی۔ لوسی لیس (Lucilius) ایک پرجوش فطرت کا خود پسند و خود بین انسان اور تند و تلخ نکتہ سنج تھا، مضبوط ارادوں کا مالک ہونے کی وجہ سے اس نے ہجو کو ذاتی احساسات کے اظہار کا وسیلہ بنا کر عوام اور خواص کے کرداروں پر بے باک تنقیدیں کیں اور یہ اسی کی افتاد طبع کا نتیجہ ہے جس نے ہجو کو انفرادیت بخشی (۱)۔ زمانہ کے ساتھ ساتھ رومن زبان سلاست اور سنجیدگی اختیار کرتی گئی اور یونانی زبان کی شیرینی اور لطافت بھی قبول کرلی گئی یہاں تک کہ ہورلیس لوسیلیس کو لاطینی ہجو نگاروں میں قدامت کا درجہ دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

روم میں ہجو کی ایک اہم طرز واردنی سٹائر (Varro's Satire) کے نام سے معروف ہے۔ لیکن خود وارو (Varro) اسے اپنے استاد مینپس (Menippus) سے وابستہ بتاتا ہے جو یونانی تھا اور ہم عصر Bion (۲)۔ رومی ادبیات میں وارو علامہ اجل تصور کیا گیا ہے اور اس کا مرشد مینی پس فلسفہ کلبی کا معتقد تھا۔ وارونی ہجویات کی ایک امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں نظم و نثر دونوں کا توازن رہتا تھا لیکن اب وارونی ہجویات کے نمونے مفقود ہیں۔ خود وارو کا قول ہے کہ اس نے اپنی تصانیف میں نہ صرف مطائبات و مضحکات کو شامل کیا بلکہ اسمیں فلسفہ کے پیچیدہ اور دقیق مسائل کی بھی توضیح و تشریح کی۔ انگریزی ادبیات میں Spenser اور Dryden کی بعض تصانیف میں وارونی اتباع پائی جاتی ہیں۔ (۳)

---

(1)- Encyclopaedia Brittannica , vol.13, Page 784.

(2)- Ibid.

(۳)- طنزیات و مضحکات از رشید احمد صدیقی ص ۹-۱۰

Marfat.com

لاطینی ہجویات میں لوسی لیس کے بعد ہوریس کا زمانہ آتا ہے۔ ہوریس کے ہاتھوں یہ فن خوش آیند، ظریفانہ اور مؤثر بن گیا۔ اس کے ستائر اس اصول کی موافقت میں نظر آتے ہیں جس کی تشریح Addison نے "The Spectator" میں کی ہے کہ ایسی ہجو جس کا مقصد صرف نشتر لگانا ہو رجم بالغیب ہے (۱)۔ عہد اگستس کے روم کے سیاسی حالات واقعات، رسم ورواج اور طور طریقوں کا ہوریس نے بڑی عمیق النظری سے مشاہدہ کیا اور انہیں اپنی ہجویات میں شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ہوریس نے اپنے شگفتہ اور سنجیدہ مذاق طعن وطنز میں ایک قسم کا تقدس پیدا کر دیا تھا۔ اگستس کے عہد حکومت میں غیر ملکی عناصر ملکی عناصر پر غالب آگئے تھے اور روم کی مہتم بالشان خصوصی سیرت پر اپنا مذموم اثر ڈال رہے تھے۔ ہوریس نے ان تمام حالات وواقعات پر نہایت دل گداز وار کیے۔ کبھی یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس طغیان وعصیان کا ایک ناقد اور مبصر کی حیثیت سے مطالعہ کر رہا ہے اور کبھی وہ سوسائٹی کی سفاہت وشقاوت اور اس کی بے بصری کا ماتم کرنے لگتا ہے (۲)۔ اسمیٹن نے ہوریس کے متعلق یوں لکھا ہے۔ (۳)

"In the hands of Horace, Roman satire was to be moulded into a new type that was not only to be a thing of beauty, but so far as one can yet see, to remain a joy for ever."

ہوریس کی موت (۸ ق.م.) کے بعد ایک طویل عرصہ تک کوئی قابل ذکر ہجو نگار نہیں ابھرا یہاں تک کہ پہلی صدی عیسوی کے نصف آخر میں تین معروف ہجو نگار منظر عام پر آئے۔ یہ تینوں ہم عصر ہیں: جوونل (Juvenal)، پرسیس (Persius) اور مارشیل (Martial)۔ ان تینوں نے فن ہجو گوئی کو اپنے اپنے امتیازی نقطۂ نظر کے ساتھ پروان چڑھایا۔

جوونل کی ہجویات اپنے خطیبانہ ہیجان وطغیان اور شعلہ نوائی میں اپنی مثال نہیں رکھتیں یہ خطیبانہ اور الم ناک ہجویات کا موجد بھی ہے اور ممتاز فنکار بھی۔ اس قسم کی ہجویات میں نقائص کو مبالغہ آرائی کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے تاکہ پیش کی گئی شان وشکوہ سے نفرت کا

---

(1)-English Satires by Smeaton , O.P. xvii

(2)- رشید احمد صدیقی۔ طنزیات ومضحکات ص ۱۱

(3)- English Satires by Smeaton , O.P. xvi

Marfat.com

جذبہ فوراً تیزی کے ساتھ بھڑک اٹھے۔ ظاہر ہے اسمیں سنجیدگی، اعتدال اور صداقت سے گریز کیا جائے گا۔ جووئل نے مختلف النوع شخصی وعوامی عیوب ونقائص کا پردہ فاش کیا۔ وہ ان بدعنوانیوں اور بدکرداریوں کی اصلاح کا بھی آرزو مند تھا جو ریاست کی فلاح و بہبود میں مزاحم تھے۔ اس نے کھوکھلی بنیادوں پر قائم بے حیا اور بدکردار سوسائٹی کے مہلک جراثیم کو ناپید کرنے کی سعی کی اور اپنی ہجویات میں نفرت آمیز تمسخر، تلخ و شدید طنز، بے رحم طعنوں اور دلخراش دشناموں کے استعمال سے گریز نہ کیا۔

پرسیس فلسفہ زینونی کا معتقد تھا۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے اس راز کا انکشاف کیا کہ ہجویات کی کامیابی اور کمال کے لیے لازم ہے کہ صرف ایک موضوع و مضمون ہو۔ ایک فرد خاص ہو جس میں اگر دوسرے عیوب ظاہر بھی ہوں تو محض سرسری طور پر ان کی سرزنش کردی جائے۔ پرسیس کے فلسفیانہ ہجویات کے سبق آموز حصے ہوریس کی ہجویات سے زیادہ مؤثر اور باوقار ہیں۔ ہوریس کے یہاں وحدت موضوع کا فقدان ہے۔ انگریزی ڈرامہ نگاروں نے پرسیس کے اصول کی پیروی کرتے ہوئے وحدتِ موضوع، وحدتِ عمل، وحدت زمان ومکان کا خیال رکھا ہے گرچہ ان کے یہاں ضمنی طور پر مزاح اور نقالی کا بھی رول ہوتا ہے جو اصل واقعہ یا موضوع سے گریز نہیں کرتا۔ مختصر حیات، ذوق مطالعہ اور اخلاقی پاکیزگی کی کمی نے پرسیس کو عیوب کی اس تنگ و تاریک دنیا سے بے خبر رکھا جس کی واقفیت کے بغیر پروفیسر سیلار (Prof. Sellar) کے مطابق ایک کامیاب ہجو نگار بننا ممکن نہیں لہذا وہ ایک ایسا ہجو نگار ہے جو فلسفی اور ناصح بن جاتا ہے۔

مارشیل، جووئل اور پرسیس کا ہم عصر تھا۔ اس نے ہجو نگاری میں لطیفہ کا حربہ استعمال کیا اور اپنی بے انتہا نکتہ سنجی اور ذہانت کا ثبوت دیا۔ اگر جووئل کو سوسائٹی کے داخلی عیوب کو ڈھونڈھ نکالنے اور عوام کی نیت کا پتہ لگانے میں مہارت حاصل ہے تو مارشیل پُر خلوص طور پر سوسائٹی کے خارجی بدنما داغوں کا صاف اور واضح خاکہ پیش کرنے میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔

ہماری خواہش، آرزوئیں، تمنائیں اور امنگیں ہمیں زندہ اور برسر عمل رکھتی ہیں لیکن فطرت کی یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ جو تمنائیں اور امنگیں زندگی کا سبب ہیں وہی تکلیف ومصائب کا پیش خیمہ بھی۔ ان تمناؤں کی عدم تکمیل اور خواہشات کی ناتمامی زندگی کو دردو غم کا مستقل گہوارہ بنائے رکھتی ہیں۔ لیکن لمحات، واقعات اور مناظر ایسے بھی آتے رہتے ہیں جو

Marfat.com

ہمیں مسکرانے اور قہقہہ بلند کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ اگر ایک طرف انسانی زندگی درد و غم سے تعبیر کی جاتی ہے تو دوسری طرف انسان کو ہنسنے والا جانور بھی تسلیم کیا گیا ہے اور ہنسنا اس کی سرشت میں داخل ہے۔ ہنسی عموماً عدم تکمیل اور بے ڈھنگے پن کے احساس کا نتیجہ ہے۔

ادب میں زندگی، زندگی کے تمام شعبے، زندگی کے نشیب و فراز اور زندگی کے محاسن و معائب کی ترجمانی ہوتی ہے۔ یہ انسان کے دماغی اوصاف اور اس کے سارے حواس کو بروئے کار لاتا ہے اور ہنسی انسانی زندگی کا ایک اہم عنصر اور زندگی و دنیا کی عدم تکمیل اور ناتمامی کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا ادب لازمی طور پر اس کا بھی ترجمان ہے۔ ادب نہ صرف زندگی کے رقت انگیز اور روشن پہلو کا آئینہ ہے بلکہ اس کے تاریک اور تمسخر انگیز گوشوں کو بھی بے نقاب کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے ادب کی پستی و بلندی کا انحصار موضوع کی نوعیت، اس کی سنجیدگی اور غیر سنجیدگی پر نہیں بلکہ فنکار کی چابک دستی، اس کی فکری اور فنی بالیدگی اور صنعت کاری پر ہے جو غیر سنجیدہ مواد اور مزاحیہ موضوعات سے بھی سنجیدہ مضامین تیار کر لیتا ہے۔

دنیا اور زندگی کی ناتمامی اور ناموزونیت، اس کی عدم تکمیل اور اس کا بے ڈھنگا پن، اس کے قبیح اور رذیل پہلو کا احساس اظہار اور ان عیوب و نقائص کو دور کرنے کی کوشش سے ظرافت، طنز اور ہجو کی ابتدا ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے زندگی اور کائنات میں ان عیوب و نقائص کی کمی نہیں۔ لہٰذا طنز، ظرافت اور ہجو کے مواقع کی بھی فراوانی ہے لیکن مدح و توصیف کی نہیں۔ Charles Churchill کا یہ قول بالکل درست ہے (۱)۔

"Broad is the road, not difficult to find,
Which to the house of satire leads mankind,
Narrow and unfrequented are the ways,
Scarce found out in an age, which lead to praise."

اگلے باب میں طنز، ظرافت اور ہجو وغیرہ کی امتیازی خصوصیات پر روشنی ڈالی جائے گی۔ یہاں صرف ہجو کی تعریف، اس کے مختلف آلۂ کار اور حربے، اس کے اغراض و مقاصد، اس کی کارکردگی اور اس کی مختلف قسموں کو پیش کیا جائے گا۔

1- The art of satire by David , Worcestor- p.2

Marfat.com

ہجو کی تعریف(Definition of Satire)اور اس کے مقاصد:

(الف) تعریف: کسی شخص یا چیز یا واقعہ کے فضائل و مکارم اور اوصاف حمیدہ کی نفی کرنا اور اس کے رذیل، قبیح اور مذموم پہلوؤں پر دل چسپ روشنی ڈالنا ہجو یا طنز ہے۔ سٹائر کی تعریف ہنسی اس(Heinsius) نے اس طرح کی ہے:

"یہ ایک قسم کی نظم ہوتی ہے جس میں کسی واقعہ یا عمل کا تسلسل نہیں ہوتا جو ہمارے ذہن و دماغ کو آلائشوں سے پاک کرنے کے لیے وضع کی گئی ہے جس میں غلطیوں، جہالتوں اور ان دیگر عوارض کو جو ان سے مرتب ہوتے ہیں فرداً فرداً مورد لعن و طعن قرار دیا جاتا ہے۔ کبھی اس کو ڈرامائی طور پر پیش کیا جاتا ہے، کبھی سادہ رنگوں میں اور کبھی دونوں طریقوں سے، لیکن اشاروں کنایوں میں پست اور بے تکلفانہ انداز سے۔ طریق گفتار تیز اور تلخ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ ظرافت اور تمسخر کی بھی رعایت رکھی جاتی ہے جس کا مقصد تنفر یا تنقص یا ہنسی اور قہقہہ کا اکسانا ہوتا ہے"۔

دراصل یہ تعریف ہی نہیں بلکہ تفصیل بھی ہے اور ہوریس کی ہجویات کی تشریح بھی۔ ہجو کا مقصد بالکل بجا اور درست بیان ہوا ہے کہ یہ ہمارے ذہن و دماغ کو آلائشات سے پاک کرنے کے لیے وضع کی گئی ہے اور طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ جہالتوں، غلطیوں اور ان سے متعلق دیگر عوارض کو فرداً فرداً مورد لعن و طعن قرار دیا جاتا ہے۔ اس کا تعلق کسی قوم، فرد، جماعت یا زمانہ کی منقصت سے ہے اور ہجو ہجا میں منقصت کا پہلو ہمیشہ نمایاں رہتا ہے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ اس میں کچھ ظرافت و تمسخر کی بھی رعایت رکھی جاتی ہے تاکہ نشتر کی چبھن اور درد کی شدت میں کمی آجائے۔

لیکن یہ نکتہ قابل اعتراض ہے کہ رومن، لاطینی اور عربی فضلاء نے شعر کی شرط لگا دی ہے۔ شعر ہجا کا انسانی پہلو تو ہو سکتا ہے لیکن لازمی نہیں۔ نظامی عروضی سمرقندی جو چھٹی صدی ہجری کا ایران کا ایک بڑا شاعر اور نظامی گنجوی کا ہم عصر تھا اپنی کتاب چہار مقالہ میں لکھتا ہے (۱).

---

(۱)- چہار مقالہ: نظامی عروضی سمرقندی مقالہ دوم در ماہیت علم شعر

Marfat.com

"شاعری صناعتی است کہ شاعر بدان صنعت اتساق مقدمات موہومہ کند والتیام قیاس منتجہ بران وجہ کہ معنی خرد را بزرگ کند و بزرگ را خرد، نیکو را در لباس زشت و زشت را در حلیہ نیکو جلوہ دہد، وبا ایہام قوت غضبانی وشہوانی برانگیزد وتابدان ایہام طبائع را انبساطی وانقباضی بود امور عظام را در نظام عالم سبب گردد"۔

اس تعریف کا ماحصل یہ ہے کہ شاعری اس فن کا نام ہے کہ مقدمات موہومہ کی ترتیب سے اچھی چیز بدنما اور بری چیز خوشنما ثابت کی جائے جس سے محبت و غضب کی قوتیں مشتعل ہو جائیں۔ اس تعریف پر سنجیدگی سے غور کرنے پر یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ شعر میں ہجو کے تاثرات باقی رکھنے اور اسکے مقاصد کے اظہار کے لیے خاصی صلاحیت موجود ہے۔ عربی میں ہجا سے وہ اشعار مراد ہیں جن میں کسی قوم، کسی فرد، کسی جماعت یا کسی زمانہ کی منقصت کی گئی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ عربوں اور رومن ولاطینی شعرا شعر سے خیالات کی ندرت و برجستگی مراد لیتے تھے۔ ان کے یہاں ہجویات کی شان نزول بھی برجستگی میں مضمر ہے جسے یہ شعرا شاعری کا جزو لاینفک سمجھتے رہے۔ اگر اب شعر کی شرط کو لازمی قرار دیا جائے گا تو بہت سے عظیم فنکار اس جماعت کی حدود سے باہر ہو جائیں گے۔ روم اور یونان میں ہجویات کا آغاز ان کی تہذیب کے ابتدائی عہد میں غیر مہذب ڈراموں سے ہوا تھا اور عربی ادب شاعری ہی پر مشتمل تھا لہذا وہ شعر و شاعری کی قید سے آزاد نہ ہو سکے۔

تھیکرے (Thackeray) کے مطابق ہجو نگار حتی الوسع زندگی کے ہر شعبہ پر ناقدانہ نگاہ ڈالتا ہے اور مکر و فریب، رعونت و منافقت اور حق و باطل کے خلاف اس طور پر جہاد کرتا ہے کہ بالآخر ہمارے مرحمت و محبت یا نفرت و حقارت کے جذبات کو تحریک ہوتی ہے اور ہم ان جذبات کو برسر کار لانے پر آمادہ ہو جاتے ہیں، مظلوم اور ناتواں کے لیے شفقت کا اظہار کرتے ہیں اور ظالم و جابر کو قابل نفرین و ملامت تصور کرتے ہیں۔

تھیکرے نے جو رائے دی ہے وہ ایک طور پر ہجو وہجا کے عمل واثر سے متعلق ہے اور یہ اخلاقی پہلوؤں سے متعلق ہے۔ ڈرائی ڈن نے ہجا کی تعریف اس طرح کی ہے:

" Satire is a sharp, well mannered way of laughing a folly out of countenance."

Marfat.com

اور انگریزی ادبا و فضلا کا ایک حد تک متفقہ خیال ہے:

"Satire as a literary genere, may be defined as the expression in adequate terms of the sense of amusement or disgust by the ridiculous or unseemly, provided that humour is a distinctly recognizable element and that the utterence is invested with literary form without humour satire is invective; without literary form it is mere clownish jeering."(1)

ڈرائڈن کی نظر میں انسانی حماقتوں پر ہنسنے کا نکھرا ہوا اور موزوں انداز ہی طنز ہے۔ ہجو کی تشریح کرتے ہوئے اس نے یہ بتایا ہے کہ کسی ناموزوں یا مضحکہ خیز واقعہ یا حالت پر ہمارے مزاح یا نفرت کا جذبہ متحرک ہوتا ہے اور اس کا اظہار ہی ہجو ہے مگر شرط یہ ہے کہ ہجو میں ظرافت کا پہلو نمایاں ہو اور اسکا اظہار ادبی ہو۔ ظرافت کے بغیر، ہجو گویا دشنام طرازی ہے اور ادبی اظہار کے بغیر یہ احمق کی طرح منہ چڑھانا ہے اور بس۔ گویا ہجو میں ظرافت کے ساتھ ساتھ ادبی عنصر کا رہنا لازمی ہے۔ ہجو کی ان تشریحوں کی روشنی میں رومن اور لاطینی ہجو گو اور عرب، یونان اور ایران کے ہجو نگار، جن کے یہاں پھکڑ پن اور فحاشی کے سوا کچھ اور نہیں، اصلی ہجو نگاروں کی صف سے خارج ہو جاتے ہیں اور ان کی تصنیفات کو وہ ادبی حیثیت حاصل نہیں جو انگریزی فضلا کے پیش نظر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہجو سے مراد ایسی تنقیص و تعریض ہے جس سے تفریح و تنافر کے جذبے کو تحریک ہو۔ اسے ادبی حیثیت کا حامل ہونا ضروری نہیں بلکہ وہ اپنے مورد پر پورے طور پر چسپاں ہو۔ اگر یہ موزوں اور اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو تو پھر اسے ہجو کی بجائے لغویات میں شامل کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔ رشید احمد صدیقی کا خیال ہے کہ ہجو میں بہت سے الفاظ، جملے یا لطیفے جن کا ادب کی کسوٹی پر صحیح اترنا تو درکنار اس کے قریب بھی نہیں لائے جاسکتے لیکن اپنے مفہوم اور تاثیر کے اعتبار سے وہ اتنے موزوں اور برجستہ ہو سکتے ہیں کہ ان پر ہجو کا پورا اطلاق ہو سکتا ہے اور اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ بہت سی چیزیں ادبیت سے معریٰ ہونے

---

(1)- Encyclopeedia Brit, vol.19, p. 1086.

Marfat.com

کے باوجود مذاق سلیم پر بار نہیں ہوتیں بلکہ دل چسپی کا باعث بنتی ہیں۔ Webster's New International Dictionary میں ہجو کی تعریف یوں کی گئی ہے:(1)

"Satire is a (commonly) formal or elaborate holding up of (specially public) vice or folly always as coloured or pervaded by the satirist's feeling, to ridicule or reprobation,it often makes use of irony, but is not necessarily ironical."

ہجو کی یہ ایک واضح تعریف ہے۔ انسانی حماقتوں اور برائیوں کی گرفت کا نام ہجو ہے جس میں ہجو نگار کے احساسات سے رنگ آمیزی ہوتی ہے تاکہ وہ انسانی خامیوں کی تذلیل کر سکے۔ ہجو نگار کبھی طنز (Irony) کا بھی استعمال کرتا ہے مگر یہ ضروری نہیں۔ ہجو نگار بلندی سے انسانی معاشرہ پر نگاہ ڈالتا ہے وہ حقیقت میں نکتہ ور ہوتا ہے۔ خوب وناخوب کی تمیز کا گہرا احساس رکھتا ہے۔ اس کی نظر میں تکمیل، توازن و حسن کا بلند معیار ہوتا ہے۔ جہاں ناموزونیت یا بدصورتی نظر آتی ہے وہ مضطرب ہو جاتا ہے، صورت گری کا جذبہ بیدار ہو جاتا ہے۔ اس کی نظر میں تکمیل اور حسن کی صورت رقصاں ہوتی ہے اس لیے وہ خامیوں کو اپنے ہجو کے ذریعہ دور کرنا چاہتا ہے وہ شخصی اور ذاتی خامیوں کو نظر انداز کرتا ہے بلکہ عام انسانی خامیوں کو ہی طنز کا ہدف بناتا ہے۔ گلبرٹ ہائٹ Gilbert Highet نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف (۲) میں ہجو اور اس کے دیگر پہلوؤں کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے:

"Satire ... pictures real men and women, often in lurid colours but always with unforgettable clarity. It uses the bold and vivid language of its own time eschewing state cliches and dead conventions."

ہجو دراصل مرد یا عورت کی تصویر نمایاں رنگوں میں پیش کرتا ہے۔ اس میں ایسی پاکیزگی ہوتی ہے جو ذہن سے کبھی محو نہیں ہوتی۔ وہ اپنے عہد کی ایسی زبان استعمال کرتا ہے جو بے باک اور شوخ ہوتی ہے اور وہ رسمی اور بے جان طرز اظہار سے مبرا ہوتی ہے۔ اس تعریف کا اطلاق ادبیات عالم کے تمام ادوار کے ہجو نگاروں پر ہو جاتا ہے۔ گرچہ انہوں نے مزاح و تمسخر کے

(1)- 2nd. Edition 1950, U.S.A , p. 1312

(2)- The Anatomy of Satire by Gilbert , Highet,p.3

Marfat.com

پہلو کا ذکر نہیں کیا ہے لیکن میرے خیال میں اس کی ضرورت بھی نہیں اس لیے کہ عیوب ونقائص اور بے ڈھنگے پن کی صحیح اور سچی تصویر مزاح و تمسخر کے بغیر ممکن نہیں۔

ہجو کے صحیفۂ اخلاق میں عربوں نے جو اصول مرتب کیے ہیں انہیں رشید احمد صدیقی نے اس طرح بیان کیا ہے:

"(۱)-جو چیز فی نفسہ قبیح یا مکروہ ہے اس کی ہجو کی جاسکتی ہے۔

(۲)-جسمانی یا فطری نقائص یا معائب کی مذمت ناروا ہے۔

(۳)-آباواجداد کی فروگذاشت پر اولاد کو مورد لعن وطعن قرار دینا ناجائز ہے۔

(۴)-انہیں معائب کو قابل گرفت تصور کرنا چاہیے جو عقل کے نزدیک قابل گرفت ہوں۔

(۵)-بہترین ہجو وہ ہے جو جلد ذہن میں محفوظ ہو جائے، جس کی ترکیب اور معنی میں پیچیدگی نہ ہو، جس کو عام مذاق جلد قبول کرے اور صرف قبول ہی نہ کرے بلکہ اس کو صحیح بھی سمجھتا ہو"۔

ہجو کی مختلف تشریحوں اور اصولوں کے تذکرہ کے بعد یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اغراض ومقاصد اور محرکات پر بھی روشنی ڈالی جائے تاکہ اس کی ماہیت وفطرت کی مزید وضاحت ہو سکے اور ادبیات میں اس کا مقام متعین ہو سکے۔

(ب) ہجو کے اغراض ومقاصد (Purpose and objective of Satire)

ہجو کے اغراض ومقاصد (Functions) مختلف طور پر بیان ہوئے ہیں۔ چونکہ یونان میں ہجو کا ایک مستقل نوع ادب کے طور پر موجود نہ تھا ارسطو نے خاص خاص علوم وادبیات اور خصوصاً المیہ کا تجزیہ پیش کیا ہے۔ ارسطو یا دوسرے متقدمین یونانی فضلا نے ہجو کے مطالعہ پر توجہ نہ دی۔ مینی پس فلسفۂ کلبی کا معتقد تھا اور انہوں نے دیگر فیلسوف کی ہجویں لکھیں اور ان کی تنقیدیں کیں اس بنا پر انہیں سنجیدہ چیزوں اور اشخاص کا مذاق اڑانے والا شخص قرار دیا گیا۔ مذاق کا یہ تنقیدی میلان گرچہ ہجو گوئی کا مستقل انداز رہا ہے لیکن یہ ہجو کا مقصد نہیں بلکہ مرکزی طریقہ کار ہے۔

ہوریس کا قول ہے کہ ہجو کا کام ہنس کر صداقت پیش کر دینا ہے " To tell the truth laughing" اور اس کے بعد وہ اخلاقی اور سماجی مسئلہ کی ایک سنجیدہ بحث پیش کرتا ہے

Marfat.com

۔اس طرح وہ اپنی بحث میں ہجو کے ایک مقصد اور ایک طریقہ کار پر روشنی ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ ہجو نگار گرچہ ہنستا ہے لیکن وہ حقیقت بیانی سے کام لیتا ہے۔ بہت سے دیگر ہجو نگاروں نے یہی خیال پیش کیا ہے لیکن ان کی یہ شکایت ہے کہ ان کی صداقت بیانی کو عوام سننا نہیں چاہتے۔ جووِنل تسلیم کرتا ہے کہ صداقت بیانی اس کا موضوع سخن ہے اور آسانی سے روم کی گلیوں اور کسی چوراہے پر اس کا منظر دیکھا جاسکتا ہے لیکن اس کی یہ صداقت بیانی فسق وفجور، جور و ظلم اور بداعمالی وبدکاری کی فتح تک محدود ہے۔ جب روم میں بداعمالیوں اور بدکرداریوں کا بازار گرم ہوا اور انسانی اخلاق وعادات میں اتنے فسادات پیدا ہوگئے کہ خوبیاں گویا معدوم ہوگئیں تو اس نے برے کو برا کہنا مہلکِ جان سمجھا اور مروّجہ خصائل وعادات پر ناقدانہ رائیں پیش کرنے میں جان کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے جرائم وذمائم کو روم کے اساطیر الاولین سے منسوب کیا اس لیے کہ جب ہجو گو صدق بیانی کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا یہ مطلب سمجھنا چاہیے کہ وہ اپنے گرانقدر مشوروں اور تاکیدوں سے اپنے متعلقین اور عوام الناس کی مدد کرنا چاہتا ہے۔ یا ان شرمناک واقعات سے عوام کو مطلع کرنا چاہتا ہے جن کا اگر روز روشن میں مشاہدہ ہو جائے تو دنیا کانپ اٹھے۔ پہلی حالت میں وہ حق گوئی سے نیک اعمال کی امید کرتا ہے اور دوسری حالت میں اس کا مقصد جرائم کے مرتکبین کی ایذارسانی اور اپنی ذات کے لیے خطرات کو دعوت دینا ہوتا ہے۔

اس طرح ہجو کے مقاصد کے دو خاص اصول اور ہجو گو کے دو مختلف مکاتیب خیال ہیں ایک فرقہ عوام سے محبت وہمدردی رکھتا ہے لیکن انہیں نابینا اور بے وقوف تصور کرتا ہے وہ ہنس کر صدق بیانی سے کام لیتا ہے تاکہ عوام اس سے بیزار نہ ہوں بلکہ خوشی سے قبول کرلیں اور غور کرنے پر انہیں اپنی حماقتوں اور غلطیوں کا احساس ہو جائے۔ لیکن دوسرا فرقہ عوام سے نفرت کرتا ہے وہ بدکرداروں اور بداعمالوں کو اس دنیا میں کامران وعالی رتبہ دیکھ کر کڑھتا ہے اور اسی لیے گرچہ اُسے افراد سے محبت وشفقت ہوتی ہے لیکن عوام الناس سے نفرت ہوتی ہے اور انہیں وہ ذلیل وخوار دیکھنا چاہتا ہے۔ اس کا مقصد ان متعدی اخلاقی امراض کا علاج نہیں بلکہ عوام کو تکلیف دینا، سزا دینا اور برباد کرنا ہے۔ اس گروہ میں جووِنل کا بھی شمار ہو سکتا ہے۔

عیوب ونقائص کے متعلق دونوں گروہوں کا متفرق نظریہ ہے۔ بنی نوع انسان سے نفرت کرنے والے ہجو نگاروں کا خیال ہے کہ یہ انسان کی سرشت اور سماج کی تشکیل میں داخل ہے اور اس کے دور کرنے کا کوئی طریقہ نہیں۔ لہٰذا ذلیل، حقیر اور مصیبت انگیز انسانوں کا

Marfat.com

خاص گروہ صرف اس لائق ہے کہ اس سے نفرت وذلت کا اظہار کیا جائے۔ اگر ہجو گو ان پر ہنستا ہے تو اس کی ہنسی ہمدردانہ نہیں ہوتی، اس کے پس پردہ کوئی خوشی نہیں ہوتی اور نہ تسکین ہی کا کوئی شائبہ ہوتا ہے۔ وہ ان کے اعتذارات، پست ظاہر داری، ریاکاری او بے ڈھنگے پن پر نفرت وحقارت کی ہنسی ہنستا ہے۔ اس جماعت کے ہجو گو المیہ تمثیل نگاروں کی مانند ہیں۔ المیہ تمثیل نگاروں کی نظر میں عالی ہمت اور شریف النفس انسان کی عوام کے سامنے مایوس کن اور افسوسناک شکست ہوتی ہے لیکن ہجو گو زندگی کے مختلف پہلوؤں کا مشاہدہ و مطالعہ کرتا ہے اور عوام کو وہ مکروہ اور قابل نفرین وملامت تصور کرتا ہے۔ بصیرت ومشاہدہ ہی اس کا مقصد حیات ہوتا ہے۔ یہ قنوطی ہجو نگاروں کی جماعت ہے جو عیوب ونقائص پر خوشی سے مسکراتا نہیں بلکہ اپنے ہونٹوں کو ایک نفرت آمیز حرکت دیتا ہے۔

ہجو نگاروں کی دوسری جماعت رجائی ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ انسان کی مذموم اور مضحکہ انگیز حرکتیں فطری نہیں اور اگر ہیں بھی تو ان کا ازالہ ہو سکتا ہے۔ یہ امراض ہیں جن کا علاج ممکن ہے اور یہ غلطیاں ہیں جن کی اصلاح مشکل نہیں۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تہذیب انسانی کے تمام ادوار میں ریاکار، دھوکے باز اور احمق لوگوں کی کمی نہیں رہی ہے اور ان میں سے کچھ ناقابل اصلاح رہے ہیں لہٰذا ان کی زندگی اور ان کے کردار کے نازیبا پہلوؤں کو پیش کر کے عوام کو تنبیہ وتاکید کرنی ہے تاکہ وہ عبرت حاصل کر سکیں اور ایسے نقائص وعیوب سے پاک رہیں۔ یہ صحیح ہے کہ ہجو کا ہدف بننے والا تکلیف ضرور محسوس کرے گا وہ تلملا اٹھے گا لیکن دوسرے بہت سے افراد کی اس سے اصلاح ہوگی۔ سقراط کے یہاں اس قسم کے خیالات ملتے ہیں۔ اس نے ہمیشہ سادہ اور انوکھے اصولوں کا سبق دیا ہے۔ مثلاً اسکا خیال ہے کہ کوئی شخص بالارادہ غلطیوں کا مرتکب نہیں ہوتا بلکہ اس کی ناواقفیت اسے غلط راہوں پر ڈال دیتی ہے اس لیے وہ کہتا ہے کہ "علم وادراک ہی حسن سیرت ہے"۔ گناہ گار ہمیشہ کے لیے قعر مذلت میں گرا ہوا شیطان نہیں بلکہ وہ عادتوں کا غلام ہے مگر اسے حقیقت کی روشنی میسر ہو سکتی ہے اور اس میں خوب وبد کی تمیز پیدا ہو سکتی ہے۔

ہوریس اور اس قسم کے دیگر ہجو نگاروں کا بھی اسی طرح کا خیال ہے۔ یہ رحم دل اور نیک ہیں۔ یہ نفرت کرنے کی بجائے ترغیب وتشویق دلانے کا کام کرتے ہیں۔ ان کی ہنسی بھرپور ہوتی ہے۔ لغویات اور مہملات جس قدر ہنسی اور تمسخر کے متقاضی ہوتے ہیں اس سے کہیں زیادہ

Marfat.com

ان کا جذبہ تمسخر برانگیختہ ہوتا ہے اور بڑے ہی مزاحیہ انداز میں دنیا کی ابتری اور حالات کی افراتفری وناسازگاری کا مذاق اڑاتے ہیں جبکہ قنوطی ہجو گو دنیا کو جہنم تصور کرتا ہے اور اس کے تمام باشندوں کو مصیبت زدہ۔ امید آفریں ہجو گو عام طور پر ایسے لوگوں کا ہجو آمیز خاکہ پیش کرتا ہے تاکہ قاری اس سے مستفید ہو سکے۔ ان کے ہجو میں نشتریت اور چبھن سے زیادہ نرمی اور دلنوازی ہوتی ہے یعنی اس کا نشتر جلد کو کریدتا تو ہے مگر پورے جسم کو صحت منداور پر قوت بنادیتا ہے۔

چونکہ ہجو گو کے دو مکاتیب فکر ہیں لہٰذا ہجو کے مقاصد کے بھی دو نظریئے ہیں۔ رجائی ہجو گو کا مقصد اصلاح و تزکیہ ہے اور قنوطی ہجو گو ایذا رساں ہے۔ ایک جراح ہے دوسرا جلاد۔ ایک دیکھتا ہے کہ دنیا میں لوگ فطری طور پر صحت مند ہوتے ہیں اور کچھ لوگ غلط کاری وبدعملی کی وجہ سے اپنے استحالہ کو برباد کردیتے ہیں اور ناعاقبت اندیشی سے امراض کے شکار ہو جاتے ہیں، گویا بیشتر متعدی امراض والوں کا علاج ممکن ہے۔ لیکن دوسرا فرقہ دنیا کو انسان کی صورت میں بدنام مجرم، بندر جیسی حرکت کرنے والا پاگل، غیر قابل تعلیم جاہل، وحشی گوسفند، بندر، بھیڑیا اور زہریلے سانپ سے پر اور آباد تصور کرتا ہے۔ ان کے مطابق ایسی دنیا اور ایسے دنیا والوں کی اصلاح ناممکن ہے۔ اس قسم کے بہت سے فلسفیوں نے اپنے آپ کو پاگل بناڈالا۔ لہٰذا قنوطی ہجو گو اپنے کو جنون سے محفوظ رکھنے کے لیے نفرت انگیز و حقارت آمیز وحشی استہزا کو بروئے کار لاتا ہے۔ ہجو نگاروں کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ اس فن کو فرقہ وارانہ تقسیم سے آزاد رہنا چاہیے۔ ان کا تصور انقلابِ دورنگ نہیں بلکہ ہزار رنگ ہے۔ لہٰذا ایک ہی ہجو نگار کبھی رجائی انداز میں لکھتا ہے اور کبھی اس پر قنوطیت کا شدید و تلخ تاثر حاوی ہو جاتا ہے۔ وہ کوہ آتش فشاں کے دہانہ کی طرح اپنی آتش بیانی و شعلہ نوائی سے تباہ کاریوں اور بربادیوں کے سامان تو مہیا کرتا ہے لیکن جب چند سال بعد کوہ آتش فشاں سرد پڑ جاتا ہے تو اس کے دامن میں سبزہ زار لہک اٹھتے ہیں اور ہجو گو کا انداز بھی بدل جاتا ہے۔ ایک کتاب بلکہ ایک ہی صفحہ میں ہمیں ہجو گو کے متنوع جذبات باہم ملے جلے نظر آتے ہیں یعنی نفرت و محبت، غصہ و خوشی اور سکون واضطراب کا امتزاج صفحۂ شہود پر جلوہ فگن ہوتا ہے۔

ڈرائڈن نے ہجو کے مقصد کو بہت ہی مختصر مگر جامع طور پر یوں بیان کیا ہے (۱):

---

(1)-The Anatomy of Satire by Gilbert,, H,p.240

Marfat.com

" The true end of satire is the amendment of vices by correction."

"ہجو کا اصلی مقصد اصلاح کے ذریعہ برائیوں کی ترمیم ہے"

"ہجو کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ـــــ نظم و نثر۔ عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان دونوں صورتوں میں کوئی بنیادی فرق نہیں اور جو فرق ہے تو اسے ایک لفظ میں بیان کیا جا سکتا ہے یعنی وزن، اگر وزن نہ ہو تو پھر ہجویہ نظم و نثر میں تمیز ممکن نہیں۔ شاعر اور نثر نگار دونوں ہجو کے میدان میں ایک ہی مقصد لے کر گامزن ہوتے ہیں، دونوں کی راہیں اور منزلیں ایک ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ ایک اشہب وزن پر سوار ہے اور دوسرا پاپیادہ۔ یہ طرز خیال غلط فہمی پر مبنی ہے۔ شعر اور نثر میں وزن کے علاوہ اہم اور بنیادی فرق ہے۔ وزن شعر میں ہوتا ہے مگر یہ ضروری نہیں۔ دور حاضر میں بعض مغربی شعرا نے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ وزن شعر کی لازمی خصوصیت نہیں وہ ایک مخصوص صورت میں اپنے احساس شعری کی ترجمانی کرتے ہیں جسے نظم معرٰی کہتے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی نثر کے جملہ کو وزن کے جامہ سے آراستہ کر دیا جائے تو وہ شعر کے زمرہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ شعر ہمارے حسین و بیش قیمت تجربات کا حسین و موزوں بیان ہے۔ نثر ہمارے خیالات کا صاف، مختصر اور منطقی اظہار ہوتا ہے۔ دونوں کی راہیں جدا جدا ہیں اور منزلیں الگ الگ۔ جس طرح غزل یا نظم اور مقالہ میں بنیادی فرق ہے اسی طرح ہجویہ نظم اور ہجویہ نثر میں بھی صنفی اور بنیادی فرق ہے۔ اس جگہ ایک دوسری غلط فہمی کا ازالہ بھی ضروری ہے۔ عموماً یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ ہجویہ نظم میں بلند پایہ شاعری کا وجود ممکن نہیں۔ عام گفتگو میں جذبات کی ترجمانی کا دوسرا نام شاعری ہے۔ ہجویہ نظم میں کسی شخص کے معائب یا کسی عام انسانی نقص کا طنزیہ انکشاف ہوتا ہے اس لیے ان نظموں میں بظاہر جذبات (جذبات سے مراد خاص قسم کے جذبات ہیں) کا وجود نہیں ہوتا۔ اس روایتی نقطۂ نظر میں جذبات صرف وہی ہیں جن سے غزلیں بھری پڑی ہیں۔ ان ہی احساسات، مخصوص و محدود احساسات کو شعریت کا حامل سمجھا جاتا ہے جو حسن و عشق سے وابستہ ہوتے ہیں۔ جو بے ثباتی دنیا، موت یا زیادہ سے زیادہ وطن کی محبت اور آزادی کی لگن سے سروکار رکھتے ہیں۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہجویہ نظم جذبات کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ ہجو گو شاعر ناانصافی، بے رحمی، ظلم اور اسی قسم کے انسانی نقائص کے مشاہدہ سے متاثر ہوتا ہے اور اسی مشاہدہ سے متاثر ہو کر اس کا جذبۂ نفرت،

Marfat.com

غضب، حقارت جوش میں آتا ہے۔ انہیں جذبات کا اظہار وہ اپنی نظم میں کرتا ہے۔ اگر جذبۂ عشق ایک پرزور طاقت ہے تو جذبۂ نفرت بھی طاقتور زور ہے۔ اگر کوئی حسین، فطری منظر ہمارے ذوق حسن کو بھڑکاتا ہے تو کریہہ انسانی منظر ہمارے احساس غضب کو برانگیختہ کرتا ہے، اگر معشوق کے جسمانی حسن کی تعریف میں ہم رطب اللسان ہو سکتے ہیں تو کسی شخص کے اخلاقی قبح کا حقارت آمیز انکشاف بھی کر سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہجویہ نظم میں بھی جذبات کا اظہار ہوتا ہے اور بیانیہ شعر میں ہر قسم کے جذبات سما سکتے ہیں۔ صرف یہی نہیں جس طرح غزل کے اشعار یا کسی رومانی نظم میں شدّت جذبات کا وجود ممکن ہے اسی طرح ہجویہ نظم میں بھی جذبات کی شدت ہو سکتی ہے اور اگر کسی شعر یا نظم میں بلند پایہ شاعری ہو سکتی ہے تو پھر ہجویہ نظم میں بھی بلند پایہ شاعری کا وجود ممکن ہے"۔(۱)

(ج) ہجو کے محرکات (Stimulants of Satire):

ہجو گو کے متنوع جذبات اور اس کی فنی پیچیدگی کی مانند اس کے محرکات بھی مختلف ہیں۔ مندرجہ ذیل سطور میں تفصیل کے ساتھ ان پر روشنی ڈالی گئی ہے:

اوّل: پہلا محرک ہجو گو کی ذاتی منافرت اور بے زاری ہے۔ زندگی کے گوناگوں شعبوں میں ہمارے تعلقات متنوع اور مختلف جماعت کے افراد سے ہوتے ہیں اور یہ تعلقات کسی نہ کسی محسوس یا غیر محسوس اغراض و مقاصد پر مبنی ہوتے ہیں۔ لیکن دنیا اور فطرت کو ہماری خواہشوں اور ہماری تمناؤں کی کوئی خبر نہیں رہتی اور اگر رہتی بھی ہے تو وہ ان کی تکمیل یا عدم تکمیل سے بے پرواہوتی ہے۔ تمناؤں اور امنگوں کی تکمیل ہو جانے پر ہماری تسکین نہیں ہوتی بلکہ ان کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری رہتا ہے اور ہم ابدی طور پر محرومیوں کے شاکی رہتے ہیں۔ ہمارے تعلقات میں بھی بال پڑ جاتے ہیں اور دوستوں، ارباب حل وعقد اور اس قسم کے دیگر اشخاص کی کج خلقی و بے مروّتی سے ایک خاص ذہنی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہزاروں اقسام کے ناگوار واقعات اور غیر متوقع واردات پیش آتے رہتے ہیں جن کی بنا پر وابستگان سے بگاڑ ہو جایا کرتا ہے۔ اگر انسان اپنے نفس پر قابو پالے، اپنے احساسات و کیفیات کی زمام اپنی مضبوط گرفت میں رکھے اور سوچ سمجھ کر قدم اٹھائے تو اسے دشواریوں اور پریشانیوں کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا اور اپنے ذہن و زبان کو آتش خشم کے حوالہ کرنے کی حاجت نہیں ہوگی۔ لیکن اگر

---

(۱)-ماخوذ از مقالہ کلیم الدین احمد، معاصر جلد نمبر ۳ شمارہ نمبر ۴-۶، ۱۹۴۲ء

Marfat.com

تند مزاج، شدید التاثر اور کوتاہ بیں ہوگا تو معمولی اختلاف اور ناہمواری میں بھی رنجیدہ اور متاثر ہوگا اور اپنی قوت تخیل کے ذریعہ کاہ سے کوہ اور تار موئی سے ریسمان تیار کرے گا۔ عام طور پر شعرا فرقۂ دوم میں ہوتے ہیں۔ ان کی خواہشیں، امنگیں اور تمنائیں بے شمار ہوتی ہیں اور ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے جبکہ کامیابی باندازۂ نفی میسر ہوتی ہے۔ لیکن اس کا دل نازک اور اس کے احساسات رقیق ہوتے ہیں۔ وہ تند و شدید قوت حاسہ کا حامل ہوتا ہے جو گیاہ ضعیف کی مثل نسیم کے ہر جھونکے سے جنبش واہتزاز قبول کرتا ہے۔ اس کے اختیار و صبر کی باگ ڈور اس کے احساسات کے ہاتھوں میں ہوتی ہے اسکی آتشیں زبان ایک ایسا حربہ ہے کہ جب وہ خوشی کی حالت میں ہوتا ہے تو تعریف و ستائش کرتا ہے اور اگر دل آزردہ ہوا تو برس پڑتا ہے اور فردوسی کے قول کے مطابق: ع

شاعر چو رنجد بگوید ہجا

دورہ صفویہ کا ہجو پیشہ شاعر حکیم شفائی اس قول کی تائید میں کہتا ہے:

سوگندمی خورم بہ خدائی کہ عقل را — در کبریای حضرت اونیست اشتباہ
کز ناخن تلافی حسرت نخستہ ام — تا زخمہا نخوردہ ام از خصم کینہ خواہ
اما چو رفت بے ادبی ہا زحد فزوں — تادیب خصم واجب شریعت گاہ گاہ
باید نواخت فرق خران را بچوبدست — بیرون نہند چون قدم کجروی زراہ
ہر کس زخصم کینہ بنوعی دگر کشد — مژگان بگریہ لب بدعا خسرواز سپاہ
دستش بانتقام دگر چوں نمی رسد — شاعر بتیغ تیز زبان می بردپناہ

قاآنی نے اپنے ایک آشنا کی ہجو رکیک اس طرح نظم کی ہے:

دوستی گفت عیب من باغیر — من خود، از عیب خود ابا نہ کنم
چون وی آہستہ عیب من میگفت — من ہمش عیب برملا نکنم
گویدم گر ہزار عیب دگر — طبع بر عیب او رضا نکنم
آفریدش خدا بہ صورت ہجو — ہجو او بندہ چون خدا نکنم
ندھم شرح مختصر گویم — من ہجا را دگر ہجا نکنم

Marfat.com

شعرا کے دلوں میں بغض و عناد پرورش پاتے رہتے ہیں اور نفرت کا شعلہ بھڑکتا رہتا ہے لیکن وہ ان احساسات اور منافرت کا اقرار نہیں کرتے اور خوش اسلوبی سے انہیں ہنسی میں ٹالنے کی کوشش کرتے ہیں بایں ھمہ اپنی بے زاری و خفگی کو جائز ثابت کرنے کے لیے اپنے اقوال کو عام کلیہ کے طور پر پیش کر کے قارئین سے ہمدردی کے طالب ہوا کرتے ہیں۔ اس قسم کی ہجویات فارسی ادبیات میں بکثرت ملتی ہیں مثلاً فردوسی کہتا ہے:

خجستہ درگہ محمود غزنوی دریاست — چہ گونہ دریا کا نراکرانہ پیدانیست
چو غوطھا زدم واندرو ندیدم در — گناہ بخت منست این گناہ دریا نیست

دُوّم :- ہجو گویوں کی ایک کثیر تعداد ترقی یافتہ و اعلیٰ طبقہ کے غیر منصفانہ اقدامات کی شاکی رہی ہے اور اپنی معاشی بدحالی اور دنیاوی وجاہت و بلند رتبگی کے نارسا ہونے سے احساس کمتری کا شکار رہا کی ہے۔ ان کی نسلی و معاشی بدحالی نے انہیں ہجو لکھنے پر آمادہ کیا ہے۔ ان کی ہجو گوئیوں سے انکی پستی اور کم رتبگی کا اندازہ ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہجو گویا تو اپنی عمر کے آغاز میں تلخ مایوسیوں کے شکار ہونے پر دنیا کو ظلم اور ناانصافی کا ایک ابدی ڈھانچہ تصور کرتے تھے یا پھر وہ خوش اور مطمئن انسان تھے جنھیں کافی طاقت وزور حاصل تھا اس لیے انہوں نے باقی لوگوں کو غریب، مضحکہ خیز، نیم زندہ کٹھ پتلی اور پست درجے کا بدمعاش تصور کیا۔ لیکن ہمیشہ افراد، جماعت، اور قومی ادارے کی خاص قسمیں مورد ہجو و تمسخر رہی ہیں اور ہجو گو نے ان پر فنکارانہ تنافر کی بارش کی ہے اور ایسے مواقع پیدا کیے ہیں جن سے ان کی تخلیق حق بجانب اور درست سمجھی جائے۔ لیکن حق یہ ہے کہ ہمیشہ ہجویات میں ہجو گو کی شخصیت جھلکتی نظر آتی ہے۔ حکیم سنائی نااھل اور بے وقوف معزز لوگوں کا خاکہ اس طرح پیش کرتا ہے:

روزگاریست کہ کان گہرند — اندرین وقت ہمہ بی سنگان
بی بنان گشتہ ہمہ بیداران — بیسران ماندہ ہمہ سرہنگان
ہمہ خردان بزرگ اندیشان — ہمہ پستان دراز آہنگان
ہمہ بیدستان دروقت دہش — باز گاہ ستدن باچنگان
از چنیں مردم نیکو سیرت — گوئی بردند ہمہ بار نگان
آنکہ یک ماجرہ دارد درشیر — بیم ازان نیست بخانہ لنگان

Marfat.com

کودکان با خر و با اسپ شدند ماپیادہ ہمہ لنگان لنگان
فاخرہ دارد شیرنی وبس تیز برسلت سبز آرنگان
ہر کرانیست سرموزہ فراخ چون من و تو بود از دلتنگان
ہر کہ باشرم و حفاظست کنون ہست درخدمت شان چون گنگان
از سرہمت وپاک اصلی خویش ننگ می دارم ازین بی ننگان
درخشو گادن اگر اقبالست دررہ و مذہب با فرہنگان
کارپس یوسف درگردارد تیز درریش سحاق سنگان

انوری کا قطعہ ذیل صاحبان اقتدار کی مذمت میں لطف سے خالی نہیں:

آن شنید ستی ؟ کہ روزی زیرکی باابلہی گفت کین والی شہر ما گدای بی حیاست
گفت چوں باشد گدا؟ آن کز کلاہش تکمہ ای صد چو مارا سالہا وروز ہا برگ ونواست
گفتش:ای مسکین، غلط اینک ازین جا کردہ ای آن ہمہ برگ ونوادانی کہ آنجا از کجاست ؟
دُرّ و مروارید طوقش اشک اطفال منست لعل ویاقوت ستامش خون ایتام شماست
آنکہ تا آب سبو پیوستہ از ما خواستست گر بجوئی ، تا بمغز استخوانش زان ماست
خواستن گدیہ است، خواہی باجدان، خواہی خراج زانکہ گردہ نام باشد، یک حقیقت رار واست
چون گدای چیز دیگر نیست، جز خواہند گی ہر کہ خواہد، گر سلیمانست وگر قارون گداست

سوم:- تحریک ہجو گوئی کی ایک دوسری رویہ ہے کہ شعرا جرائم وعصیان اور ذمائم اخلاق وعادات اور حماقتوں کو طشت از بام کرتے ہیں اور ان کا مضحکہ اڑاتے ہیں۔ وہ انہیں ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی خواہش ایک مثالی معاشرہ کی تنظیم و تشکیل کی ہوتی ہے۔ جان براؤن ہجو کے محرکات کا ذکر ان الفاظ میں منظوم طور پر پیش کرتا ہے:(۱)

" When giant vice, and irreligion rise,
On mountain'd falsehood to invade the skies .
Then warmer numbers glow throw satire's page,
And all her smiles are darkened into rage,
On eagle- wing she gains Parnassus' height
Not lofly Epic soars a nobler flight.

(1)- The Art of satire p.12

136855

Marfat.com

Then keener indignation fires her eye.
Then flash her lightnings, and her thunders fly
Wide and more wide her flaming bolts are hurl'd
Till all her wrath involves the guilty world.

ڈرائڈن (۱) کے نزدیک بھی غلطیاں اور جرائم ہجو نگار کو متحرک کرتے ہیں کہ وہ ان کی اصلاح کی خاطر قلم اٹھائے۔

" The true end of satire," says Dryden," is the amendment of vices by correction."

پھر وہ آگے کہتا ہے کہ ہجو گو مجرموں کا دشمن نہیں ہے۔ ایک جراح جس بے رحمی سے نشتر لگاتا ہے ہجو گو ویسی شقاوت سے کام نہیں لیتا۔ ڈرائڈن کا یہ خیال کلی طور پر درست نہیں قرار دیا جاسکتا لیکن اس کی پہلی رائے ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ وہ اصلاح کی غرض سے ہجو کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ انوری کے قطعہ ذیل میں ہجو کا اصلاحی پہلو ملاحظہ ہو:

زمردمان مشمر خویشتن بھیئت وشکل — که مردمی نه همین هیکل هیولی نیست
بحسن ظاهر وباطن مسلمت نکنند — که این دو هم زصفتهای روح روحانیست
وگر تو گوی : نطقست مر مرا، گویم — که :این حدیث هم از ابلهی وکم دانیست
اگر بنطق همی حرف وصوت راخواهی — زنخ مزن، نه قیاسیست این، نه برهانیست
که این نتیجه جانست وآن دو فرع هوا — هوا مجسم وجان درهوای جسمانیست
برابری چکنی باکسی ؟ که در ملکش — امیر شهر تو در آرزوی دربانیست
ترااگر عملی داد روزگار چه شد؟ — مرا بجای عمل علمهای یونانیست
وگر تو گوی: عیش من وتو هر دو یکیست — غلط کنی که مرا عقل و ترا نانیست
گذشت ظلم تو ز اندازه بر مسلمانان — زکردگار بترس، انچه نامسلمانیست

قطعہ ذیل میں انوری اہل زبان کی مذمت کرتا ہے:(۲)

خلق دنیا وضیع گیرو شریف — اہل عالم صغیر گیر وکبیر
همه در دست نخوتند زبون — همه در جنگ شهوت اند اسیر

---

(1)- The Anatomy of Satire by Gilbert. H. p240

(۲)-دیوان انوری مطبوعہ تہران ص ۴۱۰

Marfat.com

خاقانی دنیا سے اس طرح شکایت کرتا ہے(۱):

چو بگیتی نہ وفا ماندہ نہ اہل ذم اہلیت اخوان چکنم
خوان گیتی ہمہ قحط کرم است خضرم خوان کہ خضرخان چکنم
جوہر حس بر ہر خس چہ برم پرطاؤس مگس ران چکنم
چند نان ریزہ خوانہائی خسان گرنہ آبم خس الوان چکنم
لب خویش از پی نان چون دونان بوسہ زن بر در سلطان چکنم
پیش ہر خس چو کرم فرمان یافت عقل را مسخرہ فرمان چکنم

جمال الدین اصفہانی شکایت روزگار میں یوں رقمطراز ہے:(۲)

ہیچ رنگ عافیت درحیز عالم نماند ہیچ بوی خوشدلی باگوہر آدم نماند
زیر این خاک تودہ یکتن آسودہ نیست زیر این سقف مقرنس یکدل خرم نماند
دیو فتنہ برجہان عافیت شدپادشاہ باسلیمان سلامت حشمت حاتم نماند
دینی اندر نزع افتادست ای اسرافیل خیز دردم آن صور ارہمی دانیکہ جزیکدم نماند
تن بزن باز حمتی ناجنس چونکس نیست اہل دم مزن از غصہ ایام چون ہمدم نماند
غیبت خواجہ چنان برما منغص کردہ عیش کز ہمہ لذات دنیامان جزین مقدم نماند
مقدم صدرجہان گفتیم سور دولتست سور ہست آری ولی آن نیز بیماتم نماند

اس ضمن میں سرمد کی مندرجہ ذیل دو رباعیاں بھی لطف سے خالی نہ ہوں گی:

ہرکس پی نان بجہان دوست بود یک دوست ندیدیم زجان دوست بود
چون سگ زپی لقمہ بہردر بدوند اینست نشان کہ نام شان دوست بود
اعتبار وعدہای مردم دنیا غلط ھاں غلط آری غلط امشب غلط فردا غلط
نسخہ بینائی دیوان عمر ما مپرس خط غلط معنی غلط انشا غلط املا غلط

چہارم:- ہجو سرائی کی تحریک نادر طریقہ پر جمالیات سے بھی متعلق ہے۔ ہر فنکار اپنے موضوع کو خاص فنی امتیاز عطا کر کے خوش ہوتا ہے۔ ہجو کے انداز اور طریقے دلچسپ ہیں۔

---

(۱)- دیوان خاقانی مطبوعہ ص ۲۵۵

(۲)- دیوان جمال الدین اصفہانی مطبوعہ ص ۱۵۷

Marfat.com

اس میں مذموم اور مکروہ اشیا کو بھی دلکش و جاذب بنایا جاتا ہے۔ ایک ہجو گو کے لغات الفاظ ضخیم ہونے چاہیں اور ان میں مزاح کی رَو کو سنجیدہ بصیرت سے ہم آہنگ ہونا چاہیے تاکہ قارئین پر غمناک واقعات و حالات کا مایوس کن اثر نہ ہو جیسا کہ دیواروں پر گندے پوسٹروں اور فحش باتوں کے لکھ دینے سے ہوتا ہے۔ ایک ہجو گو کو بہر حال قارئین کی تسکین اور دلچسپی کے سامان فراہم کرنا ہوتے ہیں۔ بہت سے فنکار شکیل و جمیل مردوں، حسین عورتوں، زرخیز زمینوں اور دوسری مثبت طاقتور عناصر کی مصوری کرتے ہیں کچھ ہی فنکار گندگیوں مثلاً زخم کے پیپ اور گندے نالے کو اپنا موضوع بناتے ہیں۔ لیکن ہجو گو ایسا کرتا ہے، وہ اس سے سبق حاصل کرتا ہے۔ اس کے لیے تاریک گوشوں میں سڑ کر چمکتی ہوئی بدبودار مچھلیاں شگفتہ گلاب سے زیادہ جاذبیت رکھتی ہیں، کسی سبزہ زار میں تتلیوں کے آوارہ ہجوم سے زیادہ توجہ کے مستحق نعش پر جھگڑتے ہوئے حشرات الارض ہیں۔ اسے کسی فاضل کے طریقۂ تعلیم اور پری جمال دوشیزہ کے پُرکیف نغموں سے زیادہ کسی عالی مرتبہ کی بے مغز خوشامد اور کسی مرد سیاسی کا کینچلی بدلنا دلکش نظر آتا ہے۔ اس قسم کے موضوعات سے ہجو گو محبت و نفرت کے غریب الوضع امتزاج کو ایک فنِ خاص کی صورت میں پیش کرتا ہے جو ہجو ہے۔

ذیل کے چودہ قطعات و مفردات میں جسمانی نقائص کو فنکارانہ چابکدستی کے ساتھ نشانۂ ہجو و طنز بنایا گیا ہے (۱)

عمعق بخارائی: (داڑھی نکلنے پر طنزیہ کلام)

آن سبزہ کہ از عارض تو خاستہ شد — تا ظن نبری کہ حسن تو کاستہ شد
درباغ رخت بہر تماشای دلم — گل بود بسبزہ نیز آراستہ شد

———

امیر معزی (زلف معشوق)

آن زلف مشکبار بر آن روی چون بہار — گر کوتہ راست کو تہی از او عجب مدار
شب در بہار روی کند سوی کوتہی — آن زلف چون شب آمد و آن روی چو بہار

———

(1)- Wit, Humour and Fancy of Persia by M.N.Kuka, p. 102-105

Marfat.com

واحد نور (ایک آنکھ والا) معشوق:

زان بہم بستہ آن صنم یک چشم | کہ تفنگ نگہ خطا نکند

حسن نابینا:

بچشم آن بت زیبا حیا بمرتبہ ایست | کہ ہیچ چشم ندید است روی مردم را

مرد احول:

یاران حذر کنید ز احول کہ آن نگاہ | بر ہر کہ ہمچو تیغ کج افتد دوی کند

معشوق کی آنکھ کا پھولا (ناسور چشم):

مردم آن نازنین از پھولہ شد اندر حجاب | در میان نرگس او این گل دیگر شگفت

شمس الدین محمد خالد: (خواجہ نظام الملک طوسی کے درد گٹھیا پر)

گر درد کند پای فلک پیما یت | سریست دران عرضہ کنم بر رایت
چون از سر دشمنت بجان آید درد | آید بتظلم و فتد در پایت

نظامی: (دانت ٹوٹا ہوا معشوق)

آن دانۂ در ای صنم حور نژاد | کز درج تو بربود زمانہ بکہ داد
ماناکہ ببرد پیش دریا بنہاد | بنمود باو کہ در چنین باید زاد

سنجری خراسانی: (چیچک رو دو شیزہ)

گر بر رخ چون ماہ توای جان جہان | از آبلہ چون ستارہ گانست نشان
حسنت پنہان نگردد ای ماہ بدان | ہرگز ز ستارہ مہ نگشتت پنہان

ابو سعید: (درد پائے زن)

گر درد کند پای تو ای حور نژاد | از درد مدان کہ ہرگزت درمباد
آن درد منست بر منش رحم آمد | از بہر شفاعتم بپای تو فتاد

Marfat.com

ابو سعید (درد گوش زن):

جانم بلب از لب خموش تو رسید — وز لعل خموش باده نوش تو رسید
گوش تو شنیده ام که دردی دارد — درد دل من مگر بگوش تو رسید

ابو سعید: (آشوب چشم زن)

گر سرخ شدست چشم آن حور نژاد — از درد مدان که هرگزش درد مباد
در آئینہ روی خویشتن دید مگر — عکس رخش از آئینہ در چشم فتاد

دوشیزۂ الکن:

زلکنت نیست آن مہ را سخن کز دیری آید — جدای از دھان او سخن را عار می عاید

سلطان تکش خان خوارزم شاہ نے ایک بار حالت خشم و اضطرار میں لونڈی کا ایک دانت توڑ دیا بعدہٗ اظہار تاسف میں درج ذیل قطعہ کہلا بھیجا:

گر شد گہری ز درج نوشینت کم — در حسن نکشتہ ہیچ تمکینت کم
صد ماہ از اطراف رخت میتابد — گو باش ستارۂ ز پروینت کم

پنجم:- رشک و حسد کرنا ایک عام انسانی فطرت ہے شعرا بھی اس سے بری نہیں ہو سکتے تھے۔ جب کوئی شاعر کسی دربار میں زیادہ کامیاب ہو جاتا تھا تو دوسرے شاعروں کو رشک ہوتا تھا۔ یہ رشک اشعار میں ظاہر ہوتا تھا اور اس طرح شاعرانہ معرکہ آرائیاں شروع ہو جاتی تھیں۔ فارسی شعرا کے مناقشات و مشاجرات قلمی اور ان کی مفاخرہ گوئیاں، جنگ و جدل، دشمنی اور ہجو و ہزل کی صورت اختیار کر گئیں۔ عام طور پر شعرا کو اپنے مقام فضل و دانش اور مراتب شاعری و سخندانی پر غرور ہوتا تھا اور ہر ایک اپنے کو میدان سخن کا تنہا شہسوار اور اقلیم شعر و ادب کا صاحبقران شمار کرتا اور دیگر شعرا کو خوان معانی کا ریزہ خوان اور اپنے خرمن سخندانی کا خوشہ چین سمجھتا تھا۔

اس اعتقاد پر ان کا ایمان راسخ ایسا سرشار تھا کہ ان کے قلب و روح کو اس کے ذکر کے بغیر چین نہیں ملتا تھا اور جب ان کے اس عقیدہ میں جوش و تموج پیدا ہوتا تو اپنے علمی تفوق کی تشریح میں قصائد اور اشعار نظم کرتے تھے لیکن دوسرے شعرا اس قدر خود ستائی اور

Marfat.com

حماسہ سرائی کو برداشت نہیں کر سکتے تھے اور نتیجہ کے طور پر معارضہ ومقابلہ شروع ہو جاتا تھا اور اپنی برتری کو مسلّم قرار دینے کے۔لیے ہر دو فریقین ذاتی ادبی عظمت وسربلندی کے بیان میں اوروں کو کمتر وکہتر بنا کر پیش کرتے اور تحقیر واستخفاف کو روا رکھتے تھے۔اس اصطکاک اور تصادم کا نتیجہ یہ ہوتا کہ شعرا درندہ گرگوں کی مانند ایک دوسرے پر حملہ کرتے اور ایسے رکیک و مستہجن اشعار لکھتے اور سب وشتم میں گالی گلوج تک پہنچ جاتے جن کو نقل کرنے سے زبان وقلم کو شرم آتی ہے۔فارسی ادبیات کی تاریخ میں اس قسم کے شرمناک قلمی مشاجرات اور شرم آلود خصمانہ مناظرات کی وافر مثالیں ملتی ہیں۔صوفی منش اور آزاد شعرا نے اپنے دامن کو اس قسم کے خصومت آمیز حاسدانہ جھگڑوں سے آلودہ نہ کیا۔اس انداز کے ادبی معارضات ومہاجات کی وافر مثالیں درباری اور قصیدہ نگار شعرا کے کلام میں ملتی ہیں۔عنصری اور غضائری کا معارضہ مشہور ہے۔منوچہری کو اپنے ایک ہمعصر شاعر سے الجھنا پڑا۔سوزنی اپنے عصر کے تقریباً تمام شعرا سے دست وگریباں ہو گیا خصوصاً سنائی اور معزی کی بہت سی ہجویں لکھیں۔انوری بھی سنائی اور معزی سے خوشگوار تعلق نہ رکھ سکا اور ان کی ہجویں لکھ ماری۔وہ رشید وطواط کے ساتھ بھی دست بہ گریبان ہوا۔ادیب صابر کو وطواط سے دشمنی تھی۔خاقانی اس کے استاد ابوالعلی گنجوی اور اس کے شاگرد مجیرالدین بیلقانی اور جمال الدین اصفہانی واثیرالدین آخسیکتی کے درمیان باہم معارضے ومعرکے ہوتے رہتے تھے۔

شعرا کی معرکہ آرائیاں ایک طور پر سیاسی بھی کہی جا سکتی ہیں۔اس لیے کہ سیاست کا تعلق ہماری زندگی کے تمام شعبوں سے ہے۔معاشی ومعاشرتی،اخلاقی وتہذیبی اور ثقافتی وتمدنی کل حالتیں سیاست سے متاثر ہوا کرتی ہیں۔

شعرا اپنے معاش کی خاطر شاہان مملکت،وزرا اور امرا کے درباروں میں قربت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ان میں باہم رقابتیں رہا کرتی تھیں اور مقصد برآری کے لیے بڑی بڑی سازشوں کی بھی بازیگری ہوا کرتی تھی۔

قومی،ملی،نسبی اور مذہبی تعصبات میں کسی خاص قوم وملک،کسی خاص خاندانی سلسلہ اور ان کے افراد اور دوسرے مذاہب وعقائد کے سالکین اور پیروکاروں کی ہجویں بھی اسی ضمن میں آتی ہیں۔نسبی افتخار عربوں میں بہت شدید ہے اور ان کی ہجویات کا یہ ایک اہم سرمایہ رہا ہے۔ایرانیوں میں بھی اس قسم کی مثالیں ملتی ہیں۔

Marfat.com

چھٹی و ساتویں صدی ہجری ایران میں سیاسی انحطاط کا دور رہا۔ ترکوں کے جور و ظلم، ان کے حملوں اور غلبہ و تسلط نے ان کو متاثر کیا اور شعرائے عصر نے ان کی ہجویں کہیں اور جی بھر کر مختلف انداز سے اپنے اشعار میں انہیں مورد لعن و طعن قرار دیا۔ پھر عہد جدید کی شاعری میں بھی اس قسم کی ہجویات فرنگیوں اور دوسری قوموں کی شان میں نظم ہوئی ہیں۔ آئندہ ابواب میں ان ہجویات کا بیان آئے گا۔

اخلاقی انحطاط اور فسادات کے عام ہونے کی وجہ سے تمام ادوار سے زیادہ چھٹی صدی ہجری میں شعرا کی معرکہ آرائیاں روپذیر ہوئیں۔ سوزنی سمرقندی کے دیوان کا ایک تہائی سے زیادہ حصہ شاعر مخانہ معروف بہ جلالی کی ہجویات سے آلودہ ہے۔ یہاں پر دو ایک مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ خاقانی رشید الدین وطواط کی ہجو میں لکھتا ہے (۱):

این گربہ چشمک این سگک غوری غرک ۔۔۔ سگسارک نخشک وزشت کافرک
با من پلنگ سارک و روباہ طبعک است ۔۔۔ این خوک گردنک سگک دمنہ گوہرک
بودہ سگ رمندہ والکون بجنت من ۔۔۔ شیرک شدہ است و گرگک واز ہر دو بد ترک
خنبک زند چو بوزنہ چنبک زند چو خرس ۔۔۔ لین بوزغالہ ریشک پہنانہ منظرک
گرد غزالکان وگوزنان بزم شاہ ۔۔۔ فحلی کند چو گورخرک گرد مادرک
خاقانیا گلہ مکن او از سگان کیست ۔۔۔ خود صید، کی کند سگک، استخوان خورک
سگ عفعنک کند چو بدو نانکی دھی ۔۔۔ دم لابکک کند بنشیند پس درک
میزان حکمتی ترا بردلست زخم ۔۔۔ زین شولہ فعل عقربک شوم نشترک

مجیر الدین بیلقانی اپنے دشمنوں کی ہجو اس طرح کرتا ہے:

طبع من کانست و دل دریا واین بی دولتان ۔۔۔ چوں کف دریا ہمہ تردامن و خس پرورند
چوں غرابند ارچہ سرتا سر زبان چون بلبلند ۔۔۔ ہم غلا فند ارچہ لب تا لب دھان چوب خنجرند
لعبت آسا از برون سود رد رون سومردہ اند ۔۔۔ لاجرم تصحیف لعبت را چو کا فردرخورند
دین ابراہیم شان دردیدہ مسمارست از آنک ۔۔۔ ہم دروگر ہم دروغ آور بسانِ آزرند
تیر من آہ سحر گاہ است و تیغ من زبان ۔۔۔ بشکنم صفشان تبیغ و تیر اگر صد لشکرند

---

(۱)۔ شعر و ادب فارسی از زین العابدین مؤتمن ص ۱۹۹۔

Marfat.com

ہمچو موران ازپی قتلم کمر بستند و باز　　ریزہ ہای خوان طبع من چو موران میخورند

ششم :- ممدوحین سے صلہ نہ ملنے کی مایوسی بھی ہجو گوئی کی وجہ ہوا کرتی تھی۔ ہمیں معلوم ہے کہ فارسی کے تقریباً تمام شعرا اورارباب سخن مدح گوئی اور شعروشاعری کے ذریعہ سامان معاش کرتے تھے اور سلاطین، امرا، وزرا اور محتشمان اپنے نام ہی کی تجلیل وبقا کے لیے شعرا کی نوازشیں کیا کرتے تھے۔ جب کسی مربیٔ شعر و سخن کی شہرت ہوتی تو ایسے عالی قدر ممدوحین کے دربار میں ہر چہار طرف سے شعرا جمع ہونے لگتے شاعری ومدح سرائی کا بازار گرم ہوتا اور مادح و ممدوح دونوں اس معاملہ سے خوش نظر آتے تھے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ ہمیشہ درخت مدح میں گل مراد نہیں کھلتا اور کبھی کبھی شعرا اپنے ممدوحین کی تنگ مایگی اور تنگدلی اور کم حوصلگی کے شکار بھی ہوتے تھے اور ظاہر ہے ایسی صورتحال میں شاعر کے جذبۂ غیظ وغضب کو تحریک ہوگی اور شاعر ہجو آرائی کے لیے آمادہ ہوگا۔ شعرا جب ایسے نالائق ممدوحین کی مدح سرائی سے کوئی صلہ نہیں پاتے تو ہجو گوئی میں بھی بے خوف وخطر سخن آرا ہوتے اس لیے کہ مدح کی تحریک طمع سے اور ہجو کا آغاز مایوسی وناکامی سے ہے چنانچہ انوری کہتا ہے:

غزل ومدح وہجا ہر سہ ازان می گفتم　　کہ مرا شہوت وحرص وغضبی بود بہم

جمال الدین اصفہانی اسی خیال کو زیادہ واضح طور پر یوں پیش کرتا ہے:

راستی با این تفضلہا واین انعامہا　　ہر کہ راہجوی نگفتم بروی از من منتیست

اور جمال الدین اصفہانی نے ہی ایک شکوائی وحماسی قصیدے میں یہ دو بیت بڑے فصیح انداز میں ادا کیا ہے:

مرا زہر چہ بود مرد را زبان ودلیست　　کزین دولان بزرگی ہمی توان پیمود
نہ وقت حرمان آن ہیچ را درا بدگفت　　نہ گاہ بخشش این ہیچ سفلہ رابستود

جب شعرا اپنے ممدوح کی عنایتوں سے محروم رہتے تو ہجو یہ قطعہ میں پہلے اسکی

Marfat.com

تہدید کرتے اور کہتے کہ اگر کیسہ نہیں کھولتے اور وعدہ وفا نہیں کرتے تو چنین و چنان ہوگا مثلاً انوری کہتا ہے:

میر یوسف سخن دراز مکش | وقت می بین چگونہ کوتاہست
گرچہ مستغنیم ازین سوگند | حق تعالیٰ گواہ و آگاہست
کاین چنین جود گر بحق گیری | نہ سزاوار آن چنان جاہست
راہ آن ہیچگو نہ می نہ روی | کاین جوانمرد برسر راہست
تانگوی کہ نیست طالب سیم | کہربا نیز جاذب کاہست
گرتوی یوسف زمانہ چرا | دل من ز انتظار درچاہست
ورمنم معطی سخن زچہ روی | بعطا نام تو در افواہست
زان چنان بیتہا کہ کسر این ست | کزپی پنج دانگ پنجاہست
حاش للہ مباد یعنی ہجو | راستی جای حاش للہ است
دوش بیتی دو می تراشیدم | خردم گفت: خیز بیگاہست
ہان و ہان بیش ازین نمیگویم | شیر درخشم و رشتہ یکتا ہست
روز طوفان و باد حزم نکوست | خاصہ آنرا کہ خانہ خرگاہست

بلاشبہ ان مدح سرایوں کا مقصد مہمان خانوں کے خدمت گذاروں کی تواضع وادب اور خاطر و مدارات نہ تھی اور چونکہ تمام خدمتیں اور تواضعات انعام و بخشش کی امید میں ہوتے ہیں اس لیے اگر کوئی ان کی توقعات کو پوری نہیں کرتا اور اپنی عظمت کے مطابق اس کے تواضع و تعارف کا جواب نہیں دیتا تو اس کی عزت و آبرو بے آبروئی اور فضیحت میں بدل دی جاتی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ قصیدہ نگار شعرا اپنے ممدحین کی ذات کو قابل مدح وستائش نہیں شمار کرتے بلکہ اس کی ملکیت واستطاعت اور اس کے انعام واکرام کی تعریف کرتے تھے۔ چنانچہ جب ان کی مقصد برآری نہیں ہوتی تھی تو شدت کے ساتھ ممدوح سابق کو تمام تر رذائل و نقائص کا مورد قرار دیتے تھے۔ جمال الدین نے اپنے ممدوح سے پوستین طلب کی اور جب اس نے نہ بخشی تو جمال نے ذیل کا تہدید آمیز قطعہ لکھا:

پوستینی بخواستیم از تو | تا زمستان بسر بریم دران

Marfat.com

حرمت ما بر تو بود چنانک　　حرمت پوستین به تابستان
بده ای خواجه پوستینم هین　　پیشتر زانکه پوستینت هان

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ شعرا اپنے ممدوحین کی ہجو لکھکر پشیمان ہوتے اور اعتذار کے لیے تیار ہوتے تھے۔ طیان ژاژ خا بدزبانی اور ہجاگوئی میں بہت مشہور شاعر گذرا ہے۔ اس نے اپنے ایک ممدوح کی ہجو لکھنے کے بعد پشیمانی کی حالت میں ذیل کا قطعہ اعتذار یہ لکھا:

سرورا یک سخن اضعا کن وانصاف بده　　خود روانیست کز انصاف کسی در گذرد
هردم از بنده برنجی که هجا میگوئی　　ور مدیحی بتو آورد عطائی نبرد
شاعری گرسنه در کنج سرای خالی　　از تو آزرده اگرگه نخورد پس چه خورد

اور یہ سنائی کے ایک لطیف اور پاکیزہ ہجو کا نمونہ ہے:

خواجه بفرود ولیکن بدرم　　روی بفروخت ولیکن زالم
میزبان بود ولیکن برباط　　نانم آورد ولیکن بدرم
دست بگشاد ولیکن دربخل　　لب فروبست ولیکن زنعم
مغز پر کرد ولیکن زفضول　　دل تهی کرد ولیکن زکرم
خواجه رنجور ولیکن زفجور　　خواجه مشغول ولیکن بشکم
بس حریصست ولیکن بحرام　　بس جواد است ولیکن بجرم
دولتش باد ولیکن برباد　　نعمتش باد ولیکن شده کم
جاودان باد ولیکن بسقر　　ناتوان باد ولیکن بسقم

ہفتم:- کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کدروت وبغض کی کوئی اصلی وجہ نہیں ہوتی جو مناقشت ومشاجرت کو تحریک دے بلکہ شاعر فطری طور پر ہجو وہزل کی طرف مائل ہوتا ہے یا اس کی اخلاقی پستی اور خصوصیات شخصی اس ناروا عمل کے لیے اسے آمادہ کرتی ہے۔ افسوس ہے کہ بہت سے معروف وغیر معروف شعرا نے بغیر کسی علت وسبب کے خلق خدا کو اپنی تیغ زبان سے خستہ حال رکھا یا کسی معمولی بہانے کر کے تلوار ہجا کھینچ لی اور اسپ فصاحت

Marfat.com

کو صحرائے فصاحت میں دوڑایا اور اچھے برے پہلوؤں کو ادھیڑ ڈالا۔ اس صحرا میں شعرا نے اس تیزی کے ساتھ بے پروا گام زنی کی کہ رفتہ رفتہ اس عمل کے ناقص پہلو اُن کے نزدیک معدوم ہو گئے اور انہوں نے نہ صرف اغیار کو بلکہ نزدیک ترین خویش و اقارب اور وابستگان کو بھی تیر ہجا کا نشانہ بنائے بغیر نہ چھوڑا۔ عرب شعرا میں طرفہ بن العبد اور حطیئہ اپنے قبیلہ کی مذمت اور اپنے لوگوں کی ہجو گوئی میں مشہور ہیں۔ ایرانی شعرا میں بھی انوری کو اسی صف میں شمار کیا گیا ہے اس لیے کہ اس نے اپنی ماں اور اپنی بیوی کی بھی ہجویں لکھیں۔ لیکن زین العابدین موتمن مؤلف کتاب "شعر و ادب فارسی" لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ایسے اخلاقی انحطاط کا تصور کرنا مشکل ہے جو ہمیں اپنے خویش کی ہجو پر کمربستہ کرے۔ پھر آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں کہ بہت ممکن ہے کہ انوری کے دشمنوں نے ان اشعار کو نظم کر کے اسے رسوا کرنے کی غرض سے اس کے نام منسوب کر دیا ہو گا۔ لیکن ہمیں ایرانی ادبیات میں ایسی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں جو ان کے اخلاقی انحطاط کے مظہر ہیں اور شعرا کے دواوین ایسی ہجویات سے آلودہ ہیں۔ سوزنی کے دیوان میں ایک ہجو ملتی ہے جو اس نے اپنے بیٹے کے لیے نظم کی ہے:

ای دزد ہجا و مدح دیوان پدر گویکہ شدم سوار میدان پدر
من رستم شعرم و تو سہراب منی از خنجر من جان نبری جان پدر

خاقانی اپنے باپ کی ہجو میں اس طرح قلم فرسا ہوتا ہے:

زین خام قلتبان پدر میدارم کز آتش آفرید جہاندارش
ہمزاد بود آزر نمرودش استاد بود یوسف نجارش
ہم طبع او چو تیشہ تراشندہ ہم خوبی او برندہ چو منشارش
روز از فلک بود ہمہ فریادش شب با زحل بود ہمہ پیکارش
مریخ اگر بہ چرخ کیم بودی حالی بدو ختی بدو مسمارش
نقرس گرفتہ جای گران سیرش اصلع شدہ دماغ سبکسارش
چون لیقہ دوات کہن گشتہ پوشیدہ گوشت در تن مردارش
آبش زروی رفتہ و باد از سر افتادہ در متاع گران بارش

Marfat.com

منبر گرفتہ مادر مسکینم از دست آن منارہ خونخوارش
باآنکہ بہترین خلف دہرم آید ز فضل وفطنت من عارش

مذکورہ بالا جتنی محرکات بیان ہوئے ہیں وہ کسی بھی شاعر کے ساتھ پیش آسکتے ہیں لیکن کچھ محرکات ایسے بھی ہیں جو تمام ہجو نگاروں کے لیے موجب تحریک نہیں ہیں۔ ایک رجائی کا انداز فکر قنوطی کے طرز خیال سے جداگانہ ہوتا ہے اور ایک ظریف کا طریقۂ بیان وانداز خیال کبھی قنوطی سے میل نہیں کھا سکتا۔ ہجو نگاروں کی ایک خاص جماعت ہے جو عینیت پسند کہی جاسکتی ہے جو نہ صرف اعلان نفرت کر کے خون گرم رکھتے ہیں بلکہ مثبت مشورے بھی دیتے ہیں۔ مثالیں پیش کر کے کسی خاص عمل کی تلقین کرتے ہیں اور ایک آدرش بیان کرتے ہیں مثلاً برا کھانا، قبیح شراب، ناگوار شام اور جانی بوجھی ہتک عزتی کا ذکر کرتے ہیں، کوئی اخلاقی سبق نہیں دیتے بلکہ اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کردیتے ہیں تاکہ لوگ اپنا مذاق بدلیں۔

(د) ہجو کے اقسام (Types of Satire)

فکر وفن کے اعتبار سے ہجو یا ہجا کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ اول اخلاقی یا سنجیدہ، دوم رکیک یا غیر سنجیدہ۔

نوع اول کے تحت فارسی ہجویات کی وافر مثالیں ہیں لیکن ان کا بیشتر سرمایہ قسم دوم کے ضمن میں ہی آتا ہے۔ ہجو وہزل اجتماعی مسائل کے بحث وانتقاد کا طریقہ ہے۔ اگر اس میں حسن نیت اور عفت قلم کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے تو بڑے پسندیدہ اثرات رونما ہوتے ہیں۔ اکثر ایک شعر میں بڑے بڑے اجتماعی مسائل اور اخلاقی فسادات کی تشریح ہوجاتی ہے جو بظاہر مزاح وظرافت معلوم ہوتا ہے لیکن غور کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ مسائل کے اساسی نکات کس خوبصورتی سے بیان ہوگئے۔ اگر کسی عہد کے عمومی اخلاق وعادات، اجتماعی آداب اور مفاسد ورذائل کی تحقیق کرنا چاہیں تو ہمیں ہجو پیشہ اور ہزل گو شعرا کے دواوین سے بڑی مدد ملتی ہے۔ ان میں اس قسم کے انکشافات اور توضیحات پوشیدہ ہوتے ہیں۔ فارسی ادبیات میں اور خصوصاً اس کے رسمی اشعار میں تنقیدی فکری بلوغ کی قلت ہے چونکہ تنقید ادبیات عالم کا ایک محبوب اور اہم شغف رہا ہے اس لیے فارسی شعرا کی توجہ کا بھی باعث بنی لیکن وہ اس

Marfat.com

میدان میں کامیاب نہ ہو سکے اور نتیجہ کے طور پر ان کی تنقید نے ہجو اور ہزل کی صورت اختیار کرلی۔ مثنوی مولوی جسے ع:

"ہست قرآن در زبان پہلوی"

تسلیم کیا گیا ہے اور جو بلاشبہ ایک عظیم اخلاقی و عرفانی شاہکار نظم ہے لیکن اس میں ایسی حکایتیں اور تمثیلیں موجود ہیں جو ظاہری طور پر مبتذل اور رکیک ہیں چونکہ مولانا جلال الدین رومیؔ کی پاکیزہ سیرت اور حسن طبیعت مورد تردید نہیں ہے اس لیے ہمیں یہ قبول کرنے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے کہ اس عہد کی معاشرتی زندگی اخلاقی طور پر انحطاط و فساد کی عادی ہو چکی تھی ۔ یہاں تک کہ مربیان و معلمان اخلاق بھی عمومی سلیقہ و ذوق کا لحاظ رکھتے ہوئے رکیک و زشت اور کثیف و غیر ادبی طریقۂ تربیت و اصلاح کو روا رکھتے تھے اور "دفع فاسد بہ افسد" کی اصطلاح پر عمل پیرا ہوتے تھے اور در حقیقت ان کا رد عمل "افسد بہ فاسد" ہوا کرتا تھا۔ سعدیؔ نے ایک ہزل آمیز تمثیل کے آخر میں ایسا اشارہ کر دینا لازمی سمجھا:

بمزاحمت نگفتم این گفتار   ہزل بگذار و جد ازو بردار

سعدیؔ نے جو ہزلیات نظم کی ہے اس سے بھی اس عہد کی اخلاقی پستی اور مذاق کی کثافت کا اندازہ ہوتا ہے گرچہ انہوں نے ہزلیات و مطائبات کے آغاز میں اپنی پوزیشن صاف کرنے کی کوشش کی ہے اور ان فحش ہزلیاتِ کے نظم و ترتیب کا ذمہ دار اپنے عہد کے بعض شاہزادوں کے سر منڈھ دیا ہے۔ کلیات سعدیؔ کا آخری حصہ "فی الهزلیات والمطائبات" کے عنوان سے ترتیب دیا گیا ہے۔ آغاز میں یہ عبارت منقول ہے:(۱)

"قال السعدیؒ احرزمنی بعض ابناء الملوك ان صنف لهم كتاباً فی الهزل علیٰ طريق السوزنی فلم اجبت فهمدونی بالقتل فلاجل ذلك اجبت امره وانشدتُ هذه الابيات وانا استغفرالله العظيم ـهذا فصل علیٰ طريق الهزل ولا يعينه الوالفضل لان الهزل فی الكلا م كالملح فی الطعام هذاالكتاب المطيبة وبالله التوفيق"

(کچھ بادشاہ کے لڑکوں نے مجھ سے کہا کہ ہزل میں سوزنیؔ کے طرز پر ایک کتاب لکھ دو میں ان کی باتیں نہ مانتا تھا۔ قتل کی دھمکی دی گئی لہذا یہ اشعار اسی خوف کے تحت لکھے گئے ہیں اس کے لیے خدا سے معافی کا خواستگار ہوں اور یہ فصل ہزل پر ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ عظیم

(۱)۔ کلیات سعدیؔ مطبع نولکشور۔ جولائی ۱۹۸۵ء ص ۲۵۸

Marfat.com

ہے کیونکہ ہزل بھی کلام میں وہی اہمیت رکھتا ہے جو کھانے میں نمک۔ یہ پاکیزہ کتاب ہے اور اللہ کی توفیق سے لکھی گئی ہے)

چند ناقدوں کا قیاس ہے کہ اگر یہ سعدیؔ کی ذاتی افتاد طبع اور میلان خاطر کا نتیجہ نہ ہوتا تو شاہزادوں کے حضور پیش کرنے کے بعد وہ اسے نذر آتش یا سپرد آب کر دے سکتے تھے۔ انہیں اس معذرت کے ساتھ دیوان میں شامل کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ آگے چل کر اس قسم کے کلام کو ضروری شمار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہزل کلام جد میں وہی مقام رکھتا ہے جو کھانے میں نمک کو حاصل ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ انھیں خود بھی اس قسم کے مطائبات نظم کرنے کی خواہش ضرور تھی۔ ان ہزلیات کے مطالعہ نیز سعدی کی زندگی کے حالات سے اس عہد کی اخلاقی پستی کا اندازہ ہوتا ہے کہ لوگ امرد پرستی اور غیر فطری عشق میں مبتلا تھے لہٰذا سعدی نے ھزل نگاری کر کے اس عہد کی عوام کے ذہنی تعیش کا بھی سامان فراہم کیا۔ بہت ممکن ہے کہ سعدیؔ معلم اخلاق ہونے کی وجہ سے نقائص وذمائم کے اصلاح کے بھی متمنی رہے ہوں اور ان ہزلیات سے اصلاحی خدمت ''افسد بفاسد'' کے طور پر لینا چاہتے ہوں۔

''باب الہزلیات والمطائبات'' گیارہ صفحات (صفحہ ۲۵۸ تا ۲۶۸) پر محتوی ہے اور حاشیے پر بھی ہزلیات نقل ہوئے ہیں۔ تقریباً پندرہ نہایتؔ ہی مبتذل حکایتیں، چند قطعات اور بیسیوں رباعیات ہیں۔ چند ایک ہزلیات بطور نمونہ پیش کرنے کی جرأت کروں گا تاکہ رکاکت وفحاشی کا اندازہ ہو سکے:

حکایت (عارف)

عارفی چشمدل بروی داشت — خاطر اندر شکنج لولی داشت
پسری شوخ چشم کشتی گیر — شوخ چشمی کہ بگسلا زنجیر
چند روزش بسعی درسر شد — تاشبی خلوتی میسر شد
دست بردش بسیب مشک آلود — چند نوبت گرفت شفتا بود
خواست تااندرون شلوارش — دربرد تیر تا بہ سوفارش
امردی تندخوی بود و درشت — سخن از تازیانہ گفتی وشت
گفت من تن بہ ننگ درندھم — روی آزادہ برزمین ننہم
لیکن از قالغی بوس وکنار — من غلام توام بیا وبیار

Marfat.com

گفت راضی شدم بدین پیمان ای درخت جوان و سرو روان
این قدربسکه دربرت گیرم پیش بالای دلبرت میرم
این بگفتند وامن حاصل شد تن درآغوش داد و واصل شد
گفت هیهات خون خود خوردی این چه نا اهلیت و نا مردی
لب بلب برنهادوکام بکام چون دومغزاندرون یک بادام
دست درگردن آورید بذوق جان حمدان بلب رسید از شوق
عاقبت سرزحکم بیرون برد درکنارش گرفت ودرکون برد
صبر مغلوب وعشق غالب شد تابدسته درفش غائب شد
گفت هیهات خون خودخوردی این چه نااهلیت ونامردی
دری چند ریخت درمستش سخت بازو بزر توان کشتش
خانه تسلیم گردشهر آشوب گفت تامیخ می رودمیکوب
عارف اندرنشاط وناز آمد تابمنزل برفت وباز آمد
پیش یاران و دوستانش برد برفیقان دیگر ش بسپرد
هرکسش بوسۂ بسردادند شانۂ تا بناف در دادند
این یکی کرد دعوی یاری وان دگر دوستی ودلداری
فتنۂ درمیان قوم افتاد که برآمد برآسمان فریاد
تاشداز سنگ صعقه وسیلی کردن سبزه خوارگان نیلی
پیش پیری قلندری گفتند ماجرای که بود برگفتند
ساعتی نیک درتفکر بود سربرآورد تربیت فرمود
گفت درکیش اهل دریوزه بیست پارا بس است یک موزه
جمله را این سخن پسند آمد داروی ریش دردمند آمد
سربحرمان او در آوردند همه باهم موافقت کردند
سجده کردندهریک از طرفی بیت گفتند وبرزدند کفی
آنکه پشتش نیامدی بزمین عاقبت برزمین نهاد جبین
زنده پوشیدو در حشیش آمد کیرمی خورد تابریش آمد

Marfat.com

بعدازان توبه کرد واستغفار | صبر بیچارگان بود ناچار

حکایت (بخیل)

آن شنیدی که در بلاد شمال | بود مردی بخیل صاحب مال
دختری زشت روی بدخو داشت | کزهمه چیز جامه نیکو داشت
زشت باشد دبیقی ودیبا | که بود برعروس نازیبا
باجوانی چولعبتی سیمین | عقد بستش به مبلغی کابین
شب خلوت که وقت عشرت بود | عرق وعود کردومشک اندود
نقره اندود بر درست دغل | عنبر آمیخته بگنده بغل
پردهٔ زرنگار دربرداشت | تاکه از روی بی صفا برداشت
فال بد باز کرد طالع زشت | در دوزخ بروی اهل بهشت
همه شب روی کرده بردیدار | تانبایست دیدن آن دیدار
بارها نوعروس جافرسائی | دست دردامنش زدی که درای
پسر از بخت خود برآشفتی | زهر خندان بزیرلب بودی
تومناره زپای بنشانی | شهوت من کجا بجنبانی
ملک الموتم از لقای تو به | عقربم گوبزن تودست منه
تا بصبح از شراب فکرت مست | دست لاحول می زدی بردست
بامدادان نه جایگاه ستیز | که تحمل کند نپائی گریز
مدتی صبر برمجاهده، کرد | عمر ضائع دران مشاهده کرد
عاقبت درددل بجان برسید | نیش فکرت باستخوان برسید
باپدر زن نمود قصه خویش | کی مصالح شناس خیراندیش
تابامروز بنده پروردی | مهربانی ومردمی کردی
شکر فضلت بسالهای دراز | نتوانم بشرح گفتن باز
گر ثوابی دگر بفرمائی | پایم از بند غصه بکشائی
زن ومرد از برای آن باشند | که دلاویز ومهربان باشند

Marfat.com

نه من آسوده ام نه او خرسند	زحمت ما و خویشتن مپسند
سر برآورد و گفت پیر کهن	جان بابا سخن دراز مکن
یا بسازی برنج و راحت دهر	یا بزندان شوی بعلت مهر
چون جوان این سخن شنید از پیر	متحیر بماند ولی تدبیر
استعانت بکدخدایان برد	مبلغی مرد و زن شفیع آورد
همگنان را به هیچ برنگرفت	هر چه گفتند هیچ در نگرفت
پای بند بلا چو چاره ندید	بحر اندیشه را کناره ندید
خواهرش را دل آورید بدست	مهر ازین برگرفت و دردی بست
تا شبی پای درد واجش کرد	میل در سرمه دان عاجش کرد
روی بر روی و دست در گردن	ناف در ناف و دسته در هاون
بعد از آن با برادرش پیوست	بند شلوار عصمتش بگسست
کودک از کوچکی فغان دربست	بدرستی زرش دهان دربست
روی برخاک و خفته برافلاک	چون سرش رفت تا بخایه چه باک
خانه خالی و دنبه فربه دید	گربه برجست و سفره را بدرید
مادرش بی نصیب هم نگذاشت	هردو پایش بآسمان برداشت
عمه را نیز شربتی درداد	خاله را نیز شانهٔ برداد
دایه را نیز هم بدلداری	مهربانی نمود و غمخواری
تا بدانست خوابگاهش را	خانه معلوم کرد و راهش را
شب آدینه شمعی آنجا برد	نیم شمعیش درمیان پا برد
تا بلوغی که بود شاگردش	بردوانید و همچنان گردش
خوابیندش ز لطف برزانو	قضی الامر کیف ما کانو
نازک اندام سرخوشی میکرد	بدلگامی و سرکشی میکرد
عاقبت رام چون شورش کرد	کیر در کون چون باورش کرد
بعد از آن با کنیزش پرداخت	کار او هم بقدر وسع بساخت
پارهٔ دوغ ریخت در مشکش	تا نیاید ز دیگران رشکش

Marfat.com

خویش وپیوند هرکرا دریافت همه را درقفا و روی انداخت
بوق روئین دران قبیله نهاد همچو شمشیر قتل دربغداد
همه همسایگان بدانستند نهی منکر نمی توانستند
آشنایان ودوستان رفتند حال پیش پدر زنش گفتند
برسر خاکسار دود برفت در دوکان به بست وزود برفت
کیسهای قباله حاصل کرد برداماد پهلوان آورد
گفت کابین وملک ورخت جهیز همه پاکت حلال کردم خیز
یار درمانده کین شنید از پیر متحیر بماند و بی تدبیر
آب دردیدگان بگردانید خویشتن درمیان شادی دید
گفت یا سیدی ومولای چه گنه کرده ام چه فرمائی
گفت نی نی سخن مگو بامن یا تو باشی درین سراپا من
کاندرین خانه از قرابت وخویش کس نماندست جزمن درویش
هرچه مانده درین سراوتراست از جفای تو نابکار تراست
گرشبی تاختن کنی بامن دیو شهوت که گیردت دامن
گفت هرگز منی خطا نکنم یار دیرینه را رهانکنم
یاوران آمدند وانبازان هرکس از گوشهٔ بردتازان
جنگ باهریک اتفاق افتاد عاقبت صلح برطلاق افتاد

هزل

ندیدم امردی ساله چون تودرعالم عجوبهای چنین آخرالزمان باشد
اگردودست تویک هفته برقفا بندند به هفته دگرت ریش تامیان باشد

دیگر

دیو اگر صومعه داری کند اندرملکوت همچوابلیس همان طینت ماضی دارد
ناکس است آنکه بزند دستار کسست دزد دزد است وگر جامهٔ قاضی دارد

Marfat.com

گلستان سعدی فارسی ادب کا ایک اخلاقی اور تربیتی شاہکار ہے۔ زین العابدین موتمن سعدی کے کلام کے متعلق یوں قلم فرسا ہوتے ہیں(۱)

''غالب گفتار سعدی طرب انگیز است وطیبت آمیز وکوتہ نظران رابدین علت زبان طعن دراز گردد کہ مغز دماغ بیہودہ بردن ودود چراغ بیفایدہ خوردن کار خردمندان نیست ولیکن بررای روشن صاحبدلان کہ روی سخن دریشانست پوشیدہ نماند کہ در موعظہ ہای شافی در سلک عبارت کشیدہ است وداروی تلخ نصیحت بشہد ظرافت برآمیختہ تا طبع ملول انسان از دولت قبول محروم نماند''۔

گرچہ تعلیم وتربیت کا یہ طریقہ نفسیات وروان شناسی کے اعتبار سے مفید ومثبت اثرات پیدا کرتا ہے لیکن نصیحت کی تلخ گوئی میں اس حد تک شکر آمیزی جائز نہیں کہ ادب وظرافت اور نزاکت ولطافت کے حدود سے خارج ہو جائے۔ اگر ایسا ہوا تو اصلاح وتربیت تو کجا موجودہ نیک خصائل میں بھی کمی آنے لگتی ہے۔ وہ اس طرح کہ فساد کے دفعیہ کے لیے زیادہ فاسد دوا کا استعمال کیا گیا ہے۔ عوام کبھی کبھی اس قسم کے کلام سے ترغیب وتحریص کی شکار ہو جاتی ہے اور بجائے اصلاح کے ضلالت وگمراہی کے پھیلنے کا امکان قوی تر ہو جاتا ہے۔

عہد صفویہ کے ایک شاعر مخفی رشتی نے رشت کی ان لڑکیوں کو مورد لعن وطعن قرار دیا ہے جو ابریشمی ازار بند بنکر گلیوں میں گھوم گھوم کر فروخت کرتی ہیں۔ قطعہ:

مخفیا دختران خطۂ رشت چون غزالان مست میگردند
وزپی مشتری بہر بازار بند تنبان بدست میگردند

صبا کا ایک فکاہی قطعہ:

کس گزلک خویش تیز میکرد گفتا دانم چنانکہ تیز است
گفتم کہ بریش خویشتن زن گر گیر کند بدانکہ تیز است

طرزی افشار عہد صفویہ کا ایک شاعر ہے۔ یہ فارسی شاعری میں ایک طرز خاص کا موجد ہے جس کا نہ اس کے قبل سراغ ملتا ہے اور نہ اس کے بعد ہی کسی نے اس کی پیروی کی۔ یہ طرز مزاح وہزل کی ایک نوع سے متعلق ہے جس میں دستور زبان کے اصول کی خلاف

(۱)۔ شعر وادب فارسی از زین العابدین موتمن ص ۲۰۴

Marfat.com

درزی کرنا اور جموع مکسر اور غیر متداول اسماسے فعل کی ساخت کرنا اور فارسی وغیر فارسی کلمات کا انوکھا اور غریب تصرف کرنا روا رکھا گیا ہے۔ ذیل کے اشعار اسی قبیل کے ہیں:

دردیدۂ من ای کہ بہی از ثقلینا — پرکردہ ام از مہر تو جیب وبغلینا
بادام وعسل قیمت از ان یافت کہ ہستند — چشمان تو بادام ولبانت عسلینا
گردست توبر گردن اغیار بطوقند — داریم ز رجلین تو نعم البدلینا
شب باتو کشم بادہ گلرنگ ونخوفم — از محتسب وقاضی و دزد و دغلینا

دیگر

آن زلف کہ ہست چون کمندا — ای کاش بحلقم افکندا
این مغ بچگان بعشوہ ترسم — از کعبہ بدیرم آورندا
دیدم بقلم رو سرنیش — کوہی کہ بموی میکشندا

دیگر

زہی ذکر لعل تو نعل مجالس — چراگاہ آہوی چشمت نراگس
غلام غلام غلامت گراجی — کنیز کنیز کنیزت چراکس

دیگر

مبادا کہ از ما ملولیدہ باشی — حدیث حسودان قبولیدہ باشی
بروطرز با زلف خوبان بجنگت — زمانی درافتد کہ پولیدہ باشی

فارسی شاعری میں دشنام آمیز نظموں اور ہجو قبیح کی فراوانی ہے اس کی وجہ ان کے فنی بلوغ اور پختگی کی کمی ہے۔

ہجو نگاری میں دو منازل سے گذرنا ہوتا ہے۔ پہلے انسانی کردار یا کبھی کبھی آفاقی کردار کی تنقید پیش کرنے کا منصوبہ بنایا جاتا ہے اور پھر ہجو نگار اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہناتے وقت اس کا لحاظ رکھتا ہے کہ وہ قارئین کی تفہیم سے بلند تر نہ ہوں اور ایسے ہوں کہ ان

Marfat.com

کے ذہنوں میں محفوظ رہ سکیں اور اس کا فن آفاقیت حاصل کر سکے۔ پیغام رسانی میں طرز ادا اور نوع ادب کے انتخاب کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ذہنوں میں محفوظ کرانے کے لیے نکتہ سنجی اور ایجاز و اختصار کے طریقوں سے کام لیا جاتا ہے اور بڑی ذہنی کاوش کرنا ہوتی ہے تاکہ فن کو قبول عام حاصل ہو سکے۔ ایک ہجو نگار کو قارئین سے ہمدردی اور دشمن اور مورد الزام سے نفرت و حقارت ہونی چاہیے۔ اور اسے پر جوش، مبالغہ آمیز اور خطیبانہ طرز کلام اختیار کرنا چاہیے۔ خطیبانہ انداز بیان اور طریقۂ تکلم سے عوام کے دلوں پر حکمرانی کی جا سکتی ہے اور پھر تخریبی اور انتقام آمیز جذبات پر قابو بھی پایا جا سکتا ہے۔ ہجو کی کامیابی اور ناکامی کا انحصار اسی طریقہ کار کے چابکدست استعمال پر منحصر ہے۔

ہجو کی اساس تنقید ہے اور تنقید کو ایک بے لاگ رائے زنی کہا جا سکتا ہے۔ جذبات اور طباعی کو احساس کے تاریک گوشوں سے علیحدگی اور آفاقیت حاصل کرنے میں بے شمار مراحل طے کرنا ہوتے ہیں اور اس حالت میں ہجو اصل تنقید ہو جاتی ہے۔ اپنے آغاز میں ایسے جذبات کا اظہار دشنام اور سرزنش کہلاتا ہے۔

ایرانیوں کے یہاں جذبات اور طباعی کی اس آفاقیت کی کمی پائی جاتی ہے۔ ان کے یہاں ذاتی منافرت اور منفعت کے علامات ان کی ہجویات سے نمایاں ہوتے ہیں بلکہ یہ اپنی ابتدائی منزلوں میں دشنام آمیز ہی ہوتے ہیں۔

دشنام کے دو حصے ہیں۔ ایک ہجو کی سرحد میں ہے اور دوسرا اس سے خارج۔ مثلاً حکومت کے کسی رویہ پر گالی دینا یہ عام دشنام ہے ہجو نہیں۔ دشنام آمیز ہجو میں بالواسطہ خلوص کی فراوانی کا اظہار ہوتا ہے اس میں ہجو گو کے احساسات میں پیچیدگی، بالواسطگی اور علیحدگی ہونی چاہیے۔ فارسی ہجویہ ادب اور خصوصاً ہجویہ شاعری میں اس قسم کی فتیح اور دشنام آمیز ہجووں کی بڑی فراوانی ہے جس میں ہجو نگار اپنے جذبات سے علیحدہ نہیں نظر آتا اور بالواسطہ حملے کرتا ہے۔

ذیل میں کچھ معقول اور اخلاقی ہجویات کی مثالیں نقل کی جاتی ہیں۔ سعدی نے کفش دوز کے حجلہ زفاف کا واقعہ بیان کیا ہے:

پیر مردی لطیف در بغداد — دخترش را بکفش دوزی داد
مرد کی سنگدل چنان بمکید — لب دختر کہ خون از و بچکید

بامدادان پدر چنان دیدش — پیش داماد رفت و پرسیدش
کہ ای فرومایہ اینچہ دندانست — چند خائی لبش نہ انبانست
بمزاحت نگفتم این گفتار — ہزل بگذار و جد ازو بردار
خوی بد در طبیعتی کہ نشست — ندھد جز بوقت مرگ ازدست

حکایت ذیل میں سعدیؔ نے شادی کے اہم موضوع کو مورد توجہ قرار دیا ہے اور فریقین کی عمر کے عدم تناسب کی تنقید کی ہے:

شنیدہ ام کہ درین روزہا کہن پیری — خیال بست کہ پیرانہ سر کہ گیرد جفت
بخواست دختر کی خوبروی گوہر نام — چو درج گوہرش از چشم دیگران بنہفت
چنانکہ رسم عروسی بود تماشہ بود — ولی بحملۂ اول عصای شیخ بخفت
کمان کشید و نزد بر ہدف کہ نتوان دوخت — مگر بسوزن فولاد جامۂ ہنگفت
بدوستان گلہ آغاز کرد و حجت خواست — کہ خوان ومان من این شوخ دیدہ پاک برفت
میان شوہر و زن جنگ و فتنہ خاست چنان — کہ سر بشحنہ و قاضی کشید و سعدیؔ گفت
پس از خلافت و شنعت گناہ دختر چیست — ترا کہ دست بلرزد گہر چدانی سفت

انوریؔ کا ایک فکاہی قطعہ:

من و سہ شاعر و شش درزی و چہار دبیر — اسیر و خوار بماندیم در کف دو سوار
دبیر و درزی و شاعر چگونہ جنگ کنند — اگر چہار دہ باشند در چہار ہزار

ایک صاحب قدر و محتشم شخص کی بخالت کے بیان میں صباؔ کا قطعہ ذیل بہت ہی دلچسپ ہے:

دی بر سر خوان کرم خواجہ نشستم — این زمزمہ افسانہ زاغ است و جگر بند
از قرصۂ نانش چو یکی لقمہ شکستم — ازروی غضب خواجہ بسویم نظر افگند
خادم بشتاب آمد و بگریست بزاری — کای میر مبارک قدم ای پیر خردمند
این لقمہ خدارا بگذار از کف و بگذر — ازخون من وخون خود وخون خداوند

Marfat.com

قاضیوں کی ہجو میں ایک قطعہ انتقادی:

بگلپایگان رفت شخصی زار دو — کہ قاضی شود صدر راضی نمیشد
قضا را خری داد و بستد قضارا — اگر خرنمی بود قاضی نمیشد

قاآنی نے ماہ رمضان کی صفت وخوبی بیان کرتے ہوئے ایک ریاکار، خودبین وخودپرست عابد کی خوب ہی دھجی اڑائی ہے۔ قصیدہ کے منتخب اشعار خالی از لطف نہ ہوں گے۔

ماہ رمضان آمدای ترک سمن بر — برخیز ومرا سبحہ و سجادہ بیاور
وآن مصحف فرسودہ کہ پارینہ زمجلس — بردی بشب عید ونیاوردی دیگر
باز آروبدہ تاکہ بخوانم دوسہ سورہ — غفران پدر خواہم وآمرزش مادر
می خوردن این ماہ روانیست کہ این ماہ — فرمان خدا دارد و یرلیغ پیمبر
در روز حرامست باجماع ولیکن — رندانہ توان خورد بشب یکدوسہ ساغر
بیش ازدوسہ ساغر نتوان خورد کہ تاصبح — بولیش رود از کام وخمارش رود از سر
یاخوردبدان گونہ بباید کہ زمستی — تاشام دگر برنتوان خاست زبستر
من نہ ھم اینست ولی وجہ میم نیست — وین کارنیاید بجز از مرد توانگر
ناچار من ومصحف وسجادہ وتسبیح — وان وردشبان روزی وآن ذکر مقرر
دی واعظکی آمد در مسجد جامع — چون برف ہمہ جامہ سفید از پاتا سر
تحت الحنکی از بردستار فگندہ — چون جیب افق از برگردون مدوّر
داغی بجبین برزدہ از شاخ حجامت — کاین جای سجوداست ببینید سراسر
چشمیش بسوی جیب وچشمی بسوی راست — تاخود کہ سلامش کنداز منعم ومضطر
زانسان کہ خرامد برسن مرد رسن باز — آہستہ خرامیدی موزون وموقر
درمحضر عام آمدو تجدید وضوکرد — زان سان کہ بود قاعدہ درمذہب جعفر
وز آب بینی زدن ومضمضہ او — گرمی بدھم شرح دراز آید دفتر
باری بہ شبستان شدودر صف نخستین — بنشست وقرآن خواند بجنباند ہمی سر
فارغ نشدہ خلق زتسلیم وتشہد — برجست چوبوزینہ وبنشست بہ منبر
وانگہ بسرو گردن وریش ولب وبینی — بس عشوہ بیاورد وچنین کرد سخن سر

Marfat.com

کای قوم سرخار بیابان کہ کند تیز — وان بعرہ بزرا کہ کند گرد بہ معبر
آن گرز گرانرا کہ سپردہ است بخشخاش — وان قامت موزون زکجایافت صنوبر
برجیب شقائق کہ نہد تکمۂ یاقوت — برتارک نرگس کہ نہد قاب مزعفر
القصہ بترسید ز غوغای قیامت — فی الجملہ پرسید زہنگامۂ محشر

ناصر شمس غزنین کے مشاہیر شعرامیں تھا۔ ہزل کادلدادہ تھا۔ لوگ اس کی ہجوگوئی سے ڈرتے تھے اوراس کی عزت کرتے تھے۔ ذیل میں اس کی ہجوگوئی کے چند نمونے نقل کیے جاتے ہیں: (۱)

پدرش گر بنانش دست برد — بشکند خورد ناخنان پدر
پسرش گر بخوانش در نگرد — برکشد چست دید گان پسر

آنچہ سرمای بخل خواجہ کند — مہ دی درون دمہ نکند
از بخیلی کہ ہست کیرش را — بکس زن درون ہمہ نکند

ہرگہ کہ درایم زدر حجرۂ خواجہ — از بہر من آن غر برپای نباشد
ترسد کہ فروریز د کیراز درکونش — چندانکہ دران حجرہ مرا جائی بنا شد

این قوم رانگہ کن درخون یکدگر — برخاستہ ہمہ بشی خون یکدگر
قومی سیفعلون وگروہی سیجعلون — کردند پارہ پارہ ہمہ کون یکدگر

مجدالدین ہمگر رباعی گوشاعر تھا لیکن اس صنف سخن کے دوسرے استادوں مثلاً خیام اور ابوسعید ابی الخیر وغیرہ کی رباعیوں کے برعکس ہمگر کی رباعیوں میں صوفیانہ اور فلسفیانہ مضامین کی بحث کم ہے اوراشیائے خارجہ اوراشخاص کی زیادہ۔ بعض تو محض فاحش ہجویات ہیں۔ مثلاً:

آن مادر شوم فرج چون زاد ترا — از گنجہ تا بخار فرستاد ترا
وآن دایہ خوک خوار سگبان بغذا — شیر سگ وخون خوک میداد ترا

---

(۱)۔ لباب الالباب عوفی جلد نمبر ۲ ص ۲۹۷۔

Marfat.com

ذیل میں ہمگر کی ایک اور ہتک آمیز رباعی نقل کی جاتی ہے۔ لیکن یہاں بھی حسب سابق مخاطب کا کوئی پتہ نہیں چلتا:

ای دیدن خوک پیش دیدار تو خوب | باچہرۂ تو بوزنہ معشوق قلوب
از روی تو خوی تو بسی زشت تراست | باز شتی خوی تو روی تو خوب

(ہ) ہجو اور مزاح یا ظرافت و طنز (Satire and Humour & Irony)

انسانوں کو ایک ہنسنے والا جانور کہا گیا ہے۔ یہ گرچہ پوری حقیقت نہیں لیکن انسان کی ایک اہم خصوصیت ضرور ہے اور صرف انسان ہی کو یہ خصوصیت عطا ہوئی ہے۔ سنجیدگی کائنات کی ازلی و ابدی خصوصیت ہے اور اس کے تمام اجزا میں سرایت کر چکی ہے۔ کائنات کا ہر واقعہ اور زندگی کے تمام شعبے اور زاویے سنجیدگی کے ذریعہ ہم آہنگ ہیں اور انسانوں کا ایسی سنجیدہ کائنات میں سنجیدہ کاوشوں اور ٹھوس تعمیری کارناموں میں یکسر منہمک ہو جانا ایک فطری امر ہے۔ لیکن زندگی کی بے رحم سنجیدگی اور ماحول کی ٹھوس مادیت انسان کے احساس مزاح کی شدت سے پگھل کر لچیلی اور ملائم ہو جاتی ہے۔ مزاح کے یہ احساس اور اس کے مظہر یعنی تبسم، ہنسی اور قہقہہ ہی دراصل ہمیں اس سنجیدہ کائنات میں زندہ رکھنے کے ذمہ دار ہیں اور ان ہی کے سہارے ہم زندگی سے سمجھوتہ کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ انسان کا احساس مزاح ایک دوسری طرح سے بھی زندگی کے بار گراں کو سبک تر کرنے کا کام کرتا ہے وہ اس طرح کہ انسان کائنات میں سب سے بڑا خواب پرست واقع ہوا ہے اور اپنی امنگوں اور تمناؤں سے ہمیشہ ہوائی محلوں کی تعمیر کرتا رہتا ہے جن کی بنیاد محض خوابوں پر قائم ہے۔ مزاح پیدا کرنے میں ان سے خوب مدد ملتی ہے۔

قدرت کا کرم ہے کہ ہر آدمی رونے اور ہنسنے پر مجبور ہے۔ زندگی کے لیے دونوں بے حد ضروری ہیں اور ان دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ پہلے کون پیدا ہوا اور بعد میں کون؟ اس کا فیصلہ کرنا مشکل کام ہے۔ یہ عام خیال کہ رونے کے لیے بھی خوشدلی کی ضرورت ہے، مسئلہ کو سلجھانے میں بڑی مدد کرتا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ بغیر خوشدلی کے گریہ وبکا بھی تشنہ رہ جاتا ہے۔ دنیا ہنسنے کے مقابلے میں رونے سے گریز کرتی ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ

Marfat.com

ہنسنے کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ اگر خوشی دنیا سے اٹھ جائے تو انسان کا جینا ناممکن ہو جائے گا۔

انسانی تخلیق کے واقعات وحالات پردۂ خفا میں ہیں کوئی تحریری ثبوت نہیں ملتا۔ محض قیاس آرائی ہی ہماری معاون ہو سکتی ہے اور چونکہ خیال آرائی کے پس پشت عقل ونفسیات کا شائبہ بھی ہے لہذا قیاس آرائی بے بنیاد نہیں اور بغیر تاریخ وتحریر کے بھی یہ بات قابل قبول نظر آتی ہے کہ ہنسنے کی ابتدا آدمی نے اس وقت کی جب وہ تہذیب وتمدن سے بیگانہ تھا، ہنوز وہ حجری عہد میں بھی قدم نہ رکھ سکا تھا اور تلاش معاش میں جنگلوں جنگلوں وحشی انداز میں مارا مارا پھرتا تھا، فطرت کی گود میں پرورش پاتا تھا اور قدرت ہی اس کی محافظ بھی تھی۔ وہ اپنے دشمنوں سے نبرد آزما ہوتا تھا یہ دشمن اس کے ہم جنس بھی ہوا کرتے اور کبھی جنگلی درندے بھی۔ جب دشمن پر فتح پاتا تھا تو چاہے اس کے پاس معنی خیز الفاظ رہے ہوں یا نہ رہے ہوں وہ خوشی کے نعرے لگاتا تھا اور دشمن کو مغلوب اور اپنے کو غالب دیکھ کر شادمانی کے ساتھ زور زور سے ہنستا تھا اور دوسرے لوگ بھی اس کی ہمت افزائی کرتے تھے۔

ہنسی کے پس پشت غرور، تذلیل، تضحیک وغیرہ کے ملے جلے جذبات ہوتے ہیں۔ گویا ہنسی کی ابتدا وحشیانہ اور جارحانہ اقتدار پر قائم ہوئی جو صدیوں بعد شایستہ ومہذب بنی۔ پھر ہر مہذب سوسائٹی کے لیے ہنسنا ہنسانا ضروری سا ہو گیا یہاں تک کہ بزرگان دین کی بھی پسندیدگی کا باعث ہوا۔ چنانچہ مزاح المومنین ایک مخصوص ومقبول ذہنیت وذکاوت کی علامت سمجھی گئی۔

ہنسی کی ارتقا میں جو کچھ انسانوں نے محنت کی وہ تمدن کا قابل قدر کارنامہ ہے۔ لیکن اگر ہنسی میں بذات خود ترقی کرنے کی صلاحیت نہ ہوتی تو اس کی گیرائی اس پایہ تکمیل کو نہ پہنچتی کہ اس کو آدمی کا جوہر خاص سمجھا جائے اور دوسری مخلوق سے تمیز کرنے میں انسان کی شناخت کے لئے تسلیم کیا جائے کہ وہ صرف حیوان ناطق نہیں بلکہ ہنسنے والا جانور بھی ہے۔ علاوہ اور خصوصیات کے ہنسی ایک فعل متعدی کی صفت سے متصف ہے۔ کسی کو ہنستے دیکھ کر دوسرا شخص بھی ہنسنے لگتا ہے اور اس ہنسی میں کچھ دیر کے لیے ہی سہی غم دنیا بھول جاتا ہے۔ ذہنی خلفشار کی شدت خود بخود زائل ہو جاتی ہے۔ کشاکش سے نجات کا احساس ہوتا ہے بلکہ کچھ دیر کی ہنسی ایسی تازگی بخش دیتی ہے کہ غم دنیا کو برداشت کرنے کی از سر نو قوت آجاتی ہے۔ انسان اپنی الجھنوں کو حال کی وقتی مسرت سے مستقبل قریب میں مردانہ وار برداشت کرنے کی طاقت محسوس کرتا

Marfat.com

ہے۔ گریگ (Greig) کہتا ہے کہ "ہنسی خاص طور پر عظیم مسرت یا خوشی کا اظہار معلوم ہوتی ہے:(۱)۔

" Laughter seems primarily to be expression of major joy or happiness."

اس حقیقت سے انکار نہیں کہ ہنسی اس وقت وجود میں آتی ہے جب ہم فرط مسرت اور فرحت وانبساط سے مجبور ہو کر اس کا اظہار کرتے ہیں۔ ہنسی ایک حیاتیاتی تعیش ہے جس کا دارومدار ہماری استہزائیہ حس پر ہے۔ چونکہ ہماری استہزائیہ حس میں متحرک ہونے کی بے پناہ صلاحیت پوشیدہ ہے لہٰذا ہماری ہنسی آس پاس کے لوگوں کی استہزائیہ حس میں تحریک کی روح پھونک دیتی ہے اور پھر ہنسی ایک متعدی مرض کی طرح ہر سمت پھیلنے لگتی ہے۔ کونسلر (۲) (Koestler) نے اسے ایک اضطراری عمل سے تعبیر کیا ہے اور اسے بے ساختہ اور غیر ارادی بتاتے ہوئے کہا ہے کہ یہ اکثر ایسی ہوتی ہے کہ دبائی نہ جا سکے۔ پھر وہ ہنسی کے تعیشاتی پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتا ہے کہ ہنسی اگر تعیش ہے تو یہ ایک لازمی تعیش ہے۔ اگر ہنسی کو اس کے اجزائے ترکیبی کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ خودکار اضطراری قسم کے فعل سے متعلق نظر آتی ہے۔ کونسلر کی نظر میں یہی وہ بے حد نمایاں خصوصیت ہے جو مظاہر مزاح اور اس کے دوسرے ہم نوع مثلاً فن اور فلسفہ کی تعیشاتی دلچسپیوں کے درمیان امتیاز پیدا کرتی ہے۔

مختصر یہ کہ ہنسی نہ صرف افراد کو باہم مربوط ہونے کا سنہرا موقع عطا کرتی ہے بلکہ ہر اس فرد کو نشانۂ تمسخر بھی بناتی ہے جو معاشرے کے مروّجہ قوانین وضوابط سے انحراف کرنے کی جرأت کرتا ہے۔ یعنی ہنسی ایک ایسا آلہ ہے جن کے ذریعہ معاشرہ ہر اس فرد سے انتقام لیتا ہے جو اس کے ضابطۂ حیات سے بچ نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔ سماجی نقطۂ نظر سے ہنسی کا یہ پہلو بے حد اہم ہے کیونکہ اس کی بدولت معاشرہ بیشتر بیرونی مضر اثرات سے محفوظ رہتا ہے۔ برگسان نے ہنسی کے متعلق بہت تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ خواہ یہ کتنی ہی بے ساختہ معلوم ہو، ہنسی میں دوسرے حقیقی یا خیالی ہنسنے والوں سے ایک قسم کے خفیہ جذبۂ اخوت حتیٰ کہ سازش کا بھی پہلو ہمیشہ نمایاں ہوتا ہے۔ دوسری جگہ ہنسی کے اسی سماجی پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے برگسان کہتا ہے

(1) - The Psychology of Laughter and Comedy by I.Y.T. Greig, p.37

(2)- Insight and Outlook by Arthur Koestler- pp. 9 and 10.

Marfat.com

کہ ہنسی کو سمجھنے کے لیے ہمیں اس کے قدرتی ماحول یعنی معاشرہ قدیم میں دیکھنا ہوگا اور سب سے بڑھ کر اس کے مقصد کی افادیت کو متعین کرنا ہوگا جس کی حیثیت سماجی ہوتی ہے۔

ہنسی عموماً عدم تکمیل، ناہمواری اور بے ڈھنگے پن کے احساس کا نتیجہ ہے۔ ادب میں انسان کے تمام دماغی اوصاف اور اس کے سارے حواس کو بروئے کار لایا جاتا ہے۔ ہنسی بھی ایک انسانی خصوصیت ہے اور زندگی کی ناتمامی اور عدم تکمیل کا نتیجہ ہے اس لیے ادب میں اس کا بھی وجود ناگزیر ہے۔ ادب، زندگی اور زندگی کے ہر شعبے، زندگی کے نشیب و فراز اور زندگی کے محاسن و معائب کی ترجمانی کرتا ہے۔ ہنسی بھی انسانی زندگی کا ایک اہم عنصر ہے۔ اس لیے ادب ہنسی کا بھی ترجمان ہے۔ زندگی کے تمسخر انگیز پہلو کی عکاسی ادب میں اسی قدر ضروری ہے جس قدر زندگی کے رقت انگیز پہلو۔ زندگی میں روشنی بھی ہے اور تاریکی بھی، خوشی بھی ہے اور غم بھی۔ ادب اس خوشی اور غم، اس روشنی اور تاریکی اور اس ہنسی کا آئینہ دار ہے۔

جس ہنسی کی بنیاد غیر مستحسن جذبات پر سمجھی گئی ہے اس کے بطن سے ظرافت اور اس سے متعلق اجزا کی پیدائش بھی ہوتی رہی ہے۔ طنز، بذلہ سنجی، پھبتی، فقرے بازی وغیرہ سب اسی ہنسنے اور ہنسانے کی مختلف صورتیں یا علامتیں ہیں۔ ظرافت کتنے ہی معصوم انداز میں آئے مگر کسی ذات پر ہنسنا مقصود ہوتا ہے۔ ہنسنے والے خوش ہوتے ہیں مگر جس پر مذاق کا نشتر لگایا جاتا ہے اس کے دل سے پوچھیے تو باوجود ظاہری اظہار مسرت کے بہ باطن وہ روتا ہوگا۔ گویا اس ترقی یافتہ صورت میں بھی ظرافت دل آزاری سے باز نہ آسکی۔ یہ اور بات ہے کہ جارحانہ انداز نے شرافت کا بھیس بدل لیا ہو اور دل شکنی جمہوری شعور اور مذاق عام میں شدت نہ محسوس ہونے دے اور دکھ درد کے باوصف مجروح شخص اس کو خندہ پیشانی سے برداشت کر کے اپنے کو مجلسی ہونے کا ثبوت دے۔

ہنسنے کی ابتدا جیسے بھی ہوئی ہو لیکن قیاس یہ کہتا ہے کہ اس کا دائرہ اور بنیاد، دونوں ارتقائی منازل میں متغیر ہوتے رہے۔ صرف دشمن پر کشت و خون سے فتح یابی ہنسی کا واحد سبب نہیں رہا بلکہ مختلف و متعدد وجوہ نت نئے بھیس میں ہنسنے ہنسانے کا سرمایہ بنتے رہے۔ اس کی بنیاد تضحیک و تذلیل پر قائم ہوئی لیکن تدریجی نشوونما سے بعد میں ہنسنا اصلاح و تربیت کا ذریعہ بھی بن گیا۔ اکثر مقامات پر ہمدردی اور بہی خواہی کی بھی جھلک ہنسی میں نظر آنے لگی اس ہنسی کو برقرار رکھنے کے لیے تقریر، تحریر، عمل، صورت الفاظ، حرکات و سکنات وغیرہ کا سہارا لیا گیا

Marfat.com

یہاں تک کہ ھنسی رفتہ رفتہ فنون لطیفہ کی حد میں داخل ہو گئی۔ مثلاً طربیہ بن کر ڈرامہ کی جان بن گئی اور ادب کے محاسن میں اس کا شمار ہونے لگا۔

ہنسنے ہنسانے نے انسان کے جس شعور کو بلندی عطا کی اس کا تقاضا تھا کہ اس کو قائم رکھنے اور آگے بڑھانے کے لیے ظرافت کو علمی وادبی سانچے میں ڈھالا جائے۔ موقع و محل کے لحاظ سے الفاظ و لہجہ کا اس طرح پیش کرنا کہ مجلس ہنس پڑے اور بے ادبی سے احتراز کرتے ہوئے ادبی جملوں سے مجلس زعفران زار بن جائے، مستقل ایک فن بن گیا۔ مزاح (Humour) کے سلسلہ میں البرٹ راپ (Albert Rap) نے جو کچھ کہا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ مزاح کے تبسم میں ترحم شامل ہوتا ہے، جس پر وہ طعن کرتا ہے اس سے اس کو ہمدردی ہو جاتی ہے۔ یہی مصنف آگے چل کر کہتا ہے کہ مزاحیہ ہنسی میں محبت کے جزو کو غالب ہونا چاہیے (۱)

میکس ایسٹ مین (Max Eastman) نے مزاح کو مختلف زاویے سے دیکھا۔ اس کا خیال ہے کہ مزاح لہو ولعب کا نام ہے اور یہ محظوظ ہونے کے مترادف ہے۔ اس کا کوئی افادی پہلو نہیں صرف یہ کہ لہو ولعب کے افادات اس میں مضمر ہیں (۲)۔

جیمس سلی (James Sully) مزاح کو اصلاح کا ایک ذریعہ سمجھتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ سنجیدہ مزاح کا کام خندہ زن ہو کر خود اصلاحی کے تمام مراحل کو پایہ تکمیل تک پہنچانا ہے۔ وہ کہتا ہے (۳)۔

" A philosophic humour is to complete the process of a laughing self correction."

مزاح کا تعلق ذہنی تخلیق سے ہے۔ یہ ایک خاص ذہنی عمل ہے۔ ذہن جس قدر بالیدہ ہوگا احساس مزاح اتنا ہی شدید اور رنگ مزاح اتنا ہی گہرا ہوگا۔ پختہ ذہن کا کام حالات کا صحیح ادراک کرنا ہے۔ احساس مزاح کی ہمہ گیری مسلم ہے۔ یہ زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے۔ اسٹیفن لی کاک (Stephen Leacock) نے مزاح پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا ہے کہ اپنی انتہائی بلندی پر پہنچ کر مزاح پُر وقار بن جاتا ہے اور درد کا رنگ قبول کر لیتا ہے۔ یہ

---

(1)- Origin of wit and Humour by Albert Rap.

(2)- Enjoyment of laughter-p.15

(3)- An Essay on Laughter-p.403

Marfat.com

انسان کے لیے غم اور غم سے مطابقت پیدا کر لینے کا حامی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:(1)

"Humour in highest reach touches the sublime. Humour in its highest reach mingles with pathos, it voices sorrows for our human lot and reconciliation with it."

ایسٹ مین نے مزاح کے دو پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کے نزدیک مزاح کے اپنے دو قوانین ہیں اور وہ انہیں دو قوانین کے تحت اثرانداز ہوتا ہے۔ پہلا اصول یہ ہے کہ کسی بھی چیز میں محظوظ کرنے کی صلاحیت اسی وقت ہو سکتی ہے جب ہم خود محظوظ ہونا چاہتے ہوں۔ ہمارے مزاح کے پس پردہ کوئی سنجیدہ خیال یا مقصد بھی ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ ہم میں محظوظ ہونے کی کیفیت جتنی ہونی چاہیے اس کے نصف ہونے پر بھی ہم محظوظ کرنے کے اہل ہو سکتے ہیں مگر جب ہم محظوظ ہونا نہیں چاہتے ہوں تو مزاح بھی بے اثر ہو گا۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ جب ہم پر محظوظ ہونے کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو قدرے عجیب انداز میں منتقل ہونے لگتی ہے۔ خوشگوار چیزیں خوشگوار ہی رہتی ہیں لیکن ناگوار چیزیں جب تک کہ وہ اس حد تک ناگوار نہیں ہو جاتیں کہ خود حظ ہی کو ختم کر دیں ایک خوشگوار جذباتی چاشنی حاصل کرنے اور ہنسی کو تحریک میں لانے کی سعی کرتی رہتی ہیں۔ امانوئل کینٹ (E. Kant) کا خیال ہے:

" Ludicrous is, an affection arising from the sudden transformation of a strained expectation into nothing."

اس نظریہ کی وضاحت اس طور پر ہو سکتی ہے کہ ہنسی حقیقت اور تخیل کے مابین ناہمواری کے وجود کو اچانک محسوس کر لینے سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ ناہمواری جتنی خلاف توقع ہو گی ہنسی اتنی ہی شدید ہو گی۔ مزاح اور ہنسی اصلاً تضحیک اور تباہی پر مبنی تھے لیکن اب ناہمواری اور عدم تکمیل پر مبنی ہو گئے ہیں۔ مزاح کی تعریف اسٹیفن لی کاک نے ان الفاظ میں کی ہے:

"مزاح کیا ہے؟ یہ زندگی کی ناہمواریوں کے اس ہمدردانہ شعور کا نام ہے جس کا فنکارانہ اظہار ہو جائے"۔

"Humour may be defined as the kindly contemplation of the incongruities of life, and the artistic expression thereof "(2)

---

(1)- Humour and Humanity -p 232

(2)- Homour and Humanity -p.15

Marfat.com

مزاح کی یہ توضیح دراصل مزاح کی تخلیق سے متعلق ہے اور اس بات کا انکشاف کرتی ہے کہ مزاح نگار اپنی نگاہ دوربین سے زندگی کی ان ناہمواریوں اور مضحک کیفیتوں کو دیکھ لیتا ہے جو ایک عام انسان کی نگاہوں سے اوجھل رہتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان ناہمواریوں کی طرف مزاح نگار کے ردعمل میں کوئی استہزائی کیفیت پیدا نہیں ہوتی بلکہ وہ ان سے محظوظ ہوتا اور اس ماحول کو پسند بھی کرتا ہے جس نے ان ناہمواریوں کو جنم دیا ہے۔ چنانچہ ان ناہمواریوں کی طرف اس کا زاویہ نگاہ ہمدردانہ ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ مزاح نگار اپنے تجربے کے اظہار میں فنکارانہ انداز اختیار کرتا ہے اور اسے سپاٹ طریقے سے پیش نہیں کرتا۔ لیکاک کی رائے میں خالص مزاح کی پیشکش ان تینوں عناصر کی رہین منت ہے۔

ھجو اور مزاح میں فرق: اس توضیح سے معلوم ہوا کہ مزاح نگار جس کا مضحکہ اڑاتا ہے اس فرد کے ساتھ ذہنی بازیگری میں شریک ہو جاتا ہے اور اس سے محظوظ ہونے لگتا ہے۔ لیکن ہجو نگار کا معاملہ اس سے کچھ جدا ہے۔ دراصل ہجو کے پس پشت مرکزی خیال یہ ہوتا ہے کہ ہجو نگار خود ان تمام حماقتوں سے محفوظ رہے جن کا وہ خاکہ اڑا رہا ہے نتیجتاً اسے اپنے نشانۂ تمسخر سے کوئی ہمدردی نہیں ہوتی۔ رانلڈ نوکس (Ronald Knox) کے مطابق ”مزاح نگار ہرن کے ساتھ بھاگتا ہے لیکن ہجو نگار کتوں کے ساتھ شکار کھیلتا ہے“۔ چنانچہ جہاں مزاح نگار کا طریق کار یہ ہے کہ وہ ناہمواریوں سے محظوظ ہوتا ہے وہاں ہجو نگار ان ناہمواریوں سے نفرت کرتا اور انھیں خندۂ استہزا میں اڑا دینے کی طرف ہمیشہ مائل رہتا ہے۔ کبھی ہجو ایک فرد کو نشانۂ تمسخر بناتی ہے اور کبھی ان ارتقائی منازل پر پہنچ جاتی ہے جہاں یہ انسان اور سماج کی مستقل حماقتوں اور عالمگیر ناہمواریوں کو طشت از بام کرتی ہے اور انسان کو انسانیت سے قریب تر لانے میں مدد دیتی ہے۔

بعض لوگ افادیت کے پیش نظر ہجو کو مزاح پر فوقیت دیتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ مزاح اگر ایک قومی کارنامہ ہے تو ہجو ایک بین الاقوامی حیثیت رکھتی ہے۔ ایسے لوگ مزاح برائے مزاح کو درخور اعتنا نہیں سمجھتے۔ ان کی دانست میں ہجو ہی مستقل اقدار کی حامل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہجو ہمیں سماج اور فرد کے رستے ہوئے زخموں کی طرف متوجہ کر کے بہت بڑی انسانی خدمت انجام دیتی ہے لیکن دوسری طرف خالص مزاح بھی ہماری بجھی ہوئی پھیکی اور بدمزہ زندگیوں کو منور کرتا اور ہمیں خوشی عطا کرتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے

Marfat.com

کہ افادیت کے نقطۂ نظر سے دونوں ہمارے رفیق و غمگسار ہیں اور ایک کو دوسرے پر فضیلت و فوقیت حاصل نہیں۔

خالص مزاح نگار (ظرافت کے مترادف) ہو یا ہجو گو دونوں صناع ہیں اور دونوں کے کارنامے تخلیقی ہیں۔ ظرافت نگار نہ صرف کسی ناہمواری اور بے آہنگی کا تمسخر انگیز بیان دیتا ہے بلکہ اسے دلچسپ سے دلچسپ تر بنا کر پیش کرتا ہے۔ وہ مشاہدے سے کام لیتا ہے۔ دنیا اور زندگی کے وسیلے اور بوقلموں مناظر میں ان چیزوں کا انتخاب کر لیتا ہے جو اس کے مخصوص آرٹ کے لیے موزوں ہیں۔ وسعت نظری کے ساتھ دنیا کے مختلف گوشوں اور زندگی کے تمام شعبوں سے مواد فراہم کر کے اس پر غور و فکر کرتا ہے۔ مشاہدہ کی ہوئی اشیا اور تصور کی ہوئی چیزوں کو اپنے رنگینئ افکار اور رعنائی خیال سے صنعت کارانہ حسن و صداقت کے ساتھ مزین کرتا ہے، اس کے دل میں اصلاح کا جذبہ موجزن نہیں ہوتا۔ پروفیسر کلیم الدین احمد کے الفاظ میں "وہ صناع ہے حامئ اصلاح نہیں۔ اس کے کارنامے بھی صحیح معنوں میں تخلیقی ہوتے ہیں۔ یہ کارنامے ہماری تفریح کا باعث ہوتے ہیں لیکن تفریح اصل مدعا نہیں اس کا مقصد ایک حسین، مکمل و موزوں کارنامے کی تخلیق ہے۔ جو تفریح ہمیں حاصل ہوتی ہے وہ ایک حد تک اتفاقی ہے (۱)"۔

ظرافت نگار کسی منظر کو دیکھ کر مسکرا اٹھتا ہے لیکن اور کسی قسم کا جذبہ اس کے دل میں نہیں ابھرتا۔ اسی جگہ ظرافت نگار اور ہجو گو کی راہیں الگ الگ ہو جاتی ہیں۔ ہجو گو بے ڈھنگے، ناقص، بدصورت اور ناہموار مناظر کو دیکھ کر بے تاب ہو جاتا ہے۔ ناانصافی، بے رحمی، ریاکاری کی مثالیں دیکھ کر اس کے دل میں نفرت، غضب، حقارت اور اسی قسم کے دوسرے جذبات ابھرنے لگتے ہیں اور وہ اپنی ہجوؤں میں ان جذبات کی ترجمانی کرتا ہے لیکن وہ بھی صناعانہ طور پر، سیدھے سادے سپاٹ انداز میں نہیں۔ وہ اپنے جذبات سے علیحدگی اختیار کرتا ہے اور ان پر قابو پا کر ان کا صنعت کارانہ اظہار کرتا ہے۔ اس صنعت کاری کی وجہ سے جذبات کی شدت اور بڑھ جاتی ہے۔ ہجو گو ایک بلند پایہ اخلاق کا حامل ہوتا ہے اور اپنے بلند مقام سے انسانی کمزوریوں، خامیوں اور فریب کاریوں کو اپنے طنز کا نشانہ بناتا ہے۔ ہجو گو چونکہ انسان ہے اور انسانی حدود میں گھرے ہوئے ہونے کی وجہ سے اکثر اس کی ہجوؤں کی ابتدا کسی ذاتی جذبہ سے ہوتی ہے لیکن فن کی اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر جذبات کو قابو میں رکھنے پر ہی فن کو

---

(۱)۔ سخنہای گفتنی از پروفیسر کلیم الدین احمد ص ۲۱۔ ۳۲۰۔

Marfat.com

عالمگیری حاصل ہو سکتی ہے۔ ہجو گو کے تصرف میں سارے جذبات ہیں۔ وہ اگر ہمدردی، ترحم، انصاف اور فیاضی کے جذبات کو ابھارتا ہے تو غصہ، بغض اور حقارت کے جذبات کو بھی بھڑکاتا ہے کیونکہ ظرافت نگار کے مقابلہ میں اس کی جذباتی دنیا زیادہ وسیع ہے۔

خالص مزاح نگار اور ہجو گو کی راہیں جدا جدا ہیں اور منزلیں بھی الگ الگ۔ زندگی اور دنیا کی ناتمامی و ناموزونیت مسلم ہے۔ انسان اور انسان کی فطرت میں بھی یہی ناتمامی ہے اس لیے ہنسی کے مواقع کی کمی نہیں۔ اب دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ ناموزونیت اور ناتمامی کے اظہار کا احساس کریں یا پھر اس احساس کے ساتھ ساتھ ان نقائص و ذمائم کو دور کرنے کی بھی کوشش کریں۔ دوسرے احساس میں پہلے کا وجود لازمی ہے لیکن پہلے احساس کے ساتھ دوسرے کا ہونا ضروری نہیں۔ پہلے احساس کے نتیجہ میں خالص ظرافت (Humour) اور دوسرے کے نتیجہ میں طنز (Irony) اور ہجو (Satire) ملتے ہیں۔ خالص ظرافت نگار ناموزوں اور ناہموار واقعات و حالات کو دیکھ کر صرف ہنستا ہے اور دوسروں کو ہنسانے کی سعی کرتا ہے لیکن ان خامیوں اور نقائص کو دور کرنے کی خواہش نہیں رکھتا۔ ہجو گو اس سے ایک قدم آگے بڑھتا ہے اور اس ناقص و ناتمام منظر سے اس کے جذبۂ تکمیل، حسن، موزونیت، انصاف اور اخلاق وغیرہ جوش میں آتے ہیں اور وہ اس جذبہ سے مجبور ہو کر کسی خاص مذموم منظر کو اپنی ظرافت و طنز کا نشانہ بناتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں کی منزلیں اور راہیں جدا جدا ہیں اس کے باوجود نہیں ایک دوسرے سے الگ کرنا دشوار ہے۔

ہجو بنیادی طور پر ایک ایسے باشعور، حساس اور دردمند انسان کے ذہنی ردِ عمل کا نتیجہ ہے جس کے ماحول کو ناہمواریوں اور بے اعتدالیوں نے تختۂ مشق بنا دیا ہو۔ لیکن ہجو کا استعمال تخریب پسندی کی علامت نہیں بلکہ اس کی تخریبی کارروائی ناسور پر نشتر چلانے کی حد تک ہے۔ اس کے بعد زخم کا مندمل ہو جانا اور فرد یا سوسائٹی کا اپنے مرض سے نجات حاصل کر لینا اس کا بہت بڑا تعمیری کارنامہ ہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا کی رائے میں ہجو کے لیے ضروری ہے کہ یہ مزاح سے بیگانہ نہ ہو بلکہ کونین کو شکر میں لپیٹ کر پیش کرے، دوسرے پردہ دری اور عیب جوئی کرتے وقت لطیف فن کارانہ پیرایۂ اظہار اختیار کرے اور تیسرے کسی خاص فرد کے عیوب کی پردہ دری کو زندگی اور سماج کی عالمگیر ناہمواری کی پردہ دری کا وسیلہ بنائے۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو تخریب کا جواب تخریب سے ملتا ہے اور نشانۂ تمسخر اُس وار کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے

Marfat.com

کی بجائے غضب ناک ہو کر جوابی حملے کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے(۱)۔

مزاح نگاری اپنی نمو کے لیے جن عناصر کی رہین منت ہے ان میں موازنہ (Comparison)، تکرار الفاظ (Repetition)، رعایت لفظی (Pun)، مزاحیہ صورت واقعہ (Humourous Situation)، مزاحیہ کردار (Humourous Character) اور تحریف (Parody) وغیرہ مشہور ہیں جن کے فنکارانہ استعمال سے اس کی اثر انگیزی اور افادیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

دنیا کا کوئی ادب مزاح و ظرافت سے خالی نہیں ہے۔ یہ ایک مسلم الثبوت حقیقت ہے کہ تہذیب و تمدن کی ترقی اور قدرتی فیاضیوں کی ہم آہنگی سے اس کا رنگ دل کش، جاذب اور چوکھا ہو جاتا ہے۔ آج کی متمدن اور مہذب قوموں میں انگلینڈ اور امریکہ کو سر فہرست تسلیم کیا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان کے مزاح و ظرافت کا مذاق بھی ستھرا، بلند اور لطیف ہے۔ ڈکنس (.Dickens,C)، لیمب (.Lamb C) اور مارک ٹوین (Mark Twain) کی شخصیات اور ان کے ادبی شاہکار عالمی ادبیات میں اپنا خاص مقام رکھتے ہیں۔

فارسی ادب میں بھی مزاح کا فقدان نہیں اور نثر و نظم میں اس کی بے شمار مثالیں دستیاب ہیں۔ لیکن فارسی کی مزاحیہ نظموں اور قصوں میں صورتحال کا بیانی اور واقعاتی انداز اختیار کیا گیا ہے۔ یہ مزاح کے لطیف پیرایہ بیان سے آشنا نہیں معلوم ہوتیں جن میں عام واقعات و حالات کو مظہر بنا کر پیش کیا جاتا ہے اور کیفیات و محسوسات کو تمسخر انگیز ملفوظات کا جامہ عطا کیا جاتا ہے۔ اگر اس قسم کے مزاحیہ ادب کا وجود ہے بھی تو ان میں فنی اور فکری بلوغ معدوم ہے۔

---

(۱)۔ماخوذ از "مزاح نگاری" از ڈاکٹر وزیر آغا۔

Marfat.com

چند معروف هزل سرا اور مزاح نگار شعرا

(Eminent Facetiouses and Humourists of Persian)

منجیک ترمذی جو قرن چہارم کے اواخر اور اوائل قرن پنجم ھجری کا شاعر ہے اسے ایران کا قدیم ترین ہزل سرا اور مزاح نگار تسلیم کیا گیا ہے۔ صاحب مجمع الفصحا اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"مردی تیز زبان، ہزل آئین، تند طبع، زبان آور، بلیغ نکتہ دان بود کہ کسی از تیر طعنش نرستی واز کمند ہجوش نجستی سینہ ای اہل کینہ را بخدنگ ہجا خستی و دست اہل زمان را بکمند ہزل بستی"۔(۱)

منجیک ترمذی کے ہزلیہ اشعار دستیاب نہیں ہیں۔ سوزنی سمرقندی جو میدان ہجو و ہزل کا معروف شاعر ہے مفاخرہ کے موقعہ پر منجیک کو اس میدان خاص میں خود سے برتر شمار کرتا ہوا کہتا ہے:

من آنکسم کہ چو کردم بہجو گفتن رای ہزار منجیک اندر برم ندارد پای

ہزل سرائی وہجا گوئی میں سوزنی معروف ترین اور اہم ترین شاعر ہے۔ یہ سنائی وانوری کا ہم عصر تھا۔ اس کا دیوان بارہ ہزار ابیات پر مشتمل ہے لیکن اس کا بیشتر حصہ ہجویات اور ہزلیات پر محتوی ہے۔ اس کے متعلق ہدایت کی رائے ہے:

"خوش طبع وہزال وبذلہ گو شدہ سینۂ شعرای معاصر خود را بخدنگ ہجا ختہ و بازوی سخنوری ہمکنان را برشتہ ای طعن بستہ بسوزن طیبت دہان را دوختہ و بآتش ظرافت خرمن شاعران را سوختہ"(۲)

قرن ششم کا معروف شاعر انوری گرچہ منجیک و سوزنی کی مانند ہجو و ہزل کے میدان میں اختصاص نہیں رکھتا لیکن اس کے قطعات کا ایک خاص حصہ زشت و ناروا ہزلیات پر بسیط ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ بھی اہل طیبت و بذلہ سنج تھا اور اس صنف خاص کے دوسرے ہمسفروں کی مانند اپنے آتش غیض و غضب کو طعن و طنز کے ذریعہ ظاہر کر کے دلی تسکین حاصل کرتا تھا۔

---

(۱)۔ مجمع الفصحا ص ۵۰۶ (۲) ایضاً ص ۲۴۹۔

Marfat.com

متوسطین میں عبید زاکانی اپنی خوش طبعی، ظرافت اور پر فساد ماحول وزمانہ کی وجہ سے ایرانی شعرا کے درمیان مزاحیہ وہزلیہ شاعری میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔

عہد صفویہ میں حکیم شفائی ہزل گوئی وتند مزاجی میں بلند مقام رکھتا ہے۔ صاحب تذکرہ نصر آبادی، میر باقر داماد کے قول کو نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"شاعری فضیلت حکیم شفائی راپوشیدہ وشعرش راہجاپنہان ساختہ (۱)"اور خود اظہار رائے کرتا ہے:"ہجا کہ بطریقہ ای فریضہ بر شاعر واجب میشود مانع شہرت او شدہ"(۲) تاریخ عالم آرائے عباسی میں اس طرح تحریر ہے:"بسیار لوند وشوخ مشرب بود...از تنگ حوصلگی اندک نالائمی بر طبیعتش گران مینمود و از ظریفی و شوخی ہموارہ زبان بہ ھجو ستیزہ کاران میکشاد(۳)"۔ مؤلف آتشکدہ نے اسے یوں یاد کیا ہے:"طبیبِ حاذق وشاعری عاشق اما عجبش دشمن جان بیمار واز کبرش خلقی در آزار"(۴)

متاخرین شعرامیں قاآنی ہزل ومطائبہ میں بہت مشہور ہوا۔اس کے مطائبات کا ایک حصہ شیرین، ظریف اور مہذب ہے جس میں انتخابی مضامین اور مطالب ملتے ہیں لیکن اس کا ایک حصہ رکیک، ناپسندیدہ، ادب سے دور اور اخلاقی وانتقادی مقاصد سے عاری ہے۔

قائم مقام فراہانی جو دور قاچاریہ کا ایک مشہور شاعر اور ممتاز وزیر تھا وہ پاکباز اور باوقار شخصیت کا مالک تھا اس نے بھی ایک ہزل آمیز مثنوی بنام "جلائرنامہ" نظم کی۔

مزاح وظرافت کے متعدد محرکات بیان ہوئے ہیں جن میں بیشتر ایسے ہیں جو یکساں طور پر ہجوگوئی کے بھی محرک ہیں۔ ہزل یا مزاح کی ایک یہ وجہ بیان ہوئی ہے کہ شاعر کے مزاج پر روح مزاح اور طبیعت کا غلبہ ہوتا ہے۔ایسے بہت سے اشخاص ملتے ہیں جو لطیفہ گوئی، خوش مشربی اور شیریں محضری میں مشہور ہیں اگرچہ سعدی کے نزدیک ظرافت نگاری حکما کے لیے باعث ننگ ہے لیکن اسی عیب کو انہوں نے ندیموں کے لیے ہنر تسلیم کیا ہے۔ ظریف اور بذلہ گو شخص اگر موقعہ شناس اور سریع الانتقال بھی ہو تو عوام میں محبوب اور وجیہہ رہتا ہے اور ہر شخص اس کی صحبت کو غنیمت شمار کرتا ہے۔اگر روح مزاح وطبیعت ذوق لطیف، طبع حساس اور خاطر پاکیزہ کی ہم آہنگ ہو تو دلآویز گفتار، شیریں مضامین اور نغز اشعار سے

(۱)- شعر وادب فارسی از زین العابدین موتمن ص ۹،۸،۷،۲۰۷۔(۲)- ایضاً
(۳)- ایضاً (۴)- ایضاً۔

Marfat.com

طبیعتوں کو نئی زندگی ملتی ہے اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو کلام مستہجن اور رکیک مطالب کا حامل ہو کر نفرت و کدورت کا موجب بنتا ہے۔

حرماں نصیبی اور مایوسی یا ہنر و دانش کی شکست اور بے ہنری کی کامیابی و تفوق شاعر کے جذبہ خشم اور غیظ و غضب کو متحرک کرتے ہیں اور وہ ہجو گوئی یا مزاح نگاری کی طرف مائل ہوتا ہے۔ جیسا کہ انوری نے کہا ہے:

ای خواجہ مکن تا بتوانی طلب علم تا در طلب راتب ہرروزہ نمانی
رو مسخرگی پیشہ کن و مطربی آموز تاداد خود از مہتر و کہتر بستانی
فرعون و عذاب ابد و ریش مرصع موسیٰ کلیم اللہ و چوبی و شبانی

دیگر

ہر کس کہ جگر خورد و بمردی ہنر آموخت در دور قمر گو بنشین خون جگر خور
نزدیک کسانیکہ بصورت چو کسی اند باصورت ایشان نفسی برزن و برخور
پیغام زنی آرو ہمہ اطلس خرپوش با مسخرہ باش و ہمہ حلوائی شکر خور

انوری ایک شکوائی اور فخریہ قصیدہ میں اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرتا ہوا کہتا ہے:

خود ہنر در عہد ما عیب است اگر نہ این سخن میدہد فتویٰ کہ من شاعر نیم بل ساحرم

اور ادیب صابر اسی مطلب کو یوں ادا کرتا ہے:

اگر بفضل و ہنر کام دل نخواہم یافت ازین سپس من و دیوانگی و طنز نجی

شخصی عیوب اور عمومی انحطاط اخلاق یا گرد و پیش کے نقائص و ذمائم شاعر کی ہزل پسند طبیعت اور مزاح پرور ذوق کے ذریعہ قبول ہو کر نشر پاتے ہیں۔ جس جماعت کے اخلاق میں فساد آ گیا ہو اور اجتماعی و عمومی آداب میں رذائل اثر انداز ہو گئے ہوں انہیں ہجو و ہزل کے سوا کچھ اچھا نہیں لگتا اور مزاح کی پست سطح پر آکر زشت و رکیک مضامین جو لطف و نزاکت سے عاری ہوں عوام کی توجہ کا مورد بنتے ہیں۔ ذیل میں ہزلیات کے کچھ نمونے پیش کیے جاتے ہیں جو ایم۔ این۔ کوکا کی کتاب (۱) سے لیے گئے ہیں:

---

(1)-Wit, Humour and Fancy of Parsia by M.N. Kuka- pp. 44-47, 125- 135.

Marfat.com

میلی

غافل بمن رسید ووفارا بهانه ساخت — افگند سر به پیش وحیارا بهانه ساخت
تااز جفای اونزهم خون من نریخت — بیرحم بین که ترس خدارا بهانه ساخت
از بزم تا ز آمدن من برون رود — برخاست گرم وودادن جارا بهانه ساخت

قتیل

مارا بغمزه کشت وقضارا بهانه ساخت — خودسوی ماندید وحیارا بهانه ساخت
دستی بدوش غیر نهاد از سر کرم — مارا چو دید لغزش پارا بهانه ساخت
رفتم بمسجدی که ببینم جمال دوست — دستی برخ کشید ودعارا بهانه ساخت
عاشق کشی چو کردشده دست وپاش سرخ — وین طرفه مکر بین که حنارا بهانه ساخت

میلی

همشیره خرج ماتم بابا ازان من — صبراز من وترددوغوغا ازان تو
درخفیه استماع وصیت ازان من — درنوحه هم زبانی ماما ازان تو
کهنه قلم دوات شکسته ازان من — طومار نظم ودفتر انشا ازان تو
آن لاشه اشتران قطاری ازان من — آن بارکش خران توانا ازان تو
یکهفته چرخ مطرب وساقی ازان من — هفتاد ساله طاعت بابا ازان تو
آن مالها که مانده بدنیا ازان من — وان چیزها که کرده به عقبیٰ ازان تو

وحشی

زیبا ترآنچه مانده زبابا ازان تو — بدای برادر از من و اعلا ازان تو
این طاس خالی از من وآنکوزهٔ که بود — پارینه پرز شهد مصفا ازان تو
یا بوی ریسمان گسل میخ کن زمن — مهمیز کله تیز ومطلا ازان تو
آن دیگ لب شکسته صابون پزی زمن — آن چمچه هریسه وحلوا ازان تو
آن توچ شاخ کج که زندشاخ ازان من — غوغای جنگ قوچ وتماشا ازان تو
این اشترچموش لکدزن ازان من — این گربه مصاحب بابا ازان تو

Marfat.com

از صحن خانہ تابلب بام ازان من — از بام خانہ تابثریا ازان تو

رفیعی کاشانی

مال ومنال حضرت بابا برادرا — یک نیمہ از تو نیمۂ دیگر ازان من
من آن نیم کہ گویم ازین جنسہا کہ ہست — جنسی کہ باشد از ہمہ بہتر ازان من
جاں برادری توز توہر چہ بہتراست — بدہست ہرچہ جان برادر ازان من
قرض پدر کہ از ہمہ بیش است ازان تو — وجہش کہ ہست از ہمہ کمتر ازان من
دای کہ شیر دادہ بہ بابا ازان تو — گادی کز وست خون دل ماازان من
آن چار باغ خرم مرہون ازان تو — آن یکدو باغ کہنہ بیدر ازان من
ملک نفیس خالصۂ شہرازان تو — املاک ہیچ نفع نہ باشدازان من
آن مادیان کہ داشتہ صد کرہ زان تو — آن اشتران بارکش نر ازان من

کیچڑ:

بہار مشہدی

افتادہ ایم سخت بدام بلای گِل — یارب چوما مباد کسی مبتلای گِل
گِل مشکلی شدہ ست بہر معبر وطریق — گام روندگان شدہ مشکل کشای گِل
ہر گہہ کہ ابر خیمہ زند در فضای شہر — بربام ہرسرای برآید لوای گِل
گِل دل نمیکند ز خراسان واہل او — ای جان اہل شہر فدای وفای گِل
گر صدہزار کفش بدزد بپای خلق — ہرگز نمی رسند بکشف عطای گِل
باخضر اگر روند بہ ظلمات کوچہ خلق — اسکندری خورند درین چشمہای گِل
اول قدم کہ بوسہ زند گل بپای ما — رقیم برزمین وبوسیم پای گِل
گِلہا ثقیل ودرہم وکوچہ خراب وتنگ — آہ از جفای کوچہ ودرد از جفای گِل
گِل ہرچہ را بہ پنجہ درآورد ول نکرد — صد آفرین بہ پنجۂ معجزنمای گِل
از پشت تابشانہ واز پیش تابرش — ہستند خلق یکسرہ غرق عطای گِل

Marfat.com

کمال الدین اصفہانی

هرگز کسی ندید بدین سان نشان برف — گوی که لقمه ایست زمین در دهان برف
هرگز کسی ندید بدین سان نشان برف — گوی که لقمه ایست جهان(۱) در دهان برف
مانند پنبه دانه که در پنبه تعبیه است — اجرام کوه هاست نهان در میان برف
ناگه فتاد لرزه براندام روزگار — از چه زبیم تاختنِ ناگهان برف
گشتند نا امید همه جانور زجان — با جان کوهسار چو پیوست جان برف
با ما سپیدکاری از حد همی برد — ابر سیاه کار که شد درضمان برف
خان خرک شدست همه خان ومان ما — بریکدگر نشسته درو کاروان برف
چاه مقنعست همه چاه خانها — اپناشته بجوهر سیماب سان برف
بی نیزه های آتش وبی تیغ آفتاب — نتوان بتیر ماه کشیدن کمان برف
از بس که سر بخانهٔ هرکس فروکند — سرد وگران وبی مزه شد میهمان برف
گرکوه پشم برزده گردد به رستخیز — گوی زپشم برزده آنک مکان برف
درخانقاه ناغ نه صادر نه وارد است — تاپیر پنبه گشت حریف گران برف
سیلاب ظلم او درو دیوار میکند — خود رسم عدل نیست مگر در زمان برف
ناگه فروگرفت در و نامها و بس — بگرفت ریش خانه خدا ایمان برف
در خانها زبسکه فرود آمد است برف — نامد بحلق خانه فرو هیچ نان برف
از نان وجامه خلق غنی گشتی از بدنی — از آرد بار پنبه تن ناتوان برف
گرچه سپید کرد همه خان ومان ما — یارب سیاه باد همه خان و مان برف
وقتی چنین نشاط کسی را مسلم است — کاسباب عیش دارد اندر زمان برف
هم نان وگوشت دارد وهم هیمه هم شراب — هم مطربی که برزندش داستان برف
معشوقهٔ مرکب از اضداد مختلف — باطن به سان آتش وظاهر به سان برف
گلگونه ای بود بسپید آب برزده — هر جرعه ای که ریزد در جرعه دان برف
تارنگ روی خویش نماید برین قیاس — بعضی ازانِ باده و بعضی از آنِ برف
نه همچو من که هر نفسش باد زمهریر — پیغامهای سرد دهد از زبان برف

---

(۱)۔"زمین" ذبیح اللہ جلد ۲، ص ۸۷۵۔

Marfat.com

گر تو تم بدی زپی چرخ آفتاب   بربام چرخ رفتمی از نردبان برف

قاسمی خوافی

ابله ای مروزی بشهر هری   سوی بازار بردلاشه خری
لاغر و ست و پیر و فرسوده   سم و دندان و استخوان سوده
جست دلال چست برپشتش   کرده جنبان به سیخه و مستش
گفت کای تاجران و راهروان   که خرد مرکبی روان و جوان
مروزی گفت ای بجان یارم   گرچنین است پس نگه دارم

خواجه مجد الدین خوافی

بعهد ماتقدم در نشاپور   مگر قحطی فتاد از عهد ما دور
برون آمدیکی مرد معلم   گروه کودکان باری ملازم
ظریفی گفت اینها درچه کارند   چهاگویند چون عقلی ندارند
معلم گفت چون وقت عذاب است   دعای این جماعت مستجاب است
ظریفش گفت ای قول تومقبول   بگویم باتو قولی نیک معقول
اگر ایزد دعای شان شنودی   معلم درجهان کی زنده بودی

لوائی

عربی درمیان مکه و شام   کسب اسباب مینمود مدام
بهر تحصیل مال و کسب هنر   از حضر رخت بست سوی سفر
مدتی سیر کرد و هیچ نیافت   باز سوی مکان خویش شتافت
چند گهه راه بادیه ببرید   تابیک روزه از وطن برسید
از کمرباز کرد انبانی   که درو بود یخنی و نانی
چون بخوردن نشست آن سره مرد   عربی در رسید بادیه گرد

Marfat.com

بدوی

بدوی چون شنید بوی طعام — پیشرفت و ستاده کرد سلام
داد او را جواب وگفت که ای — پیش من ایستاده بهر چه ای
گفت من چاکر سرای توام — دشت پیمای از برای توام
گفت از خیل من خبرداری — بدوی در جواب گفت آری
گفت چون است احمد آن پسرم — که ز هجرش کباب شد جگرم
گفت از فضل و رحمت یزدان — باغ حسن است خرم و خندان
گفت چون است مادر احمد — گفت صد چون برابر احمد
گفت چون است قصر و ایوانم — کز غمش برفلک شد افغانم
گفت آن قصر دلکش و ایوان — داغ رشکست بر دل کیوان
گفت آن بارکش شتر چونست — کز غمش دامنم چو جیحونست
گفت بادی که فربه است چنان — که مساویست پشت با کوهان
گفت چونست آن سگ درمن — که بود به ز شیرنر برمن
گفت او خاک آستانهٔ تست — روز و شب پاسبان خانهٔ تست
چون عرب قصه را شنید تمام — بادل جمع کرد میل طعام
خورد چندان که سیر گشت ازان — بدوی را نداد و بست انبان
بدوی چون خساست او دید — بر خود از درد جوع می پیچید
ناگهان دید کز کناره ای دشت — آهوی در رسید وتنگ گذشت
بدوی چون بدید آهو را — از دل خسته جست آه اورا
چون عرب آه دردناک شنود — گفت بادی که آه بهرچه بود
گفت ازین بود کان سگ درتو — گرنمی گشت صدقه ای سر تو
آهوک را نمی گذاشت کنون — که ازین دشت جان برد بیرون
گفت ای وای آن سگم چون مُرد — گفت از بسکه خون اُشتر خورد
گفت خون مشترکه ریخت بگو — خاک برفرق من که بخت بگو

Marfat.com

گفت کشتند اشتر سره ات که دهند آب و آش همسره ات
گفت ای و ای زوجہ ام چون مُرد رخت ہستی چسان بخاک سپرد
گفت از بس کہ کوفت سر بہ زمین از غم فوت احمد مسکین
گفت ای و ای چون گذشت احمد گفت قصرش بہ سر فرود آمد
چون عرب قصہ فراق شنید خاک برسرفشاند وجامہ درید
بعدازان راہ خیل خویش گرفت بدوی نان وگوشت پیش گرفت

رومی

مثنوی مولانا روم میں بہت سی مزاحیہ نظمیں ملتی ہیں۔ یہ اخلاقی نظمیں ہیں جو تصوف وعرفان اور اخلاق حسنہ کی تبلیغ واشاعت کی غرض سے نظم ہوئی ہیں۔ اس قسم کی سنجیدہ تخلیق میں مزاح کو دخل نہیں ہونا چاہیے تھا۔ یہ ایک خوشگوار تعجب کا مقام ہے کہ مولانا روم نہ صرف معلم اخلاق وشاعر صوفی وعارف گوشہ نشین تھے بلکہ انہیں مزاح وظرافت اور بذلہ سنجی کا عنصر بھی ودیعت کیا گیا تھااور مندرجہ ذیل مزاحیہ نظمیں اس بات کی دلیل ہیں کہ ایک ہمدرداور مصلح قوم کاذہن بذلہ سنجی سے ہم آہنگ ہوناچاہیے:

آن کری را گفت افزوں مایہ ای کہ ترا رنجور شد ہمسایہ ای
گفت با خود کرکہ باگوش گران من چہ دریا بم زگفت آن جوان
خواجہ رنجور وضعیف آواز شد لیک باید رفت آنجا نیست بد
چون ببینم کان لبش جنبان شود من قیاسی گیرم آنرا از خرد
چون بگویم چونی ای محنت کشم او بخواہد گفت نیکم یا خوشم
من بگویم شکرچہ خوردی ابا او بگوید شربتی یا ماش با
من بگویم صح و نوشت باد آن از طبیبان پیش تو گوید فلان
من بگویم بس مبارک پاست او چونکہ او آید شود کارت نکو
پای اورا آزمودستیم ما ہر کجا شد میشود حاجت روا
این جوابات قیاسی راست کرد عکس آن واقع شدای آزادہ مرد

Marfat.com

کرد در آمد پیش رنجور و نشست | بر سر او خوش ہمی مالید دست
گفت چون گفت مردم گفت شکر | شد بر آن رنجور پر آزار و نکر
کاین چہ شکر است این عدوی ما بد ست | کر قیاسی کرد آن کج آمد ست
بعد ازان گفتش چہ خوردی گفت زہر | گفت نوشت باد افزون گشت قہر
بعد ازان گفت از طبیبان کیست او | کہ ہمی آید بچارہ پیش تو
گفت عزرائیل می آید برو | گفت پایش بس مبارک شاد شو
این زمان از نزد او آیم برت | گفتم اورا تاکہ گردد غمخورت
کر برون آمد بگفت او شادمان | شکر کہ کردم مراعات این زمان
گفت رنجور این عدوی جان ماست | ماندانستیم کوکان جفا ست

بود مردی کہ خدا او را زنی | سخت طناز و پلید و رہزنی
بہر مہمان گوشت آورد آن معیل | سوی خانہ باد و صد جہد طویل
زن بخوردش باشراب و باکباب | مرد آمد گفت دفع نا صواب
مرد گفتش گوشت کو مہمان رسید | پیش مہمان لوت میباید کشید
گفت زن خود گربہ خورد آن گوشت را | گوشت دیگر خرگرت باید بلا
گفت ای ایبک ترازو را بیار | تاکہ گربہ برکشم گیرم عیار
برکشیدش بود گربہ نیم من | پس بگفت آن مرد کای محتالہ زن
نیم من بُد گوشت افزون بود سیر | ہست گربہ نیم من ہم ای ستیر
این اگر گربہ ست پس آن گوشت کو | و ربود این گوشت بنما گربہ تو

یہی قصہ جامؔی نے بھی نظم کیا ہے۔ طرزادا کے مقابلہ کے لیے نقل کی جاتی ہے:

یک منک گوشت داد خواجہ بزن | کش پزد زود بہر طعمۂ من
گوشت رازن کباب کردو بخورد | خواجہ چون گوشت خواست عذر آورد
کہ ہنوز آن زدیک بیرون بود | کہ تکمین کرد گربہ دبربود
خواجہ سنجید گربہ را فی الحال | نامد افزون ز گوشت یک مثقال
زد بصد غصہ دست بر زانو | کرد بازن عتاب کای بانو

Marfat.com

گربه بیشک چو گوشت یک من بود
گوشت یک من دگر بر آن افزود
نیست این نکته پیش من روشن
که تواند شدن دو من یک من
اگر این گربه است گوشت کجا است
وگر این گوشت شکل گربه چراست

بود لقمان پیش خواجه خویشتن
درمیان بندگانش خوارتن
میفرستاد او غلامان را بباغ
تاکه میوه آیدش بهر فراغ
آن غلامان میوهای جمع را
خوش بخوردند از نهیب طمع را
خواجه را گفتند لقمان خورد آن
خواجه برلقمان ترش گشت وگران
چون تفحص کرد از لقمان سبب
در جواب خواجه اش بگشاد لب
کامتحان کن جمله مارا ای کریم
سیرمادر ده تو از آب حمیم
بعد ازان مارا به صحرای کلان
تو سواره من پیاده بردوان
آن گهان بنگر تو بدکردار را
صنعهائی کاشف الاسرار را
گشت ساقی خواجه از آب حمیم
مرغلامان را وخوردند آن ز بیم
بعد ازان میراندشان در دشتها
میدویدندی میان کشتها
قی در افتادند ایشان از عنا
آب میآورد زیشان میوها
چونکه لقمان را درآمد قی زناف
می درآمد از درونش آب صاف

صوفی ای درخانقه از ره رسید
مرکب خود بر در آخر کشید
صوفیان درویش بودند و فقیر
"کاد فقران یکن کفراً کبیر"
از سر تقصیر آن صوفی رمه
خرفروشی در گرفتند آن همه
همدران دم آن خرک بفروختند
لوت آوردند شمع افروختند
ولوله افتاد اندر خانقه
کامشبان لوت وسماع است و دله
چند ازین صبر و ازین سه روزه چند
چند ازین زنبیل واین دریوزه چند
ماهم از خاقهم و جان داریم ما
دولت امشب میهمان داریم ما
وآن مسافر نیز از راه دراز
خسته بود و دید آن اقبال و ناز

Marfat.com

صوفیانش یک بیک بنواختند نرد خدمتهاش خوش میباختند
آن یکی پایش همی مالید و دست وآن یکی پرسیدش از جای نشست
وآن یکی افشاند گرد از رخت او وآن یکی بوسید دستش را و رو
لوت خوردند و سماع آغاز کرد خانقه تا سقف شد پر دود و گرد
دود مطبخ گرد آن پا کوفتن زاشتیاق و وجد جان آشوفتن
چون سماع آمد زاول تا کران مطرب آغازید یک ضرب گران
خربرفت و خربرفت آغاز کرد زین ترانه جمله را انباز کرد
زین ترانه پای کوبان تا سحر کف زنان خررفت و خررفت ای پسر
ازرهِ تقلید آن صوفی همین خربرفت آغاز کرده همچنین
چون گذشت آن نوش و آن جوش سماع روز گشت و جمله گفتند الوداع
خانقه خالی شد و صوفی بماند گرد از رخت آن مسافر میفشاند
رخت از حجره برون آورد او تا بخر بر بندد آن همراه جو
تا رسد در همرهان او می شتافت رفت در آخر خرخود را نیافت
گفت آن خادم به آبش برده است زانکه خر دوش آب کمتر خورده است
خادم آمد گفت صوفی خر کجاست گفت خادم ریش بین جنگی بخاست
گفت من خررا بتو بسپرده ام من ترا برخود موکل کرده ام
از تو خواهم آنچه میدادم بتو بازده آنچه که بسپردم بتو
گفت من مغلوب بودم صوفیان حمله آوردند بودم نیم جان
گفت گیرم کز توظلما بستدند قاصد خون منِ مسکین شدند
تو نیای و نگوی مرمرا کان خرت را میبرند ای بینوا
گفت والله آمدم من بارها تا ترا واقف کنم زین کارها
تو همی گفتی که خررفت ای پسر از همه گویندگان باذوق تر
باز میگشتم که او خود واقف است زین قضا راضیست مرد عارفست
گفت آنرا جمله میگفتند خوش مرمراهم ذوق آمد گفتنش
مرمرا تقلیدشان برباد داد که دوصد لعنت برآن تقلید باد

Marfat.com

گفت پیری مر طبیبی را که من | در زحیرم از دماغ خویشتن
گفت از پیریست آن ضعف دماغ | گفت در چشمم ز ظلمت هست داغ
گفت از پیریست ای شیخ قدیم | گفت پشتم درد می آید عظیم
گفت از پیریست ای شیخ نزار | گفت هرچه میخورم نبود گوار
گفت ضعف معده هم از پیری است | گفت وقت دم مرا دم گیری است
گفت آری انقطاع دم بود | چون رسد پیری دوصد علت شود
گفت پایم ست شد از ره بماند | گفت از پیریست در کنجت نشاند
گفت پشتم چون کمانی شد دوتا | گفت از پیریست این رنج وعنا
گفت تاریکست چشمم ای حکیم | گفت کز پیریست ای مرد علیم
گفت ای احمق برین بردوختی | از طبیبی تو همی آموختی
ای مدمغ عقلت این دانش نداد | که خدا هر درد را درمان نهاد
تو خر احمق زاندک مایگی | بر زمین ماندی ز کوته پایگی
پس طبیبش گفت کای عمر تو شصت | این غضب وین خشم هم از پیری است

سنائی

پسر احول از پدر پرسید | کای تو در های بسته را چو کلید
گفتی احول یکی دو بیند چون | من نبینم ازان چه هست فزون
احول ار هیچ کژ شمارستی | مه که بر چرخ دوست چارستی

داشت زالی به روستائی تکاو | مهستی نام دختری و سه گاو
نو عروسی چو سرو بن بالان | گشت روزی ز چشم بد نالان
زال گفتی همیشه با دختر | باد پیش تو مردن مادر
از قضا گاو زالک از پی خورد | سر خود را بدیگی اندر کرد
ماند چون پای مرده اندر دیگ | آن سر مرده رنگش اندر دیگ
گاو مانند دیوی از دوزخ | سوی زالک دوید از مطبخ

Marfat.com

زال پنداشت هست عزرائیل — بانگ برداشت از پی تحویل
ملک الموت، نه من مهستیم — من یکی پیرزالِ محتتیم
گر ترا مهستی همی باید — اینک اورا ببُر مرا شاید

فریدالدین عطار

گردی از آشوب گردشهای دهر — گرداز صحرا و کوه آهنگ شهر
دید شهری پُر فغان و پُر خروش — آمد از انبوهیِ مردم بجوش
آن یکی را از برون عزم درون — وان دگر را از درون میل برون
آن یکی را از یمین رو در شمال — وان دگر سوی یمین جنبش سگال
کرد مسکین چون بدید آن کاروبار — از میانه کرد جابریک کنار
گفت جا گر در صف مردم کنیم — جای آن دارد که خودرا گم کنیم
یک نشانه بهر خود ناکرده ساز — خویشتن را چون تو انم یافت باز
اتفاقاً یک کدوبودش بدست — آن کدو بهر نشان برپای بست
تاچو خودرا گم کند درشهر و کو — باز جوید چون ببیند آن کدو
زیرکی آن راز را دانست زود — در پیش افتاد تا جای غنود
آن کدو را حالیا زوباز کرد — برپی خود بست وخواب آغاز کرد
گرد چون بیدار شد دید آن کدو — بسته برپای کسی پهلوی او
بانگ بروی زد که خیزای مست کیش — کز تو حیران مانده ام درکار خویش
این منم یا تو نمی دانم درست — ورمنم چون این کدو درپای تُست
ورتوی ای من کجایم کیستم — در شماری می نیایم چیستم

مگر دیوانه ای می شد براهی — سر خر دید در پالیز گاهی
بدیشان گفت چون خرشد اکبر کوب — چراهست استخوانش بر سرچوب
چنین گفتند کای پرسندهٔ راز — برای آنکه دارد چشم بد باز
چو شد دیوانه زین معنی خبردار — بدیشان گفت کای مشتی جگر خوار

Marfat.com

گر آنستی کہ این خرزندہ بودی — بسی زین کارِ اورا خندہ بودی
شمارا مغز خر دادست ایام — از انست این سر خر بستہ درد ام
نکرد این زندہ چوب از پشت خود دور — چگونہ مردہ دارد چشم بد دور

(و) ہجو اور تنقید (Satire and Criticism)

ادب انسانی زندگی کی تفسیر ہے اور اس کا اصل مقصد ذہنی شائستگی اور تمدنی تعلقات کی پاکیزگی سے متعلق ہے۔ نیاز فتحپوری کے الفاظ میں "ادب حقیقتاً ایک ریکارڈ ہے ان تمام تجربات و احساسات کا جن سے ایک انسان اپنی زندگی میں دوچار ہوتا ہے"۔ ان تجربات واحساسات کی سچی تصویر پیش کرنا ادب کا فرض منصبی ہے اور تنقید زندگی کی صداقتوں کے افہام و تفہیم کا ذریعہ ہے۔ اس کا کام محیط ادب کی گہرائیوں تک پہنچنا ہے اور ان اعلیٰ قدروں کی وضاحت کرنا جو عام نظروں سے مخفی ہیں، تنقید کا بہترین مقصد ہے۔ ادب کے لیے قدریں متعین کرنا اس کا ایک اہم فرض ہے۔

بازار عکاظ میں عرب شعرا کے کلام پر صدر نشین کی بے لاگ رائیں ان کی رہنمائی کا بہترین ذریعہ تھیں۔ توصیف وتنبیہ کے اس عمل کو تقریظ کہتے تھے لیکن مرور ایام نے تقریظ کے مفہوم کو بدل ڈالا اور یہ بے لاگ تبصرہ نہ رہ کر صرف توصیف بن گئی یا صرف تذلیل۔ بعدہٗ لفظ تنقید کی اصطلاح کا رواج ہوا جو ان دونوں معنی پر حاوی ہے۔ اس کے لفظی معنی کھرے اور کھوٹے میں امتیاز پیدا کرنا ہے مگر اصطلاح میں کسی کی تعریفات اور ادبی کاوشوں کے اور بعض جگہ شخصیات اور ذاتیات کے بھی معائب ومحاسن کو ایک ایک کر کے دکھانا تنقید کہلاتا ہے۔ فن تنقید اسی کو کہتے ہیں جس میں دوسروں کے اعمال واقوال پر منصفانہ فیصلے صادر کیے جاتے ہیں۔ صحیح وغلط، اچھے اور برے اور حق و باطل کے درمیان فرق کرنے، وقتی معتقدات اور ذاتیات کو ملیامیٹ کرنے نیز صحیح مذاق پیدا کرنے کی کوشش کو تنقید کہتے ہیں۔ اس میں نہ صرف تنقیصی پہلو ہوتا ہے بلکہ توصیفی بھی۔ اس کا کام نہ صرف برائیوں کی مذمت کرنا ہے بلکہ اچھائیوں کا بھی صحیح طور پر ترجمانی کر کے ان میں ترقی دینا ہے۔

تنقید کو اکثر مذموم حرکت اور بغض وعداوت کا مظہر قرار دیا گیا ہے۔ بعض دل کا

Marfat.com

خیال ہے کہ غلطیاں معلوم کرنے کے فن کو تنقید کہتے ہیں۔ کسی کا خیال ہے کہ تنقیدی زاویۂ نگاہ ہمیشہ تذلیل پر آمادہ رہتا ہے۔ بعض اسے محتسب کی حیثیت عطا کرتے ہیں جو مجرمین کی تلاش میں گلی کوچوں کی خاک چھانتا پھرتا ہے۔ مشہور سیاستداں اور ماہر علم وادب لارڈ بیکن کو محی الدین قادری زور(۱) بالذاک کے مقولہ کا معتقد شمار کرتے ہیں۔ بالذاک کا قول ہے کہ نقاد وہی ہوتے ہیں جو ادب اور فنون لطیفہ میں کمال حاصل کرنے سے قاصر رہتے ہیں اور اپنی ناکامی کی تلافی یوں کی جاتی ہے کہ تنقید نگاری شروع کردیتے ہیں تاکہ جذبۂ قہر و غضب کو تسکین دے سکیں۔

ادبیات عالم میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ بعض شاعروں اور ادیبوں نے شہرت و عظمت کے فقدان میں، یا زمانہ کی ناقدری سے متاثر ہوکر قنوطیت کے غلبہ کے باعث یا دوستوں کو بلند رتبہ دیکھ کر جذبۂ رشک و حسد کے برانگیختہ ہونے پر تنقید نگاری کو اپنا شعار بنالیا اور مسخرہ پیشہ ہونے کو طلب علم پر فوقیت دی۔ فارسی شاعری میں انوری اور عبید زاکانی وغیرہ کے حالات زندگی سے اس نکتہ کی تائید وضاحت ہوتی ہے۔ انگریزی ادبیات میں بھی ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ الگزنڈر پوپ اپنے ہم عصر اور دوست ایڈیسن کے دامن کمال کو تحسین و آفریں کے خزانوں سے مالا مال پاکر تنقیدی اور ہجوی ادب کی طرف مائل ہوا۔ اس سے تنقید نگاری کے معیار و مقاصد کو قائم کرنے میں غلطی ہوسکتی ہے کیونکہ اس قسم کا ادب تنقیدی نہیں بلکہ ہجویہ ہے جس میں چیز، واقعہ، فرد یا جماعت و زمانہ کے صرف برے پہلوؤں پر ہی شاعروں یا ادیبوں کی نگاہ پڑتی ہے اور ان کی وضاحت کرکے اصلاح کی تمنا ظاہر کی جاتی ہے۔ لیکن تنقید کی گرفت خوب و زشت دونوں پہلوؤں پر محیط ہوتی ہے۔ تنقید ہمدردانہ ہوتی ہے اور توازن اس کی بڑی خصوصیت ہے۔

تنقید کا فرض فن کی عظمت کا صحیح اندازہ لگانا اور ساتھ ہی فنکار کی شخصیت کے تاریک پہلوؤں کو روشنی میں لانا ہے۔ یہ فنکار کی رہنمائی اور ادبی مذاق کی ترتیب و تہذیب کرتی ہے۔ اس لیے ناقدوں کا وجود ادب اور مذاق عامہ کی تہذیب و تزیہہ کے پیش نظر ایک فال نیک ہے۔ ان کی عدم موجودگی میں عوامی مذاق میں انحطاط و فساد پیدا ہوجانے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے کہ نہ صرف قوم کا اثر ادبیات پر پڑتا ہے بلکہ ادبیات بھی قوم کی زندگی کو متاثر کیے بغیر

---

(۱)۔روح تنقید از ڈاکٹر محی الدین قادری زور، ص ۴۲۔

Marfat.com

نہیں چھوڑتے۔ ناقد اپنی صدائے احتجاج کے ذریعہ مردہ مذاق میں بجلی کی رو پیدا کر دیتا ہے۔ ایک ہجو نگار بھی مذاق عامہ کی اصلاح کے کام کرتا ہے لیکن یہ منفی پہلو اختیار کرتا ہے اور نقائص و عیوب کا دلکش و جاذب بیان دے کر عوام کے ذوق طعن و تمسخر اور جذبۂ نفرت و غضب کو برانگیختہ کرتا ہے تاکہ عوام ان ذمائم سے نجات پا سکیں۔ یہ مذاق عامہ کا کوئی معیار قائم نہیں کرتا صرف عیوب و فسادات کی نشاندہی کرتا ہوا بڑھ جاتا ہے۔

تنقید ادب کو خود غرضی کی بھینٹ چڑھنے سے بچاتی ہے اس لیے کہ بعض لوگ ادب کو ذریعہ معاش بنا کر پیش کرتے ہیں یا کسی سے ذاتی عناد و مخاصمت کا اظہار کرتے ہیں اور پھر ادبی کارنامے کا ادبی جواب ملتا ہے۔ ان معرکہ آرائیوں میں قوم کا ادب ناپاک ہو جاتا ہے۔ اس قسم کی تمام بد عنوانیوں کو روکنا تنقید نگاری کا اعلیٰ مقصد ہے لیکن ہجو نگار ذاتی عناد و مخاصمت کی بنا پر شخص یا جماعت و زمانہ کی برائیاں بیان کرتا ہے گرچہ وہ صداقت پر مبنی ہوتے ہیں لیکن مبالغہ آمیزی سے کام لیا جاتا ہے تاکہ عوام کی توجہ حاصل کر سکے۔ اس طرح تنقید ایک قدم آگے بڑھ کر ان خرابیوں کو روکنے کا فرض انجام دیتی ہے اور عوام یا فنکار کی کمزوریوں یا دونوں کی باہم ناچاقیوں کو دور کرنے کی کوششیں کرتی ہے۔ تنقید میں ذاتی منافرت و شکایت کو دخل نہیں، اس کا فرض اولین ہے کہ وہ ہمیشہ غیر جانبدار ہو کر شخصی تعلقات اور ذاتی خیالات کی گرد سے بالکل پاک رہے۔ لیکن ہجو کے محرکات میں ذاتی منافرت اور شکایت ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔

"تنقید کا کام فیصلہ ہے، تنقید وضاحت ہے، صراحت ہے، تشریح ہے، تحلیل ہے، تجزیہ ہے۔ تنقید قدروں کا تعین ہی نہیں کرتی ہے بلکہ ادب اور زندگی کو ایک پیمانہ بھی دیتی ہے۔ ادنیٰ اور اعلیٰ، جھوٹ اور سچ، پست و بلند کے معیار قائم کرتی ہے۔ یہ ادب میں ایجاد کرنے اور محفوظ رکھنے دونوں کا کام انجام دیتی ہے۔ بت شکنی بھی کرتی ہے اور بتگری بھی"۔ یہ ہیں آل احمد سرور کے وہ خیالات جو انہوں نے مختلف ناقدین کی بحثوں سے اخذ کیے ہیں۔ ہجو بھی صداقت بیانی سے کام لیتی ہے اور حقیقی زندگی کے حالات و واقعات اور شخصی و اجتماعی کردار کو پیش کرتی ہے۔ لیکن اس کا انداز حاکم کا نہیں، منصف کا نہیں بلکہ ایک ظریف کا ہوتا ہے۔ وہ صداقت کو ہنستے ہنستے بیان کرتی ہے تاکہ ہجو کی نشتریت کا احساس نہ ہو سکے اور آسانی سے قبول کر لی جائے۔ اسے بھی عوام سے ہمدردی ہوتی ہے مگر یہ انہیں ناواقف شمار کرتی ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہجو گو عوام سے نفرت کرتا ہے اور اس کا مقصد اصلاح و علاج نہیں بلکہ

Marfat.com

صرف عوام کی دکھتی رگوں پر نشتر لگانا ہوتا ہے۔ انہیں دُکھانا اور برباد کرنا ہوتا ہے۔

ہجو کبھی ذاتی منافرت اور بغض و عداوت کی وجہ سے متحرک ہوتی ہے اور کبھی احساس کمتری اور زمانہ کی ناانصافی ہجو گو کو آمادہ بہ پیکار کرتی ہے۔ ہجو نگار کبھی ذمائم و عیوب اور اخلاق و عادات کے فسادات کا مضحکہ اڑاتا ہے اور کبھی ان بدعنوانیوں کی اصلاح اس کا مقصد ہوتا ہے جبکہ تنقید ذاتی جذبات و تعلقات سے بے نیاز، فنکار کے احساس کمتری اور دیگر نقائص پر حاوی ہوتی ہے۔ یہ ذمائم و عیوب کا مذاق نہیں اڑاتی بلکہ صحیح راستہ سے آگاہ کرتی ہے۔ غلطیوں کی طرف انگشت نمائی کرتی ہے اور اچھائیوں کو بھی زیر بحث لاتی ہے۔ اصلاح و علاج اُس کا بھی مقصد اور اصلاح و علاج اس کا بھی مقصد۔ فرق طریقۂ کار کا ہے۔ ایک جج، حاکم، منصف اور خضر راہ کی حیثیت رکھتی ہے دوسری عیب گو اور نکتہ چیں کی۔ ہجو گو بھی معلم اخلاق ہوتا ہے اور ناقد بھی مگر ناقد صرف معلم اخلاق ہی نہیں وہ مبصر بھی ہوتا ہے اور جج بھی۔ تنقید میں جوش اور جذبے کی بہت کم ضرورت ہے، اچھی تنقید میں جذبہ کو ایک نازک، پختہ اور مہذب احساس کا نکھار مل جاتا ہے اس لیے اچھی تنقیدیں محض تخریبی نہیں ہوتیں وہ حسن و قبح کا معیار قائم کرتی ہیں۔ ہجو ایک قسم کی تنقید ہے ایک قسم کا عمل جراحی ہے، اس میں چیزوں کے برے پہلو نمایاں کر کے دکھائے جاتے ہیں۔ یہاں تنقید کا اعتدال قائم رکھنا دشوار ہوتا ہے اس لیے کہ چیزوں کے اچھے پہلو خود بخود نظرانداز ہو جاتے ہیں یا پھر برے پہلو اس قدر چمکا کر پیش کیے جاتے ہیں کہ اچھے پہلو کا ماند پڑ جانا ایک فطری امر ہوتا ہے اور ایک عام قاری کی نظر ان تک نہیں پہنچ پاتی۔ ہجو کا یہ رخ ہے جو بے دردی لیے ہوئے ہے، اس میں شدت اور تیزی ضروری ہے۔ اس کے نشتر کسی قدر نوکیلے ہوتے ہیں۔ اس میں جتنی شدت ہوتی ہے اتنی ہی وہ کامیاب اور بھرپور سمجھی جاتی ہے۔ ہجو کی یہ شدت، نشتریت کی تیزی، بے دردی اور تلخی ایک اچھے اور بڑے مقصد کے لیے ہوتی ہے۔ ادب میں اس کی اہمیت اس کی مقصدیت کی وجہ سے ہے اور یہی مقصدیت ہے جس کی وجہ سے ہجو کی تلخی اور طنز کی نشتریت گوارا کر لی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے طنز، عام ادبی تنقید سے بلند تر ہے۔ شوکت سبزواری کے الفاظ میں "تنقید استحسان ہے اور طنز (ہجو کے معنی میں) تحسین"۔

تنقید اپنی غیر مہذب اور ابتدائی حالت میں ہجو ہی ہوا کرتی ہے۔ انسانی جذبات اور نکتہ سنجی ودانائی کو احساس کے تاریک گوشوں سے نکلنے اور غیر مادیت، آفاقیت و علیحدگی کا مقام

Marfat.com

حاصل کرنے میں بے شمار مراحل طے کرنے ہوتے ہیں۔اگر جذبات کی پیچیدگیوں، اس کے آغاز، اظہار اور انجام کا انعکاسی تجزیہ کیا جائے تو اس کا ایک سرا سرخ اور دوسرا بنفشی رنگ کا نظر آئے گا یعنی سرخ سرا دشنام اور ہجو قبیح ہے جو طنز و رمز کے لطیف بنفشی رنگ پر اختتام پاتا ہے۔ یہی قبیح قوی بنفشی رنگ تنقید ہے اور سرخی، بلاواسطہ دشنام یا سرزنش، جس میں فن کی وجہ سے کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ گویا خالص تنقید ہجو کی ایک مہذب ترین شکل ہے جو اپنے ارتقائی منازل میں دشنام یا ہجو پر ختم ہوتی ہے۔

ہجو کا مزاح و ظرافت اور تنقید سے تعلق اس طرح ہے کہ مزاح، ہجو کا ایک آلہ کار بھی ہے اور جہاں خالص مزاح ہوتا ہے وہ ہجو کے رتبہ کو نہیں پہنچتا اس لیے کہ اسکا مقصد جہاں صرف تفنّن طبع اور مردہ دلوں کے لیے سامان فرار اور عیش و آسائش مہیا کرنا ہے وہاں ہجو اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر فرد و جماعت کے عیوب پر الزام کے نشتر لگا کر ان کی جراحی اور اصلاح و علاج کرتی ہے۔ ان کے ذمائم اور امراض کو مورد طعن و طنز قرار دے کر اس کی درستگی کے حوصلے رکھتی ہے۔ تنقید ہجو سے زیادہ مہذب اور سائستہ فن ہے جو نہ صرف ادنیٰ اور مذموم گوشوں کا انکشاف کرتی ہے بلکہ محاسن کو بھی منور کرتے ہوئے ادب یا زندگی کا معیار قائم کرتی ہے۔ مقصد اس کا بھی اصلاح ہی ہوتا ہے۔

(ز) ھجو، مزاح و ظرافت اور طنز کے عوامل

(Factors of Satire, Humour and Irony)

(ا) تحریف اور تقلیب خندہ آور
(Parody and Burlesque)

تحریف یا پیروڈی مزاح نگاری کا ایک حربہ ہے لیکن یہ صرف مزاح سے ہی متعلق نہیں بلکہ ہجو نگار بھی اس حربہ سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ تحریف نہ صرف یہ کہ ہجو و مزاح کا ایک آلہ کار رہی ہے بلکہ یہ ادب کی ایک مخصوص صنف بھی ہے۔

پیروڈی یا تحریف کسی تصنیف یا کلام کی ایک ایسی لفظی نقالی ہے جس سے اس تصنیف

Marfat.com

یا کلام کی تضحیک ہو سکے ۔اپنے عروج پر اس کا مقصد ادبی یا نظریاتی خامیوں کو منظر عام پر لانا ہوتا ہے لیکن اس کے علاوہ یہ حالات زمانہ کا مضحکہ اڑاتی، کسی بلند پایہ مضمون کو خفیف مضمون میں تبدیل کرتی یا محض لفظی تبدیلیوں سے تفریح طبع کا سامان بہم پہونچاتی ہے۔

پیروڈی کسی ادبی تحریر یا سٹائل کی تقلید ہوتی ہے لیکن ہر تقلید پیروڈی نہیں کہی جائے گی۔اگر کسی طرز نگارش کو قابل تعریف سمجھ کر اس کی پیروڈی کی جائے تو یہ پیروڈی نہ ہوئی اسی طرح اگر کسی ادبی نمونہ کو اچھا سمجھ کر اس کی تقلید کی کوشش کی جائے مگر نقل میں اصل کے محاسن پیدا نہ ہو سکیں اور نتیجہ مضحک ہو جائے تب بھی اس پر پیروڈی کا اطلاق نہ ہوگا۔

پیروڈی کا اطلاق صحیح طور پر اس ادبی تقلید پر ہوگا جس میں کسی طرز نگارش یا طرز فکر کی کمزوریوں کو نمایاں کیا جائے۔اس لحاظ سے پیروڈی تنقید کی ایک لطیف قسم ہے اور بسا اوقات عام تنقید سے زیادہ موثر اور کارگر۔بعض ادبی کمزوریاں اپنی باریکی کی بنا پر عام نظروں سے پوشیدہ رہ جاتی ہیں یا بار بار کے مشاہدے سے لوگ اس کے عادی ہو جاتے ہیں۔جبکہ پیروڈی کے آئینے میں یہ کمزوریاں صاف نظر آنے لگتی ہیں جن سے نگاہ چرانا ناممکن ہوتا ہے۔ پیروڈی کرنے والا ان کو اس پس منظر سے نکال کر جہاں ان کی نظریں عادی ہو چکی ہوتی ہیں ایسی ترتیب میں پیش کرتا ہے جہاں ان کا بے تکاپن محسوس ہوئے بغیر نہیں رہتا۔اس کے ساتھ ساتھ ظرافت کی چاشنی تنقید کے پھیکے یا کڑوے گھونٹوں کو گوارا بنا دیتی ہے۔اور ان خامیوں پر ہم رونے کے بجائے ہنستے ہیں۔لارڈ بائرن (Lord Byron) کا قول ہے:

" And if I laugh at any moral thing,

It's that I may not weep."

(اگر میں کسی اخلاقی ناھمواری پر تبسم ریز ہوتا ہوں تو ایسا اس لئے ہے کہ وہ گریہ آور نہیں)۔

انسان نے مصائب کی شدت کو برداشت کرنے کی غرض سے ہنسی پیدا کرنے کے مختلف طریقے ایجاد کیے اور ہنسی کا ایک عام نظریہ یہ ہے کہ ہمیں عدم ہم آہنگی یا ناہمواری و تضاد پر ہنسی آتی ہے۔

تحریف (پیروڈی) اصلاح کا ایک کامیاب حربہ ہے۔ تسلیم شدہ ادبی قدروں سے انحراف کرنے والے بے راہ رو ادیبوں کو راہ راست پر لانے کے لیے پیروڈی کا وسیلہ اختیار کیا جاتا ہے یا کیا جا سکتا ہے لیکن یہ کوئی ضروری نہیں کہ ہمیشہ اعلیٰ اصلاحی مقصد ہی پیروڈی کا

Marfat.com

محرک ہوتا ہے۔

کبھی کبھی دوسروں کی کمتری اور تذلیل ہمارے جذبۂ خود پسندی کو تسکین دیتی ہے اور پیروڈی میں ہمارے لیے دلچسپی کا سامان فراہم کیا جاتا ہے لیکن ہر پیروڈی کا محرک اس کو قرار نہیں دیا جاسکتا ایسا ممکن ہے کہ ہنسی کی اکثر صورتوں میں یہ جذبہ شعوری یا غیر شعوری طور پر کام کرتا ہو۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی شاعر کے سامنے اس کے اشعار کی ہی پیروڈی پیش کی جائے اگر وہ عالی ظرف ہوگا تو ضرور اس سے لطف اندوز ہوگا۔ اس صورت میں کسی دوسرے کی تذلیل یا خود پسندی کے جذبے کی تسکین کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ یعنی پیروڈی کبھی اصلاحی و تعمیری ہوتی ہے کبھی تفریحی اور کبھی تخریبی۔

چنانچہ پیروڈی کے مقصد کا تعین کرنے والوں میں خاصا بُعد باہم ہے۔ بعض کے نزدیک تحریف کا مقصد نہ صرف معاصر ادیبوں کی بے اعتدالیوں کو روکنا اور ان کی اصلاح کرنا ہے بلکہ زندگی کی ناہمواریوں کو ہدف ہجو و طنز بھی بنانا ہے۔ دوسروں کے نزدیک تحریف صرف تفریح پر مبنی ہے اور اس کا مقصد بجز تفریح اور کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر داؤد رہبر کی رائے بڑی اہم ہے کہ ان دونوں گروہوں کو ایک طرح کا سمجھوتہ کرلینا چاہیے۔ وہ یہ کہ گروہ اول اصلاحی تنقید کی شرط چھوڑ دے اور گروہ ثانی تفریح محض کی۔ بعض اوقات تجدّد کی غیر ضروری تیز دھار کو روکنے یا نئی بے راہ روی کو اعتدال پر لانے کے لیے پیروڈی ایک موثر وسیلے کا کام کرتی ہے اور کبھی کسی نمایاں اخلاقی یا اصلاحی مقصد کا حامل ہونے کی بجائے پیروڈی ایک دوسری اہم غرض یعنی زندگی کو توازن بخشنے کا فرض بھی انجام دیتی ہے۔ جب ہم جذباتیت کی رو میں بہتے ہوتے ہیں اپنے رجحانات اور میلانات کے یکطرفہ پن میں کھو جاتے ہیں اور اپنے خیالات و جذبات کی شدت پسندی میں اپنے نقطۂ نظر کے علاوہ کسی اور نقطۂ نگاہ کا تصور بھی نہیں کرتے، اس صورت حال میں پیروڈی ہمارے جذبات کی تقدیس پر ضرب لگاتی ہے، ہمارے معتقدات کے اصنام کو چکنا چور کردیتی ہے اور ہماری اہمیتوں کے مقابلہ میں نہایت ہی غیر اہم چیزیں پیش کر کے ہمارے نقطۂ نظر کی شدت پسندی کا مذاق اڑاتی ہے۔

پیروڈی ہجو کا ایک اہم مزاحیہ، تشفی بخش اور مؤثر طریقہ کار ہے۔ موضوع بیان اور طرز ادا کے اعتبار سے پیروڈی دو قسم کی ہوتی ہے۔ جب ہم پیروڈی کا تصور کرتے ہیں تو ہمارا ذہن اصل تخلیق اور اس کی تحریفانہ نقل کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اس کی ظاہری حالت بالکل اپنی اصل

Marfat.com

سے مشابہت رکھتی ہے۔ وزن، قافیہ اور بحر میں کوئی الٹ پھیر نہیں کیا جاتا۔ لیکن ان الفاظ کے پس پردہ خیالات میں نمایاں فرق ہوتا ہے بلکہ بالکل تضاد ہوتا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خفیف سی ظاہری تبدیلی لاکر معانی و مطالب میں ایک عظیم تبدیلی پیدا کردی جاتی ہے۔ پھر اس کا انداز بھی مزاحیہ ہو جاتا ہے۔ فنی تحریف اور فکری تحریف کو اکثر الگ کر کے پیش کیا جاسکتا ہے۔

ہجو نگاروں نے تمام اہم موضوعات سخن کی تحریف کی ہے۔ صنف کی اہمیت کی مناسبت سے پیروڈی بھی زوردار، مؤثر اور مقبول بن جاتی ہے۔ سنجیدہ ادبی موضوعات کی ہجو پیروڈی کے ذریعہ کرنے کے دو نمایاں طریقے ہیں۔ ایک نظم رزمیہ کی مضحک پیروڈی اور دوسرے تقلیب خندہ آور (Burlesque)۔ رزمیہ نظم کی پیروڈی کرنے والا فنکار سنجیدگی کا اظہار کرتا ہے۔ وہ پرشکوہ اور پاکیزہ الفاظ و انداز کا استعمال کرتا ہے۔ طرز ادا رفیع اور اعلیٰ ہوتی ہے جس میں انوکھی تشبیہوں کا التزام کیا جاتا ہے اور فن بلاغت کے دوسرے اصولوں کی پیروی کی جاتی ہے۔ ایسی بحریں استعمال کی جاتی ہیں جو اس صنف خاص کے سنجیدہ موضوع کے لیے ضروری اور مناسب ہیں۔ تحریف نگار بلند حوصلوں کا حامل ہوتا ہے۔ اس کا نصب العین بہت اونچا ہوتا ہے اور سنجیدہ ادب کے قبول عام پر اسے رشک ہوتا ہے۔

عہد مغلیہ کے ایک ہندوستانی شاعر جعفر زٹلی نے "رستم نامہ" کے عنوان سے ایک رزمیہ مثنوی شاہنامۂ فردوسی کے طرز پر نظم کی، اس مثنوی کی شان نزول یہ ہے کہ ایک موقع پر کوکلتاش خان نے غنیم کو سخت شکست دی اور بہت کچھ مال غنیمت پایا۔ مال غنیمت کا ایک نصف خزانۂ شاہی میں بھیج دیا اور دوسرا حصہ سپاہیوں میں تقسیم کردیا۔ بیچارے میر جعفر سپاہی تو تھے نہیں کہ کچھ ان کو بھی ملتا لہذا انہیں سخت رنج ہوا اور نواب کے حضور پہنچ کر عرض کیا کہ مجھ کو بھی حصہ دیجیے، جواب ملا کہ تم سپاہی نہیں، مرد میدان نہیں پھر حصہ کیسا؟ خیر، جعفر اس وقت تو خاموش ہو گئے مگر دوسرے دن اپنا تصنیف کیا ہوا "رستم نامہ" لے کر پہنچے اور نواب کی اجازت سے سنانا شروع کیا:

من آن رستم وقت روئین تنم — کہ دہ پاپڑ پختہ را بشکنم
کنم روزن اندر چپاتی بہ تیر — برآرم دما را ز سرمور پیر
کشم گردن پشہ را در کمند — مگس چند را مندر آرم بہ بند
بپوشم اگر جوشن جنگ را — ہزیمت دہم پنۂ لنگ را

Marfat.com

بصد حملہ بال مگس برکنم　　قطار دوصد مور برہم زنم
اگر برزنم پنجہ در دال بھات　　فتد ہیبت وخوف من درجہات
بدوزم برمح وسنان دودھ را　　شگافم بچنگال فالودہ را
درین دور ثانی کہ رستم منم　　بتاشہ بگرز گران بشکنم
بہنگام خشم و تردّد تلاش　　کنم غرق انگشت دردال ماش
من آن شہسوارم کہ روز نبرد　　برآرم بیک مشت از پنبہ گرد
چنان بکسلم رشتۂ خام را　　کہ سازم خجل رستم وسام را
من آنم اگر اسپ جولان کنم　　چہل خانۂ موش ویران کنم
چقر سازم از خنجر آبدار　　بحلوہ و جغرات در وقت کار
اگر برکشم تیغ تدبیر را　　ببرم سرشیر تصویر را
تہمتن منم گرکشم تیغ خشم　　تراشم بدوضرب یک موی پشم
نہ آنم کہ بگریزم گورخر　　بگورش کنم سینہ از خود سپر
بنام و نشان جعفر دردمند　　چو گور خر آوازۂ من بلند
اگر بشنود شوم آواز من　　کند نزع ز آواز دمساز من
فتد لرزہ از من دراندام شوم　　کنم زہر پیوستہ درکام شوم
سر ممسکان بر بہ سردار بہ　　ببردار بہ بلک درغار بہ
بترسد دل شوم از شاعران　　چو از باز و شاہین دل طائران
زمن شوم بگریزد از خوف فکر　　چو از ہیبت گیر نہ سالہ بکر
چو بیند مرا شوم تھر تھر کند　　چو از گربہ مرغی کہ کڑ کڑ کند
اگر بنگرد صورت من بخیل　　گریزد چو از گردگان زاغ و فیل
باین وصف آلودۂ خون و ریم　　لئیم است عبدالرحیم سقیم
سخن را زر و سیم دریای فیض　　کند شوم پنہان زر خود چو حیض
بیا جعفر این قصہ کوتاہ کن　　بہ سمت جناب سخی راہ کن

عجیب اتفاق ہے کہ جب میر جعفرز ٹلی یہ فخریہ رجز سنارہے تھے اور لوگ اس سے

Marfat.com

محظوظ ہو رہے تھے ٹھیک اسی وقت خبر آئی کہ مغلیہ فوج مغلوب ہو کر دشمنوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئی ہے۔ کوکلتاش خاں کو بڑا صدمہ ہوا اور ایسے بگڑے کہ میر صاحب کو نکلوا دیا اور میر صاحب کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ فارسی میں اس قسم کی پیروڈی کی بہت مثالیں ہیں۔ عبید زاکانی کی مثنوی "موش و گربہ" بھی ایسی ہی پیروڈی ہے جس کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا۔

تحریف ہی کی ایک قسم تقلیب خندہ آور بھی ہے۔ تحریف کی طرح یہ بھی لفظی نقالی ہے لیکن جہاں تحریف کے پیش نظر بالعموم اصل کی تضحیک ہوتی ہے وہاں تقلیب خندہ آور کا مقصد سوا اس کے کچھ نہیں ہوتا کہ کسی ادب پارے کو دوبارہ اس انداز سے پیش کیا جائے کہ مزاح کی تخلیق ہو سکے۔ اسٹیفن لیکاک لکھتا ہے:

"To Burlesque any thing means to make fun out of it, not of it(1)"

اور انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا میں اس طرح تحریر ہے (۲):

" A comic imitation of a serious literary work, in which heroes behave like clowns and gods, like the lowest men. It is closely related to parody in which the language and style of an author, poem or other work is mimicked, burlesque relies more on an extravagent incongruity between a subject and its treatment, and its effects are in general broader and coarser."

نیو اکسفورڈ ڈکشنری میں مرقوم ہے کہ پیروڈی کو کسی مصنف کی تخلیق تک محدود ہونا چاہیے اس طرح کہ ان کے پیش نظر اصل مزاحیہ انداز میں تنقید ہو لیکن تقلیب خندہ آور ایک وسیع تر چیز ہے جو کسی مصنف کے عام انداز یا کسی جماعت کی خاصی نہج کی نقل اتارتی ہے محض اس لیے کہ جذبۂ مزاح و تمسخر کو تحریک ہو (۳)۔ تقلیب خندہ آور کا لکھنے والا عامیانہ الفاظ کا استعمال کرتا ہے اس کے عامیانہ الفاظ اور غیر جاذب تشبیہوں سے ہجو کا مقصد پورا ہوتا ہے۔ یہاں فصیح و بلیغ زبان کا استعمال روا نہیں۔

حافظ کے بعد فارسی شاعری میں ایک سکون پیدا ہو گیا۔ ان کے بعد کے آنے

---

(1) - Humour and Humanity by Stephen Leacock, p.65

(2) - Encyclopaedia Britannica - Vol, iv, p.434

(3)- New Oxford Dictionary, p. 22

Marfat.com

والے شعرا انہیں کی تقلید کرتے رہے مگر حافظ جیسی بات نہ پیدا ہوئی۔ البتہ دو شاعروں نے ہزل، ہجو اور ظرافت کے میدانوں میں خوب جولانیاں دکھائیں۔ انہوں نے تحریف کو اپنایا اور جو کچھ کہنا تھا اسی رنگ میں کہا۔ یہ ہیں عبید زاکانی اور ابو اسحاق اطعمہ۔

تحریف کی ابتدا فارسی میں عبید زاکانی سے ہوئی اس نے اپنے زمانے کے اخلاق فاسدہ پر فقرے کسے اور بات سے بات پیدا کی۔ عبید زاکانی نے تحریف کا سہارا لے کر بعض فارسی شعرا کے کلام کا اس طریقہ سے مضحکہ اڑایا ہے کہ خود ان شعرا کی تضحیک ہو سکے۔ براؤن کے قول کے مطابق ان تحریفات میں سے بیشتر نچلے درجے کی ہیں اور اہل فارس انہیں قدر کی نگاہوں سے نہیں دیکھتے۔ البتہ طنزیات و مضحکات کے ضمن میں عبید زاکانی کی بعض تالیفات یقیناً قابل قدر ہیں۔ مثلاً "اخلاق الاشراف" میں انہوں نے زمانے کے پست اور غیر اخلاقی رجحانات پر زوردار طنز کی ہے۔ اسی طرح انہوں نے تحریفات میں بعض چھپی ہوئی بے اعتدالیوں کو منظر عام پر لانے اور سماج کے بعض مخصوص میلانات کو ہدف طنز بنانے کی کوشش کی ہے۔ عبید کی دوسری تالیفات "رئیس نامہ" اور "موش و گربہ" بھی طنز و مزاح کے سلسلے میں قابل ذکر ہیں۔

عبید زاکانی کے بعد نویں صدی ہجری کے آغاز میں ابو اسحاق اطعمہ شیرازی پیدا ہوا۔ یہ ایک اہم اور معروف تحریف نگار ہے۔ اس نے بہت سے فارسی شعرا کا کلام تحریف کیا ہے اور اپنی تحریفات میں التزاماً کھانوں کے نام گنوائے ہیں اور طعام ہی کی رعایت سے اپنا تخلص "اطعمہ" اختیار کیا۔ اس نے اپنی تحریف میں نہایت اچھوتے انداز میں شاعروں اور صوفیوں پر چوٹیں کیں۔ اس کا کلام اکثر و بیشتر "ہمہ اوست" کے فلسفے کے خلاف ایک طرح کی بغاوت ہے۔ رضا قلی ہدایت لکھتا ہے کہ وہ شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی کا مرید تھا مگر اس کے باوجود اس نے ان کے کلام کی بھی تحریف کی۔ شاہ نعمت اللہ کا مشہور قطعہ ہے:

گوہر بحر بیکران مائیم — گاہ موجیم وگاہ دریائیم
ما بدین آمدیم در دنیا — کہ خدای را بہ خلق بنمائیم

اطعمہ نے اس کی یوں تحریف کی:

رشتۂ لاک معرفت مائیم — گاہ خمریم وگاہ بغرائیم
ما ازان آمدیم در مطبخ — کہ بہ ماہیچہ قلیہ بنمائیم

Marfat.com

جب پیر طریقت نے اس سے پوچھا کہ کیا تو رشتۂ لاک معرفت ہے تو اس نے جواب دیا "جب میں اس قابل نہیں کہ اللہ کی باتیں کروں پھر میں نعمت اللہ (رزق) کی باتیں کیوں نہ کروں؟۔"

ابو اسحٰق کا لقب حلاج ہے۔ اور یہ پیشہ کا دُھنیا تھا۔ ایک مرتبہ کئی روز تک شہزادہ اسکندر (تیمور کے پوتے اسکندر بن عمر شیخ مرزا) کی مجلس میں حاضر نہ ہوا۔ اسکندر کے یہ پوچھنے پر کہ اتنے دن کہاں رہے؟ جواب دیا کہ ایک روز روئی دھنتا ہوں اور تین روز ڈارھی میں سے روئی چنتا ہوں (۱)۔ اور یہ شعر پڑھا:

منع مگس ام پشمک قندی کردن
ازریش حلاج پنبہ برداشتن است

طعام کے سلسلہ میں اس کی یہ رباعی بہت ہی دلچسپ ہے:

گویند کہ دراد طبقی سیم پراز زر
نرگس کہ شبیہ است بچشم خوش دلبر
درریدہ اسحاق نہ زردارد و نی سیم
شش نان تنک دارد و یک صحن مزعفر

فردوسی رزمیہ نگاری کا بادشاہ ہے۔ اطعمہ نے فردوسی کے اسلوب کی تحریف کرتے ہوئے ایک "جنگ نامۂ مزعفر و بغرا" لکھا۔ یہ نظم مضحک رزمیہ (Mock heroic) کی صنف سے تعلق رکھتی ہے جو انگلستان میں اواسط عہد وکٹوریہ میں بہت رائج تھی اور جس کے ذریعہ اس عہد کے تحریف نگار سابق رومانی تصانیف کا مضحکہ اڑایا کرتے تھے۔ اطعمہ کی یہ تحریف فردوسی کے کلام کی نہیں بلکہ اسلوب کی تحریف ہے:

بنام روان بخش روزی رسان
کہ رزق آفرین ست پیش از روان
مرتب کن قوت قبل از وجود
پیابی دہ نغمہ از خوان جود
خورانندۂ مرغ وماہی ونان
رسانندۂ دستہا در دھان
چنانش بہ روزی دہی اہتمام
بود از سر لطف وانعام عام
کہ چون طفل آمد ز مادر پدر
عسل در دھان دیدو روغن بہ سر

اس کے بعد مزعفر کے میدان جنگ میں جانے کا واقعہ ہے:

---

(۱)- مرأۃ الخیال، ص ٦٢۔

Marfat.com

در آمد مزعفر بہ میدان دلیر | بہ شہدی چو شیرہ برنگی چو شیر
زخوف گزند و زبیم ضرر | زنان کردہ بریان بہ پیش سپر
دران جمع مدح خود آغاز کرد | سر سفرۂ فضل را باز کرد
بگفتا منم سفرہ آرا بعید | کہ باد از زُخم زخم کاچی بعید
بجمع عروسی دہم شرح نور | بہ ماتم رسیدہ درآرم سرور
زمن می رسد شام نوری بہ شمع | زمن چاشت آید حضوری بجمع
ازان سفرۂ نان زمن روشن است | کہ در سفرہ ام حلقہ پی روزن است
اگر مرغم از بیضہ آید بدر | روان برکند چشم بغرا ز سر
اگر از ہری لشکر آرد نخود | دگر از خراسان بخواہد مدد
چنانش فرستیم برسیتان | کہ گریند بروی ہمہ دوستان

ابواسحٰق کی ایک مثنوی شیخ سعدی کی مثنوی کے جواب میں ہے۔ شیخ نے مناظرہ وسوال وجواب کے پیرایہ میں جنگی واردات کا نقشہ کھینچا تھا اطعمہ کی مثنوی کا آغاز ان ابیات سے ہے:

برکنار سفرۂ صاحب دلی | چون نشست افتاد اورا مشکلی
لوت خاران دید پیرامون خوان | مرغ و ماقوت و مزعفر درمیان
قلیہ پیش ماستہا بنہادہ سر | نان و بریان دست باہم درکمر
فرنی و پالودہ رو در روی ہم | رشتہ و لوزینہ ہم زانوی ہم
درمیان قوتی بہم برگشتہ بود | کز بیانش عقل کل سرگشتہ بود
چرب وشیرین بود و از حلوہ نبود | پایش از سرسر زپا پیدا نبود
اجنبی افتادہ برخوانی چنان | چون فقیری درمیان منعمان
سربسر اجزای او بی استخوان | روغنش چو خون اندر رگان
چرب ونرم وگرم وخوشخوار آمدہ | محرم ہر صاحب اسرار آمدہ ۔۔۔۔ الخ

سعدی کے مشہور بہاریہ قصیدہ کا مطلع:

بامدادان کہ تفاوت نکند لیل ونہار | خوش بود دامن صحرا و تماشای بہار

اطعمہ کی تحریف:

بامدادان کہ بود از شب مستیم خمار | پیش من جز قدح بورک پر سیر میار

Marfat.com

سعدی:

آنکه باشد کہ نبندد کمر طاعت او   جای آنست کہ کافر بگشاید زنار

اطعمہ:

کافراز جوشش زناج بہ بیند در جوش   جای آن است کہ دردم بگشاید زنار

سعدی:

ارغوان ریختہ بردرگہ خضرای چمن   ہمچنانست کہ برتختۂ دیبا دینار

اطعمہ:

اندران لحظہ کہ نان کردہ بسر سفرہ نہند   بہ از انست برتختۂ دیبا دینار

سعدی:

تواضع زگردون فرازان نکوست   گدا گر تواضع کند خوی اوست

اطعمہ:

شکم پر ز حلوہ و بریان نکوست   عدس گر شکم برکند خوی اوست

اسی طرح خواجہ حافظ کے اشعار کی پیروڈی لطف سے خالی نہیں۔

حافظ:

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مارا   بخال ہندوش بخشم سمرقند وبخارا را

اطعمہ:

بہ پیشم گر فراسانی گر آری صحن بغرارا   ببوی قلیہ اش بخشم سمرقند و بخارارا

حافظ:

یار اگر ننشست باما نیست جای اعتراض   پادشاہی کامران بود از گدایان عارداشت

اطعمہ:

گرمزعفر باعدس ننشست جرم سفرہ نیست   پادشاہی کامران بودا زگدایان عارداشت

Marfat.com

حافظ:

گوشہ گیری وسلامت ہوسم بود ولی　　فتنہ ری میکند آن نرگس فتان کہ مپرس

اطعمہ:

روزہ داری وقناعت ہوسم ہست ولی　　چشمکی میزند آن برہ بریان کہ مپرس

حافظ:

کس بامید وفا ترک دل و دین مکناد　　کہ چنانم من ازین کردہ پشیمان کہ مپرس

اطعمہ:

کس ببالای مزعفر مکناد آش تراش　　کہ چنانم من ازاین کردہ پشیمان کہ مپرس

حافظ:

جہان وکار جہان جملہ ہیچ در ہیچست　　ہزار بار من این نکتہ کردہ ام تحقیق

اطعمہ:

بغیر قلیہ برنج این طعامہا ہیچست　　ہزار بار من این نکتہ کردہ ام تحقیق

خاقانی:

پس از سی سال این معنی محقق شد بہ خاقانی　　کہ سلطان نیست درویشی و درویشی است سلطانی

اطعمہ:

پس از سی سال بواسحق شد تحقیق این معنی　　کہ بورانیست بادنجان و بادنجان بورانی

اطعمہ کے ذیل کے دو اشعار بھی دلچسپی سے خالی نہیں:

من آن نیم کہ ز حلوا عنان بگردانم　　کہ ترک صحبت شیرین نہ کار فرہاد است

خور در رواق ازرق چون رو نہد بہ زردی　　یاد آیدم مزعفر در صحن لاجوردی

یوروپی معیار پر پرکھتے ہوئے ایک لحاظ سے اطعمہ کو صحیح معنوں میں تحریف نگار سمجھا جاسکتا ہے اس لیے کہ اس کے یہاں فکری تحریف و تنقید کا عنصر پایا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ عنصر

Marfat.com

پوری طرح ظہور نہیں پاسکا۔ اس نے متقدم عارفانہ شعرا کے کلام یا فکر پر صاف لفظوں میں تنقید نہیں کی لیکن اس کی تحریفات میں تنقید مضمر ہے اور جیسا کہ گزشتہ سطور میں عرض کیا گیا اطعمہ کی تحریف نگاری دراصل صوفیانہ اور ہمہ اوستی کے خلاف ایک بغاوت تھی۔

ابواسحٰق کے متعلق ایک قصہ مجمع الفصحا میں بیان ہوا ہے کہ یہ شاہ نعمت اللہ کرمانی کا مرید تھا اس کے باوجود اس نے ان کے کلام کی تحریف کی۔ اس تحریف پر شاہ کے سوال اور اطعمہ کے جواب میں یہ اعتراض مضمر ہے کہ ابواسحٰق روحانی بلند فکری کی ہمت نہیں رکھتا بلکہ یہ طنز بھی پوشیدہ ہے کہ عارفین صرف دکھاوے کے عارف ہیں اور خدا تک پہنچنا ان کے بس کی بات نہیں۔ اس کا کلام دیکھنے پر ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ نعمت اللہ اور دیگر عارف شعرا کی تحریفات کا محرک صرف نقطۂ نظر کا اختلاف تھا۔ جب ان بزرگوں نے ترک دنیا، ریاضت، عشق مجازی و حقیقی، وجدان اور تصوف کے مسائل پر خامہ فرسائی کیں تو ابواسحٰق نے اپنا گریزی ردعمل پیش کیا اور اس نے اکل و شرب و دنیا پرستی کو مقصد زندگی قرار دے کر اس نظریہ کی وضاحت کی کہ ''زیستن از بہر خوردن است'' اور یہ کہ ''خوردن برای زیستن، وذکر کردن است'' گویا جسمانی خواہشات کی تکمیل مقدم ہے اور روحانی فکر کا جھمیلا غیر ضروری۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جہاں ابواسحٰق نے شاہ نعمت اللہ، سعدی و حافظ وغیرہ کی غزلوں کی زمین بھی اپنی تحریفوں میں قائم رکھی اس کے باوجود نقطۂ نظر بالکل مخالف پیش کیا وہیں اس کی ظرافت تحریف شدہ نظموں کے تعلق سے آزاد ہے۔ یعنی اگر کوئی بے ذوق شخص ان بھدی تحریفوں سے لذت اندوز ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے تو اس کے لطف میں تحریف شدہ تصنیف کی واقفیت بجز ایک طفلانہ مسرت کے کچھ اضافہ نہیں کر سکتی، کیونکہ اصل اور تحریف کے درمیان سوائے اس کے کچھ علاقہ اور نسبت نہیں کہ دونوں کی زمین ایک ہے اور تحریف میں کوئی ایسی چیز نہیں جو تحریف شدہ کلام کی طرف ہماری توجہ منعطف کرائے۔ حالانکہ تحریف کا بنیادی عنصر یہی ہے کہ وہ اصل کی طرف شدت سے ہمیں متوجہ کردے اور مزید برآں اس کی خصوصیات کی طرف بھی۔

اطعمہ نے چھبیس سے زیادہ مشہور فارسی شاعروں کا کلام تحریف کیا ان تحریفات میں قصائد، غزلیات اور قطعات وغیرہ تمام اصناف کے نمونے شامل ہیں۔ اس کی تحریفات تمام تر طفلانہ ہیں۔ اطعمہ کی تحریفات کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ پیروڈی کا کوئی بلند نمونہ

Marfat.com

پیش نہیں کرتیں۔اطعمہ کی بیشتر تحریفات اس کی کتاب "کنزالاشتہا" میں موجود ہیں جسے مرزا حبیب اصفہانی نے ۱۸۸۵ء میں شائع کرایا ہے۔اطعمہ نے خاص طور پر خواجو، عماد فقیہہ، حافظ، سلمان، حسن دہلوی، رومی، کمال خجندی، انوری، عطار، نعمت اللہ کرمانی، عبید زاکانی اور نظامی وغیرہ کے اشعار کی ہزلیہ تحریفات نظم کی ہیں۔بے جا نہ ہوگا اگر خیام کی رباعی ذیل کی تحریف بھی نقل کی جائے:

خیام:

ای درره بندگیت یکسان که ومه — درهردوجهان خدمت درگاه تو به
نکبت توستانی وسعادت تو دہی — یارب تو بہ فضل خویش بستان وبده

اطعمہ:

ای برسر سفره ات صلای که ومه — درخان توگشته مرغ وماہی فربه
کاچی توستانی ومزعفر بدهی — یارب تو بہ فضل خویش بستان وبده

اطعمہ نے تو پھر بھی ایک نیا راستہ نکالا، لیکن فارسی زبان کے تیسرے تحریف نگار یعنی البسہ نے محض اطعمہ کی نقل پر ہی اکتفا کیا۔فرق صرف یہ تھا کہ جہاں اطعمہ تحریف کرتے ہوئے مختلف کھانوں کا نام لیتا ہے وہاں البسہ نے مختلف لباسوں کے نام لینے شروع کیے اور اسی نسبت سے اپنا تخلص "البسہ" رکھا۔البسہ کا نام نظام الدین محمود قاری یزدی ہے۔البسہ کی تحریفات میں اطعمہ جیسی جدت طرازی اور شوخی بالکل نہیں،اس کے اکثر اشعار پھس پھسے، بے جان اور بے مزہ ہیں۔ذیل میں اس کے کچھ اشعار نقل کیے جاتے ہیں:

سعدی:

آنکه باشد که نبندد کمر طاعت او — جای آنست که کافر بگشاید زنار

اطعمہ:

کافراز جوشش زناج ببیند درجوش — جای آنست که در دم بگشاید زنار

البسہ:

کافرارد امک شلوار زر افشان بندد — جای آنست که دردم بگشاید زنار

حافظ:

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مارا ــــ بہ خال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

اطعمہ:

بہ پیشم گر خراسانی گر آری صحن بغرارا ــــ بوی قلیہ اش بخشم سمرقند و بخارا را

البسہ:

ز تبریز ار گلیمی نازک آری در برم مارا ــــ بنقش آوہ اش بخشم سمرقند و بخارا را

اطعمہ کی تقلید میں البسہ نے بھی "جنگ نامۂ صوف و کمخا" لکھا ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں:

بنام خطا پوش آمروزگار ــــ کہ صد تار عیبست بر جرم کار

فلکندہ قبا کحلی آسمان ــــ ز فضلش ببر خلعت زرفشان

یکی راکند صوف واطلس لباس ــــ یکی را دھد پوستک با پلاس

گر آنست تشریف احسان اوست ــــ ورانیست بدرخت وعریان اوست... الخ

البسہ کا دیوان پابندی سے اطعمہ کے دیوان کی تعقیب کرتا ہے۔ اطعمہ اور البسہ میں وہی فرق ہے جو ایک نقال اور ایک سر ہلانے والی بڑھیا میں ہے۔ ابواسحٰق چابکدست نہیں تاہم زندہ ہے اور الہام وایجاد کے مادے سے بہرہ مند ہے۔ نظام الدین البسہ کاٹھ کا پتلا ہے جو اپنا سر توہلاتا ہے لیکن نقل میں ظریفانہ تنوع اور پر لطف مبالغہ پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ نظام الدین البسہ، ابواسحٰق اطعمہ کا نقطۂ نظر بالکل نہیں سمجھ سکا۔ البسہ نے اپنے دیوان کے آخر میں ایک مناظرہ "طعام ولباس" قائم کیا ہے جس میں لباس کی فتح ہوتی ہے۔

اکبر الہ آبادی سے قبل ہندوستان میں قلم پردازوں کے ذہن میں تحریف نگاری کا موہوم سا تصور بھی موجود نہ تھا۔ اگر خود فارسی میں تحریف نگاری زیادہ مقبول و معروف ہوئی تو یقیناً ہندوستان کے فارسی شعرا اور اردو شعرا دوسرے اصناف سخن کی طرح اس صنف کا چربہ بھی فارسی سے اتار لیتے۔ اکبر الہ آبادی نے تضمین و تحریف دونوں میں طبع آزمائی کی۔ ان کی تحریفات کی لطافت کا سب سے بڑا راز ان کے قافیوں کی غرابت آمیز شگفتگی ہے۔ ذیل کے قطعہ میں حافظ کے شعر کی تضمین و تحریف یکجا ہیں۔ مقابلہ کی غرض سے اکبر کی تحریف

Marfat.com

کے ساتھ ساتھ اطعمہ اور البسہ کی تحریفات بھی بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں:

حافظ:

رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند | چنان نماند و چنین نیز ہم نخواہد ماند
من ارچہ در نظر یار خاکسار شدم | رقیب نیز چنین محترم نخواہد ماند

اکبر الہ آبادی:

بگو بہ سیٹھ کہ اورا بھرم نخواہد ماند | بگو بہ برہمن اورا دھرم نخواہد ماند
من ارچہ در نظریار خاکسار شدم | رقیب نیز چنین محترم نخواہد ماند

اطعمہ:

بخوان اطعمہ از بیش و کم نخواہد ماند | چونان نماند عدس نیز ہم نخواہد ماند
اگرچہ دینہ بدیگ مقیلبا شد خوار | مبار نیز چنین محترم نخواہد ماند

البسہ:

نشان پوشی و نقش علم نخواہد ماند | نماند بندقی وریشہ ہم نخواہد ماند
اگرچہ در برکرمان شد است زیلو خوار | حقیر نیز چنین محترم نخواہد ماند

عبید زاکانی، اطعمہ اور البسہ کے علاوہ فارسی زبان میں اور کوئی قابل ذکر تحریف نگار نہیں، جدید ترین فارسی ادب میں صحیح پیروڈی کی طرف رجحان ہونے لگا ہے۔ اس ضمن میں مرزا ابوالحسن خندق یغما، مرزا جلال الدین اور ذبیح اللہ بہروز کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

---

(۲) رعایت لفظی (Pun)

ہزل اور ہجو کا ایک کار آمد حربہ زبان و بیان کی بازیگری ہے۔ لفظی بازیگری سے مزاح پیدا کرنے کے کئی طریقے ہیں جن میں تکرار (Repetition) ایک پرانا طریقہ ہے۔ مگر اس ضمن میں جس طریقہ اظہار کو ازمنہ قدیم سے اہمیت و قبولیت حاصل رہی ہے وہ رعایت لفظی کے نام سے مشہور ہے۔ ایک لفظ کے دو یا اس سے زیادہ معنوں میں نکتہ سنجانہ استعمال کی

Marfat.com

بازیگری رعایت لفظی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو الفاظ صوتی اعتبار سے متجانس ہوتے ہیں اور ان سے رعایت لفظی کی خدمت لی جاتی ہے۔

رعایت لفظی کا مقصد یہ ہے کہ کسی لفظ کو اس انداز سے استعمال کیا جائے کہ ناظر کو اس لفظ کے دو مختلف مطالب کا احساس ہو جائے۔ چنانچہ اس کی مدد سے بالعموم ایسی بات کہی جاتی ہے جو اگر عام انداز سے ادا ہو تو ایک شدید ترد عمل کے سوا کوئی نتیجہ نہ نکلے۔ لیکن رعایت لفظی کے لیے جدّت شرط ہے ورنہ تکرار سے بالعموم اس کی مزاحیہ کیفیت انحطاط پذیر ہو جاتی ہے۔

لفظی بازیگری کے بہت سے نمونے ہمیں مضحکہ خیز املا سے مزاح کی تخلیق میں ملتے ہیں لیکن اس کا افق اس وجہ سے محدود ہے کہ یہاں مضحک پہلو تک صرف ہماری آنکھ ہی رسائی حاصل کر پاتی ہے۔ ان کے علاوہ لطائف سے پیدا ہونے والا مزاح بھی بڑی حد تک الفاظ ہی کا رہین منت ہوتا ہے کہ یہاں الفاظ کی بچت سے مضحک نکات کو بڑی تیزی اور شدت سے پیدا کیا جاتا ہے۔ بہ حیثیت مجموعی لفظی بازیگری کے یہ تمام نوکیلے لیکن مضحک نکات بذلہ سنجی کے زمرہ میں شامل ہیں۔ بذلہ سنجی اور مزاح کے فرق کو ڈاکٹر وزیر آغا نے یوں بیان کیا ہے "بذلہ سنجی کو مزاح و ہجو سے بآسانی ممیّز کیا جاسکتا ہے وہ اس طرح کہ مزاح ایک کیفیت ہونے کے باعث سارے کے سارے ادب پارے میں ایک برقی رو کی طرح سرایت کر جاتا ہے۔ اور ہم جس مقام سے اسے چھو لیں برقی رو ہمیں صاف طور پر محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ مزاح کو علیٰحدہ کر کے دکھانا مشکل ہے۔ دوسری طرف اگرچہ بذلہ سنجی کا نمایاں ترین عنصر مزاح ہے اور اسی لیے مزاح نگار اسے حربے کے طور پر استعمال بھی کرتا ہے تاہم بذلہ سنجی کا رشتہ الفاظ کے ساتھ اس قدر مضبوط ہوتا ہے کہ مزاح کے برعکس یہ علیٰحدہ کر کے بھی دکھائی جاسکتی ہے"۔

فارسی شعرا اپنی بذلہ سنجی کی وجہ سے رعایت لفظی کا بڑا ستھرا استعمال کرتے ہیں، انہیں خوب معلوم ہے کہ اس رعایت لفظی اور ذو معنین الفاظ یا ہم صوت الفاظ کی مدد سے تمسخر و لطیفہ اور چٹکلے کی تخلیق کس طرح ہوتی ہے اور یہ کتنے دیرپا اثرات کا حامل ہوتا ہے؟

تجنیس، صنعت لفظی کی مشہور قسم ہے اس میں الفاظ کی بازیگری کے بہت سے طریقے ہوتے ہیں مثلاً تجنیس تام، پھر اس کی بھی چار قسمیں بیان ہوئی ہیں، (۱) مماثل، مستوفی تجنیس مرکب، متشابہ و مرکب مفروق (۲) تجنیس مضارع و لاحق (۳) تجنیس ناقص و زائد (۴) تجنیس القلب، تجنیس خطی، تجنیس مکرر یا مزدوج۔ ذیل میں چند مثالیں نقل کی جاتی ہیں۔

Marfat.com

نعمت خان عالی

ہجو زمانہ

درین ملک خراب امروز کس رانیست سامانی — چو گنج افتادہ اند اہل ہنر در کنج ویرانی
بسر حدی رسیدہ خلق راافلاس وناداری — کہ معنی ہم ندارد این زمان حرف تہندانی
سپاہی ہم بمیدان قناعت میکند جولان — زشمشیر وسپر دارد دمی آبی لب نانی
طبیب از علم طب دریادمی دارد ہمی معنی — نباشد خوبتر از شربت دینار درمانی
منجم رانہ شد غیر از فلاکت از فلک حاصل — زضعف جوع بیند قرص مہ راگردۂ نانی
زفکر مفلسی رمال از بس ریش خود کندہ — نمودہ باد دستی لحیہ (۱) اش راشکل لحیانی
نباشد آنقدر سرمایہ ہم جراح مسکین را — کہ برزخم دل خود سرنگون سازد نمکدانی
چو طفل نی سوار از بہر روزی میدود کاتب — نہ کلک خود کمیتی دارد واز صفحہ میدانی
شدہ صباغ از رنگی برنگی ہر دم از خجلت — کہ نعمتہای الوان رفت ومحتاجم بیک نانی
نماندہ پیش شمائی بہای رشتہ شمعی — مگر از عشق بازان دام گرد رشتہ جانی
ندارد باغبان مشت دزی چون غنچہ دلتنگ — برنگ گل ازین غم چاک زد ہر دم گریبانی
رسد باجان سپاری کار تنبولی زبی برگی — برای سرخروئ چون نہ دارد بیرۂ پانی
تنور آسا بخاکستر نشیند نان بازاین غم — کہ از افتادن نان برسرش افتادہ تاوانی
نہ نقدی ہست ونی جنسی ولی دلال بازاری — برای خود فروشی واکند ہر روز دکانی
دروگر ارہ راازخانۂ خود راند ازخست — مگر برریزۂ خوانش نمودہ تیز دندانی
زخامی می پزد سودائی یابد چو باورچی — برنج وروغن وسیر وپیاز ومرغ حلوانی

مہر نوشیروان کوکا

بازی شطرنج (۲)

بیا یار شطرنج بازی کنیم — برین عرصہ گردن درازی کنیم

---

(۱)۔ لحیہ بمعنی داڑھی اور لحیان جس شخص کی داڑھی لمبی ہو۔ لحیان سے مراد رمل میں ::یہ نشان بھی ہے جو زحل سیارہ کا نشان ہونے کی وجہ سے میمون ومسعود تصور کیا جاتا ہے۔

(۲) Wit, Humour and fancy of Persia, P. 177-

Marfat.com

زہی عرصہ فرشی دو رنگی بران — گروه سیاہان جنگی برآن
دو لشکر ز روم و زرنگ آمده — درین معرکہ بہر جنگ آمده
ندارم ز تیر و نہ تیغ و سنان — وزین نغز تر بشنو این داستان
کہ ہر یک سپہ گرچہ خانہ (۱) دراست — ہمانا بمیدان ہمہ لشکر است
ہمہ کس گہ رزم جنبان بوند — چوشد آشتی جملہ بی جان بوند
ببین پیلتن (۲) را درین رزمگاه — براسپ (۳) و جوشان میان سپاه
درین جا ہجوم دلیران بود — ولی چیره دستی بدستان (۴) بود
درین رزم تیمور را نیست جای — ولی شاه (۵) رخ گشتہ معجز نمای
نشاید کہ فرزین وشاه وسوار — پیاده (۶) شوند اندرین کارزار
پیاده تواند کہ فرزین (۷) شود — سپہ راہمہ کرتوفرزین شود
یکی زین دولشکر بگیر و بیای — بمیدان ہنر ہای خویش آزمای
بیفتند کہ تو شاه ماتم کنی — ویا برسر شاه ماتم کنی
ببازی بہ بینی بسی واقعات — نشاید پریشانی دل ز مات
تفکر کن اول بسی و بباز — دواسپ ارچہ داری دواسپہ متاز
اگر مہره ای گم کنی در دغا — نہ پیچید باید جو ماری ترا
چو گم گشت مہره چہ غم کردنت — کہ نیست آخر آن مہرۂ گردنت
شہت را اگر شہ بگوید کسی — نشاید کہ رنجد دل تو بسی
چہ جای غم است ار شہت کشت وخورد — کہ لازم بود انس را کیشت خورد
تو بازی اگر باختی رخ متاب — ہمان چون تو درباختی رخ متاب
چو بہره نباشد ترا دست برد — الا تانہ بگذاری از دست برد
چو از دست شد بازیت باز باز — کز اصرار گردد در بستہ باز

---

(۱) خانہ = شطرنج کا خانہ، (۲) پیلتن = ہاتھی جیسا جسم والا، رستم کا لقب اور شطرنج کا ایک مہره "پیل"۔
(۳) اسپ = شطرنج کا ایک مہره۔ (۴) دستان = رستم کے باپ زال کا لقب اور بمعنی عیاری وفریب۔
(۵) شاه ورخ = تیمور کا چوتھا لڑکا اور شطرنج میں ایسی چال جس سے شاه اور وزیر دونوں پر ضرب آئے۔
(۶) پیاده = شطرنج کا ایک مہره پیدل چلنا۔ (۷) فرزین = شطرنج کا ایک زبردست مہره اسے وزیر بھی کہتے ہیں۔

Marfat.com

وادئ حیرت

ذیل کے اشعار میں فارسی اور انگریزی کے ہم صوت الفاظ کی بازیگری دکھائی گئی ہے جس سے ایک صنعت خاص کا التزام ہو گیا ہے جسے "ملمع" کہتے ہیں۔ انہیں فارسی سمجھ کر پڑھنے سے کچھ عجیب باتیں پیدا ہو جاتی ہیں لیکن اگر انہیں انگریزی الفاظ مان لیا جاتا ہے تو اصل معنی سامنے آتے ہیں:

شخصی از ایران بہ لندن شد روان — ہم درانجا ماند چندین آن جوان
چون زبان اہل آنجا یاد کرد — پیش یاری زان زبان فریاد کرد
گفت کہ این جا مور (۱) را گفتار ہست — اسپ چابک بر سر ہر کار (۲) ہست
گاؤ بر ہر طرف می باشد چران — مِلک (۳) می بخشد بہ جملہ مرد مان
گلبن این جا بد (۴) نمادر گلشن است — زن چو خامش گشت آنکہ دم (۵) زن ست
شادمان وقت سمر (۶) ہر کس بود — عاشقان را ذوق ہستی بس (۷) بود
پاس (۸) داران را بود ہر جای بار — باربر (۹) رامو تراشی گشت کار
عاقلان را گوش بر سرمن (۱۰) بود — وزن دہ کس کم تراز یک تن (۱۱) بود
فارس (۱۲) اینجا میتوان دیدن عیان — روم (۱۳) ہم پیداست اندر ہر مکان
میگساران را بود بابار (۱۴) کار — مرد پیل (۱۵) افگن بود نارنج خوار
میفروش اررم (۱۶) کند ماند بجا — تیر زن بربط (۱۷) زند باشد روا
لنگ (۱۸) باید دم عدم باشد روان — در تکلم تنگ (۱۹) میگردد جہان
کف (۲۰) زند خیاط ما بر آستین — شرط (۲۱) کردن عادتش دان ہمچنین
مردوزن را جامہ باشد پرز سیم (۲۲) — ہم دلا ور را بود درخانہ بیم (۲۳)

---

(۱)- مور = (چیونٹی) ant (۲)- کار = Car (۳)- ملک = milk (۴) -بد = bud (۵)- دم زن =
dumb (۶)- سمر = summer (۷)- بس = buss (۸)- پاس = pass (۹) باربر = barber
(۱۰)- سرمن = sermon (۱۱)- تن = ton (۱۲)- فارس: farce (۱۳) - روم = room
(۱۴) بار = bar (۱۵) پیل = peel (۱۶) رم = rum (۱۷) بط = butt (۱۸) لنگ = Lun (۱۹) تنگ =
tongue (۲۰) کف = cuff (۲۱) شرط = shirt (۲۲) سیم = seam (۲۳) بیم = beam

Marfat.com

پیشہ ور را طول(۱) میآید بکار — زدبان بی رنگ (۲) ناید در شمار
لاف (۳) کان نیز دز فن (۴) خرم دلی ست — باکسی گفتن نشاید سی وبست(۵)
چونکہ از بزم طرب خیزد سرود — بی گمان مرمر(٦) شود آنگاہ رود(۷)
ازدھان توپ زاید بوم(۸) وپیل (۹) — خوش بود سربزبان درقال وقیل
گر طبیبی مرد را بخشد شفا — روت (۱۰) کو بد تا کزان سازد دوا
گر کسی باتو بگوید سینہ ہیچ — آن سوال از میوۂ دان پیش ہیچ
ہم مدار از کار داند دست پاک — نیست آن جز رقعہ ای درزیر خاک
چون بگور اندر سپہبد پست شد — متوان گفتن کمان دردست شد
وقت باران پول یابی جا بجا — اگز تن کن دور کا خر شد شتا
گز بخواہم یاررا دعوت کنم — پس سخن دوکم بباید گفتنم
نیم پختہ گوشت اندردن بود — دان کہ ہر چیز از درخوردن بود
گرسنہ را میل گشتہ آشنا — مرد شدبی کام دررنج وعنا
بادہ شد انگور چون وی گشت مست — تیغ را سیقل نکردی مست رست

سطور زیریں میں چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں جن میں رعایت لفظی کا احترام کرتے ہوئے ہجو گوئی اور طنز و طعن کا پہلو بھی نکالا گیا ہے:

امیر خسرو:

زربخش حدیث . بدرہا کن — زربخش حدیث بدرہا کن
نظم تو چکان است نیک ترگوہر بار — نظم توچہ کانست نیکتر گوہر بار

سعدی دکنی:

سعدی درین دیار تو مرد مسافری — "باکس سخن مگوی کہ گجراتیان زنند"
سعدی تو جوہری و سخنان تو گوہرند — ارزاں ازان فروش کہ گجراتیاں خرند

---

(۱)طول=tool(۲)رنگ=rung(۳)لاف=laugh(۴)فن=fun(۵)سی وبست=See o
(٦)beast مرمر=mur mur(۷)رود=rude(۸)بوم=boom(۹)پیل=peal
(۱۰)روٹ=root وغیرہ۔

Marfat.com

نامعلوم:

مادرت را ہزار بوسہ زدیم بدرت کس نبود الّا من
قاضی بباغ رفت وہم اوروزہ دار بود شہتوت خورد و روزہ قاضی بجا بماند

میر عبدالحق استر آبادی:

ہمی گشت در شہر شخصی ز جرجان کہ قاضی شود صدر راضی نمیشد
برشوت خری داد تاگشت قاضی اگر خرنمی بود قاضی نمیشد

سلمان ساوجی:

مطربا راہ طرب خوش بزن امروز کہ نیست جز تودر عہد شہنشاہ جہان راہ زنی

کمال خجندی:

بما ان صوفی ببریدہ بنی بغیر از عجز و مسکینی ندارد
نشاید جرم خود بینی بروبست کہ آن بی چارہ خودبینی ندارد

ذیل کی دو مثالوں میں قواعد کی ساخت ایسی ہے کہ ہر شعر ذو معنین ہو گیا ہے جو ایک دوسرے کا مخالف ہے:

ای خواجہ ضیا شود ز روی تو ظلم با طلعت تو سور نماید ماتم

دیگر:

موجود باقبال تو معدوم شود وز سایۂ مہرتو ہما بوم شود
آباد ز کردار تو گردد ویران مسرور ز دیدار تو مغموم شود

اشعار ذیل کے دو باہم مختلف معانی قراءت کرنے کے انداز پر منحصر ہے:

شخصی بمسجد آمد و گفتا خدا دویست لعنت بر آن کسی کہ بگوید خدا یکیست
از در شاہ نجف روی نگردان صائب ہر کہ دوراست ازین در بخدا نزدیکست

ذیل کی مثالوں میں فارسی لغات کو ہندی لغات بھی تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ رعایت لفظی کی یہ بہت اچھی مثالیں ہیں:

Marfat.com

امیر خسرو:

رفتم بتماشای کنار جوی   دیدم بلب آن زن ہندوئی
گفتم صنما بہای زلفت چہ بود   فریاد بر آورد کہ "دُر دُر موئی"
گفتم کہ درین خانہ مامون تو باشم   گفتا کہ درین خانہ بلائیست ممانی
شوخی ہندو بہ بین او دین ببرد از خاص و عام   رام من ہر گز نشد ہر چند گفتم رام رام

حجام پسر بخوبی و رعنائی   چون آئینہ رخ نمود در زیبائی
گفتم صنما کہ من بیایم بر تو   فریاد بر آورد کہ "نائی نائی"

دی تنبولی تنبولی پسر عیاری میکرد   یک یک بدکان برگ شماری میکرد
او پان بخلق میسپرد وہمہ خلق   در پیش دکانش "جان سپاری میکرد"

پنبہ دھنان چہ خوبروئی   دی چہ ذقنا کدام "کوئی"
از ہر طرفی ترا بجستم   سوزن پلکا کدام "سوئی"

کسی قطعہ میں رعایت لفظی کا ایک سلسلہ وار استعمال اشتراک کہلاتا ہے:

کشتی و عمر ہر دو درگذراند   شاہد و زرگر این دو سیم براند
شجرہ و دزد ہر دو بردارند   کف و سالار ہر دو سردارند
شاعر و حاکم اہل دیوانند   بندہ و خواجہ زیر فرمانند
سرو و آزاد ہر دو بی بارند   رشتہ و تیر ہر دو با تارند
آتش و زلف یار در تابند   جوی و شمشیر ہردو باآبند

شہاب ترشیزی نے لفظ کلانتر سے رعایت لفظی کا فائدہ اٹھایا ہے:

آن کلانتر ز عزیزی پرسید   کہ مرا آرزوی خر باشد
زین خران جملہ کدامی بجزم   کفت آن خر کہ کلانتر باشد

Marfat.com

(۳) مبالغہ (Hyperbole)

ہجو اور ہزل کی اثر آفرینی میں مبالغہ اور اس کی مختلف قسموں نے بڑی نمایاں خدمت انجام دی ہے اور شعرا نے اس کے استعمال سے اپنی بذلہ سنجی اور طباعی کا ثبوت دیا ہے۔ کسی بات کے بیان کرنے میں حد سے زیادہ بڑھ جانے کو مبالغہ کہتے ہیں۔ اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔ تبلیغ، اغراق اور غلو۔

تبلیغ میں کسی شخص یا چیز کی ایسی صفت بیان کی جاتی ہے جو عقل و عادت کے مطابق ہو۔ اغراق میں ایسی صفت بیان کی جاتی ہے جو عقلاً ممکن ہو لیکن عادتاً محال، یعنی عادتاً بعید الوقوع ہو۔ قاآنی اپنے ایک شتائیہ قصیدہ میں موسم سرما کے ذمائم یوں بیان کرتا ہے: (۱)

سردی دی را نظارا کن کہ بجمر — ہمچو یخ افسردہ گشتہ آتش سوزان
شعلۂ آتش جدا نگشتہ ز آتش — طعنہ زند از تری بقطرۂ باران
خون بعروق آنچنان فسردہ کہ گوئی — شاخ بقم رستہ است از رگ شریان
توشۂ صد سالہ یافت خاک مطبق — بسکہ برو آرد ریخت ابرز انبان
مغز بستخوان چنان فسردہ کہ گوئی — تعبیہ کردند سنگ خارا بستخوان۔ الخ

کمال اسمٰعیل نے برف باری کی مذمت کرتے ہوئے اغراق سے کام لیا ہے:

ہرگز کسی ندید بدیشان نشان برف — گوئی کہ لقمہ نیست زمین در دہان برف۔ الخ

غلو:

ایسی صفت جو عقل و عادت دونوں کے خلاف ہو اس کی دو قسمیں ہیں: غلوے مقبول اور غلوے مردود۔ غلوے مقبول وہ ہے جس میں شاعر یا نویسندہ تشبیہ گمان یا وہم کی لفظی دلالت پیش کرے مثلاً ازرقی (۲) اپنے ممدوح کے دشمنوں اور حاسدوں کی ہجو اس طرح کرتا ہے:

گر دشمنت در آب چو ماہی کند وطن — در حاسدت بسنگ چو آہن کند حصار
آن گردد از نہیب تو در آب سوختہ — میگردد از خلاف تو در سنگ خاکسار

---

(۱) علم بدیع در زبان فارسی از سید محمد رضا دائی جواد، ص ۷۷۔

(۲) ایضاً ص ۷۰ ۔

Marfat.com

غلوئے مردود وہ ہے جس میں امر محال کو بغیر کسی الفاظ کی تردید یا تقریب کے لاتے ہیں جو تقدس کے کیش و آئین کے خلاف پڑتا ہے اور مورد احتراز ہو جاتا ہے۔ شروان شاہ کی مدح کرتا ہوا خاقانی کہتا ہے:

تاخبر باس او در ملکوت اوفتاد ســــجہ روح الامین نیست بجز الامان

ایک جگہ اپنے باپ علی نجار کو نوح علیہ السلام سے داناتر شمار کرتا ہے جبکہ پیغمبر موصوف کے علم کا منبع وحی الٰہی تھا، یہ خاقانی کی لغزش ہے:

نوح نہ بس علم داشت گر پدر من بدی قنطرہ بستی ز چوب بر سر طوفان او!

ایک شاعر ممدوح کی تعریف میں کہتا ہے:

بزرگواری کاندر کمال قدرت خویش نہ ایزد است چوایزد بزرگ وبی ہمتا

مسعود سعد سلمان کا ایک مدحیہ شعر ہے:

سنانت چنان دردل دشمن افتد کہ چونان نیفتد قضای خدائی

دیگر:

تو بنیاد فضلی واصل سخائی بفضل وسخا حیدر و مرتضائی
بنیکی خلیلی بپاکی کلیمی بروی وخرد یوسف ومصطفائی

ایک دوسری جگہ کہتا ہے:

خلیلی تو کہ ہر آتش تراہمسان بود باگل کلیمی تو کہ ہر دریاترا آسان دہد معبر
معاذ اللہ نہ اینی ونہ آنی بلکہ خود ہستی زنعمت فہمہا بیرون زحدّ وہمہا برتر

مبالغہ سے مدح اور ہجو دونوں میں یکساں طور پر کام لیا گیا ہے۔ اگر مدح میں شاعروں کا دامنِ مراد نعمتوں سے بھر دیا گیا تو ہجو گویوں نے بھی اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کی اور ہجو کی نشتریت مبالغہ کی وجہ سے اوج کمال پر پہنچ گئی بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ مدح سرایوں نے بھی ایسے زمین و آسمان کے قلابے صرف اس لئے ملائے کہ انہیں بخشش وعطایا حاصل ہو، یہ ممدوح کی تعریف نہیں بلکہ ان کی نعمتوں کی تعریف کرتے اور گویا ممدوح کو بیوقوف بناتے تھے۔ اس کو ایک طور پر طنز بھی کہہ سکتے ہیں اس لیے کہ بیان صداقت پر مبنی نہ ہوتا تھا۔ ذیل میں مبالغہ کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن سے ہجو وہزل کی اثرانگیزی اپنے منتہائے عروج پر پہنچتی ہے:

Marfat.com

ظهیر فاریابی:

نہ کرسی فلک نہد اندیشہ زیر پای ___ تا بوسہ بر رکاب قزل ارسلان زند

امیر خسرو:

ہر دو عالم قیمت خود گفتہ ای ___ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

شمس الدین قمی:

در خدمتت ای صدر فلک مرتبہ دزدیست ___ کو مہرہ بسحر از دھن مار بدزدد
پیراہن دزدی چو بتن چست بپوشد ___ از مرد برہنہ دو سہ شلوار بدزدد
عیار ز دینار یکی حبہ رباید ___ او خود ز یکی حبہ دو دینار بدزدد
ور سوی مزاری رود از بہر زیارت ___ از مردہ کفن وز کفن آمسار بدزدد

مولانا لطف اللہ نیشاپوری:

طالعی دارم آنکہ از پی آب ___ گر روم سوی بحر بر گردد
ور بدوزخ روم پی آتش ___ آتش از یخ فسردہ تر گردد
ور ز کہ التماس سنگ کنم ___ سنگ نایاب چون گہر گردد
ور بنزد کسی روم بہ سوال ___ ہر دو گوشش بہم کر گردد
اسپ تازی اگر سوار شوم ___ زیر رانم روان جو خر گردد
باہمہ نیز شکر باید کرد ___ کہ مبادا کزین بتر گردد

اسدی:

چنان تیرہ گیتی کہ از لب خروش ___ زبس تیرگی رہ نبردی گوش

خواجہ سعد گل:

تنم از ضعف چنان شد کہ اجل جست و نیافت ___ نالہ ہر چند نشان داد کہ در پیرہن است

امیر خسرو:

ہزار بار بکوی تو بگذرم روزی ___ اگر ز اشک خودم آب در میان نبود

Marfat.com

رامش شیرازی:

مرا از دیدہ در دامن ہمی جیحون فرو ریزد　　　شگفتی چشمہ را بنگر کہ دریا چون فرو ریزد

---

(۴) لطیفہ (Epigram)

چھوٹے چھوٹے قطعات میں بھی لطیفہ کے طور پر تمسخر و استہزا پیدا کیا گیا ہے۔ ان میں بڑی سادگی اور اختصار کے ساتھ ہجو کا عمل انجام پاتا ہے۔ لطیفوں کی چاشنی میں ہجو کے تیز نوک پوشیدہ ہوتے ہیں۔ یہ چھوٹی چھوٹی شکر میں لپیٹی ہوئی ہجو کی گولیاں بڑی شدت کے ساتھ اثر کرتی ہیں اور نشانۂ ہجو کے دلوں کو چھید ڈالتی ہیں۔ شعرا اپنے کلام میں ایجاز و اختصار کے ذریعہ مضحک نکات کی اثر اندازی اور شدت میں اضافہ کرتے ہیں۔ ذیل میں چند مثالیں دی جاتی ہیں:

سلسلۂ سلاجقہ کے آخری فرمانروا سلطان طغرل سوم کو تکش خان نے شکست دے کر قید کر لیا اور پھر اسے قتل کر کے اس کا سر خلیفہ بغداد کی خدمت میں بھجوا دیا۔ ایک شاعر اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتا ہے۔

امروز شہا زمانہ دلتنگی تست　　　فیروزۂ ہر زمان بر رنگیست
دی از سر تو تا بفلک یک گز بود　　　امروز ز سر تا بدنت فرسنگیست

ایک ظالم کی موت پر تاج الدین سرخسی رقمطراز ہے:

در ماتمت آن قوم کہ خون می بارند　　　مرگ توحیات خویش می پندارند
غمناک ازانند کہ تا دوزخیان　　　جاوید چگونہ باتو صحبت دارند

اثیر الدین اومانی قاضی مجد الدین ہمدانی کے متعلق کہتا ہے:

نہ ازین داشت قضا مرگ وی اندر تاخیر　　　کہ برید اجلش می نہ نماید تعجیل
لیک در تیہ ضلالت نہ چنان گم گشتست　　　کہ بصد سال برد رہ بہ سرش عزرائیل

Marfat.com

رشیدی سمرقندی:

تو وزیری ومنت، مدحت گوی — دست من بی عطا روا بینی
تو وزارت بمن سپارد مرا — مدحتی گو تا عطا بینی

ملا مراد:

ای مولوی از کبر دماغت گنده — گاہی کہ کند بر تو سلام این بندہ
چندان حرکت نما کہ ازروی قیاس — معلوم شود کہ مردہ ای یا زندہ

خواجہ نصیر:

نظام بی نظام ار کافرم خواند — چراغ کذب را نبود فروغی
مسلمان خوانمش زیرا کہ نبود — سزاوار دروغی جز دروغی

جامی:

شاعری خواند پر خلل غزلی — کاین بحذف الف بود موصوف
گفتمش نیست صنعتی بہ ازان — کہ کنی حذف ازان تمام حروف

ایک اور موقع پر جامی نے اپنے ایک ہم عصر شاعر ساغری پر ذیل کا شعر چست کیا۔ اس نے اپنے معاصر شاعروں پر یہ الزام لگایا تھا کہ وہ سب اس کے خیالات و مضامین چراتے ہیں:

ساغری میگفت دزدان معانی بردہ اند — ہر کجا در شعر من یک معنی خوش دیدہ اند
دیدم اکثر شعرہایش رایکی معنی نداشت — راست میگفت آنکہ معنی ہاست را دزدیدہ اند

جب ساغری نے بگڑ کر اس قطعہ کی وجہ سے جامی کو برا بھلا کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس میں میرا کیا قصور ہے میں نے "شاعری میگفت" لکھا تھا، کسی فتنہ پرداز نے تم کو دق کرنے کے لیے حروف کے نقطے ادھر سے ادھر کر دیئے ہیں۔

جامی نے ایک بہت بڑی ناک والے شخص کو عبادت میں مشغول دیکھ کر کہا:

ہر لحظہ سجدۂ تو نہ از بہر طاعت است — بار گران زبینی خود بر زمین نہی

Marfat.com

بدیعی بخارائی کی ناک پر مولانا طوطی کی ہجو:

هر پردهٔ بینیٔ بدیعی غاریست — طوطی منم و ترا عجب منقاریست

شہاب ترشیزی:

ز بہر تاختن در وادی ہجو — سمند طبع را چون زام کردم
ترا خر خواندم و گشتم پشیمان — کہ آن بیچاره را بدنام کردم

شاہ طہماسپ صفوی:

اصفہان جنتیست پر نعمت — ہر چہ دروی گمان بری شاید
ہمہ چیزش نکوست الا آنک — اصفہانی دران نمی باید

اسکاف مروزی:

گرچہ اوراست کسوت زیبا — ورچہ ماراست خرقۂ رسوا
ماچو مغزیم درمیانۂ جوز — اوچو ہستہ است دردل خرما

شاہ شجاع نے تخت کے لیے اپنے برادر حریف کی موت پر یہ قطعہ کہا:

محمود برادرم شہ شیر کمین — میکرد خصومت ازپی تاج و نگین
کردیم دو بخش تا بیاساید ملک — اوزیر زمین گرفت و من روی زمین

کاتبی نیشاپوری:

خسرواازخورد وپوش من مداری آگہی — چون نباشد ہر دم از تو نالہ وافغان مرا
نیستم کعبہ کہ درسالی دھی یک جامہ ام — یا نیم گردون کہ روزی بس بود یک نان را

سلطان عادل شاہ والیٔ بیجاپور کے دو درباری شعرا ظہوری اور ملک قمی نے مخزن الاسرار نظامی کی تقلید میں الگ الگ نظمیں قلمبند کیں اور حسین انعامات حاصل کیے۔ ذہنی کاشی ان دونوں کے متعلق اچھی رائے نہ رکھتا تھا لہذا کہتا ہے:

در مدح وثنایت ای شہنشاہ دکن — معذورم دار گر نگفتم مخزن

Marfat.com

مپسند کہ بہر یک شترزرگیرم　　خون دوہزار بیت بد در گردن

ایک شاعر مردم ایران کی ہجو میں کہتا ہے:

مدارای مردان ایران زمین　　دو فنجان قہوست و یک آفرین

جعفر زٹلی:

از بہشت جاودان مارا بہند انداختی　　ہمچو ہندار داشتی دوزخ چراہم ساختی

شبلی:

دی سگی را رقیب میزد چوب　　سگ ہمی خورد چوب و مینالید
گفتم ای سگ چرا زدت گفتا　　بہتر از خود نمی تواند دید

مولانا شہاب الدین ایک طبیب کی ہجو میں کہتے ہیں:

ملک الموت از اصیل طبیب　　می بنالد بہارگاہ خدای
کہ جہان را زخلق خالی کرد　　اندرین دور گمشدہ سرو پای
یا ازین شغل دورکن اورا　　یا مرا خدمت دگر فرما

کاتبی کی ہجو بدر شاعر کے متعلق:

دی بدرک بدرگ را گفتم کہ نہ ای شاعر　　آن کز شعرا باشد انگیختنش باید
گفتا کہ بہر شہری آویختہ ام شعری　　شعر آنکہ چنان گوید آویختنش باید

وحشی بافقی:

بردر خانۂ قدح نوشی　　رفتم و کردمش التماس شراب
شیشہ ای لطف کرد اما بود　　چون حروف شراب نیمی آب

ایم۔ جے خان نے ایران میں جرمنوں کی آمد کے استقبال میں طنز آمیز نظم ذیل موزون کیا ہے:

Marfat.com

استقبال آلمان (۱)

مهمان تازه وارد ایران خوش آمدی ‌ ‌ ‌ بالای چشم جای تو المان خوش آمدی
ایران بخوان بماند و بیگانگان به ضیف ‌ ‌ ‌ ناخوانده مهمان سراین خوان خوش آمدی
صبح وصال شکر خدارا نمود رخ ‌ ‌ ‌ آمد به سر لیالی هجران خوش آمدی
از بهر صید مرغ دل عاشقان زار ‌ ‌ ‌ در دست دام و دانه بدامان خوش آمدی
با دعوی حمایت اسلام و مسلمین ‌ ‌ ‌ گشتی دخیل حوزۂ دزدان خوش آمدی
لیکن چو برده اند حریفان هر آنچه بود ‌ ‌ ‌ ترسم شود نصیب تو حرمان خوش آمدی
اسلام بود بیکس و بی دادرس کنون ‌ ‌ ‌ صد شکر یافت چون تو نگهبان خوش آمدی
من نیک می شناسمت ای رند پر فسون ‌ ‌ ‌ احسنت خوان مگر تو شیطان خوش آمدی
پیوسته شاملست باسلام لطف تو ‌ ‌ ‌ ما عاجز از لوازم شکران خوش آمدی
رندانه بابهانۂ دار الفنون و بانک ‌ ‌ ‌ نایل شدی به مقصد پنهان خوش آمدی

بدر الدین جاجرمی:

گفتم سخنت شکسته وش چون آید ‌ ‌ ‌ باآنکه همه چو درّ مکنون آید
گفتا سخن از دهان تنگی که مراست ‌ ‌ ‌ گر نشکنمش چگونه بیرون آید

شبی باصراحی همیگفت شمع ‌ ‌ ‌ که ای هر شبی مجلس آرای دوست
ترا با چنین قد به پیش قدح ‌ ‌ ‌ سجود دمادم بگواز چه روست
صراحی بدو گفت نه شنیدۂ ‌ ‌ ‌ تواضع ز گردن فرازان نکوست

جامی:

بدرویش گفت آن توانگر چرا ‌ ‌ ‌ به پیشم پس از دیر ها آمدی
بگفتا "چرانامدی" پیش ما ‌ ‌ ‌ بسی خوشتر است از "چرا آمدی"

---

(1)- Wit, Humour and fancy of Persia- M.N. Kuka, p.97

Marfat.com

کلیم:

طاعت ماہم بسوی آسمانہا میرود — روز محشر چون بعصیان ہم ترازو میشود

سلمان ساوجی:

از بسکہ شکستم و ببستم توبہ — فریاد ہمیکند زدستم توبہ
دیروز بتوبہ ای شکستم ساغر — امروز بساغری شکستم توبہ

فنائی چغتائی:

ای کہ گفتی بریزید و آل او لعنت مکن — زانکہ شاید حق تعالیٰ کردہ باشد رحمتش
انچہ باآل نبی اوکردہ گر بخشد خدای — ہم بخشاید تراگرکردہ باشی لعنتش

شہاب ترشیزی:

بندہ گر کمتر بخدمت می رسد — نیست در اخلاص نوعی از قصور
من چو نحلم شعر من چون انگبین — انگبین نزدیک بہتر نحل دور

کاشفی:

قلم بتلخی وشیرینی ای پسر رفتست — اگر تو ترش نشینی قضاچہ غم دارد

منصور شیرازی:

درسینہ دلم گمشدہ تہمت بکہ بندم — غیر از تو کسی راہ درین خانہ ندارد

سعدیؔ شیرازی:

چو خویشتن نتواند کہ می خورد قاضی — ضرورتست کہ بردیگران بگیرد سخت
کہ گفت پیرہ زن از میوہ میکند پرہیز — دروغ گفت کہ دستش نمی رسد بدرخت

رباعیات ذیل میں شعرانے مذہبی روایات سے دلیرانہ بغاوت کی ہے اور خدا سے

Marfat.com

شاره کیا ہے:

فخر الدین رازی:

در رہگذرم ہزار جا دام نہی — گوئی کشمت اگر دران گام نہی
یک ذرہ زمین زدام تو خالی نیست — گیری وکشی وعاصیم نام نہی

ابن نصوح:

بافاقہ وفقر ہمنشینم کردی — بی مونس و بی یار قرینم کردی
این مرتبہ مقربانِ درِ تست — آیا بچہ خدمت این چنینم کردی

خیام:

من میخورم ومخالفان از چپ وراست — گویند مخور بادہ کہ دین را اعداست
چون دانستم کہ می عدوی دینست — واللہ بخورم خون عدو را کہ رواست

دیگر:

گویند بہشت وحور عین خواہد بود — وآنجای ناب وانگبین خواہد بود
گرما می و معشوق گزیدیم چہ پاک — آخر نہ بہ عاقبت ہمی خواہد بود

دیگر:

در مسجد اگر بہر نماز آمدہ ام — باللہ کہ نہ از بہر نماز آمدہ ام
روزی زین جا سجادہ دزدیدم — آن گمشدہ زانست کہ باز آمدہ ام

دیگر:

زاہد بکرم ترا چو ما نہ شناسد — بیگانہ ترا چو آشنا نہ شناسد
گفتی کہ گنہ کنی بدوزخ برمت — آن را بہ کسی گو کہ ترانہ شناسد

دیگر:

من بندۂ عاصیم رضای تو کجاست — تاریک دلم نور صفای تو کجاست

Marfat.com

مارا تو بہشت اگر بہ طاعت بخشی — آن مزد بود لطف وعطای تو کجاست

دیگر:

آباد خرابات ز می خوردن ماست — خون دوہزار توبہ برگردن ماست
گر من نکنم گناہ رحمت کہ کند — رحمت ہمہ موقوف گنہ کردن ماست

دیگر:

من می خورم وہر کہ چو من اہل بود — می خوردن من بنزد او سہل بود
می خوردن من حق بہ ازل میدانست — گر می نخورم علم خدا جہل بود

خیام نے بذلہ سنجی کی وجہ سے اپنی رباعیوں میں شوخی وظرافت کا بھرپور اظہار واقرار کیا ہے۔ایک باراس کے ہاتھ سے جام شراب گر کر چور ہو گیا۔ کہتا ہے:

ابریق می مراشکستی ربی — برمن در عیش را بہ بستی ربی
من می خورم وتومی کنی بدمستی — خاکم بدھن مگر تومستی ربی

کہا جاتا ہے کہ اس گستاخی پر خدا نے اسے سزادی اوراس کی گردن کج ہو گئی،اس نے برجستہ کہا:

ناکردہ گناہ درجہان کیست؟ بگو — آنکس کہ گناہ نکرد چون زیست؟بگو
من بدکنم وتو بد مکافات دہی — پس فرق میان من وتو چیست؟بگو

رندی وسرمستی اور شوخی وطبآعی کی کچھ مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

خیام:

تاکی ز چراغ مسجد و دود کنشت؟ — تاکی ززیان دوزخ وسود بہشت؟
رو برسر لوح بین کہ استاد قضا — اندرازل آنچہ بودنی بود، نوشت

دیگر:

گویند بہشت وحور و کوثر باشد — جوی می وشیر وشہد وشکر باشد

Marfat.com

پر کن قدح باده و بر دستم نه — نقدی ز ہزار نسیہ بہتر باشد

دیگر:

آنم کہ پدید گشتم از قدرت تو — صد سالہ شدم بناز در نعمت تو

صد سال بامتحان گنہ خواہم کرد — تا جرم من است بیش یا رحمت تو

دیگر:

گویند کہ ماہ روزہ نزدیک رسید — من بعد بگرد بادہ نتواں گردید

در آخر شعبان بخورم چندان می — کاندر رمضان مست بخفتم تا عید

قاآنی نے اسی مضمون کو یوں ادا کیا ہے:

می خوردن این ماہ روانیست ولیکن — مستانہ توان خورد بشب یک دو سہ ساغر

یا خورد بدان گونہ بباید کہ ز مستی — تا شام دیگر بر نتوان خاست ز بستر

خیام:

طبعم بہ نماز و روزہ چون مائل شد — گفتم کہ مراد کلیم حاصل شد

افسوس کہ این وضو ببادی بشکست — وآن روزہ بہ نیم جرعہ باطل شد

دیگر:

وقتی کہ طلوع صبح ازرق باشد — باید بکفت جام مروّق باشد

گویند کہ حق تلخ بود در ہمہ حال — باید کہ باین دلیل می حق باشد

ذیل کے اشعار میں مصراع اول مدح معلوم ہوتے ہیں لیکن مصراع ثانی اس مدح پر پانی پھیر دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

مختاری غزنوی:

ہمیشہ خصم تو در سایۂ ہما باشد — ز بسکہ بر سرش از بہر استخوان آید

رشید الدین وطواط:

بلند و پست جہان جملہ دشمنان تراست — کہ گاہ در بُن چاہند و گاہ بر سر دار

Marfat.com

ایک حبشی کنیز کے وصال پر شیرازی کا قطعہ:

دوش چون گشت جهان از سپه زنگ سیاه ‏ ‏ ‏ ‏ از درم آن بت زنگی بدر آمد ناگاه
بارخی غیرت مه لیک بهنگام خسوف ‏ ‏ ‏ ‏ خنده برلب چو درخشی که جهد زابرسیاه
همچو نرگس که به نیمی شگفد در دل شب ‏ ‏ ‏ ‏ چشم افگنده بصد شرم همیگرد نگاه
لب چو انگشت ولی نیمهٔ انگشت آتش ‏ ‏ ‏ ‏ موچو سرطان ولی چون شب سرطان کوتاه

اوحدی مراغہ ای:- ‏ ‏ ‏ ‏ ”شادی کی برکتیں“

پسری با پدر بزاری گفت ‏ ‏ ‏ ‏ که مرا یار شو بهم سرو جفت
گفت بابا دگر کن زن نه ‏ ‏ ‏ ‏ پند گیر از خلائق از من نه
زن بگیری ترا رها نکند ‏ ‏ ‏ ‏ ورتو نگزاریش چها نکند
از من ومادرت نگیری پند؟ ‏ ‏ ‏ ‏ چند دیدیم و نیز دیدی چند
آن رها کن وآب وهیمه نماند ‏ ‏ ‏ ‏ ریش بابا ببین که نیمه نماند

زر کی کارفرمائی:

هر کس که بکیسه زر مهیا دارد ‏ ‏ ‏ ‏ چون نور بچشم همه کس جا دارد
زرگر پسری دوش چه نیکو میگفت ‏ ‏ ‏ ‏ اشراف کسی که اشرفیها دارد
امروز خلق خویش باسیم و زر کنند ‏ ‏ ‏ ‏ بی زر برادراست ازو هم حذر کنند
زردار را بمجلس بس تنگ جادهند ‏ ‏ ‏ ‏ جای فراخ بی زر را تنگ تر کنند

بی زر سلام گوید از جاکسی نه جنبد ‏ ‏ ‏ ‏ زردار را تواضع از پای سر کنند
زردار اگرچه نادان گویند عاقلست ‏ ‏ ‏ ‏ بی زر اگرچه دانا نسبت بخر کنند

در نوکری هند لباست باید ‏ ‏ ‏ ‏ دستار زر و خامه قاست باید
چون گاوشکم ریش درازت باید ‏ ‏ ‏ ‏ نه عقل وخرد فهم و فراست باید

رشید الدین وطواط:

فریاد ازین جهان که خرد مند رادرو ‏ ‏ ‏ ‏ بهره بجز نوائب وحرمان نمی رسد

Marfat.com

جہاّل در تنعم وارباب فضل را | بی صدہزار غصہ یکی نان نمی رسد
جاہل بمجلس اندرو عالم برون در | جوید بحیلہ راہ وبدربان نمی رسد

خیام:

گویند کہ مرد را ہنر می باید | یانسبت عالی پدر می باید
امروز چنان شدست درنسبت ما | کہ اینہا ہمہ ہیچست زر می باید

ابن یمین:-شعار گیتی

ای دوستان بکام دلم نیست روزگار | آری زمانہ دشمن اہل ہنر بود
سہل است اگر جفا کشم از دور بیوفا | زحمت نصیب مردم والا گہر بود
بر آسمان ستارہ بود بی شمار لیک | رنج کسوف بر دل شمس وقمر بود
رسمیست درزمانہ کہ ہرکم بضاعتی | زاہل ہنر بمرتبہ ہا بیشتر بود
دریا صفت کہ منصب خاشاک اندرو | بالای عقد گوہر وسلک دُرربود

معین الملک اصم:

سگ درین روزگار بی فرجام | برچنین مہتری شرف دارد
درقلم داشتن فلاح نماند | خنک آنرا کہ چنگ و دُف دارد

وقار شیرازی: "تقدیر شاعر"

دردا کہ از ستیزۂ چرخ ستیزہ کار | ہرکار راکہ خواستم آسان شود نشد
مایوس از آسمان چو شدم گفتم این گرہ | باز از عنایتِ شہ ایران شود نشد
گفتم شہ ار بحال گدایان نظر نکرد | رحمی بمن صاحب دیوان شود نشد
ازاین وظیفہ کہ زدیوان معین است | پنداشتم عمارت ویران شود نشد
بگذشتم از اساس وگذر کردم ازلباس | گفتم کہ این بہای دومن نان شود نشد
گفتم کہ نان بمن رسد ازکارگاہ غیب | این وجہ صرف قہوہ وغلیان شود نشد
گفتم روم بری ولی این وجہ مردہ ریگ | چندانکہ بندہ عازم تہران شود نشد

Marfat.com

مولانا روم: ''انسانوں کے لیے شیطانی سبز باغ''

گفت ابلیس لعین دادار را	دام زفتی خواہم این آشکار را
زر وسیم و گلہ اسپش نمود	کہ بدین ثانی خلائق را ربود
گفت شاباش و فرو آویخت لنج	شد ترنجیدہ وترش ہمچون ترنج
پس زر و گوہر زمعدنہای خوش	کرد آن پس ماندہ راحق پیشکش
گیر این دام دگر را ای لعین	گفت زین افزون دہ ای نعم المعین
چرب وشیرین وشرابات ثمین	دادش وبس جامہ ابریشمین
گفت یارب بیش ازین خواہم مدد	تا ببندم شان بہ حبل من مسد
تا کہ مستانت کہ نر و پُر دلند	مردوار آن بندہا را نگسلند
دام دیگر خواہم ای سلطان وقت	دام مرد انداز حیلت جوی تخت
خمر و چنگ آورد پیش او نہاد	نیم خندہ زد بدوشد نیم شاد
چونکہ خوبی زنان با او نمود	کہ زعقل وصبر مردان می ربود
پس زد انگشتک برقص اندر فتاد	کہ بدہ زوتر رسیدم در مراد

عبید زاکانی:

درخانۂ من زنیک و بد چیزی نیست	جز بنگی و پارہ نمد چیزی نیست
از ہر چہ پزند نیست غیر از سودا	وز ہر چہ خورند جز لکد چیزی نیست

کاتبی:

فریاد زدست خامۂ قیراندود	کو راز دلم بدشمن و دوست نمود
گفتم کہ زبانش ببرم گنگ شود	ببریدم ازان فصیح تر گشت کہ بود

(۵) بلاغت لفظی و معنوی (Rhetoric & Eloquence)

ہجو کے لیے مذکورہ صنعتوں یعنی تحریف، تقلیب خندہ آور، رعایت لفظی اور مبالغہ کے علاوہ مندرجہ ذیل لفظی و معنوی بلاغتیں بھی بڑی کار آمد ہیں:

Marfat.com

(۱) **ابہام:** اسے ذو وجہین، متحمل الضدین اور توجیہ بھی کہتے ہیں۔ کلام میں دو متضاد معنوں کا یکساں احتمال ہونا کہ کسی معنی کو ترجیح نہ دے سکیں ابہام کہلاتا ہے۔

رشید وطواط:

ای خواجہ ضیا شود زروی تو ظلم — باطلعت تو سور نماید ماتم

---

(۲) **استتباع:** شاعر کسی کی مدح وذم اس طرح بیان کرتا ہے کہ ایک صفت سے دوسری صفت بھی بیان ہو جائے یعنی ایک مدح دوسری مدح کے تابع اور ایک ذم دوسرے ذم کے تابع لایا جاتا ہے۔ حالت اول کو "مدح موجہ" اور دوم کو "ذم موجہ" بھی کہتے ہیں۔ مثال ذم موجہ:

زمین ان چنان تافت روی گریز — کہ گوئی زوی خواست سائل پشیز

---

(۳) **استثنا:** سخن کو مطبوع ودلنشیں بنانے کے لیے حکم ماقبل پر کلمہ یا موضوع کو خارج کرتے ہیں:

سعدی:

نہ جوشید سرچشمہ ہای قدیم — نماند آب جز آب چشم تیتیم

نبودی بجز آہ بیوہ زنان — اگر برشدی دودی از روزنی

---

(۴) **تاکید ذم بالفاظ مشابہ بمدح:** ہجو میں ایسے الفاظ لانا جو بظاہر مدح معلوم ہوں مگر حقیقتاً ہجو نیش دار ہوں۔

سعدی:

الحق این مطرب ما گرچہ زند سازی بد — لیک این خاصیتش ہست کہ ناخوش خواند

عمید دیلمی:

خواجہ بفزود ولیکن بہ ورم — گشت مشغول و لیکن بشکم

میزبان بود و لیکن بہ رباط — نانم آورد و لیکن بدرم

سر برآورد و لیکن بہ فضول — دل تہی کرد و لیکن زکرم

Marfat.com

بس خریصست و لیکن بہ حرام — بس جواد است و لیکن بہ حرم
سالہا باد و لیکن بسقر — عمر ہا باد و لیکن بسقم
دولتش باد و لیکن شدہ گم — نعمتش باد و لیکن شدہ کم

علی تاج حلوائی:

در مجلد گری مرا ہنریست — کہ کتابی بدہ مدد سازم
کاریکروز را ز چستی دست — بہ نود روز یا بہ صد سازم
جز مقوا وجلد و شیرازہ — ہرچہ سازم بدست خود سازم
تاشود کاریک کتاب تمام — ہمہ اوراق آن نمد سازم
با ہمہ زیر کی و استادی — دیر سازم ولیک بدسازم

دیگر:

گرچہ دارد دشمنت روئی زغم ہمرنگ بہ — پرزخون باشد زحسرت خاطرش ہیچولنار

(۵) تشبیہ: دوچیزوں کا کسی صفت میں ایک دوسرے کا شریک ہونا۔ سپاہی کی ہجو میں حکیم مختاری کا شعر:

سرش زرشک چو بریشم ریختہ خشخاش — بغل زکند چو در گور سوختہ مردار

(٦) کنایہ: کسی لفظ سے اس کا لازم معنی مراد لینا اور اس کے ساتھ معنی ملزوم مراد لینا جائز ہو:

ناصر خسرو کی نظم ذیل دوسروں پر عدم اعتماد اور تکبر وغرور کے ذمائم کے بیان میں کنایہ کی بہت ہی کامیاب مثال ہے:

نشنیدہ کہ زیر چناری کدو بُنی — بر رُست وبردوید براو بر بروز بیست
پرسید از چنار کہ توچند روزہ ای — گفتا کہ ہست سال من افزون تراز دویست
خندید پس بدو کہ من از تو بہ بیست روز — برترشدم بگو کہ این کاہلیت چست؟
اورا چنار گفت کہ امروزای کدو — باتو مراہنوز نہ ہنگام داوریست
فردا کہ برمن وتو وزد باد مہرگان — آنگہ شود پدید کہ نامرد ومرد کیست

Marfat.com

کنایہ کی تین قسمیں ہیں: (الف) تعریض (ب) رمز (ج) ایماواشارہ

(الف) تعریض: یہ ہجو کی وہ قسم ہے جس میں مزاح کو دخل نہیں، یہ سنجیدہ طنز ہے اور چونکہ خوش مزاجی کے لباس سے عاری ہے اس لیے اس میں کسی قدر پیچ وخم رکھا جاتا ہے۔ یہ براہ راست نہیں بلکہ بالواسطہ اور کج ہوتا ہے۔ اس میں حکم عام صادر ہوتا ہے لیکن عام سے مقصود کسی خاص شخص کا حال بیان کرنا یا اس کے حال پر تنبیہ کرنا ہوتا ہے۔ اشارہ ایک طرف ارادہ دوسری جانب۔ میریڈتھ کا قول ہے کہ کامیاب ظرافت وہ ہے جو ہنسائے لیکن ساتھ ہی فکر کو بھی بیدار کرے۔ تعریض میں یہ صفت موجود ہے۔ دوسرے پر وار کرنا آسان ہے لیکن اپنی ذات کو اپنے طنز کا نشانہ بنانا مشکل۔ تعریض میں طنز کا رخ طنز نگار کی طرف ہوتا ہے لیکن اس کی چبھن مخاطب اپنے پہلو میں محسوس کرتا ہے۔ یہ مہذب اور شائستہ ہونے کے ساتھ ساتھ موثر اور بھرپور طنز ہے۔ کبھی اس کا وار خالی نہیں جاتا۔ حافظ کے یہ اشعار تعریض کی بہترین مثال ہیں:

دی دو بیت چہ خوش آمد کہ سحر گہ میگفت — بروز میکدہ' بادف ونی ترسائی
گر مسلمانی ازینست کہ حافظ دارد — وای اگر در پس امروز بود فردائی

اس شعر کا پیرایۂ بیان کس قدر بلیغ ہے۔ اوّل تو جو کہنا ہے اس کو ایک عیسائی کی زبان سے کہا ہے جس سے علاوہ احتیاط کے مقصود یہ ہے کہ غیروں کو بھی ان بداعمالیوں پر افسوس اور رحم آتا ہے۔ گانے اور بجانے کے شامل کرنے سے یہ غرض ہے کہ اس ذریعہ سے لوگ زیادہ جی لگا کر سنتے تھے اور زیادہ تشہیر ہوتی تھی۔ شعر ذیل میں علاوہ احتیاط کے یہ مقصد ہے کہ دوسروں کا عیب کہتے تو ان کو توجہ نہ ہوتی:

حافظا مئی خور و رندی کن وخوش باش ولی — دام تزویر مکن چون دیگران قرآن را

(ب) رمز: اگر کنایہ کثیرالوسائط نہیں ہے اور اس کے لزوم میں ایک طرح کا خفا ہے تو اس کو رمز کہتے ہیں۔ یہ تحریف کا بڑا ہی کار آمد حربہ ہے۔ اس میں مبالغہ کے برعکس کم بیانی (Under statement) کا سہارا لیکر مقصد میں کامیابی حاصل کی جاتی ہے۔

ادبیات میں خصوصاً ہجو اور ہزل میں رمز کثیرالاستعمال حربہ ہے۔ اس کا اثر برقی رو کی مانند ہوتا ہے۔ بجلی کی چمک جس طرح ہمیں چوندھیا دیتی ہے کنایہ اور رمز ہمیں اسی طرح چکا چوند کر دیتے ہیں۔ ہجو کے پورے محیط و دائرہ میں اس کی کار فرمائی مسلم ہے۔

Marfat.com

(ج) اگر کنایہ میں واسطوں کی کثرت نہ ہو اور کچھ پوشیدگی بھی نہ ہو تو اس کو ایما واشارہ کہتے ہیں۔

(۷) **سوال وجواب**: مرزا ابوالقاسم شیرازی بخالت کی ہجو بیان کرتے ہیں:

بافلان گفتم ای پسر پدرت — جز بتاریکی از چہ نان نخورد
گفت ترسد کہ ز دشمنی کہ مباد — سایہ اش دست سوی کاسہ برد

انوری: "گدای بی حیا"

آن شنید ستی روزی زیرکی با ابلہی — گفت کاین والی شہر ما گدای بی حیاست
گفت چون باشد گدا آن کز کلاہش تکمہ ای — صد چو ما را روزہا بل سالہا برگ ونواست
گفت ای مسکین غلط اینک از آنجا کردہ ای — این ہمہ برگ ونوا دانی کہ انہا از کجاست
در و مروارید طوقش اشک اطفال منست — لعل ویاقوت ستامش خون ایتام شماست
آن کہ تا آب سبو پیوستہ از ما خواستہ است — گر بجوئی تا بہ مغز استخوانش زان ماست
چون گدائی چیز دیگر نیست جز خواہندگی — ہر کہ خواہد گر سلیمان است وگر قارون گداست

انوری نے اس نظم میں گدائے بے حیا کی تشریح وتفصیل میں شاہ وقت کی ہجو کی ہے اور اس ہجو کا تمام شاہان وامرا پر حکم لگایا ہے۔

سوال:-

ای راہبر خلق مرا راہ نما — وز حرف جوابت در مشکل بکشا
گویند خدا بود و دگر ہیچ نبود — گر ہیچ نبود ست خدا بود کجا

جواب:

از مذہب وملت خبری نیست ترا — میدان تو یقین کہ لا مکانست خدا
کیفیت حق ز من چہ می پرسی تو — جان در تن تست گو کجا دارد جا

(۸) **قسم وسوگند**:- کسی امر کو بیان کرنے میں دوسرے امر کی قسم کھانے میں بھی شعرانے مزاح وظرافت اور ہجو سرائی کی ہے۔

خاقانی نے شروان شاہ کے وزیر رضی الدین ابو نصر نظام الملک کے حضور اعتذاریہ قصیدہ پیش کیا۔ اس میں انہوں نے مسلمانوں کے نزدیک جو بھی محترم ومقدس قسمیں ہو سکتی ہیں کھائیں اور چالیس

Marfat.com

ابیات میں زمین و آسمان اور اس سے متعلق اشیا کو معاون و مددگار بنایا اور اپنے پیر واستاد سے جو طریقے اور باتیں سنیں تھیں سب کا استعمال کیا۔ اسی قصیدہ میں اپنے دشمنوں اور حاسدوں کی نازیبا سازشوں اور مذموم حرکتوں کی بھی قسمیں کھائی ہیں اور سوگند کی رسم دورۂ پاستان کو پست و آلودہ وچرکین بنادیا تاکہ اس کے حسود کی پلیدی و پستی سازگار ہو جائے۔ مقصود اصلاح حسوذان بھی ہے۔ کہتا ہے:

بارۂ پدرو مثقب وکمانہ و مقل — بہ خط مہرۂ گردون وپردۂ دولاب
بسیر کوبۂ رازی بدست حیدر رند — بگوپیازہ بلخی نہ خوان جعفر ناب
بہ شط بی بی شمس وبہ شرب بابا خمس — بہ مصطکی وبہ بادام وپستہ وعناب
بباد نمرود از سہم کرکس پران — بریش فرعون از نظم مولوی خوشاب
بہ موش ریزہ بروگر بہ خیانت گر — بچنگ گربہ کزد دست برسرم چوذباب
بسام ابرص وحرباو خنفسا وجعل — بہ جیفہ گاہ وبناووس ومزاح وخلاب
کزین نشیمن احسان وعدل نگریزم — وگرچہ بنگہ عمرم شود خراب ویباب

سعدیؔ نے ایک یہودی اور ایک مسلمان کا ایک دلکش مناظرہ نظم کیا ہے جس میں ہر ایک اپنے قول کے اثبات میں اپنے دینی صحیفہ کی قسم کھاتا ہے اور اس یقین کے ساتھ کہ اگر اس کا دعویٰ غلط ثابت ہو تو اس کا مذہب وایمان حریف جیسا ہو جائے۔

یکی جہود ومسلمان نزاع میکردند — چنانکہ خندہ گرفت از حدیث ایشانم
بطیرہ گفت مسلمان گراین قبالۂ من — درست نیست خدایا جہود می رانم
جہود گفت بتوریت میخورم سوگند — وگر خلاف کنم ہمچو تو مسلمانم
گراز بسیط زمین عقل منعدم گردد — بخود گمان نبرد ہیچکس کہ نادانم

---

(۹) **زشت وزیبا:** اسے صنعت تحویل بھی کہتے ہیں۔ کلام کا آغاز مدح معلوم ہو لیکن اختتام پر قدح ظاہر ہو۔ پھر اس کے برعکس آغاز ہجا ہو اور آخر میں مدح جلوگر ہو تو زشت وزیبا کہلاتا ہے۔ خاقانیؔ اور انوریؔ کے بہت سے قصیدے اس ضمن میں آتے ہیں۔

مختاری غزنوی:

ہمیشہ خصم تو درسایۂ ہمای بود — زبسکہ برسرش از بہر استخوان آید

Marfat.com

کلیم کاشانی:

طاعت ماہم بسوی آسمانہامی رود　　روز محشر چون بعصیان ہم ترازومی شود

قطعہ: وصف معشوق

زلف است اینکہ بر رخ چون گل فگندۂ　　یادستہ پوشنی است کہ بریں فگندۂ
پوشیدۂ تو آن تن سیمین بہ پیرہن　　یا یک تغار ماست بر آن جل فگندۂ
دائم حمائل ای بت شیرین شمایلم　　افگندۂ ولیک چراشل فگندۂ

فردوسی بخل وامساک سلطان محمود غزنوی کو بیان کرتے ہوئے:

کف دست محمود والا تبار　　نہ اندر نہ آمد سہ اندر چہار

(۱۰) **ہزل بمعنی جد:** کلام ظاہراً تمسخر اور ہزل معلوم ہو لیکن مراد اس سے ہزل نہ ہو بلکہ اور امر مقصود ہو۔ استہزا اور اس میں یہ فرق ہے کہ استہزا میں بظاہر جد ہوتا ہے اور حقیقتاً ہزل۔ یہ ٹھیک اُس کے برعکس ہے:

با قحبۂ دنیا نکنید آمیزش　　از آتشک جہنم اندیشہ کنید

ظہیر فاریابی بخل شاہ کی تنقید یوں کرتا ہے:

بخواب دوش چنان دیدی کہ صدر جہان　　مرا بخواندی و تشریف داد و زر بخشید
شدم بنزد معبر بگفتم این معنی　　جواب داد کہ ایں جز بخواب نتوان دید

کمال اسمٰعیل:

گر خواجہ ز بہر مابدی گفت　　ماچہرہ ز غم نمی خراشیم
جز وصف نکوئیش نگویم　　تاہر دو دروغ گفتہ باشیم

(۱۱) **ہجو نا معلوم:** جس میں شعر ملیح کی صنعت کا التزام کیا گیا ہے:

ترا ای خواجہ کزامساک برخوان　　ز نعمتہای الوان ہیچ اثر نیست
چومہ برنطع گردون سفرہ ات را　　شب ازیک گردہ نان بیشتر نیست
ولی ہر کس شکست آن گردۂ نان　　"اگرچہ دانم این حدّ بشر نیست"
کند گر دعوی اعجاز شاید　　کہ این معجز کم از شق القمر نیست

Marfat.com

(۶) بدیہہ گوئی اور ہجو (Improvisation)

ہجو اور ہزل جمہوری نظام حکومت اور عام آزادی کی فضا میں زیادہ ترقی کرتے ہیں۔ ان کی نشو و نما کے امکانات مطلق العنان حکومتوں میں وافر نہیں جبکہ مطلق العنان طرز کی سلطنت بذلہ سنجی کے لیے بڑی خوشگوار فضا قائم کر دیتا ہے۔ درباروں میں اس کے مواقع بے شمار ہیں۔

ایران میں شاعری کی ترویج و ترقی میں حکومتوں کا بڑا اہم رول رہا ہے۔ عوام الناس اور سلاطین و امرا شعر کو بقائے نام کا سب سے بڑا ذریعہ سمجھتے تھے اسی لیے نظامی عروضی سمرقندی کہتے ہیں:

بسا کاخہ محمودش بنا کرد — کہ از رفعت ھمی بامہ ندا کرد
نہ بینی زان ہمہ یک خشت برجا — مدیح عنصری ماندہ است برجا

اس خیال کی بنیاد صداقت پر قائم نہیں اس لیے کہ ہمیں معلوم ہے کہ سعدی و خاقانی اور ظہیر و انوری اپنے فکر و فن کی بنا پر مشہور و مقبول زمانہ ہیں لیکن ان کے ممدوحین تعر گمنامی میں پڑے ہیں۔ لیکن عوام الناس اور سلاطین و امرا کے متذکرہ بالا تصور سے شعرا کی قدر دانی اور ترقی کے امکانات میں وسعت پیدا ہوئی۔ سلاطین نے اپنے دربار میں ملک الشعرائی کا عہدہ قائم کیا اور کثیر رقمیں اس محکمہ پر صرف کیں اور شعرا و ندما کی پرورش و نگہداشت پر زر و جواہرات کا دریا بہا دیا۔ ممدوحین نہ صرف اپنے مداح شعرا کی قدر دانی کیا کرتے بلکہ شعرا کی بدیہہ گوئیاں بھی بڑے ذوق و شوق کے ساتھ سامعہ نواز ہوا کرتیں اور اسی لیے شعرا بدیہہ گوئی کی مشق کیا کرتے تھے اور اپنی بدیہہ گوئی کے فنکارانہ اظہار پر بڑے بڑے انعامات حاصل کرتے تھے۔ یہ بدیہہ گوئی اور شاعری ہی کا نتیجہ ہے کہ عنصری جو دربار محمود غزنوی کا ملک الشعرا تھا اس رتبہ و حیثیت کا مالک ہو گیا تھا کہ چار سو زرین کمر غلام اس کے رکاب میں چلتے تھے اور وہ جب سفر کرتا تھا تو اس کا ساز و سامان چار سو اونٹوں پر بار کیا جاتا تھا۔ محمد تغلق نے مولانا جمال الدین کے قصیدہ کے مطلع کو سن کر اُس کے پاؤں سے سر تک چاروں طرف اشرفیوں کا ڈھیر لگا دیا۔ اس قسم کے بیشمار واقعات تذکروں میں ملتے ہیں کہ کہیں شاعر کا منہ جواہرات سے بھر دیا گیا، کہیں اسے سونے سے تلوا دیا گیا اور کہیں ایک ہاتھی کے

Marfat.com

برابر چاندی کے روپے تول کر دیئے گئے۔

بدیہہ گوئی کبھی مزاح وظرافت کی غرض سے اور کبھی مفاخرت کے پیش نظر ہوا کرتی تھی۔ فارسی شعرا نے بدیہہ گوئی میں مزاح وظرافت کا ایک گراں قدر سرمایہ یکجا کر دیا ہے۔ نہ صرف شعرا بلکہ سخن فہم و سخن سنج سلاطین و امرا نے بھی بدیہہ گوئی کا استعمال کیا ہے۔ شعرا کی بدیہہ گوئیاں نہ صرف تفنن طبع اور مزاح وظرافت کی غرض سے ہوا کرتیں بلکہ کبھی کبھی اس کا ہجویہ انداز بھی ہوتا جو اصلاحی مقاصد کی حامل ہوتیں۔ اس قسم کی چند مثالیں ذیل میں دی جاتی ہیں جن سے ہجو اور ہزل کا کام لیا گیا:

جامی:

مرا فراق تو روزی ہزار بار کشد — فراق چون تو گلی این چنین ہزار کشد
خنجر عشق خون من ریخت بخاک پای تو — رای تو بود کشتنم کشتہ شدم برای تو

—

خواہم از دل برکشم پیکان تو — لیک از دل برنمی آید مرا

—

سلمان ساوجی:

صبا چون شست زلفت برکشاید — زتیر چرخ بانگ زہ برآید

—

کمال خجندی:

دشوار کشد نقش دو ابروی تو نقاش — آسان نتوانند کشیدن دو کمان را

—

بما آن صوفی بریدہ بنی — بغیر از عجز و مسکینی ندارد
نشاید جرم خودبینی براو بست — کہ آن بیچارہ خودبینی ندراد

—

نظام استر آبادی:

تیرت زشست ہجران برجان و دل نشستہ — گویم برآرم از جان اما نگویم از دل

—

سیفی:

ہرگہ کہ چون عرابہ شوم در پیش روان — غلطان شوم براہ و نہ چون گویم و نہ چرا

Marfat.com

ذیل کی دو مثالوں میں قواعد زبان کی کچھ ایسی ساخت ہے کہ ہر شعر دو مختلف معنوں کا حامل ہے:

ای خواجہ ضیا شود زروی تو ظلم — با طلعت تو سور نماید ماتم

موجود باقبال تو معدوم شود — و ز سایۂ مہر تو ہما بوم شود
آباد ز کردار تو گردد ویران — مسرور ز دیدار تو مغموم شود

شاہزادوں اور شعرا کی بدیہہ گوئی:

تبریز کے شیخ الاسلام نے ایک بار شاعر ملا محمد کو ایک کہنہ جام عطا کیا۔ شاعر نے قطعہ ذیل لکھ بھیجا:

جامہ بخشید شیخ الاسلام اعظم بندہ را — وہ مبارک جامہ سال فراوان یافتہ
رشتہ ہا از برای آدمش دربدو حال — مریمش در کارگہ از بہر عیسی یافتہ
وانگہ از مقتول پشم ناقۂ پیغمبرش — فاطمہ گشتہ رفوگر ہر کجا بشگافتہ
من چہ حد دارم کہ پوشم جامہ راکاندرو — آفتاب طلعت چندین پیمبر یافتہ

سلطان سنجر کے درباری شعرا رشیدی اور عمعق بخارائی میں برابر چشمک رہا کرتی تھی۔ ایک بار سلطان سنجر نے عمعق سے رشیدی کی شاعرانہ عظمت کے متعلق دریافت کیا۔ جواب ملا کہ وہ اچھا شاعر ہے لیکن اس کے اشعار بے نمک ہوتے ہیں۔ سلطان نے رشیدی سے اس تنقید کے متعلق رائے طلب کی۔ رشیدی نے فوراً جواب دیا:

شعر ہای مرا بہ بی نمکی — عیب کردی روا بود شاید
شعر من ہمچو شکر و شہد است — اندرین دو نمک نکو ناید
شلجم و باقلاست گفتۂ تو — نمک ای قلتبان ترا باید

ایک بار شاہ سنجر کے دربار میں رشید الدین وطواط کو کم رتبہ لوگوں سے بھی نچلی جگہ ملی۔ وطواط نے کہا:

دانی شہا کہ دور فلک در ہزار سال — چون من یگانۂ نہ نماید بصد ہزار
گر زیر دست ہر خس و ناکس نشانیم — آنجا لطیفہ ایست بدانم من این قدر
بحر است مجلس تو و در بحر بی خلاف — لولو بہ زیر باشد و خاشاک بر زبر

Marfat.com

داوری کاشانی نے ایک خراسانی کی مدح کی۔ ممدوح نے اظہار خیال کیا کہ مدح میں کوئی جان نہیں۔ داوری نے قطعہ ذیل لکھ بھیجا:

در خراسان مدحتی گفتم نہ از روی طمع — او غلط فہمیدہ گفتا مدح ما معنی نداشت
گفتمش بسیار نیکو گفتی این انصاف بود — بندہ ہم دانستہ ام مدح شما معنی نداشت

ایک کاتب مسمی انیا نے آذری طوسی کا دیوان نقل کرنے میں بڑی آزادی کے ساتھ بہت سے الحاقی اشعار کا اضافہ کر دیا جو اس کے اپنے تھے، آذری نے برافروختہ ہو کر کہا:

دیوان بندہ را کہ انیا سواد کرد — تنہا درونہ شعر مجرد نوشتہ است
از نظم و نثر ہم چہ بطبعش خوش آمدہ — دیوان بندہ پر ز خوشامد نوشتہ است
ہر جا کہ لفظ ید مثلاً دید در سخن — دست تصرفش ہمہ را بد نوشتہ است
اکنون شریک مہتر دیوان بندہ اوست — زیرا کہ بیشتر سخن خود نوشتہ است

خواجو کرمانی اور عصمت بخارائی ایک ہی دربار کے حریف شعرا تھے۔ بادشاہ ان کی چشمک سے اکثر محظوظ ہوا کرتا تھا۔ ایک بار ایک محفل نشاط میں عصمت بادشاہ کا جلیس تھا۔ بادشاہ نے خواجو کو آتے ہوئے دیکھ کر عصمت سے مخاطب ہو کر کہا تمہارا دوست آرہا ہے۔ کیا تم اس کا استقبال نہیں کرو گے؟ عصمت نے جل کر کہا:

خواجو نگر خواجو نگر خواجو ز کرمان آمدہ — کرمان زگہ بیرون شوند این گہ ز کرمان آمدہ

ایک دن جبکہ برف باری ہو رہی تھی رشید وطواط ادیب صابر سے ملنے گیا۔ آخر الذکر اپنے سکون میں خلل نہیں پیدا کرنا چاہتا تھا لہذا اپنے نوکر سے کہلوا دیا کہ صاحب قیامگاہ پر نہیں ہیں۔ رشید وطواط نے جھلا کر کہا:

آنکس کہ بیرون رود درین روز — کودن تر از و دگر کسی نیست

صابر نے یہ شعر سنا تو کھڑکی سے سر باہر نکال کر یوں جواب دیا:

من خود بہ حرم سرای خویشم — پیداست کہ از بیرون درکیست

ایک بار سلامی اور کلامی دو برادران نے وزیر محمد شریف اصفہانی کی شان میں ایک

Marfat.com

عام مدحیہ قصیدہ نظم کیااور انعام حاصل کرنے کی غرض سے دربار میں حاضر ہو کر اسے پڑھا۔ وزیر بہت افسردہ خاطر ہوااور انہیں تھوڑی رقم دے کر شعر ذیل کہہ کر واپس کیا۔

دو چیز است بدتر ز تیغ حرامی — کلام سلامی، سلام کلامی

شاپور نیشاپوری نے سلطان جلال الدین محمد خوارزم شاہ کے وزیر خواجہ نورالدین کی خدمت میں باریاب ہونا چاہا۔ پانچ دنوں تک حاضری دیتا رہا لیکن ہر بار اسے یہ کہہ کر واپس کیا گیا کہ خواجہ بادہ پرستی میں مصروف ہیں۔ جب وہ چھٹی بار حاضر ہوااور خواجہ کو اس کی خبر ملی تو کہلا بھیجا کہ اگر وہ معاملات کے حسب حال شعر موزوں کرے تو باریابی نصیب ہو سکتی ہے۔ شاپور نے لکھ بھیجا:

فضل تو و این بادہ پرستی باہم — مانند بلندی است و پستی باہم

حال تو بچشم ماہرویان ماند — کانجاست مدام نور و مستی باہم

Marfat.com

باب اوّل

عربی ہجا گوئی اور اس کے اثرات

عرب شاعری کا بیشتر حصہ برجستہ اور آمد ہے اور وہ شعرا جو آورد اور تکلف سے شعر کہتے تھے انہیں "غلامانِ شعر" کا خطاب ملا تھا۔ زمانۂ جاہلیت کی شاعری کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اصلیت اور راستی پر مبنی ہے، جذبات کی کامل اور سچی عکاسی فطرت کی صحیح ترجمانی، آورد اور تکلفات سے عاری ہے اور اس لیے اس میں اختصار کی کثرت ہے اور مجازی باتیں کم ملتی ہیں۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں منطقی طریقوں اور طبعی تقاضوں کے مطابق ترتیب و تسلسل افکار پر بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ چنانچہ انکی شاعری میں محسوسات ذہنی اور واردات قلبی کی ایسی حقیقی ترجمانی اور کامیاب مصوری ہوتی ہے جس کی مثال ادبیات عالم میں نہیں ملتی۔

ازمنہ قدیم کا عرب شاعر مافوق الفطرت صفات کا حامل اور غیر مادی علوم سے مزین ساحر شمار کیا جاتا تھا جو اپنے ساحرانہ اظہار کمال میں جن یا شیطان کی رفاقت اور استعانت پر انحصار کرتا تھا۔ وہ اپنے قبیلے کا ہاتف غیبی، امن میں ان کا رہنما اور میدان کارزار میں ان کا رفیق و سربراہ ہوتا تھا۔ عرب شاعری کی اساس مدح اور ہجو کے دو مہتم بالشان عناصر پر قائم تھی اور یہ دونوں اصناف سخن دور جاہلیت میں ساحری کے مترادف تھے (۱)۔

غنیم قبائل کی ہجو لکھنا شاعر کا فرض اولین تھا اس لیے کہ ہجو ایک ہلاکت آفرین بلا تھی جس کی اہمیت وافادیت مادّی جنگی اسلحوں سے کم تصور نہیں کی جاتی تھی جس طرح عرب قبائل اپنے نیزوں، تیروں اور تلواروں سے دشمنوں کو مجروح کرتے اور انہیں جسمانی ایذا پہنچاتے تھے بالکل اسی شدت، جوش، وحشیانہ اور درندانہ انداز میں شاعر اپنی ہجویات کی ضربوں سے مدّمقابل کے دل و جگر پاش پاش کر دیتا تھا۔ ہجا گو شاعر ایک وحشی اور ہیبت ناک چنگھاڑتے ہوئے درندے کی مانند اپنے غنیم کو بددعائیں کرتا ہوا میدان میں اترتا تھا۔ ایک شاعر کی قادر الکلامی اور اس کی شاعرانہ عظمت کا انحصار اس کی ہجویات پر تھا یعنی قبائلی جنگی مہمات کا نتیجہ فتح و ظفر اور شکست و ہزیمت ہجا گو شاعر کی پیغمبروں کی مثل القاشدہ (الہامی) بددعاؤں کی تاثیر،

(1)- A Literary History of the Arabs-by Nicholson, Reynold A p. 72

Marfat.com

کوسنے کی قوت اور انوکھے انداز تلفظ پر منحصر تھا(۱)۔ ہجو کی اثر انگیزی و جراحت آفرینی کی طرف ذیل کے عربی شعر میں اشارہ ہے، شعر حضرت علی کرم اللہ وجہ کی طرف منسوب ہے:

وَلَایَلتامُ مَاجَرَحَ اللِّسَانُ

(نیزے کا زخم بھر جاتا ہے لیکن زبان کا زخم کبھی نہیں بھرتا)

ایڈوارڈ فارس (Edward Fares) عربی دور جاہلیت کی ہجوگوئی کا مقصد اور اس کے آلہ کاروں کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے:(۲)

" The *Hija* proper which was extemporised verse, employed humour, redicule, and sometimes obscenity, and was desigend to attack the enemy's honour."

اپنی عزت کو اتہام کے بدنما داغوں سے پاک رکھنا، جاہلی عرب کی زندگی کا نہایت لازمی فریضہ تھا اور کسی کی شخصی تضحیک یا عزت پر حملہ اس کی زندگی پر حملہ تھا لہذا شاعروں کا استہزائی کلام غیر معمولی تاثر کا حامل تھا اور لوگ نشانۂ ہجو بننے پر موت کو ترجیح دیتے تھے۔

قدیم عرب قبائل اپنی ذاتی شرافت، نسبی نجابت وسیادت اور خاندانی عظمت وبلندی اور شان وشکوہِ رفتہ کے فخریہ اظہار کے لیے مباحثوں اور مکالموں کی مجلسیں منعقد کرتے تھے جس میں ڈینگیں مارنا اور دشنام آمیز طریقۂ بیان سے ایک دوسرے کی تضحیک کرنا ان کا واحد مقصد ہوتا تھا اس موقع پر اور شاید دیگر مذہبی تقریبات کے موقعوں پر بھی شاعروں کی ہجویات سے ساحرانہ کارگذاری کی امیدیں وابستہ ہوا کرتی تھیں اور ان مقابلوں کا انجام کسی کے قتل یا قبائلی جنگ کی صورت اختیار کر جاتا تھا۔

ہجو عربوں کے درمیان نہ صرف ایک عوامی اسلحۂ جنگ تھا بلکہ ذاتی اغراض کی تکمیل کا ذریعہ بھی تھا۔ ساتویں صدی عیسوی کا ایک عرب شاعر جرول ابن عوس تمام قبیلوں کی مدح سرائی کرتا پھرتا اور ساتھ ہی ہجو کے عالمگیر خوفناک اثرات کا اعلان کرتے ہوئے انعامات بھی حاصل کرتا تھا۔ چنانچہ خلیفہ عمرؓ نے عوام کی زندگی، عزت اور دولت کے تحفظ وامن کے پیش نظر شاعر مذکور کو مقید کرنا لازمی قرار دیا۔

عرب میں ہجاگوئی کا ایسا عام رواج ہوا کہ عرب خواتین نے بھی طبع آزمائی شروع

---

(1)- The power of Satire by Robert C. Elliot. p. 15&16

(۲)- ایضاً

Marfat.com

کی بلکہ خواتین نے فنی بلوغ کا ایسا ثبوت دیا کہ عوام میں انہیں بہت اہم مقام حاصل ہو گیا۔ خواتین ہجو کا استعمال پروپگنڈا اور دشنام کے طور پر کرتی تھیں۔ لوگ ان سے خائف رہنے لگے، یہاں تک کہ عظیم ترین رہبر عالم اور حاکم زمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبار ہجو گو خواتین کے قتل کا حکم دیا جبکہ آنحضرت حتی الامکان جنگ وخونریزی اور قتل وغارتگری سے احتراز کیا کرتے تھے (۱)۔ گوئٹین (Goitein) کے مطابق آج بھی یمنی عورتیں ہجو یہ اشعار کے ذریعہ عام واقعات وحالات پر تنقیدیں کرتی ہیں۔

صدیوں تک ہجا کی قاتلانہ تضحیک (Mockery) اور دشنام آمیز تقریر (Invective) نے ہجو قبیح (Lampoon) کے لیے زمین ہموار رکھی جس کے ذریعہ شعرا اپنے ذاتی یا عوامی وقبائلی دشمنوں پر حملہ کیا کرتے تھے۔ ظہور اسلام کے وقت عرب جاہلیت کی ظلمت، ذہنیت کی گندگی اور فرقہ وارانہ تعصبات کی تباہ کاریوں کے اسیر تھے اور ان کی شاعری ان صفات خارجی وداخلی کے اظہار کا ایک آلہ کار تھی۔ ہادی آدم، رہبر عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح اخلاق اور انفاذ اتحاد کے پیش نظر شاعری کو مذموم قرار دیا اور عام مسلمانوں نے شعر وشاعری ترک کر دی لیکن جب قبیلۂ قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے متبعین کو اپنی جگرپاش ہجوؤں سے اذیتیں پہنچانا شروع کیں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عام مسلمانوں کو اس کی اجازت دیدی۔ ان کی حدیث کا ترجمہ یہ ہے:

"جن لوگوں نے اللہ اور رسول کی اپنے ہتھیاروں سے مدد کی ان کو کیا چیز روکے ہوئے ہے کہ وہ اپنی زبانوں سے ان کی مدد نہیں کرتے"۔

چنانچہ حسّان بن ثابتؓ وغیرہ نے اپنی ہجوؤں کے تیروں سے قریشیوں کے بدن چھید ڈالے۔ ایڈوارڈ فارس کے مطابق محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑی جنگ کے بعد فرمایا کہ تیروں کی بارش سے اسلام کو اتنا نقصان نہیں پہنچا جتنا کہ تین شاعروں کی ہجوؤں سے (۲)۔

عرب میں اسلامی عہد کی ہجو نگاری عام تقلیدی مسلک اور مروجہ انداز پر قائم رہی جس میں حسب ونسب پر اظہار افتخار کیا جاتا تھا۔ البتہ شاعروں کے طبقہ، ماحول اور طبیعت کے

---

(1)-Power of Satire by Elliot, R.C. p. 17

(۲)- تین ہجاگو شعرائے عرب:- (الف) عبداللہ بن الزبعری، (ب) عمرو بن العاص (ج) ابوسفیان: تاریخ ادب عربی از احمد حسن زیات ترجمہ اردو از عبدالرحمٰن سورتی ص ۱۸۴۔

Marfat.com

اختلاف سے ان کی ہجویات میں بھی تفاوت پایا جاتا ہے۔ اسلامی عہد میں عربی ہجا گوئی کے ابتدائی دور کا معروف ترین شاعر جریر ہے۔ یہ آٹھویں صدی عیسوی میں مدح سرائی اور ہجا گوئی میں معروف تھا۔ احمد حسن زیات (۱) کے مطابق جریر "پہلا شخص کہا جاسکتا ہے جس نے ہجویہ شاعری کو عامیانہ اور مبتذل اسالیب قبول کرنے پر مجبور کیا"۔ جریر ہجو گوئی میں نئے نئے حیرت انگیز طریقے ایجاد کیا کرتا تھا۔ اس نے شخصی اور خاندانی و قبائلی ہجو کو تکلیف دہ اور مقبول بنانے میں بڑی کامیاب کوشش کی۔ اخطل اور فرزدق سے ہجو گوئی میں جریر کی معاصرانہ چشمک رہا کرتی تھی اور وہ انہیں شرمناک گالیاں دیا کرتا تھا۔

جریر کا ہم عصر ہجا گو شاعر فرزدق ہے جو بے قید و بے جھجک ہنسی مذاق کرتا اور نہایت بے شرمی و عریانی، آوارگی و بدکاری کی باتیں کیا کرتا تھا۔ اپنی تند مزاجی کی وجہ سے قطعاً نرمی یا رعایت روانہ رکھتا تھا۔ ہجو میں بھی وہ شرمناک باتیں بیان کرتا، کھلے اور ننگے الفاظ میں نام لے لے کر ذلیل اور عریاں مضامین اس طرح نظم کرتا کہ ایک شرمیلی لڑکی کا تو ذکر ہی کیا نوجوان مرد بھی اسے سنانے میں شرما جائیں۔ لیکن فرزدق کے رکیک حملے اس وقت ہوتے، جب کسی کی انتہائی تذلیل و تحقیر اور بدنامی مقصود ہوتی۔ یہ اوچھے ہتھیار اس زمانہ سے پہلے کی عرب شاعری میں استعمال نہیں ہوتے تھے۔ انسانیت ایسی پستی کو گوارا نہیں کرسکتی۔

جریر کا دوسرا ہم عصر ہجا گو شاعر اخطل ہے جو اپنی قوم کا سردار، شریف النفس انسان اور پاک طینت شخص تھا۔ ہجو میں بھی اس کی زبان خواص کی زبان تھی جن میں نہ تو معیار سے گرے ہوئے الفاظ ہوتے تھے اور نہ شرمناک عریاں مضامین سے مدد حاصل کی جاتی تھی۔ بلکہ وہ اپنے حریف کی مردانہ صفات پر حملہ کرتا تھا اور یہ بتاتا تھا کہ وہ سخاوت، بہادری، شرافت اور راست بازی سے بے بہرہ ہے۔ کبھی کبھی وہ ان اعمال کو بھی اپنی ہجو میں شامل کرلیتا تھا جنہیں اسلام نے برا بتایا ہے حالانکہ اپنی ذات سے وہ ان اعمال کو اچھا سمجھتا تھا۔

اگر ان معاصرین ثلاثہ کی ہجویات سے نئے مضامین، سخت لب و لہجہ اور عمدہ عکاسی کو نکال دیں تو ان کی یہ ہجو مخبل فریعی، حسان بن ثابت اور حطیہ جیسے اساتذہ کی ہجویات کے دائرہ سے خارج نہیں معلوم ہوگی جن کی ابتدا قدیم کھنڈرات کے وصف اور تشبیب سے ہوتی

(۱)۔ تین ہجا گو شعرائے عرب:۔(الف) عبداللہ بن الزبعری، (ب) عمرو بن العاص (ج) ابوسفیان: تاریخ ادب عربی از احمد حسن زیات ترجمہ اردو از عبدالرحمٰن سورتی ص ۲۰۱۔

Marfat.com

اور مدار مفاخرت و منافرت پر ہوتا تھا(۱)

پہلی اور دوسری صدی ہجری میں فارسی شاعری کی تاریخ کے صفحات سادے ہیں۔ اس طویل عہد میں ایران میں عربی زبان وادب کا ہی تسلط رہا۔ یہ حکام اور سفارت خانوں کی زبان تھی، مذہب اور خالص ادبی تصانیف کی زبان تھی۔ لہٰذا فارسی کے شعرا و ادبا ترجیحی طور پر عربی کو اپنی قومی و وطنی زبان فارسی کے متبادل استعمال کرتے تھے۔ عہد عباسیہ میں عربی زبان وادب کے ایرانی نژاد علما و فضلا تاریخی اور فلسفیانہ مضامین کی تحقیق و تفتیش میں خاص دلچسپی لیتے لیکن انہیں اپنے وطنی شعری سرمایوں کے جمع آوری کی قطعاً فکر نہ تھی یہاں تک کہ دانش وروں نے ایران قدیم کی تاریخ اور تہذیب و تمدن سے متعلق نگارشات عربی میں ہی تالیف کیں۔ فارسی زبان وادب سے پہلو تہی کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ فارسی زبان اس عہد تک وہ بلوغ و کمال اور وسعت و پختگی نہ حاصل کر سکی تھی کہ عظیم ادبی تصانیف اور دقیق خیالات اور فکری مضامین کے اظہار کا ذریعہ بن سکے اس لیے کہ مختصر عرصہ میں ہی اسلام نے اپنے خاص علوم وفنون اور ادب وانشا کا سرمایہ اس قدر وسیع کر لیا اور تمام شعبوں میں وہ اختراعات اور جدتیں پیدا کی کہ اس کے سامنے تمام قوموں کو اپنا قدیم لٹریچر ہیچ اور بے وقعت نظر آنے لگا۔ دوسری اور تیسری صدی ہجری میں جہاں جہاں اسلامی حکومتیں قائم ہوئیں یعنی ایران، مصر، شام، اندلس، ان تمام ممالک میں اسلامی علوم وفنون نے مفتوحہ قوموں کے علوم وفنون کو بالکل ماند کر دیا۔ اس لیے عربی شاعری کے آگے دوسری قوموں کو اپنی زبان میں شاعری کرتے شرم آتی تھی۔ اور پھر یہ کہ ایرانیوں کے لیے عربی زبان میں تصنیف و تالیف کرنا اس عہد کے فیشن میں داخل تھا۔ ایرانی فضلا کی اس تنگ نظری اور فارسی زبان سے بے توجہی نے بہت سے فارسی شعرا کے کلام کو قعر گمنامی میں ڈال دیا اور یہ شعری سرمائے منت کش اعتنائے عوام نہ ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدائی دو صدیوں اور اس کے فوراً بعد کے عہد ساسانی کے شعرا کا کوئی سرمایہ کلام دستیاب نہیں ہوتا۔ انہیں عربوں کی خونریزی و غارت گری اور حملہ تسلط و غلبہ نے فنا کر دیا ہو یا خود ایرانیوں کی بے توجہی کے نذر ہو گئے ہوں وجہ جو بھی ہو لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عربوں کے حملہ تسلط سے پہلے اور بعد کے عہد میں فارسی شاعری کا وجود تھا۔ دولت شاہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ”عبداللہ بن طاہر نے حکم دیا تھا کہ

(۱)- تاریخ ادبیات عربی از استاد احمد حسن زیات، ترجمہ اردو از عبدالرحمٰن سورتی، ص ۲۱۴۔

Marfat.com

ایران کی تمام کتابیں برباد کر دی جائیں۔اس بنا پر آل سامان کے زمانہ تک فارسی شاعری نے ظہور نہیں کیا(۱)"۔

اس عہد کی فارسی شاعری کے دستیاب اجزائے پریشاں سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ فارسی شعرا خاص خاص موقعوں پر اقتضائے حال کے مطابق شعر موزوں کرتے تھے اور یہ شعرا چونکہ عربی زبان وادب کے ماہر تھے لہذا اپنے احساسات ذہنی اور واردات قلبی کو فارسی زبان میں بھی بڑی آسانی سے نظم کا جامہ عطا کر دیتے تھے۔ لیکن چونکہ عربی ان کی زندگی اور ان کے ادب کا ایک جزولاینفک بن چکی تھی لہذا ان کی فارسی شاعری صرف خارجی طور پر یعنی لسانی اعتبار سے فارسی تھی ورنہ اس کی روح ورواں عربی تھی اور یہ شاعری فکر وفن دونوں اعتبار سے عربی کا ہی چربہ ہوتی یعنی ان کا انداز تفکر عربی ہی ہوتا تھا۔ان کی تخلیق کے پس پشت عربی تخلیقی تحریک کارفرما رہا کرتی تھی اور ان کے اشعار عربی اصناف سخن اور طرز بیان کے نمونوں پر قائم ہوتے تھے۔داؤد پوتا کی کتاب میں ڈارمسٹیٹر کا قول اس ضمن میں یوں نقل ہوا ہے(۲):

"The school of Rudaki and his successors," says Darmesteter,"is Persian only in language, the inspiration and models are Arabian."

فارسی شاعری کی تاریخ میں ایک دور ایسا گذرا ہے کہ ایرانی شعرا عربی شاعری کو اپنے سامنے رکھ کر شعر کہتے تھے اور قرون اولی کی فارسی شاعری میں بہت سے قصائد، قطعات اور مفردات ایسے ملتے ہیں جو عربی اشعار کے ترجمے ہیں۔اہل عجم کو بھی اس کا اعتراف ہے کہ شاعری میں ان کے استاد عرب ہیں، چنانچہ انوری نے بجا کہا ہے:

شاعری دانی کدامین قوم کردند آنکہ بود　　　اوّل شان امرءالقیس آخر شان بوفراس

منوچہری دامغانی نے عرب شعرا کے دواوین کو زبانی یاد کر رکھا تھا اور اسے اس پر فخر تھا کہ اسے عربی اشعار اس کثرت سے یاد ہیں اور یہ اس کے لیے معاصرین پر وجہ ترجیح ہے۔ایک دوسری جگہ منوچہری نے عنصری کا مدحیہ قصیدہ لکھتے ہوئے عنصری کا مقابلہ قدیم عرب شعرا سے کیا ہے جو عنصری کی برابری نہیں کر سکتے اور جریر، فرزدق، ولید اور لبید وغیرہ کو اس

(۱)-شعر العجم از مولانا شبلی نعمانی،ج۱،ص۱۵۔

(2)- The Influence of Arabic Poetry on the Development of Persian Poetry by U.M. Daudpota - p. 75, 104 to 111

Marfat.com

سے کمتر ظاہر کیا ہے گویا عربی شاعری فارسی شعرا کے لیے نشان راہ تھی۔ کیا فکر اور کیا فن دونوں اعتبار سے یہ عربوں کے مقلد تھے۔ یہاں چند مثالیں بطور ثبوت پیش کی جاتی ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کس طرح فارسی شعرا نے عربی اشعار کا چربہ اتارا ہے(۱):

انقلاب زمانہ کے متعلق ابن الرومی (متوفی ۲۸۳ھ/۸۹۶ء) کہتے ہیں:

دَهرٌ عَلاقَدرالوَضِیع بِهٖ وَتری الشرِّیف یَحطّهٗ شرفَه
کَالبَحر یرَسبُ فِیهِ لُؤلُوہ سَفلاً و تَعلو فَوقَہٗ جِیفَه

(ترجمہ: یہ انقلاب زمانہ ہے کہ ادنی لوگ بلند رتبہ ہیں اور شریف و نجیب لوگ بے قیمت ہو رہے ہیں موتی سمندر کی تہ میں ہوتا ہے لیکن مردہ سطح آب پر تیر تا رہتا ہے)۔

رشید الدین وطواط (متوفی ۵۷۸ھ/۱۱۸۲ء) نے اسے یوں ترجمہ کیا:

گر زیر دست ہر کس وناکس نشانیم آنجا دقیقہ ایست دانم من اینقدر
بحراست مجلس تو ودر بحر بی خلاف لولوی زیر باشد وخاشاک برزبر

ابن یمین (متوفی ۷۴۵ھ) نے اسی خیال کو اس طرح دہرایا ہے:

بہ بزم آصف جمشید رتبت گہی کابن الیمین از پا نشیند
ندارد خویشتن را در مضیقی ز ناہلی اگر ادنیٰ نشیند
فرو ترپایہ دارد مرد نادان اگرچہ برتر از دانا نشیند
ندارد قدر گوہر ہیچ خاشاک بدریا گرچہ او بالا نشیند

جفائے روزگار سے متعلق المتنبی (متوفی ۳۵۴ھ/۹۶۵ء) نے یوں خیال آفرینی کی:

رَمَانی الدّھرُ بَالارزَاء حَتّی فُوٗادیٓ فی غَشَاءٍ مِن نبَالِ
فصِرتُ اِذَا اَصَابَتنِي سِھَامٌ تکَسّرت النّصالُ عَلَی النّصالِ

(ترجمہ: روزگار نے مجھ پر جور و ستم کے بے شمار تیر چلائے اتنا کہ میرا دل ان تیروں سے ڈھک گیا۔ اب جو تیر چلتے ہیں وہ ما قبل تیروں سے ٹکرا جاتے ہیں)۔

---

(1)- The influence of Arabic Poetry on the Development of Persian Poetry by U.M. Daudpota - p. 75, 104 to 111

Marfat.com

جمال الدین اصفہانی (متوفی ۵۸۸ھ / ۱۱۹۲ء) نے متنبی کے خیال کی تقلید کی ہے، فرق یہ ہے کہ جہاں متنبی کا دل تیروں کے انبار میں چھپ گیا ہے جمال الدین پر تیر چلاتے چلاتے فلک کا ترکش خالی ہو چکا اور تمام تیر ان کی پشت پر ایسے گڑے کہ جمال الدین مثل ساہی (خار پشت) ہو گئے:

نماند تیری در ترکش قضا کہ فلک　　سوی دلم بسر انگشت امتحان نکشود
چون خار پشتی گشتم از تیر آزارش　　کہ موی بر تن صبرم ز تیر او بنخود

"صبر کرو صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے" اس مقولہ کو کئی عرب شاعروں نے مختلف انداز میں پیش کیا ہے، مثلاً ابو تمام (متوفی ۲۳۱ھ / ۸۴۶ء) کا شعر ہے:

وَمَا نَفعَ مَن قَدمَات بِالْامسِ صَادیا　　اِذا مَاالسماءُ الیَومَ طالَ انھارھا

(ترجمہ: جو شخص کل شام شدت پیاس سے مر گیا اگر آج پورے دن بارش ہوتی رہے تو کیا فائدہ؟)

ابو فراس (متوفی ۹۶۸ء) نے یوں خیال آفرینی کی:

یعللتی بِالوَصَلِ وَالمَوتِ دُونَه　　اِذَا مِتّ ظَماناً فَلانزل المطر

(یعنی وہ مجھے وصال کے عہد و پیماں منتظر رکھتے ہیں ایسا کہ ع:
تمام رات قیامت کا انتظار کیا۔
اگر میں پیاسا مر جاؤں اور پھر پانی برسا تو کس کام کا؟
احمد بن بندار کہتے ہیں:

وقالوا یعودُالماءُ فی النَّھرِ بَعدَ ما　　عِفت مِنه آثارٌ و جَفَّتْ مَشارعه
فَقُلتُ اِلیٰ اَن یَرْجعُ المَاءِ عَایِداً　　وَتَعْشَبُ شَطّاهُ تَموتُ ضَفادَعه

(یعنی وہ کہتے ہیں کہ چشمہ میں پانی جاری ہوگا جب اس کے نشانات مٹ جائیں گے اور ماخذ خشک ہو جائیں گے، میں نے کہا کہ قبل اس کے کہ پانی دوبارہ جاری ہو اور لب جو سر سبز ہو مینڈک مر جائے گا)۔

ان خیالات کو بیان کرتے وقت فارسی شعرا صرف اتنا فرق پیدا کر دیتے ہیں کہ مینڈک کی جگہ مچھلی کا استعمال کرتے ہیں۔

---

(۱) بندار رازی (متوفی ۴۰۱ھ / ۱۰۱۱ء) نے اسی خیال کو اس طرح موزوں کیا:

Marfat.com

بابط میگفت ماہی درتب و تاب   غم نیست بجوی رفتہ باز اید آب
بط گفت چو من قدید گشتم تو کباب   دنیا پس مرگ ماچہ دریاچہ سراب

بندار رازی کا قطعہ بالا اور انوری کے اشعار ذیل احمد بن بندار کے اشعار کا ترجمہ ہیں۔ انوری کہتا ہے(۱):

ہمدمی گفت صبر کن زیرا   صبر کار تو خوب و زود کند
آب رفتہ بجوئی باز آید   کار بہتر از انچہ بود کند
گفتم آب از بجوئی باز آید   ماہی مردہ را چہ سود کند

ابن یمین (متوفی ۷۴۵ھ/ ۱۳۴۴ء) نے خیال بالا کو اس طرح نظم کیا:

چہ سود آنگہ کہ ماہی مردہ باشد   کہ باز آید بجوی رفتہ آبی

اس حقیقت سے ہم انکار نہیں کر سکتے کہ فارسی ادبیات میں ہزاروں عربی جملے، امثال، محاورات، تلمیحات اور عربی صنائع و بدائع لفظی و معنوی کا فارسی شاعری میں التزام کیا گیا ہے اور فارسی شاعری پر عربی اثرات کی وافر مثالیں موجود ہیں جن کے بیان کے لیے دفاتر درکار ہیں۔

ایران پر عربوں کے تسلط نے نہ صرف ملک کی مادی حالت کو متاثر کیا بلکہ وہاں کی ذہنی فضا پر بھی اپنے نقوش چھوڑے۔ عربی کے اثر سے فارسی زبان نے نئی شکل اختیار کی اور شاعری نے باعتبار ہیئت بڑی حد تک عربی سے استفادہ کیا جس کا اعتراف خود ایرانی تذکرہ نگار اور شاعر و ادیب کرتے ہیں۔ شمس قیس رازی اپنی تالیف المعجم فی معائیر اشعار العجم میں لکھتا ہے:

"ہجا اور ہزل" شعر و شاعری کے ابتدا سے ہی منظوم ادبیات کا ایک جز تھا۔ ایرانی شعرا نے ابتدا ہی سے شاعری کے اصول، اس کے اغراض و مقاصد اور موضوعات میں عرب

---

(۱)- داؤد پوتا اپنی کتاب The Influence of Arabic Poetry on the Development of Persian Poetry کے صفحہ ۱۰۹ پر اور M.N.Kuka اپنی کتاب Wit, Humour and Fancy of Persia کے صفحہ ۹۸ پر اس قطعہ کو انوری سے منسوب کرتے ہیں لیکن دیوان سنائی مطبوعہ تہران کے صفحہ ۶۹۶ پر یہ قطعہ بغیر کسی تبدیلی کے تحریر ہے اور سنائی ہی سے منسوب ہے۔

Marfat.com

شعرا کی پیروی کی اور جب ایران میں باضابطہ فارسی شاعری کا آغاز ہوا تو عرب کی دور جاہلیت اور اسلامی شاعری کے فکری اور فنی اصولوں کی پیروی ہونے لگی۔ ھجوسرائی عربوں کا ایک قدیم ترین موضوع سخن تھا اور امویوں کے عہد حکومت میں بھی شدت کے ساتھ رائج تھا۔ عرب کے معروف شعرا اخطل، جریر اور فرزدق کی ہجویات ذمائم اور ہتاکی کی حد تک پہنچ چکی تھیں۔ جب عربی موضوعاتِ شعر و سخن فارسی ادبیاتِ منظوم میں راہ پانے لگے تو ھجوسرائی بھی دیگر موضوعات کی مانند شعرائے ایران کی طبع آزمائی کا موضوع قرار پایا۔ ایرانیوں کے یہاں بھی ہجو کا مزاج وہی رہا جو عربوں کا تھا جس کا ذکر گذشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔

فارسی شاعری میں ہجو گوئی کی ابتدا

ابن مفرغ، رودکی، فردوسی

فارسی زبان و ادب کی تاریخوں اور تذکروں میں قدیم ترین شعر فارسی کے متعلق قیاس آرائیاں اور بحث و تمحیص ہوتی رہی ہیں، اس سلسلہ میں نورالدین محمد عوفی کا قول اکثر تسلیم کیا جاتا رہا ہے کہ فارسی کا قدیم ترین شعر ابو العباس یا عباس مروزی کا وہ شعر ہے جو اس نے خلیفہ مامون الرشید کی شان میں ۱۹۳ھ میں نظم کیا تھا، جس کا مطلع یہ ہے:

ای رسانیدہ بدولت فرق خود تا فرقدین　　　گسترانیدہ بجود و فضل در عالم یدین

لیکن مرزا محمد خان بن عبدالوہاب قزوینی کو عوفی کی رائے سے اختلاف ہے اور انہوں نے قصیدہ کے وزن اور عوفی کے متقدمین و معاصرین تذکرہ نگاروں مثلاً رشیدالدین وطواط صاحب حدائق السحر، نظامی عروضی سمرقندی صاحب چہار مقالہ اور شمس قیس رازی صاحب المعجم فی معائیر اشعار العجم کے اس قصیدہ کی قدامت کا کوئی ذکر نہ کرنے کی بنیاد پر عوفی کے قول بالا سے اختلاف کیا ہے (۱) اور قصیدہ مذکورہ کو عہد مابعد کا ایک جعلی اور مصنوعی قصیدہ قرار دیا ہے۔

---

(۱)- بیست مقالہ قزوینی ج ۱، ص ۳۴-۳۷۔

Marfat.com

شمس الدین محمد بن قیس رازی اپنی تالیف المعجم فی معائیر اشعار العجم میں فارسی کا قدیم ترین شعر ابو حفص حکیم بن احوص سغدی سمرقندی سے منسوب کرتے ہیں اور شعر ذیل نقل کرتے ہیں(۱):

آہوی کوہی در دشت چگونہ دودا　　　یار ندارد بی یار چگونہ دودا

قزوینی شمس قیس رازی کے قول کو بھی نامعقول اور واہیات تصور کرتے ہیں۔ ان کے مطابق قدیم عرب کے مصنفین مثلاً جاحظ (متوفی ۲۵۵ھ) ابن قتیبہ (متوفی ۲۷۰ھ) طبری (متوفی ۳۱۰ھ) صاحب تاریخ کبیر اور ابوالفرج اصفہانی (متوفی ۳۵۶ھ) صاحب اغانی نے شعر فارسی کے دو فقروں کو نقل کیا ہے جس میں ایک تقریباً ۶۰ ہجری یعنی عہد خلافت یزید بن معاویہ (۶۰-۶۴ھ) کے دوران اور دوسرا ۱۰۸ھ ہشام بن الملک کے دور خلافت میں نظم ہوا (اور ان دونوں فقروں کو قدیم ترین شعر فارسی بعد از اسلام تسلیم کیا جاسکتا ہے) جس میں سے ایک کا شاعر عرب ہے اور دوسرا اصطلاحی طور پر ادبی شعر نہیں بلکہ عامیانہ ہے۔ قزوینی ایک مقالہ میں لکھتے ہیں: (۲)

"... وعلی العجالہ شاید بتوان این دو فقرہ را قدیم ترین نمونہ شعر فارسی بعد از اسلام محسوب داشت، ہرچند در اوّل آنہا چنانکہ خواہیم گفت اگرچہ خود شعر فارسی است ولی شاعر عرب است و دوّمی آنہا شعر ادبی معنی مصطلح نیست بلکہ شعر عامیانہ وباصطلاح حالیہ 'تصنیف' است"۔

ابن قتیبہ طبقات الشعراء صفحہ ۲۱۰ میں اور طبری تاریخ کبیر (سلسلہ ۲ ص ۳-۱۹۲) میں اور ان دونوں سے مفصل تر ابوالفرج اصفہانی کتاب الاغانی (جلد ۱۷ ص ۵۶ تا بعد) میں لکھتے ہیں کہ عہد خلافت یزید بن معاویہ میں عبیداللہ بن زیاد کے بھائی عباد بن زیاد کو سیستان کی گورنری عطا ہوئی۔ عباد بن زیاد کے ایک معاصر شاعر یزید بن مفرغ نے بھی عباد کے ساتھ سیستان جانے کی درخواست کی اور بہر صورت میر عبیداللہ بن زیاد کو آمادہ کرلیا کہ اسے عباد کے ساتھ جانے کی اجازت مل جائے۔ وہاں پہنچ کر عباد معاملات جنگ وحرب اور امور

---

(۱)- المعجم فی معائیر اشعار العجم، ص ۱۷۱

(۲)- بیست مقالہ، ج ۱، ص ۳۸، ۳۹۔

Marfat.com

تحصیلات خراج میں مصروف ہو گیا اور ابن مفرغ کو اس کی امیدوں کے خلاف اتنی توجہ اور اتنا وقت نہ دے سکا۔ نتیجہ کے طور پر ابن مفرغ ملول ہوا اور پوشیدہ طور پر عباد کی ہجو گوئی اور بد گوئی کرنے لگا۔ عباد کو اس کی خبر ہوئی لیکن اس نے اس کا کوئی اثر نہ لیا۔ لیکن ایک وقت ایسا بھی آ ہی گیا جب ابن مفرغ ہر جگہ عباد، اس کے ماں باپ اور خانوادے کی ہجو گوئی کرنے لگا۔ عباد پر اس کا بہت ہی گہرا اثر پڑا۔ ابن مفرغ کو قید خانہ بھجوادیا اور اس کے محبوب غلاموں اور کنیزوں، گھوڑے، اسلحہ جات اور تمام اثاث البیت کو فروخت کروادیا۔ جیل سے رہائی پاکر ابن مفرغ بصرہ بھاگ گیا اور وہاں سے شام اور دوسرے شہروں مارا مارا پھرتا رہا اور جہاں جہاں گیا آل زیاد کی تلخ ہجویں کہتا، ان کے نسب نامہ پر کیچڑ اچھالتا اور ان کی ماں سمینہ کی بدکاری وغیرہ پر دریدہ دہنی سے چوٹیں کستا رہا۔ عبید اللہ بن زیاد نے اسے پکڑوا کر بصرہ کے قید خانہ میں بند کروادیا اور یزید سے اس کو قتل کر دینے کی اجازت مانگی۔ یزید نے عبید اللہ کو اس کے قتل سے منع کیا اس لیے کہ ابن مفرغ کے خاندان والے اور اس کے قبیلے کے لوگ اس کی لشکر میں تھے۔ اگر اس کا قتل ہوتا تو ابن مفرغ کی قوم کے افراد عبید اللہ کو کبھی نہیں بخشتے۔ یزید نے اتنی اجازت ضرور دیدی کہ اسے جتنی تکلیفیں اور صعوبتیں دینا چاہیں دے سکتے ہیں۔ عبید اللہ نے ابن مفرغ کو نبیذ شیریں میں شبرم ملا کر پلوایا اور بلی، سور اور کتے کو اس کے ساتھ ایک رسی میں باندھ کر بصرہ کی گلیوں میں گھموادیا۔ بصرہ کے بچے، بچیاں ابن مفرغ کو اس حال میں دیکھ کر اس سے پوچھتے تھے کہ "این چیست"؟ وہ بھی فارسی شعر میں جواب ذیل دیتا تھا:

آبست نبیذ است

عصارات زبیست

سمیۃ روسبیذ ست

اگرچہ شاعر عرب ہے لیکن وہ بصرہ اور خراسان میں ایک طویل مدت تک قیام کر چکا تھا اور ایران کے شہروں میں پروان چڑھا تھا اس لیے فارسی زبان کا ماہر ہو چکا تھا۔ اس کے ساتھ یہ واقعہ ۶۰ھ - ۶۴ھ کے درمیان پیش آیا لہذا اسے فارسی کا قدیم ترین شعر تسلیم کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ اس سے پہلے کسی شعر کی خبر بھی نہیں ملتی۔

سطور بالا کی روشنی میں اگر یہ کہا جائے کہ فارسی شاعری کا آغاز ہجو گوئی سے ہوا تو بے جانہ ہوگا اور یہ حقیقت پر مبنی ہے۔

Marfat.com

اوائل تیسری صدی ہجری میں دولت عباسیہ کا زوال شروع ہوا اور بڑے بڑے صوبے خود مختار ہونے لگے۔ ایران میں اس قسم کی سب سے پہلی حکومت مامون الرشید کے مشہور سپہ سالار طاہر ذوالیمینین نے ۲۰۶ھ میں قائم کی۔ یہ خاندان عربی النسل تھا اور فارسی زبان سے بہت کم آشنا تھا۔ گرچہ اس عہد میں فارسی شاعری کا عروج نہیں ہو سکتا تھا تاہم درباری لوازمات کے طور پر فارسی شاعری کا رواج ہوا۔ یعقوب صفار نے خاندان طاہریہ کے آخری فرمانروا محمد بن طاہر کو ۲۵۹ھ میں گرفتار کر کے سلطنت خاندان صفاریہ کی بنا ڈالی۔ صفاریہ خاندان بہت کم دنوں حکمراں رہا لیکن اس دور میں فارسی کے متعدد شعرا منظر عام پر آئے۔ طاہریہ اور صفاریہ عہد کے فارسی شعرا کے منتشر کلام ملتے ہیں۔ کسی کی ایک رباعی، کسی کا ایک قطعہ، لیکن ان اجزای پراگندہ میں ہجویات کا سراغ نہیں ملتا۔

فارسی شاعری کی باضابطہ ترقی کا دور سلسلۂ سامانیہ کی مستقل حکومت کے قیام یعنی ۲۷۹ھ سے ہوتا ہے۔ اس خاندان کے حکمراں علم و فن کے قدرداں ہونے کے ساتھ ساتھ خود بھی دانشور اور سخن سنج تھے۔ اہل عجم ادبیات ملی اور خصوصیات قومی و وطنی سے بے اعتنائی برتتے تھے اور ان کی تخلیقی صلاحیتیں عربی زبان و ادب کی نشو و نما پر صرف ہوتی تھیں۔ ان حالات نے حکمرانان سامانیہ کے قومی و ملی جذبات کو برانگیختہ کیا اور انہوں نے فارسی زبان و ادب کی خدمت پر شاہانہ عنایتیں شروع کیں۔

رودکی

دربار سامانیہ نے سینکڑوں شعرا کی تربیت کی لیکن رودکی اس عہد کا معروف ترین شاعر شمار کیا جاتا ہے۔ تمام تذکرہ نگار متفق ہیں کہ رودکی پہلا صاحب دیوان شاعر ہے اور اسے آدم الشعرا کا لقب بھی دیا گیا ہے۔ رودکی نے عربوں میں مروجہ تمام اصناف سخن پر طبع آزمائی کی۔ مضامین کے اعتبار سے بھی اس کی شاعری کا دائرہ نہایت وسیع ہے اس نے عربوں کی شاعری میں مستعمل واقعہ نگاری، خیال بندی، پند و موعظت، عشق و محبت، مدح و ثنا، صنائع و بدائع اور تمام موضوعات سخن کا احاطہ کیا۔ یہ بعید از قیاس ہے کہ جہاں رودکی نے دیگر عربی مضامین ہجویہ کا استعمال کیا عربوں سے ہجا گوئی میں متاثر نہ ہوا ہوگا اور عربی ہجویہ انداز اختیار نہ کیا ہوگا۔ لباب الالباب میں عوفی کے بیان سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے(۱) "ہجو و ہزل از موضوعاتی

---

(۱)۔ لباب الالباب، ج۱، ص ۱۹۸۔

Marfat.com

است کہ در شعر عربی از سابق الایام وجود داشتہ ودر شعر پارسی از ادبیات عربی نقل شدہ است۔" لہٰذا فارسی شاعری میں ہجو نگاری کا موجد بھی رودکی ہی ہے گرچہ اس نے باضابطہ ہجو نگاری کو اپنا شعار نہیں بنایا۔ لیکن فارسی شاعری میں ہجا گوئی کے امکانات کا انکشاف کیا، جیسا کہ مندرجہ ذیل سطور میں ہم دیکھیں گے۔

شاعر بڑا ہی نازک دل ہوتا ہے۔ رقیق القلبی اور زود رنجی اس کی طبیعت کا خاصہ ہوتی ہے۔ دوسروں کی دل آزاری نہیں کرتا، یہ اس کا شیوہ نہیں۔ اگر کوئی اس کی تکلیف کا باعث بنتا ہے تو اس کا آبگینۂ دل چور چور ہو جاتا ہے۔ لیکن شاعر انتقام کے طور پر اس سے جھگڑتا نہیں بلکہ آزار گر کے خلاف چند شکوائی اشعار موزوں کر کے درد دل میں کمی محسوس کرتا ہے اور اپنے رنجیدہ دل کی اس آواز کو دوسروں سے پنہاں رکھتا ہے۔ رودکی نے بھی ایسے لوگوں کی ہجویں لکھی جن سے اسے ایذا پہنچی تھی۔ لیکن رودکی کی ہجویں اوروں کی ہجوؤں سے مختلف ہوتی ہیں جیسا کہ آئندہ ابواب میں دیگر شعرا کی ھجویات کے مطالعہ سے اندازہ ہوگا۔ وہ ہجو گوئی میں بیہودہ الفاظ کا استعمال ناجائز سمجھتا ہے اور رکاکت پر نہیں اترتا۔ کسی کی عزت وناموس پر کیچڑ نہیں اچھالتا۔ بہت غضب ناک ہوتا ہے تو صرف اتنا کہتا ہے:

آن خرپدرت بدشت خاشاک زدی ۔۔۔ مامات دف و دو رویہ چالاک زدی
آن برسر گورہا تبارک خواندی ۔۔۔ وین بر در خانہا تبوراک زدی

ظاہر ہے اس ہجو میں کوئی مبالغہ نہیں۔ یہ ایک ایسے نامعلوم شخص کی ہجو ہے جس کا باپ قبرستان میں قرآن خوانی کرتا تھا اور ماں محفل عیش وسرور میں دف بجاتی پھرتی تھی۔ ایسا شخص اگر بلند جاہ اور عالی مرتبہ ہونے کے بعد رودکی جیسے عظیم شاعر کی دل آزاری کرتا ہے تو یہ رباعی، جس میں کوئی تہمت نہیں اور تہذیب سے گرے ہوئے الفاظ بھی نہیں، بڑا ہی حسین انتقام ہے۔ اس رباعی میں شاعر نے رقت معانی اور دل انگیزی الفاظ کا دامن ہاتھوں سے چھوٹنے نہیں دیا ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ رودکی کے غصہ کی آگ برانگیختہ نہیں ہوتی۔ اس حالت میں اس کی ہجو اتنی خفیف اور بے آزار ہوتی ہے کہ اگر مورد ہجو اسے سن لے تو مطلق رنجیدہ خاطر نہ ہو مثلاً (۱):

---

(۱)- دیوان رودکی ص ۴۹۲، ۴۴۱۔

Marfat.com

کس فرستاد بسہ اندر عیار مرا　　که مکن یار به شعراندر بسیار مرا

وین فژه پیر ز بهر تو مرا خوار گرفت　　برهاناد از و ایزد جبار مرا

بالکل اسی انداز کی ہجو ابوالقاسم کے لڑکے یا اس کے کسی بازماندگان سے متعلق ہے۔ لیکن یہ کون ابوالقاسم ہیں معلوم نہیں۔ صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ ابوالقاسم محتشم نامی کوئی شخص تھا۔ یہ یا تو وزیروں میں سے ہے یا کارکشایان درجہ اوّل سے۔ اس لیے کہ اسے خواجہ کہا گیا ہے۔ یہ ابوالقاسم نیکو کار شخص تھا اس لیے اس کی اولاد سے کہتا ہے کہ تیری ایذارسانی وبدکرداری کے شرم سے خواجہ ابوالقاسم قیامت تک قبر سے سر نہ اٹھا سکے گا۔ ہجو یہ ہے (۱):

چرخ فلک هرگز پیدا نکرد　　چون تو یکی سفلهٔ دون دژکور

خواجه ابوالقاسم از ننگ تو　　برنه کند سر به قیامت زگور

ایک محترم اور نیک نام شخص کی ہجو میں رودکی سے منسوب دو شعر اور ہیں۔ اس میں بھی ہجو کا وہی سادہ انداز ہے۔ تلخی کا فقدان ہے۔ شعر اوّل میں ہجو اور ثانی میں منطقی دلیل پیش کی ہے (۲)

بنام نیک تو، خواجه، فریفته نشوم　　که نام نیک تو دامست وزرق مرنان را

کسی که دام کند نام نیک از پی نان　　یقین بدان تو که دامست نانش مرجان مرا

خواجہ اپنی نیک نامی کے ذریعہ مکروفریب کا جال پھیلا کر روزی حاصل کرتا ہے۔ لہٰذا اس کی نیک نامی باعث ننگ ہے۔ ایسا شخص جو روٹی کی خاطر نیک نامی کا سودا کرے اس کی روح بھی آلودہ ہو جاتی ہے۔ رودکی اپنے گھوڑے کی مذمت اس طرح کرتا ہے۔ (۳)

بوداعور و کوبج ولنگ و پس من　　نشسته بردچون کلاغی براعور

ریاکاری، ظاہر داری، خوش ظاہری اور بدباطنی خردمندی کے مذہب میں حرام ہے۔ کیا فائدہ اگر کوئی نماز میں کھڑا ہو اور اس کا دل کسی اور جگہ پھنسا ہو۔ اس خیال کو رودکی نے یوں ادا کیا ہے: (۴)

---

(۱)-دیوان رودکی، ص ۵۰۲ و ۴۴۱۔ (۲)-ایضاً، ص ۴۹۲، ۴۴۱۔ (۳)-ایضاً، ص ۵۰۰۔ (۴)-ایضاً ص ۵۰۳۔

Marfat.com

روی بہ محراب نہادن چہ سود؟ دل بہ بخارا وبتان تراز
ایزد ماوسوسۂ عاشقی از تو پذیرد نہ پذیرد نماز

خواجہ حافظ شیرازی کا سارا دیوان اسی متن کی تشریح ہے۔ انہوں نے اسی مضمون کو ہزاروں طرح سے اپنے اشعار میں ادا کیا ہے۔ رودکی نے ایک شعر اور اسی ضمن میں موزوں کیا ہے (۱):

بادل پاک مرا جامۂ ناپاک رواست بدمر آن راکہ دل ودیدہ پلیدست وپلشت

رودکی کی ہجویات میں متانت اور واقعیت پائی جاتی ہے: (۲)

زہی سوار و جوان و تونگر از رہ دور بہ خدمت آید نیکو سگال نیک اندیش
پسند آید مر خواجہ را پس از دہ سال کہ باز گردد پیر وپیادہ و دل ریش

رودکی ایک بخیل ممدوح سے کہتا ہے کہ کیا یہ مناسب ہے کہ جو لوگ آپ کے دربار میں جوان، دولت مند اور سواریوں پر آئیں، وہ اس قدر آپ کے یہاں امیدواری میں پڑے رہیں کہ جب واپس جانے لگیں تو دولت مند غریب، سوار پیادہ اور جوان بوڑھے ہو جائیں۔

زندگی درد و غم کا دوسرا نام ہے اور انسان ایک خواب پرست مخلوق ہے۔ اس کی آرزوئیں اور تمنائیں لامحدود ہیں۔ زندگی کی تلخ حقیقت اور اس کے حزنیہ، المیہ اور تاریک پہلو سے نجات حاصل کرنے کے لیے انسان خیالی محلوں کی تعمیر کرتا رہتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو زندگی بڑی دشوار ہو جاتی۔ ان امنگوں اور خواہشوں کا لامتناہی سلسلہ ہمیں برسرِ عمل رکھتا ہے۔ لیکن تمناؤں کے ساتھ ساتھ تکلیفوں کی داستان جاری رہتی ہے اور ہماری تکالیف یا امنگوں سے یہ دنیا اور کائنات لاپرواہ رہتی ہے۔ خواہشات کی عدم تکمیل پر کبھی ہم اپنی قسمت کو کبھی دنیا والوں کو اور کبھی آسمان کو موردِ الزام قرار دیتے ہیں۔ شاعروں نے اپنی تیرہ بختی، کائنات کی بے پروائی اور چرخ کی ستم ظریفی کا خوب خوب گلہ کیا ہے اور اپنی حرماں نصیبی کا انہیں ذمہ دار قرار دیا ہے۔ رودکی سے چرخ کی شکایت سنیے: (۳)

چرخ کجہ باز، تانہاں ساخت کجہ بانیک و بد دائرہ درباخت کجہ

(۱)۔ دیوان رودکی، ص ۵۲۱۔ (۲)۔ شعر العجم، ج ۱، ص ۳۶۔ (۳)۔ دیوان رودکی، ص ۵۱۷

Marfat.com

ہنگامۂ شب گذشت و شد قصہ تمام   طالع بہ کفم یکی نینداخت کجہ

اپنی شومی بخت کو بڑے دلکش تلمیحاتی پیرایہ میں ادا کیا ہے۔ کس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے پیراہن کی طرح اس کا چہرہ پُر خون اور دل چاک ہو گیا ہے اور اس کا نصیبا بھی چاک دامانی کا شکار ہے، اشعار ملاحظہ ہوں (۱):

نگارینا شنید ستم کہ: گاہ محنت و راحت   سہ پیراہن سلب بودست یوسف را بعمر اندر
یکی از کید پر خون شد دوم شد چاک از تہمت   سوم یعقوب را از بوش روشن گشت چشم تر
رخم ماند بدان اول، دلم ماند بدان ثانی   نصیب من شود در وصل آن پیراہن دیگر؟

حضرت یوسفؑ کا ایک پیراہن خون سے آلودہ ہوا اور دوسرا تہمت کی وجہ سے پھٹا اور تیسرے کی بو پا کر ان کے والد حضرت یعقوبؑ کی آنکھوں نے دوبارہ نور حاصل کیا۔ رودکی کا چہرہ پیراہن اول کی مانند اور دل پیراہن ثانی کی طرح چاک چاک اور اس کی قسمت بھی پریشان اور مجروح ہے، حالانکہ اسے منور ہونا چاہیے تھا۔

اشعار ذیل میں دنیا کی مذمت کی گئی ہے (۲):

این جہان پاک خواب کردار است   آن شناسد کہ دلش بیدار است
نیکی او بجا نگاہ بداست   شادی او بجای تیمار است
چہ نشینی بدین جہان ہموار ؟   کہ ہمہ کار او نہ ہموار است
دانش او نہ خوب و چہرش خوب   زشت کردار و خوب دیدار است

رودکی نے اپنے کلام کو مزاح سے بھی نوازا ہے۔ بالوں میں خضاب لگانے کی بڑی اچھی تاویل پیش کی ہے کہ لوگ سیاہ کپڑے پہن کر غم کا اظہار کرتے ہیں اور مجھے بڑھاپے کا غم ہے لہذا میں اسی غم میں اپنے بال کالے کرتا ہوں اس لیے نہیں کہ نوجوان بن جاؤں اور گناہ کروں (۳):

من موی خویش را نہ ازان میکنم سیاہ   تا باز نوجوان شوم و نوکنم گناہ
چون جامہا بوقت مصیبت سیہ کنند   من موی از مصیبت پیری کنم سیاہ

(۱)۔ دیوان رودکی، ص ۵۰۱۔ (۲)۔ ایضاً، ۴۹۴۔ (۳)۔ ایضاً، ص ۵۱۰۔

Marfat.com

عربوں کی شاعری اور ہجانگاری کی مانند رودکی کی ہجویات بھی صداقت اور واقعیت پر مبنی ہیں۔ انہوں نے اشخاص اور پیشہ کو اپنی ہجو کا نشانہ بنایا ہے لیکن کمال یہ ہے کہ متانت اور سادگی برقرار ہے۔ بیہودہ الفاظ پاس نہیں پھٹکنے پاتے۔ اس کی ہجویات کے طرز بیان اور خیالات کے اظہار تعقید سے پاک ہیں۔ جیسا کہ اس عہد کی عام فارسی شاعری کی خصوصیت ہے۔ فارسی ہجو نگاری کا یہ اولین دور ہے اور ردوکی اس موضوع کا موجد و خالق۔ لہذا جس قدر ہجویات اس سے منسوب ہیں ان کے مضامین تازہ اور خیالات منفرد ہیں۔ تشبیہات بالکل طبیعی ہوتی ہیں اور عموماً خارجی چیزوں سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ عربی الفاظ کا استعمال بہت کم ہوا ہے۔ اور قابل غور بات یہ ہے کہ ان ہجویات میں یاس و نومیدی کے شدید آثار موجود ہیں، تکرار الفاظ اور تکرار فعل بھی ہماری توجہ کے طالب ہیں۔

شہید بلخی اس عہد کا ایک معروف شاعر ہے۔ زمانہ کی ناقدردانی کی شکایت کرتا ہوا کہتا ہے کہ دانش وروں کی تمنائیں اور خواہشیں بر نہیں آتیں اور نااہلوں کی زندگی عیش و عشرت میں گذرتی ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

دانش و خواستہ است نرگس و گل،   کہ بیک جای نشگفتند بہم
ہر کرا دانش است خواستہ نیست   ہر کرا خواستہ است دانش کم

اسی خیال کو پھر یوں بھی ادا کیا ہے:

اگر غم را چو آتش دود بودی   جہان تاریک بودی جاودانہ
درین گیتی سراسر گر بگردی   خردمندی نیابی شادمانہ

فلک کی ہجو کرتا ہوا یوں خامہ فرسا ہوتا ہے کہ اسے صرف شاہوں اور سپاہیوں کی احتیاج برآری کرنا ہے۔ غریبوں اور عوام الناس کی اسے کوئی فکر نہیں:

برفلک ہر دو شخص پیشہ ورند   این یکی درزی، آن دیگر جولاہ
این نہ دوزد مگر کلاہ ملوک   وان نہ بافد مگر پلاس سیاہ

عہد سامانیہ کا ایک نامور شاعر دقیقی ہے جس کے کلام کا وہی حصہ محفوظ ہے جو شاہنامہ کا حصہ بن چکا ہے۔ باقی کلام کہیں کہیں تذکروں میں پایا جاتا ہے وہ بھی چند اشعار سے

Marfat.com

زیادہ نہیں۔ اس عہد کے دوسرے شعرا مثلاً خبازی نیشاپوری، عمارہ مروزی اور شاعرہ رابعہ وغیرہ کے کلام کا بھی یہی حال ہے، ان منتشر گہرپاروں میں ہجویات کا فقدان ہے۔ ابو شکور بلخی نے ایک مثنوی نظم کی تھی جس کے چند ابیات شکوائی ہیں:

بدشمن برت مہربانی مباد — کہ دشمن درختیست تلخ از نہاد

درختی کہ تلخش بود گوہرا — اگر چرب وشیرین دھی مرورا

ہمان میوۂ تلخ آرد پدید — ازو چرب وشیرین نخواہی مزید

محمود غزنوی کی وہ ہجو جو فردوسی سے منسوب ہے اسی انداز و خیال کی حامل ہے جس کا ذکر آئندہ سطور میں آئے گا۔

فردوسی

محمود غزنوی فاتح و کشورستان تھا اسی طرح علم و فضل میں بھی کمال رکھتا تھا۔ اس نے فارسی شاعری پر حوصلہ شاہانہ سے توجہ کی، شاعروں کی سرپرستی کے لیے ایک مستقل محکمہ قائم کیا اور عنصری کو ملک الشعرا کا خطاب عطا کر کے محکمہ کا افسر مقرر کیا۔ تمام تذکرے متفق اللفظ ہیں کہ محمود کے خوان کرم سے چار سو شعرا بہرہ یاب تھے لیکن جن ناموروں کو محمود نے ندما میں داخل کرلیا تھا وہ آسمان سخن کے سبع سیارے تھے یعنی عنصری، فردوسی، اسدی، عسجدی، عضائری، فرخی اور منوچہری۔

محمود غزنوی عربی علم وفن اور تاریخ و تمدن کا بڑا شائق تھا۔ اس کی یہ دیرینہ آرزو تھی کہ ایران باستان کی ایک مکمل، مربوط اور مبسوط رزمیہ داستان مرتب کی جائے۔ چنانچہ عنصری اور دیگر سات شعرا کو اس مہم پر مامور کیا، بعدہٗ یہ خدمت فردوسی کے سپرد ہوئی اور ایک ایک شعر پر ایک ایک اشرفی صلہ مقرر ہوا۔ حکم ہوا کہ جب ہزار شعر تک نوبت پہنچ جائے تو ہزار اشرفیاں دیدی جایا کریں۔ لیکن فردوسی نے قسط وار رقم قبول کرنے سے انکار کیا اور درخواست کی کہ جب کتاب پوری ہو جائے گی تو ایک ساتھ لوں گا۔ لیکن فردوسی کو اس کی اعجاز بیانی کی داد نہیں ملی جس کا وہ مستحق تھا اور اس سلسلہ میں جو واقعہ مشہور ہے وہ اگرچہ پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا ہے لیکن اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ فردوسی کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس ہمت شکنی کی وجہیں اور تاویلات پیش کی گئی ہیں جو باہم متناقض ہیں۔ بہرحال واقعہ یہ

Marfat.com

ہے کہ محمود غزنوی نے فردوسی کی قدردانی کا حق ادا نہ کیا۔

ڈاکٹر رضازادہ شفق چہار مقالہ کی روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فردوسی کی مایوسی اور دلی شکستگی کا نتیجہ یہ ہوا کہ فردوسی دربار غزنوی سے نکلا تو اس نے سلطان کی ایک ہجو لکھ ماری۔ اس میں سلطان کو دون ہمت اور کم ظرف قرار دیا اور شکایت کی کہ اس کی قیمت کوتاہ بینوں کی نذر ہو گئی۔ سلطان محمود تو اپنی ساری شان و شوکت کے باوجود گذر گیا لیکن اس کی یہ ہجو باقی رہ گئی۔ غزنین سے بھاگ کر طبرستان پہنچا اور وہاں کے بادشاہ کے حضور میں وہ ہجو یہ اشعار پیش کیے جنہیں مؤخرالذکر نے خرید لیا اور ان کی تشہیر روک دی۔ اس ہجو میں ایک سو اشعار تھے۔ چہار مقالہ میں یہ چھ اشعار درج ہیں (۱):

مرا غمز کردند کان پُر سخن ۔۔۔ بہ مہر نبی و علی شد کہن
اگر مہر شان من حکایت کنم ۔۔۔ چو محمود را صد حمایت کنم
پرستار زادہ نیاید بہ کار ۔۔۔ وگرچند باشد پدر شہریار
ازین در سخن چند رانم ہمی ۔۔۔ چو دریا کرانہ ندانم ہمی
بہ نیکی نہ بُد شاہ را دستگاہ ۔۔۔ وگر نہ مرا برنشاندی بگاہ
چون اندر تبارش بزرگی نبود ۔۔۔ نیارست نام بزرگان شنود

علامہ شبلی اپنی شہرۂ آفاق تالیف "شعرالعجم" میں رقم طراز ہیں کہ غزنین سے چلتے وقت فردوسی نے ایاز کو ایک لفافہ سربہ مہر دیا اور کہا کہ میرے جانے کے بیس دن بعد بادشاہ کو دینا۔ فردوسی ہرات کو روانہ ہو گیا۔ محمود نے لفافہ کی مہر توڑی تو ہجو کے اشعار تھے:

یکی بندگی کردم . ای شہریار ۔۔۔ کہ ماند ز تو در جہان یادگار
پی افکندم از نظم کاخ بلند ۔۔۔ کہ از باد و باران نیابد گزند
بسی رنج بردم درین سال سی ۔۔۔ عجم زندہ کردم بدین پارسی
چو برباد دادند گنج مرا ۔۔۔ نہ بد حاصلی سی و پنج مرا
اگر شاہ را شاہ بودی پدر ۔۔۔ بسربر نہادی مرا تاج زر

---

(۱)۔ ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا نے بھی اپنی تالیف "تاریخ ادبیات در ایران" جلد ۱، ص ۴۷۸ میں انہیں چھ اشعار کو نقل کیا ہے۔

Marfat.com

دگر مادر شاہ بانو بُدی مرا سیم و زر تا بزانو بُدی
پرستار زادہ نیاید بہ کار وگر چند باشد پدر شہر یار
سر ناسزایان بر افراشتن وزیشان امید بہی داشتن
سر رشتۂ خویش گم کردن است بجیب اندرون مار پروردن است
درختیکہ تلخست و یرا سرشت گرش بر نشانی بباغ بہشت
ورا ز جوی خلدش بہ ہنگام آب بہ بیخ انگبین ریزی و شہد ناب
سرانجام گوہر بکار آورد ہمان میوۂ تلخ بار آورد
زبد اصل چشم بہی داشتن بود خاک در دیدہ انباشتن
جہان را چنین است آئین و ساز کہ سازد فرومایہ را سرفراز
زبد گوہران بد نباشد عجب نشاید سیاہی ستردن زشب
ز ناپاک زادہ مدارید امید کہ زنگی بشستن نگردد سفید
بہ نیکی نہ بُد شاہ را دستگاہ وگرنہ مرا برنشاندی بگاہ
چو اندر تبارش بزرگی نبود نیارست نام بزرگان شنود
بزرگی سراسر بگفتار نیست کہ صد گفتہ چونیم کردار نیست
ازان گفتم این بیتہای بلند کہ تا شاہ گیرد ازین کار پند
کہ شاعر چو رنجد بگوید ہجا بماند ہجا تا قیامت بجا

فردوسی جس زمانہ میں حاکم قہستان (طبرستان) ناصر لک کے یہاں پہنچا اُن دنوں ایک مثنوی لکھ رہا تھا جس میں حاسدوں کی دراندازی، اپنی مظلومی اور سلطان محمود کی بدعہدی و ناقدردانی کا ذکر تھا:

بہ غزنین مرا گرچہ خون شد جگر زبیداد آن شاہ بیداد گر
کزان ہیچ شد رنج سی سالہ ام شنید از زمین آسمان نالہ ام
ہمی خواستم تا فغانہا کنم بگیتی ازو داستانہا کنم
بگویم زمادرش و ہم از پدرش نہ ترسم بغیر از خداوند عرش
چو دشمن نمی داند از دوست باز بتیغ زبانش کنم پوست باز

Marfat.com

و لیکن ز فرمودۂ محتشم — ندانم کزین پیش چون سرکشم
فرستادم از گفتۂ داشتم — بہ نزدیک خود ہیچ نگذاشتم
اگر باشد این گفتہا نا صواب — بسوز آن در آتش بشو آن در آب
گذشتم ایا سرور نیک رای — ازین داوری تا بدیگر سرای
رسد لطف یزدان بفریاد من — ستاند بہ محشر ازو داد من

فردوسی جب غزنیں سے روانہ ہوا تھا تو جامع مسجد کی دیوار پر یہ اشعار لکھ آیا تھا:

خجستہ درگہ محمود غزنوی دریاست — چگونہ دریا کان راکرانہ پیدانیست
چو غوطہا زدم واندرو ندیدم دُر — گناہ بخت من است این گناہ دریانیست

شاہنامہ کے مدح خوانوں اور پرستاروں کی تعداد اور استعداد پر نظر رکھتے ہوئے یہ خیال قرین قیاس ہے کہ اس واقعہ (ہجو گوئی) کا قطعاً صحیح یا کلیتہً فرضی ہونا دونوں درست ہو سکتا ہے ورنہ رشید احمد صدیقی کے الفاظ میں "یا تو شاید شاہنامہ محض ایک دوسرے درجہ کی کتاب ہے یا اس کے پرستاروں کا شمار تیسرے درجہ کے لوگوں میں ہے"۔ فردوسی کو ہجاگوئی کی صف میں رکھنا اور اسے محمود کا ہجائی قرار دینا ایک متنازع فیہ مسئلہ ہے جس کی موافقت اور مخالفت میں ہزاروں رائیں اور دلیلیں پیش کی جاتی رہی ہیں۔ ہجویہ ابیات میں بھی بڑا اختلاف ہے اور ان کی تعداد مختلف نسخۂ شاہنامہ میں مختلف ہے۔ نول کشور کے مطبوعہ نسخہ میں ایک سو دو اور دوسرے مطبعوں کے نسخوں میں ایک سو پانچ، ایک سو چونتیس اور بعض میں دو سو ابیات تک ملتے ہیں۔ ان تمام اختلافی مسائل سے قطع نظر واقعہ یہ ہے کہ فردوسی نے محمود کی ہجو ضرور لکھی ہے اور علامہ شبلی نے فیصلہ کن انداز میں بیان فرمایا ہے:(۱)

"کلام کی جہانگیری دیکھو، محمود نے دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں مٹادیں، ملک کے ملک غارت کر دیئے، عالم کو زیروزبر کر دیا لیکن فردوسی کی زبان سے جو بول نکل گئے آج تک قائم ہیں اور قیامت تک نہیں مٹ سکتے"۔

فردوسی کی زندگی کے حالات اور واقعات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ بڑا ہجو گو تھا۔ اس نے اپنے کئی محسنوں کی ہجویں لکھ ماری ہیں۔ دقیقی مر چکا تھا اس سے اس کا کوئی واسطہ نہ

---

(۱)۔ شعر العجم از مولانا شبلی نعمانی، ج۱، ص ۹۳،۴۔

Marfat.com

پڑتا۔ فردوسی نے اس کے ایک ہزار ابیات ممنونیت کے ساتھ اپنے شاہنامہ میں شامل بھی کیے اسکے باوجود دقیقی کو اس طرح یاد کرتا ہے:

نگہ کردم این نظم ست آمدم — ہمہ بیتہا نا درست آمدم
من این زان نوشتم کہ تا شہریار — بداند سخن گفتن نابکار
دھان گر بماند ز خوردن تہی — ازان بہ کہ ناساز خوانی نہی
دو گوہر نمودم بہ گوہر فروش — کنون شاہ دارد بہ گفتار گوش
سخن چون بدین گونہ بایدت گفت — مگوی و مکن رنج با طبع جفت
چو طبعت نباشد چو آب روان — مبر دست زی نامۂ خسروان

جبکہ دقیقی کا کلام اس کے کلام سے کسی طور پر کم نہیں۔ دقیقی پہلا شخص ہے جس نے فارسی زبان کو عربی کی آمیزش اور اثرات سے پاک کر کے ایک مستقل زبان کی حیثیت دی پھر یہ کہ اپنی رزمیہ داستان گوئی میں جس واقعہ کو بیان کرتا ہے اس کی حقیقی تصویر کھینچ دیتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ فردوسی نے اس وصف کو کمال تک پہنچادیا لیکن دونوں کے کلام کے مقابلہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہی شراب ہے جو دوبارہ کھینچ کر تیز ہوگئی ہے۔ اگر دقیقی کا کلام نقل کر کے اپنے اشعار چمکانا مقصود تھا تو اس غریب پر احسان رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس سے اس دعوے کو تقویت پہنچتی ہے کہ سلطان محمود کی ہجو میں واقعیت کا پہلو بہت کم ہے۔

عنصری جو دربار غزنوی کا ملک الشعرا اور فردوسی کا محسن تھا اس کی ہجو میں لکھتا ہے:

چہ سنجد بہ میزان من عنصری — گیا چون کشد پیش گلبن سری

شاہنامہ ایک بہت بڑی کتاب ہے اور رزمیہ شاعری کا شاہکار، اس میں نفرت اور محبت کے جذبات جابجا ملتے ہیں۔ کئی ایسے مقامات آئے کہ فردوسی نے ایرانی قوم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے مد مقابل قوموں کی تحقیر و تذلیل کی ہے۔ مثلاً جنگ قادسیہ میں ایرانیوں کو شکست ہوئی۔ فردوسی نے جہاں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے وہاں اہل عرب کی ہجو بھی کی ہے۔ وہ کہتا ہے:

ز شیر شتر خوردن و سوسمار — عرب را بجای رسیدست کار
کہ تخت کیان را کند آرزو — تفو بر تو ای چرخ گردان تفو

Marfat.com

یہاں فردوسی نے ایک صادق محب وطن ہونے کی حیثیت سے اپنے جذبات کا بلا کم و کاست اظہار کیا ہے۔

مذکورہ بالا مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ فردوسی ہجو گوئی میں بھی دست رس رکھتا تھا لیکن اس کی ہجویات میں واقعیت اور صداقت کی کمی پائی جاتی ہے۔ مثلاً محمود غزنوی پر بخل کی تہمت اور دقیقی پر بھرتی کے اشعار نظم کرنے کا اتہام سراسر غلط ہے۔ فردوسی کی ہجو گوئی میں ہزل آمیزی بھی پائی جاتی ہے جو ایک پیغمبر سخن کی شان اور اس کے رتبے کے منافی ہے۔ لیکن جہاں تک ہجو گوئی کی کامیابی کا تعلق ہے فردوسی اس فن میں پورا اترتا ہے۔ اس کی ہجو کے الفاظ تیر کی مانند دلوں کو چھیدتے ہیں اور اس کی ہجوؤں کی بحر بھی شاہنامہ کی طرح رزمیہ بحر کی حامل ہے لہٰذا خوش بیانی کی فروانی ہے۔ انداز بیان کا شکوہ اور کلام کی روانی نے ہجو کے تاثر میں اضافہ کر دیا ہے اور فردوسی کی ہجو کو شہنشاہ زمان کی شان اور عظمت نے ابدیت اور سرمدیت عطا کر دی ہے۔

ابوالحسن علی بن محمد منجیک ترمذی بھی قرن چہارم کے نصف دوم کا دربار چغانیان کا مدح سرا شاعر ہے۔ منجیک ترمذی ہجو و ہزل نویسی میں اپنے عہد کے شعرا کا امام شمار کیا جاتا ہے۔ بقول ہدایت: "کسی از تیر طعنش نہ رستی واز کمند ہجوش نہ جستی"۔ کسی کو بھی منجیک نے اپنی ہجوؤں کے تیر کا نشانہ بنائے بغیر نہ چھوڑا۔ خود کہتا ہے:

ما ای بخواستیم زدن دوش جام جام — چون تو بیا مدیش بماندیم خام خام
از آدم اندرون زتبارت کسی نماند — کو راہجا نکردست منجیک نام نام

ایک خواجہ کی ہجو میں اس طرح طبع آزمائی کرتا ہے:

ای خواجہ مرمرا بہ ہجا قصد تو نہ بود — جز طبع خویش را بتو برکردم آزمون
چون تیغ نیک کش بہ سگی آزمون کنند — وانکس بود بہ قیمت آن تیغ رہنمون

یہ میدان ہجو و ہزل کا وہ شہسوار ہے کہ سوزنی سمرقندی (جس کا ذکر آئندہ آئے گا) مفاخرہ کے طور پر خود کو ہجو و ہزل میں منجیک سے برتر شمار کرتا ہے:

من آن کسم کہ چو کردم بہ ہجو گفتن رای — ہزار منجیک اندر برم ندارد پای

منجیک نے ہجو گوئی سے تائب ہونے کے بعد اپنے دیوان سے ہجویات کو دھو ڈالا تھا

Marfat.com

لہٰذا اب ان کا ملنا مشکل ہے۔

شیخ الرئیس بو علی سینا

دور غزنویہ کی ایک اور ممتاز شخصیت شیخ الرئیس بو علی سینا ہیں۔ وہ فلسفہ اور طب میں بے مثال و بے نظیر اور مذہبی لحاظ سے آزاد خیال تھے۔ اس واسطے علما کا طبقہ انہیں پسند نہیں کرتا تھا۔ شیخ نے اس جماعت کے طعن و تشنیع سے تنگ آکر اپنی رباعیات میں جن کی تعداد بہت ہی کم ہے، اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں ایک رباعی میں طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں:

با این دو سہ نادان کہ چنان می دانند — از جہل کہ دانای جہان ایشانند
خرباش کہ این جماعت از فرط خری — ہر کو نہ خراست کافرش می خوانند

یہ علما اپنی جہالت کی کسوٹی پر اہل دہر کو تولتے ہیں اور جو ان کی مانند گدھا نہیں اسے کافر گردانتے ہیں۔

ابو علی سینا کا خیال ہے کہ مجھ کو اپنے عیب بینوں پر سخت تعجب آتا ہے کہ وہ میرے فضائل پر حسد کرتے ہیں اور اس وجہ سے میری حکمت کو مذموم قرار دیتے ہیں لیکن وہ میرے کمال اور اپنے نقصان سے خائف اور ہراسان ہیں حالانکہ ان کی بدگوئیاں میرے فضل و کمال کے مقابلہ میں ایسی ہیں جیسی کہ جنگلی بکریاں اپنی سینگوں سے پہاڑ کو اکھاڑنا چاہتی ہیں لیکن جب آدمی اپنے علم اور اخلاق کو جان لیتا ہے تو اس کو جاہلوں کی ملامت سے کوئی رنج نہیں ہوتا۔ وہ کہتا ہے:

غذای روح دھر بادۂ رحیق الحق — کہ رنگ و بوش زند رنگ و بوی گل رادق
بہ طعم تلخ چو پند پدر ولیک مفید — بہ پیش جاہل باطل بہ نزد دانا حق
حلال گشتہ بہ فتوای عقل بر دانا — حرام گشتہ باحکام شرع بر احمق

علمائے زمانہ کی لعن وطعن میں یہ رباعی بھی بہت مشہور ہے:

کفر چو منی گران و آسان نبود — محکم تر از ایمان من ایمان نبود
در دہر چون من یکی و آن ہم کافر — پس در ہمہ دھر یک مسلمان نبود

Marfat.com

باب دُوم

ھجو گوئی از اوائل قرن پنجم تا آغاز قرن ھفتم

☆ اخلاقی پستی اور مذاق عامہ میں فساد
☆ شاعری پر حوادث روزگار کے اثرات
☆ نسلی اور علاقائی عصبیّت
☆ مذھبی اختلافات
☆ شعر و فلسفہ
☆ معاشرتی بدعنوانیاں
☆ شعرا کے باھمی اختلافات اور معرکہ آرائیاں

عہد سلجوقیہ فارسی ادب کا زریں دور ہے۔ اس میں ہر صنف سخن کو فروغ حاصل ہوا۔ شاعری نے سادگی کی بجائے رنگینی اختیار کی اور شعرا نے جولانیٔ طبع کے لیے مضامین نو بہ نو تلاش کیے۔ فنی اعتبار سے شاعری کی زبان میں وسعت اور بیان میں شیرینی پیدا ہوئی۔ اس عہد کی شاعری مدح، ہجو، داستان، قصص، مسائل عرفانی و حکمی و عشقی کے موضوعات پر محیط تھی۔ لیکن ہجو، شوخی اور ظرافت کو بے حد فروغ حاصل ہوا۔ اگر کہا جائے کہ ہزل گوئی اور فحش نگاری شاعروں کا محبوب مشغلہ رہا تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ کسی شاعر کا دامن اس سے پاک نہیں ہے۔ دراصل فارسی زبان میں پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی اور سلجوقیوں کے زمانۂ عروج میں ہجو نمودار ہوئی بقول شبلی نعمانی:

> ''شاعری کے چمن میں ہجو کا خارزار اسی عہد کی یادگار ہے جس کے چمن آرا انوریؔ اور سوزنیؔ ہیں''۔

شعرا کی باہم رقابت اور معرکہ آرائی اور عام لوگوں سے ناخوش گوار تعلقات نے ہجو کو ہزل کا جامہ عطا کیا بلکہ فحش گوئی اور رکاکت عام ہو گئی۔ یہ عہد اس خصوصیت میں اپنی مثال نہیں رکھتا۔ اس عہد میں جس طرح مدح سرائی میں مبالغہ آرائی سے کام لیا جانے لگا، ہجو

Marfat.com

گوئی میں بھی شعرا اغراق پر اتر آئے اور یہ ایک ایسا موضوع قرار پا گیا کہ ہر شاعر نے اس میدان میں طبع آزمائی لازمی سمجھی۔ متعدد قصیدے، بے شمار قطعات اور مثنویاں ملتی ہیں جو ہجو وہزل کے موضوع کی حامل ہیں۔ کچھ شاعروں نے ہجو وہزل میں اس قدر مبالغہ آرائی سے کام لیا اور اس پر اس قدر توجہ دی کہ عہد مابعد میں بدزبان ہجوگو کے نام سے مشہور ہو گئے۔ مثلاً حکیم سوزنی اور حکیم جلال، کوشلکی، روحی ولواجی وانوری وغیرہ۔

قبل اس کے کہ مختلف شعرا کی ہجویات کے فکری اور فنی پہلو سے بحث کی جائے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد کی اخلاقی، اجتماعی، مذہبی، معاشرتی اور سیاسی حالت کا اجمالاً ذکر کر دیا جائے تاکہ اس عہد کی ہجویات کے مقام اور اس کے تاثر کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

زردپوست ترکی(۱)، قفچاتی (۲)، ترکمانی اور (۳) خرلقی(۴) وغیرہ قبائل کے غلاموں نے اس عہد کی حکومت اور امور مملکت میں اہم مقام حاصل کر لیا تھا اور ہمیں معلوم ہے کہ ترک غلاموں کی حکومت کے سلسلہ کا آغاز قرن چہارم کے اختتام یعنی البپتگین اور اس کے جانشینوں کی فرماں روائی سے ہوتا ہے۔

اخلاقی پستی اور مذاق عامہ میں فساد

ایران میں اس عہد کے امرا و سلاطین اور اعلیٰ حکام بلند اخلاق کے حامل نہ تھے۔ ان میں سے بیشتر جنگجو اور فاتح کشور ہونے کے باوجود عظیم اخلاقی عیوب کے حامل تھے۔ بے رحمی، شراب خواری، عیاشی اور سفاکی کے مرتکب تھے، عوام کی جان، ان کا مال اور ان کی عزت ان کے نزدیک بے وقعت تھی یہ ایک قبیح فعل ہے ان سلاطین نے بیرون ممالک سے آکر یہاں حکومتیں قائم کی تھیں۔ ان کی کوشش رہتی تھی کہ مغلوب سے مال وزر جبراً وصول کریں اور انہیں غلام وذلیل اور مفلس بنائے رکھیں۔ ایرانیوں کی بدبختی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس عہد کے سلاطین میں بعض وہ بھی تھے جو ایرانیوں کے عہد حکومت میں تاجروں، پیشہ وروں،

---

(۱)- یہ قبیلہ زردپوست قوم کی ایک شاخ ہے جس نے اواخر قرن ششم اور اوائل قرن ہفتم میں ماوراء النہر اور خراسان کی جانب سے ایران پر حملہ کیا۔ (۲)- قفچاق ایک مقام ہے جہاں کی رہنے والی قوم قفچاتی کہلاتی ہے۔ (۳)- زردپوست یا ترک قبیلوں کی ایک شاخ ہے (۴)- زردپوست قبیلوں کی ایک شاخ جسے خرلخ یا خلخ بھی کہتے ہیں۔ از تاریخ ادبیات در ایران تالیف دکتر ذبیح اللہ صفا، ج ۲، ص ۸۴ـ۷۷

Marfat.com

وزیروں، امیروں اور سلطانوں کی بندگی اور غلامی کر چکے تھے اور اپنے وطن سے دور بیگانوں (ایرانیوں) کے درمیان ذلیل وخوار زندگی گذار رہے تھے۔ ان ماتحتوں کے دلوں میں اپنے آقاؤں کے خلاف کینہ ونفرت کی آگ سلگ رہی تھی۔ جب انہیں عالی رتبہ اور سروری نصیب ہوئی تو ایرانیوں کے ساتھ بدی سے پیش آئے، ان کی نفرت کا شعلہ بھڑک اٹھا اور ان کا سلوک انتقامی جذبہ کا حامل ہو گیا۔ نہ صرف عوام الناس اور سابق امراو سلاطین بلکہ علما اور فضلا بھی ان ترک بچہ بازوں کی تحقیر وتذلیل سے معتوب ہوئے۔

قرن پنجم اور ششم میں ایران کی حکومت نسبتاً قوی رہی۔ مطلق العنان اور خود مختار حکومت کی وجہ سے اس عہد کو قتل وغارتگری، آزار وپریشانی اور بے چینی کا عہد کہنا چاہیے۔ اس پورے عہد میں بہت قلیل اوقات کے لیے ایرانیوں کو آرام اور چین کی زندگی میسر ہوا کی۔ مسلسل قتل وخونریزی نے حکمرانوں کا اعتبار کھو دیا۔ ان خودسر حکومتوں نے عوام کے آزار اور دلتنگی کا عام حکم دے رکھا تھا جس کی شہادتیں ہمیں فارسی اور عربی تاریخ وادب کی کتابوں میں حکایات اور اشارات سے ملتی ہیں۔ سامانیوں کی حکومت کے زوال پذیر ہونے پر محمود غزنوی اور پھر مسعود غزنوی کے دربار ترکی غلاموں کے مراکز اور جائے پناہ بنے اور آل سبکتگین کے انحطاطی دور حکومت میں سلاجقہ نے گذشتہ حکمرانوں کی پیروی میں ان غلاموں کی سرپرستی کی۔ سلاجقہ کے مرکزی مقامات پر امرا، وزرا اور شعرا سبھوں کی خدمت پر شکیل وجمیل غلام مامور تھے۔ اس عہد میں ماوراء النہر میں غلاموں کا میلا لگتا تھا جہاں ان کی خرید وفروخت ہوتی تھی لیکن مختلف ممالک سے آئے ہوئے غلامان ترکی غلاموں کی بہ نسبت کم رتبہ ہوتے تھے۔ لہٰذا تمام درباروں اور خواص کے عشرت کدوں کی زینت ان ہی ترکی غلاموں سے قائم تھی۔

ترکی غلاموں کو مختلف طور پر استعمال کیا جاتا تھا(۱)۔ ان میں سے بعض اس عہد کے امراو سلاطین کے بازیچہ شہوات ہوا کرتے تھے۔ بعض سلاطین نے ان غلاموں کے ساتھ بڑا ہی وحشیانہ سلوک کیا۔ شاہ سنجر کی ایک عادت یہ تھی کہ وہ غلاموں میں سے ایک کو منتخب کر کے اس سے عشق کرتا تھا، اپنی جان ومال اس پر فدا کرتا، صبح وشام اس کی صحبت میں شراب نوشی کرتا اور حد تو یہ کہ سلطنت وحکومت کی باگ ڈور اس کے حوالہ کر دیتا تھا۔ لیکن جب کچھ عرصہ بعد وہ استعمال کے لائق نہ رہتا تو اسے خاص ڈرامائی طریقوں پر الگ کرتا تھا۔ اس کا ایک

(۱)۔ راحتہ الصدور، ص ۴۵۔ ۱۴۱

Marfat.com

غلام سنقر تھا جسے اس نے فریفتگی کے عالم میں بارہ سو دینار میں خریدا اور اس کے مالک کو بھی مال کثیر اور خلعت عطا کیا تھا۔ سنقر کو شاہی سراپردہ کے مدّمقابل دوسرے سراپردہ میں قیام کرایا۔ اس کی ہم رکابی کے لیے ایک ہزار غلام خریدنے کا حکم دیا اور دس ہزار سوار اس کے لئے مخصوص کر دیا۔ دو سال بعد جب سنجر نے اس کو مصرف سے خارج سمجھا تو تمام امرا و خواص کو ایک کمرے میں جمع ہونے کا حکم دیا اور انہیں ہدایت کر دی کہ جب وہ سنقر کو اپنے حرم سرا میں طلب کرے اس وقت تمام لوگ سنقر پر چھری سے حملہ کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں۔ اسی طرح کا حادثہ اس کے دو غلاموں قایماز کج کلاہ اور اختیار الدین جواہر التاجی کے ساتھ بھی پیش آیا۔

قزل ارسلان جس کی مدح سرائی میں ظہیر فاریابی نے اس غلو سے کام لیا ہے:

نہ کرسی فلک نہد اندیشہ زیر پا   تا بوسہ بر رکاب قزل ارسلان دہد

ایک اغلام باز (۱) آدمی تھا وہ اپنی بیوی قتیبہ خاتون کے ساتھ ایک شب سے زیادہ ہم بستر نہ ہوا۔ اسی طرح جلال الدین منکبرنی جو شجاعت و جنگ آوری اور مغلوں کے مقابلہ میں ایک آہنی انسان تھا اخلاقی طور پر ایک سفاک، شراب خوار اور امرد پرست تھا، اسے قلج نام کے ایک غلام سے دلی تعلق تھا۔ اتفاقاً اس غلام کی موت واقع ہو گئی۔ سلطان نے اس کی موت پر نالہ وزاری کی اور حکم دیا کہ مقام فوت سے تبریز تک تمام افواج اور امرا نعش کے ساتھ پیادہ چلیں۔ یہ کئی میل کی مسافت تھی۔ وہ خود بھی پیدل ہی روانہ ہوا لیکن کچھ دور چلنے کے بعد امرا کے بے حد اصرار کرنے پر گھوڑے پر سوار ہوا۔ جب نعش تبریز پہنچی تو تبریزیوں کو گریہ وزاری کرنے کا حکم دیا گیا اور جس نے کوتاہی کی اسے سخت سزائیں دی گئیں۔ بالآخر جلال الدین اپنے معشوق بے مثال کو سپرد خاک کرنے کے لیے تیار نہ ہوا اور جہاں جہاں جاتا اسے اپنے ہمراہ رکھتا اور رونا پیٹنا جاری رکھتا تھا۔ کھانا پینا بھی ترک کر چکا تھا۔ جب اس کے واسطے کوئی کھانے کی چیز لائی جاتی تو اس کا ایک حصہ قلج کے تابوت تک پہنچواتا اور کسی کی مجال نہ تھی کہ سلطان کے دل انگیز معشوق کو مردہ کہے اور اگر کسی نے ایسی جرآت کی تو اسے قتل کر دیا گیا۔ اس لیے جو کوئی جنازہ کے پاس کھانا لے جاتا واپس آکر عرض کرتا کہ قلج زمین ادب کو بوسہ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ سلطان کی مہربانیوں سے غلام کا حال درست ہے (۲)۔

---

(۱)۔ حبیب السیر ج ۲، ص ۱۲۶۔ (۲)۔ تاریخ ادبیات در ایران، تالیف دکتر ذبیح اللہ صفا، ج ۲، ص ۱۲۳۔

Marfat.com

اس طرح کے مفسد بچہ بازوں، شراب خواروں، خونریزوں اور غارتگروں کے واقعات سے اس دور کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ مذکورہ چند مثالیں اس قسم کے بیشمار افراد کے حالات اور اخلاقی فساد سے واقفیت کے لیے کافی ہیں۔

ان غلاموں کے ساتھ عشق بازی کی حمایت میں بعض فقہا نے فتویٰ بھی دیدیا تھا۔ اس عہد کے شعرا بھی شعرائے عہد گذشتہ کی مانند عشقبازئ مملوک میں غرق رہے۔ عہد رفتہ کے شعرا کے کلام کو اس عشق نے جلا نہ بخشی۔ شاید اس لیے کہ کچھ شعرا دینی مسالک پر گامزن تھے اور کچھ ترکوں کے تسلط کی وجہ سے اپنے کلام میں اس کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ لیکن اس عہد کے بیشتر شعرا کا کلام امرد پرستی کے معاملات اور واردات کے بیشمار نمونوں کا حامل ہے۔

ترکی قبائل اور غلاموں کے جور و ظلم کی وجہ سے لفظ ترک قتل و غارت اور جور و ظلم کے مترادف استعمال ہونے لگا۔ اسی طرح ترکتاز، ترکی اور ترک رفتن وغیرہ کی تراکیب بھی ان معنوں میں استعمال ہونے لگیں۔ بے سروسامانی اور بے چارگی کی زندگی کا اثر اس عہد کی شاعری اور ادب پر بھی پڑا اور ایسے شعرا کے کلام بھی جوان زرد پوست امیروں کی مدح سرائی کے حامل ہیں اس قسم کی مختلف النوع شکایتوں اور پریشان حالیوں کی تفصیلات و تصریحات سے خالی نہیں۔

شاعری پر حوادث روزگار کا اثر

ترکوں کے جور و ظلم اور قتل و غارتگری نے ملک عجم پر جو اثرات پیدا کیے انہیں خاقانی نے بڑے ہی فصیح اور واضح انداز میں پیش کیا ہے:

ملک عجم چو طعمۂ ترکان اعجمی است — عاقل کجا بساط تمنا بر افگند
تن گرچہ سود اکمک از یشان طلب کند — کی مہر شہ بہ اتسزو بغرا بر افگند
زال ارچہ موچون پر زاغ آرزو کند — بر زاغ کی محبت عنقا بر افگند
یعقوب ہم بدیدۂ معنی بود ضریر — گر مہر یوسفی بہ یہودا بر افگند
بہرام نہ نگرد بہ براہام چون نظر — برخان وخوان لنبک سقا بر افگند

ناصر شمس غزنی کا مشہور شاعر تھا۔ ہزل اس کی طبیعت پر غالب تھی اور ہجو گوئی اس کا شیوہ تھا۔ اس بنا پر لوگ اس کا احترام کرتے تھے اور اس کی بدگوئی کے خوف سے اسے نوازتے

Marfat.com

تھے۔ کسی کی ہجو کرتا ہوا کہتا ہے:

تا ولایت بدست ترکان است | مرد آزادہ بی زر و نان است
جہد کن تادریدہ کون باشی | روز روز دریدہ کونا نست(۱)

ترکی امراجو مختصر مدت کی حکمرانی میں عوام پر غارتگری کا بازار گرم رکھا کرتے تھے اور پھر ان کی حکومت ختم ہو جاتی تھی، سنائی نے ان امیروں کی سرزنش کی ہے جو ناپائدار دنیا اور اس کے لوازمات کے لیے خود کو پریشانیوں میں مبتلا رکھتے ہیں:

می بینند آن سفیہانی کہ ترکی کردہ اند | ہم چو چشم تنگ ترکان گورایشان تنگ و تار
بنگرید آن جعد شان از خاک چون پشت کشف | بنگرید آن روی شان از چین و پشت سوسمار
سر بخاک آورد امروز آنکہ افسر بود دی | تن بدوزخ برد امسال آنکہ گردن بود پار
ننگ ناید مرشمارا زین سگان پر فساد | دل نگیرد مرشمارا زین خران بی فسار
این یکی گہ زین دین وکفرراز ورنگ وبو | وآن دگر گہ فخر ملک را زننگ وعار
این یکی کافی ولیکن فاش را از اعتقاد | وان دگر شافی ولیکن فاش کاف از اضطرار
زین یکی ناصر عباد اللہ خلقی ترت ومرت | وزدگر حافظ بلاد اللہ جہانی تارو مار
پاسبانان تو انداین سگ پرستان ہیچو سگ | ہست مرداران ایشان ہم بدیشان واگذار
اندرین زندان برین دندان زنان سگ صفت | روزکی چندای ستمکش صبر کن دندان فشار
تابہ بینی روی این مردم کشان چون زعفران | تابہ بینی روی این محنت کشان چون گل انار
گرچہ آدم صورتان سگ صفت مستولی اند | ہم کنون بینند کاز میدان دل عیار بار
جوہر آدم برون تازد بر آرد ناگہان | از سگان آدمی کیمخت خرمردم دمار
گر مخالف خواہی ای مہدی درا از آسمان | ور موافق خواہی ای دجال یک رہ سر برآر
یک طپانچہ مرگ وزین مردار خواران یک جہان | یک صدای صور وزین فرعون طبعان صد ہزار
باش تا از صدمت صور سرافیلی شود | صورت خربت نہان وسیرت زشت آشکار
تابہ بینی موری آن خس راکہ میدانی امیر | تابہ بینی گرگی آن سگ راکہ میثوانی عیار
باش تا برباد بینی خوان رای ورای خوان | باش تا درخاک بینی شر سورو شور شار

---

(۱)- لباب الالباب، عوفی، ج ۲، ص ۲۹۷۔

سنائی نے شعر ذیل میں خراسانیوں کی آشفتہ حالی اور ترکمانوں کی بیدادگری کا حال بیان کیا ہے:

قدر شہ غزنین کہ شناسد بہ حقیقت　　آن راکہ باحوال خراسان خبری نیست۔الخ

جس زمانہ میں سنجر کے غلاموں نے خراسان اور ماوراء النہر پر حملہ کیا اور جنگ غزمیں انہیں ہزیمت نصیب ہوئی حکیم کوشکی نائینی(۱) نے ابیات ذیل میں اس واقعہ کی تشریح یوں کی ہے:

ایا شمشیر زن ترکان پردل　　بہ نسبت از فی و تاتار کاشان
یکایک در خراسان پروریدہ　　بناز و نعمت و دولت تن آسان
شمارا پادشاہ ہفت کشور　　رسانیدہ بمیری از نخاسان
بروز کودکی خفتہ کہ و مہ　　بسی در پیش دوکان رواسان
بہر شہری زنام غز شنودن　　شدہ چون دیو از آہن ہراسان
فلک کفران نعمتہای سنجر　　طلب کرد از شما ناحق شناسان
زہی درماندگان بی حمیّت　　زہی خربندگان ناسپاسان
کسی خود زاد وبود و ملک واقطع　　چنین بیرون دہد از دست آسان
مسلم بین کہ چون بیرون کشیدن　　بہ شمشیر از کس زن تان خراسان

قاضی حمید الدین ابو بکر اپنے زمانہ کے فاضل، بلخ کے قاضی القضاۃ اور انوری کے ممدوح تھے۔ انہوں نے ایک نہایت لطیف ہجو سلطان سنجر کے سپاہیوں کی لکھی ہے جو غزوں کا مقابلہ کرنے کی بجائے ان کے آگے مارے مارے پھرتے تھے:

حکیم کوشکی را بخواب دیدم دوش　　زبان کشادہ بمدح مبارزان سپاہ
زراہ طعنہ و طنز و تقاخرہ میگفت　　خہی گذاردہ ہریک حقوق نعمت شاہ
فسوس زیر رکاب شماکیت وسمند　　دریغ بربر و فرق شما قبا و کلاہ
زپیش کافر کفران نعمت آورد　　گریختند چواز پیش توبہ خیل گناہ
ندیدہ گرد سپاہ سیاہ پوش ہنوز　　کہ گشت صبح سپید شما چو شام سیاہ

---

(۱)- لباب الالباب عوفی، ج ۲، ص ۲۷۱۔

Marfat.com

زبس تعجب کفار جملہ میگفتند　　زہی جماعت غز لاالہ الا اللہ

یہ بے حمیّت امرا جن کا کام سوائے قتل و غارت کے کچھ نہ تھا اثیر الدین اخسیکتی کے بیت ذیل میں ان کی صفت اس طرح بیان ہوتی ہے:

چو تیغ چوبین در عہد ما امیرانند　　کہ نان شان نتوان زد بہ ہیچ وجہ بہ تیر
دراز گوشی بر چارپای افتادہ　　دراز گوش امیر و چہار پای سریر

ناصر خسرو نے اپنے ایک قصیدہ غرا میں خراسانیوں کا ذکر کیا ہے جو سلجوقی غزوں کے عہد حکومت میں مظلوم و محکوم رہے اور ان کی زندگی اور دولت غزوں کے رحم و کرم پر تھی:

نگہ کنید کہ در دست این و آن چو خراس　　بچند گونہ بدید مر خراسان را
بملک ترک چرا غرہ اید یاد کنید　　جلال و دولت محمود زاولستان را
کجاست آنکہ فریغونیان ز ہیبت او　　ز دست خویش بداد ند گوزگانان را
چو ہند را بسُم اسپ ترک ویران کرد　　بپای پیلان بہ سپرد خاک ختلان را
شما فریفتگان پیش او ہمی گفتید　　ہزار سال فزون باد عمر سلطان را
کجاست اکنون آن مرد و آن جلالت و جاہ　　کہ زیر خویش ہمی دید برج سلطان را

انوری نے غارت زدہ خراسانیوں کی خوب توصیف کی ہے۔ خراسانیوں کی استدعا پر انوری نے یہ قصیدہ خاقان سمرقند کے پاس بھیجدیا تاکہ اسے خراسانیوں کی پریشان حالیوں کا اندازہ ہو سکے:

بر سمرقند اگر بگذری ای باد سحر　　نامۂ اہل خراسان بر اہل خاقان بر
نامہ ای مطلع آن رنج تن و آفت جان　　نامہ ای مقطع او درد دل و سوز جگر
نامہ ای بر رقمش آہ غریبان پیدا　　نامہ ای در شکنش خون شہیدان مضمر
نقش تحریرش از سینۂ مظلومان خشک　　سطر عنوانش از دیدۂ محرومان تر
ریش گردد مر صوت از وگاہ سماع　　خون شود مردمک دیدہ از و وقت نظر
تاکنون حال خراسان و رعایا بو دست　　بر خداوند جہان خاقان پوشیدہ مگر

Marfat.com

نی نبودست کہ پوشیدہ نباشد بروی
ذرّہ ای نیک وبدنۂ فلک ہفت اختر

باز خواہد زغزان کینہ کہ واجب باشد
خواستن کین پدر برپسر خوب سیر

خبرت ہست کازین زیروزبر شوم غزان
نیست یک تن زخراسان کہ نہ شد زیروزبر

خبرت ہست کہ از ہرچہ درو خیری بود
درہمہ ایران امروز نماندست اثر

بر بزرگان زمانہ شدہ دونان سالار
برکریمان جہان گشتہ لئیمان مہتر

شاد الّا بدر مرگ نہ بنی مردم
بکر جز درشکم مام نہ بنی دختر

مسجد جامع ہر شہر ستوران شان را
پایگاہی شدہ نی نقشش پیداونہ در

خطبہ نکنند بہر خطّہ غزان از پی آنک
درخراسان نہ خطیب است کنون نہ منبر

کشتہ فرزند گر امیش اگر ناگاہان
بلید از بیم خروشید نیارد مادر

خلق رازین غم فریادرس ای شاہ نژاد
ملک رازین ستم آزاد کن ای پاک گہر

بخدای کہ بیاراست بنامت دینار
بخدای کہ بیفراخت بفرقت افسر

کہ کنی فارغ وآسودہ دل خلق خدای
زین فرو مایہ غز شوم پی غارت گر

جمال الدین اصفہانی نے شہاب الدین کی مدح سرائی کرتے ہوئے اصفہان کے قحط کا حال بیان کیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

دانی کہ بی تو حال سپاہان چگونہ شد
بشنوز من بنظم کہ شرحیست جان شکار

نہ باکسی مروّت و نہ باکسی کرم
نہ باکسی تواضع و نہ باکسی وقار

زان روی کشت زردشد وچشم چشمہ خشک
عرق اہل ضعیف ودل عافیت فگار

بنگر دریدہ جامہ وشاقان صبحدم
بنگر بریدہ موی عروسان شاخسار

آنک کبود گشت بن ناخنان کوہ
وانک سیاہ شد در و دیوار روزگار

مفلوج گشت آتش ومعلول گشتہ باد
ہم خاک باعفونت وہم آب ناگوار

از سیل مرگ عرصۂ عالم دراضطراب
دررنج فاقہ کافہ مردم در اضطرار

شد خاکہا بخیل ونروید از ونبات
شد شاخہا عقیم و نزاید از و ثمار

ہم خلق سنگدل شدہ ہم ابر سخت چشم
ہم باد آتشین دم وہم آب خاکسار

نان شدبہ نرخ شیرین لیکن بطعم تلخ
ہم قرص منکسف شدوہم گردہ کم عیار

Marfat.com

عورت برہنہ عورت پوشی نیافتہ　　آنکس کہ از مرصع میداشت گوشوار
فرزند ہمچو سگ شدہ مادر گزای وشوخ　　مادر چو گربہ گشتہ جگر خای وبچہ خوار
خوانی نہادہ نی بجز از سفرۂ فلک　　دستی کشادہ نی بجز از پنجہ چنار
بربود گرگ مرگ ہر آن کو گزیدہ تر　　آیا کہ چون ہمیکند این مرگ احتبار
حشو عوام خود نتوان برشمرد لیک　　ز اہل ہنر نماند کسی اندرین دیار
بنگر بچشم عبرت وحال جہان بہ بین　　عاقل ز حالہای چنین گیرد اعتبار

اس عہد کی شاعری پر حوادثات زمانہ کا بڑا ہی نمایاں اثر ملتا ہے۔ شاید ہی کوئی شاعر ہوگا جس نے اس عہد کی اجتماعی حالت پر سخت تنقیدیں نہ کی ہوں، اہل زمانہ سے جانگداز شکایتیں نہ کی ہوں اور انہیں مورد لعن وطعن نہ قرار دیا ہو۔ یہ شکوے عمومی افکار کے نمائندے ہیں۔ ان تنقیدوں، ہجوؤں اور طنزوں کے نشانے امیر و وزیر اور مذہبی رہنما وغیرہ سبھی تھے۔ اس عہد کے شعرا کے کلام سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن سے اس زمانے کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے:(۱)

ناصر خسرو:

گفتم چو رشوہ بود در پامال و زہد شان　　ای کردگار بازیچہ مبتلا شوم
ازشاہ ذی فقیہہ چنان بود رفتنم　　کازبیم مار در دھن اژدھا شدم

ابوالفرج رونی:

گردون ز برای ہر خردمند　　صد شربت جانگزا در آمیخت
بر اہل ہنر جفا کند چرخ　　نتوان ز جفای چرخ بگریخت
چونست زمانہ سفلہ پرور　　کی دست زمانہ برتوان پیخت
چون کون خران ہمہ سرانند　　دست از دم خر باید اویخت

---

(۱)- تاریخ ادبیات در ایران از دکتر ذبیح اللہ صفا، ج ۲، ص ۱۱۹ تا ۱۳۵۔

Marfat.com

عبدالواسع جبلی:

منسوخ شد مروت و معدوم شد وفا | زین هردونام ماند چو سیمرغ و کیمیا
شد راستی خیانت و شد زیرکی سفه | شد دوستی عداوت شد مردمی جفا
گشته ست باژگونه همه رسمهای خلق | زین عالم نه بهره و گردون بیوفا
هر عاقلی بزاویه ای مانده ممتحن | هر فاضلی بداهیه ای گشته مبتلا

حکیم سنائی:

مسلمانی کنون اسمی ست بر عرفی وعاداتی | دریغا کو مسلمانی دریغا کو مسلمانی
فروشد آفتاب دین بر آمد روزبی دینان | کجا شد درد بودردا و آن اسلام سلمانی
جهان یکسر همه پر دیو و پر غولند وامت را | که یارد کرد جز اسلام و جز سنت نگهبانی

ناصر خسرو:

فلان از بهر بهمان تا مر ورا صید چون گرد | ازو پوشیده هر ساعت همی سازد معمایی
همی بینم بچشم دل بدلها در ز بهر آن | که بستاند قبائی ژنده یا فرسوده یکتایی
که محسن راد گر مکری و حسان راد گر کیدی | و جعفر راد گر روئی و صالح راد گر رایی
رئیسان و سران دین و دنیا را یکی بنگر | که تابینی یکی لنگی و دیگر باد پیمایی
کجا باشد محل آزادگان را در چنین دقتی | که بر هر گاهی و تختی نشسته میر و مولایی
مدارا کن مده گردن خسان را همچو آزادان | که از ننگی کشیدن به بسی کردن مدارایی
نه بینی برگه شاهی مگر غدار و بی باکی | نیابی بر سر منبر مگر زراق کانایی
یجوز و لایجوز ستش همه فقه از جهان لیکن | سراسر یکسر ز مال وقف گشتستش چو جوزایی
تهی تر دانش از دانش ازان کز مغز ترب ارچه | به منبر بر همی بینش قسطائی و لو قایی
حصاری به ز خرسندی ندیدم خویستن را من | حصاری جز همین نگرفت ازین پیش ایچ گندایی

دهقان علی شطرنجی:

بسر بخاک کریمان رفته رفتن به | که سوی درگه این مهتران عصر بپای

Marfat.com

ازان که هیچ ازین مهتران ز بیش وز کم ‌‌ روانه گردد در هیچ حال حاجت ورای
اگر تو جمع کنی خاک آن کریمان را ‌‌ روا کند به همه حال حاجت تو خدای
وگر به مانند این مهتران براین سیرت ‌‌ چگونه عمر گذاریم وای برما! وای!

دیگر

نشاید بهر آداب ندیمی ‌‌ وگر برجان و دل زحمت نهادن
زبان کردن بنظم و نثر یاری ‌‌ زخاطر نکته های بکر زادن
که باز آمد همه کار ندیمان ‌‌ بسیلی خوردن و دشنام دادن

حدادی:

دوش دیدم صاحب پر دخل خرج انگیز را ‌‌ آتشی بر سر چو شمع و تافته دل چون سراج
گفتم ای دستور گردون مرتبت در ملک شاه ‌‌ آبداری همچو بخت و سرفرازی همچو تاج
این تفکر چیست؟ زشت باشد ای جوان ‌‌ معجزی در عهد ما با ملک و آنگه بی خراج!

انوری:

روبهی میدوید در غم جان ‌‌ روبهی دیگرش بدید چنان
گفت خیراست باز گوی خبر ‌‌ گفت خرگیر میکند سلطان
گفت تو خر نه ای چه می ترسی ‌‌ گفت آری ولیک آدمیان
می ندانند و فرق می نه کنند ‌‌ خر و روباهشان بود یکسان
زان همی ترسم ای برادر من ‌‌ که چو خر بر نهند مان پالان
خر ز روباه می بنشناسند ‌‌ اینت کون خران بی خبران

دیگر

کهتر و مهتر و شریف و وضیع ‌‌ همه سرگشته اند و رنجورند
دوستان گر بدوستان نرسند ‌‌ اندرین روزگار معذورند

Marfat.com

خاقانی شروانی:

کیست زاهل زمانه خاقانی — که تو اصل وفاش پنداری
خواجه گوید که دوستدار تو ام — پاسخش ده که دوست چون داری
تا عزیزم مرا عزیز کنی — چون شدم خوار خوار انگاری

دیگر:

صبح کرم و وفا فروشد — خاقانی ازین دو جنس کم گوی
پای از طلب کرم فروماند — دست از صفت وفا فروشوی
شو تعزیت کرم همی دار — رو مرثیه وفا همی گوی

ظهیر فاریابی:

بحکم آنکه خرابست صاحبا امروز — ز تند باد حوادث وجود را بنیاد
بقصد خون کرام اختران میان بستند — به کین اهل هنر آسمان میان بگشاد
زمانه پیش گرفت از سیاه کاری جور — فلک بقاعدهٔ کرد از سیه دلی بیداد

دیگر:

آن غلامیکه از پی امرش — آسمان زحمت دواج کشید
یکزمان از میان کمر بگشاد — لاجرم چون نگین بتاج رسید

دیگر:

عهد بزرگان بین که زاایشان — تشنه بجز وعدهٔ سراب نیابد
نام کرم خود مبرکه بی غرض از دور — هر که سلامی کند جواب نیابد
شکر همی کن که نیک وبد بسر آید — ملک خدایست که انقلاب نیابد

سنائی:

شوخیست مایه طمع اشعار خوش چسود — کامروز فرق کس نکند افسر از افسار

Marfat.com

جمال الدین اصفهانی:

خواجگان را نگر برای خدا — کاندرین شهر مقتدا باشند
همه عامی و آنگه ازپی فضل — لاف پیمان و ژاژخا باشند
هر یکی درولایت و ده خویش — کفش دزد و کله ربا باشند

دیگر:

فلک با اهل معنی خود بکین است — نه بر من میرود این ظلم تنها
ندانم چرخ را با ما چه کین است؟ — مگر با زهره بگرفته ست مارا
اگر برجاهلان وقف است خیرت — نیم من هم بدین حد نیز دانا
نه اندررسم این ایام انصاف — نه اندر طبع این مردم مواسا
هنرعیب است وفضل آفت چه تدبیر؟ — که با کفر است این هردو مساوا
نه حکمت رست ونه یونان حکمت — نشد برطور سینا پور سینا
چه نقص از جهل چون از جهل باشد — دل آسوده وعیش مهنا
چه سود از فضل چون از فضل دارم — همه اسباب ناکامی مهیا
سگان را حشمت و مارا تحسر — خران را دولت و مارا تمنا
وجاهت در دروغ است و تقدم — برای العین می بین آشکارا
دوروئی کن که تا جاهی بیابی — نه بینی اوج خورشید است جوزا
بدی کن تا توانی و دوی کن — که تا از تو بترسد پیر و برنا
همیشه همچو کژدم جان گزا باش — که تاباشد چو مارت جامه دیبا
چوگردون سفله پرورگشت وخس طبع — خس و سفله توانی بود؟ حاشا
فلک سرگشته و بی اختیار است — چرا با او همی گیری محاکا
نه فعل چرخ وسعی انجم است این — که هست این کار دانائی توانا
فلک را برخلاف حکم تقدیر — بسعد ونحس گشتن نیست یارا

دیگر:

آه ازین خواجگان دون همت — که آب ازاد بارشان سراب شداست

Marfat.com

بخل ازین شان جهان چنان آموخت — که صدا خامُش از جواب شداست
طبع ایشان گرفت هم خورشید — لاجرم ز ابر در حجاب شداست
لعل از بار منّت خورشید — در دل سنگ خون ناب شداست
گوهر از لاف رعد وطعنهٔ ابر — دردهان صدف لعاب شداست

دیگر:

چو نیست هیچ ممیز قصور عقل چه نقص — چو نیست هیچ سخندان وفور فضل چه سود
چه بود با من اہل زمانه را که مرا — نه هیچ کس به بخشید و نه هیچ کس بخشود
حسود کو شد تا فضل من بپوشد لیک — کجا تو اند خورشید را به گل اندود
مرا تواضع طبعی عزیز آمد لیک — مذلّت ست تواضع بنزد سفله نمود
نه از تواضع باشد زبون دون بودن — نه حلم باشد خوردن قفا ز دست جهود

دیگر:

بنگرید این چرخ و استیلای او — بنگرید این دهر و انبای او
میدهد ملکی بکمتر جاہلی — هست با من جمله استقصای او
همچو ترکان تنگ چشم آمد فلک — زان بود برجان من یغمای او
مرد در عالم نه بوابستن است — ای عجب شهای محنت زای او
هر که اوراهست معنی کمترک — بیش بینم لاف ما و مای او
رو بخر طبلی وبشکن این قلم — نه عطارد رست و نه جوزای او

دیگر

دست دست تست اناالحق میزن ای خواجه ولیک — چون بپای دارت آرد مرگ آنگه پای دار
لطمه ای از شیر مرگ وزین پلنگان یک جهان — قطره ای از بحر قهرو زین نهنگان صد هزار
ظلم صورت می نبندد در قیامت ورنه من — گفتمی اینک قیامت نقد و دوزخ آشکار
آخراند عهد تو این قاعدت شد مستمر — در مساجد زخم چوب و در مدارس گیرودار

Marfat.com

دین چورای تو ضعیف و ظلم چون دستت قوی — امن چونانت عزیز و عدل چون عرض تو خوار

جمله آن کن تا درین ده روزه ملک از بهر نام — صد هزاران لعنت از تو باد ماند یادگار

گه ز مال طفل می زن لوتهای معتبر — گه ز سیم بیوه می خر جامهای نامدار

هم شود زآه کسی خیلی سیاهت ترت مرت — هم کند دود دلی اسب سلاحت تار و مار

تو همی سوزی ضعیفان را که هین جامه بکن — تو همی سوزی تیمان را که هان اقچه بیار

شیخ ابویحیی (۱) چگونه داندت زد همچو زر — خواجه مالک (۲) چونت داند سوخت چون عود قمار

وجه مخموری تو از بوریای مسجد است — وز مسلمانی خویش آنگه نگردی شرمسار

باش تا چون بازدارد صدمت یک نفخ صور — هم زمین را از قرار و هم فلک را از مدار

خویشتن در صورت سگ بازیابی آنزمان — کز سر تو برکشد مرگ این لباس مستعار

سنائی:

ز تو ای چرخ نیلی رنگ دارم — هزاران سان عنا و درد جامع

طمع چون بگسلم از خلق از تو — مرا خوا یار باش وخوا منازع

ازین یاران چو ماران باطن — خلاف یکدگر همچون طبایع

عدو بسیار کس کو هر کسی را — نماند حق تعالی هیچ ضایع

چو عیسی را عدو بسیار شد زود — ببرد ایزد و را در چرخ رابع

خسیسان را چرا اکرام کردیم — بخیلان را چرا کردیم ضائع

همیشه خاک بر فرق کسی باد — که نشناسد بدی را از بدایع

ببر زین ناکسان و دیگران گیر — کثیر الناس ارض الله واسع

خاقانی:

عافیت را نشان نمی یابم — وز بلاها امان نمی یابم

می پرم مرغ وار گرد جهان — هیچ جا آشیان نمی یابم

دولت اندر هنر بسی جستم — هر دو دریک مکان نمی یابم

---

(۱)-کنیت ملک الموت۔ (۲)-مراد مالک دوزخ۔

Marfat.com

یک جهان آدمی همی بینم — مردمی در میان نمی یابم
دشمنان دست کین بر آوردند — دوستی مهربان نمی یابم
هم بدشمن درون گریزم ازانک — یاری از دوستان نمی یابم
عهد یارانِ باستانی را — تازه چون بوستان نمی یابم
همه فرعون وگرگ پیشه شدند — من عصا وشبان نمی یابم

خیام:

این کهنه رباط را که عالم نامست — آرامگه ابلق صبح و شامست
بزمیست که واماندهٔ صد جمشیدست — گوریست که خوابگاه صد بهرامست

دیگر:

ای چرخ زگردش تو خرسندنیم — آزاد کنم که لایق بندنیم
گر میل توبا بی خرد ونا اهل است — من نیز چنان اهل وخردمندنیم

دیگر

ای چرخ خسیس خس دون پرور خس — هرگز نروی تو بر مراد دل کس
چرخا فلکا تراهمین عادت بس — ناکس توکس کنی وکس را ناکس

انوری:

تا آمد از عدم بوجود اصل پیکرم — جز غم نبود بهره ز چرخ ستمگرم
کردم نظر بفکر در احکام نه فلک — جز نوعروس غم نشد از عمر همسرم
در بزمگاه محنت گیتی بجام عمر — جز خون دل زدست زمانه نمی خورم
خواندم بسی علوم ولیکن به عاقبت — علمم وبال شد که فلک نیست یاورم
ای چرخ سفله پرور دلبند جان شکر — شد زهر باوجود تو در کام شکرم
ای بی وفا جهان دلم از درد خون گرفت — دریاب پیش ازان که رسد جان بحنجرم
ای روزگار شیفته چندین جفا مکن — چون خاک خیره طبعم وچون باد مضمرم
با این کفایت وهنرم در نهاد عمر — اسباب یک مراد نگردد میسرم

Marfat.com

نسلی اور علاقائی عصبیت

ترکوں کے ایران پر تسلط اور ان کے بے دریغ جور و ظلم نے سفید پوست اور زرد پوست دو قوموں کے درمیان نفرت کی بیج بودی۔ چوتھی صدی ہجری میں پارسی و ترک اور عرب و ترک کے درمیان مجادلہ رہا کرتا اور یہ دونوں عناصر اپنے دفاع اور ایک دوسرے پر فوقیت لے جانے کی سعی کرتے تھے۔ پانچویں صدی ہجری کے نصف آخر اور چھٹی صدی ہجری میں اس تعصب نے دوسرا پہلو اختیار کیا۔ ترکوں کی طرف سے عدم اعتماد اور تحقیر کی فضا تیار ہونے لگی اور ایرانی بیم و وحشت اور نفرت و انزجار کے شکار ہوئے گرچہ غلاموں، ترکی قبیلوں اور ترک زادوں نے ایران پر اپنی حکمرانی مسلط کردی لیکن قدیم ایرانی باشندے ان کے تمدن، انکی مردانگی اور شجاعت، ان کی وفاشعاری اور ان کے عادات واطوار کو حقارت اور سطحی تنقیدوں کے ذریعہ بیان کرتے تھے۔ اب تک ترکی غلام اور کنیزیں ایرانی شعرا کی عشق بازی اور ان کے عاشقانہ اوصاف کے موضوعات رہے اور عہد گذشتہ کی مانند لفظ "ترک"، معشوق اور حسین کے مفہوم میں ہی استعمال ہوتا تھا۔ لیکن اس قوم کی کینہ پروری اور انتقامی اقدامات نے ایرانیوں کے دلوں کو مجروح کرر کھا تھا لہذا شعرا کے کلام میں لفظ "ترک" بے وفا، عیار و شقی القلب کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ سنائی ایک ترکی معشوق کے وصف میں کہتا ہے:

ماخود از تو این چشم نداریم از ایراک — تو ترکی و ہرگز نبود ترک وفادار
بااین ہمہ مارا بہ ازین داشت توانی — پنہان زخوی ترکی مارا بہ ازین دار

ترکوں کی بے وفائی اس عہد میں مثل بن چکی تھی، چنانچہ اسدی کہتا ہے:

وفا ناید از ترک ہرگز پدید — وز ایرانیان جز وفاکس ندید

اس عہد میں ہر ایک شہر کے لوگ دوسرے شہر والوں سے اختلاف رکھتے اور ان کے متعلق ان کا نظریہ متعصبانہ رہتا تھا۔ یہ مقامی اختلاف عوام الناس ہی تک محدود نہ رہا بلکہ اہل فضل وادب تک بھی پہنچا۔ شعرا کے دواوین میں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ بعض شعرا نے دوسرے شہر کی ہجو میں بڑی مبالغہ آرائی کی ہیں۔ جس شہر کی ہجو کی جاتی وہاں کے باشندوں کی

Marfat.com

برہمی و برافروختگی کی کوئی حد نہ رہتی یہاں تک کہ اگر اس شاعر سے ملاقات ہو جاتی تو بڑے وحشیانہ برتاؤ کے ساتھ پیش آتے تھے۔ شہروں کے درمیان یہ افتراق اور معنوی دوری، زمانہ کی پریشان حالی اور آشفتگی کی عکاسی کرتی ہیں۔ اس عہد کا ہر شہر دوسرے شہر کے حملوں اور غارت گری سے متاثر ہو چکا تھا اور اس وجہ سے اس شہر کے خلاف برباد شدہ شہر کے لوگوں کے قلوب میں بغض و کینہ پرورش پاتے رہتے تھے جو ہجو گوئی اور بد کلامی کا محرک بنتے تھے۔ قرن ششم میں مقامی عصبیت کی وافر مثالیں ملتی ہیں۔ چند کا ذکر یہاں بے محل نہ ہوگا۔

انوری کے مخالف شعرا ہجویں لکھ کر اس کے نام سے مشہور کر دیتے تھے اور انوری کو اس کا خمیازہ اٹھانا پڑتا تھا۔ جب انوری بلخ آیا تو شاعر فتوحی نے حکیم سوزنی کی فرمائش سے خراسان اور اس کے دوسرے شہروں کی ہجو لکھ کر انوری کے نام سے منسوب و منتشر کر دی۔ اشعار یہ ہیں(۱):

چار شہر ست خراسان را بر چار طرف — کہ وسط شان بمسافت کم صد در صد نیست
گرچہ معمور و خرابش ہمہ مردم دارد — نہ چنانست کہ آبستن دیو و دد نیست
بلخ را عیب اگر چند اوباش کنند — بر ہر بی خردی نیست کہ صد بخرد نیست
مصر جامع را چارہ نبود از بد و نیک — معدن زر و گہر بی سرب و بسد نیست
مرو شہریست بترتیب وہمہ چیز درو — جد و ہزلش متساوی ہری ہم بد نیست
حبذا شہر نشابور کہ در ملک خدای — گر بہشت است ہمین است وگرنہ خود نیست

اہل شہر اس ہجو کو سن کر اتنے برہم ہوئے کہ انوری کو پکڑ کر تختۂ کلاہ کیا اور اوڑھنی اوڑھا کر اوباشوں نے گلی کوچوں میں تشہیر کی۔ نوبت اس سے بھی آگے پہنچتی لیکن قاضی حمید الدین ابو بکر اور ابوالحسن عمرانی نے انوری کی حمایت کی اور اس کی جان بچ گئی۔

تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ مجیر الدین بیلقانی اصفہان کا صوبیدار مقرر ہو کر وہاں آیا، لیکن وہ خود چونکہ اس عہدہ کا اہل نہ تھا اس لیے اصفہان والوں نے اس کی پروانہ کی۔ مجیر کو اس سے بڑا رنج ہوا اور اس نے اصفہان کی بہت سی ہجو لکھیں۔ ذیل کی رباعی بھی اصفہان ہی کی ہجو میں ہے:

گفتم ز سپاہان مدد جان خیزد — لعلی است مروت کہ ازان کان خیزد
کی دانستم کہ اہل صفاہان کورند — با این ہمہ سرمہ کہ از صفاہان خیزد

(۱)- تاریخ ادبیات در ایران، از دکتر ذبیح اللہ صفا، جلد ۲، ص ۱۳۴۔

Marfat.com

اس پر اکابر اصفہان برہم ہوگئے اور شرف الدین شفروہ کو مجیر کی رکیک ہجویات لکھنے پر آمادہ کیا۔

جمال الدین اصفہانی نے اصفہانیوں کی ہجو اس انداز میں لکھی:

نفاق و بخل در اہل سپاہان   چنان چون تشنگی در ریگ دیدم
بزرگ و خردشان دیدم وزیشان   وفا در سگ کرم در دیگ دیدم

مذھبی اختلافات

اس عہد میں مذہبی اختلافات کا دامن بہت وسیع ہوگیا اور یہ اختلاف عوام سے خواص تک کھینچ گیا۔ نہ صرف علما نے ایک دوسرے کے مسالک و معتقدات کی حمایت اور اختلاف میں کتاب اور رسالے تالیف کیے بلکہ اس عہد کے شعرا نے بھی اس تعصب میں حصہ لیا اور اپنے مذہبی عقاید کے اظہار و تشریح اور مخالف مذہبوں کی ہجوؤں اور تنقیدوں میں جرأت مندانہ قدم اٹھائے۔ وہ مذہبی اتہام کو وسیلۂ انتقام سمجھتے تھے، یہاں تک کہ بہت سے شعرا بے دین مشہور ہوگئے۔ ذیل میں ظہیر فاریابی کا ایک قطعہ نقل کیا جاتا ہے جس میں ظہیر نے معتزلہ کو مورد ہجو اور لایق قدح قرار دیا ہے:

ترا تیغ ہجا پارہ پارہ خواہم کرد   کہ کشتن تو مراشد فریضۂ کلی
خدائیگان وزیران مراچہ خواہد کرد   ز بہر خون یکی زن بمزد معتزلی

خاقانی نے بھی اپنے دینی عقائد کی تائید کرتے ہوئے اپنے مذہبی مخالفوں خصوصاً معتزلیوں پر کیچڑ اچھالا ہے:

رویت حق بہ بر معتزلی   بودنی نیست بہ بین انکارش
معتقد گردد از اثبات دلیل   نفی لا تدرکہ الابصارش
گوید از دیدن او محرومند   مشتی آب وگل روزی خوارش
خوش جوابیست کہ خاقانی داد   از پئ رد شدن گفتارش
گفت من طاعت آن کس نکنم   کہ نہ بینم پس از آن دیدارش

Marfat.com

شعر و فلسفہ

اس عہد کے بیشتر شعرا نے فلسفیانہ افکار اور علمی موضوعات پر طبع آزمائیاں کیں اور علمی تصورات و خیالات سے اپنے شعروں کی وسعت اور قدر و منزلت میں فنکارانہ اضافے کئے۔ لیکن شعرا کا ایک طبقہ ایسا بھی تھا جس نے فلاسفہ و حکما کو مورد عتاب و سرزنش قرار دیا اور ان سے ہمیشہ دست بگریبان رہا۔

اس روش پر چلنے والے شعرا کی آواز زمانے کے افکار کی ترجمان تھی۔ علمائے دین کی فیلسوف سے مخالفت نے بھی شعرا کو متاثر کیا۔ اس قسم کے اشعار شاعروں کے راسخ دینی عقائد اور حکما و فلاسفہ کے الحادی تصورات کے دلیل تھے۔ یہ شعرا حکمت یونان اور ابتدائی حکیمانہ علوم کو گمراہی و ضلالت کا وسیلہ شمار کرتے اور فقط اعتصام بحبل اللہ اور قرآن کے عروۃ الوثقی سے توسل کو راہ فلاح و نجات جانتے اور مسلمانوں کے اس گروہ سے نفرت کرتے تھے جس نے دین اسلام کو یونانی کفریات سے مخلوط کر دیا تھا۔

سنائی غزنوی نے اہل یونان کے عقائد پر یقین کرنا دین کو معطل کرنے کے مساوی سمجھا، مطالعۂ فلسفہ کو بے عقلی پر محمول قرار دیا اور ارسطو و افلاطون کی پیروی کرنے والوں کو "ہوس گویان یونانی" کے مقالات ترک کرنے کی دعوت دی۔ عقل کا صرف ایک مقصد یعنی قرآن کریم کے پڑھنے اور اسے سمجھنے تک محدود قرار دیا۔ ذیل کے ابیات ان افکار کی تشریح و تفصیل ہیں:

شرط مردان نیست دردل عشق جانان داشتن — پس دل اندر بند وصل وقید ہجران داشتن
تا کی از کاہل نمازی ای حکیم زشت خو — ہمچو دو نان اعتقاد اہل یونان داشتن
صدق بوبکری وحذق حیدری کردن رہا — پس دل اندر زہرۂ فرعون وہامان داشتن
عقل نبود فلسفہ خواندن زبہر کاملی — عقل چہ بود جان نبی خواہ و نبی خوان داشتن
دین وملت نی وبرجان نقش حکمت دوختن — نوح وکشتی نی ودر دل عشق طوفان داشتن

دیگر:

مسلمانان مسلمانان مسلمانی مسلمانی — ازین آئین بی دینان پشیمانی پشیمانی
بمیرید از چنین جانی کاز وفکر وہوا خیزد — از یرا در چنان جانہا فرو ناید مسلمانی
شراب حکمت شرعی خورید اندر حریم دین — کہ محرومند ازین عشرت ہوس گویان یونانی

Marfat.com

برون کن طوق عقلانی بسوی ذوق ایمان شو　　چه باشد حکمت یونان بہ پیش ذوق ایمانی

ایک دوسرے شاعر کے حملے اس سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ یہ خاقانی ہے جس نے نہ صرف یہ کہ فلاسفہ کو اپنے تیغ زبان سے آلودہ کیا اور انہیں بے دین و ہوس پیشہ قرار دیا بلکہ اہل کلام و جدل کی بھی سرزنش کی اس لیے کہ وہ انہیں بھی خوان حکمت کا ریزہ خوار شمار کرتا تھا اور انہیں دین اسلام کو فلسفۂ یونان کے ساتھ آمیختہ کرنے کے جرم کا مرتکب قرار دیتا تھا۔ اس کے اشعار یہ ہیں:

چشم بر پردۂ اجل منہید　　جرم بر کردۂ ازل منہید
ای امامان وعالمان اجل　　ہاء جہل از براجل منہید
فلسفہ در سخن میامیزید　　وانگہی نام آن جدل منہید
رحل زندقہ جہان بگرفت　　گوش ہمت برین رحل منہید
نقد ہر فلسفی کم از فلسی است　　فلس در کیسۂ عمل منہید
حرم کعبہ کہ از کحل شد پاک　　باز ہم در حرم کحل منہید
مُشنی اطفال نو تعلم را　　لوح ادبار در بغل منہید
مرکب دین کہ زادۂ عربست　　داغ یونانش بر کفل منہید
قفل اسطورۂ ارسطو را　　بردر احسن الملل منہید
نقش فرسودۂ فلاطن را　　برطراز مبین حُلل منہید
فلسفی مرد دین مپندارید　　خیر را جفت سام یل منہید

دیگر:

فلسفی گرچہ نیست امیر النحل　　ہمچو زنبور نا مسلمان است
در زنبور کافر از چہ زنی　　کہ چو دار السلاح پیکانست
نحل را از نہال باغ خرد　　ور مشبک نعیم الوان است
خان زنبور کلبۂ قصاب　　کلبۂ نحل صحن بستان است
فلسفی دین مباش خاقانی　　کہ صلاح مجوس بہ زآنست
این چو طوطی بود مہوس وآن　　چون خروسی کہ طبعش احسانست

Marfat.com

دیگر:

جدلی فلسفی است خاقانی تابہ فلسفی نگیری احکامش
فلسفہ در جدل کند پنہان وانگہی فقہ بر نہد نامش
مس بدعت بزر بیالاید پس فروشد بنقرۂ خامش
علم دین پیشت آورد و آنگہ کفر باشد سخن بفر جامش

معاشرتی بدعنوانیاں

ایک قابل توجہ مسئلہ یہ ہے کہ اس عہد میں شعراء نے شعر وسخن میں خامیاں دیکھیں۔ اجتماعی و معاشرتی زندگی میں انتشار اور مختلف جہات سے پریشانیوں اور مشکلات کی گرانباری نے دانشوروں کو دنیا اور علائق دنیوی سے مایوس کردیا اور وہ راہ فرار تلاش کرنے لگے۔ زمانہ گذشتہ میں شعرا کے یہاں اپنے گردوپیش اور اہل زمانہ سے اس قسم کی بیزاری کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں، لیکن اس عہد میں اس قسم کے خیالات عام ہونے لگے اور ایسا شاعر مشکل سے ملے گا جس نے زرد پوست وحشی قبیلوں اور غلاموں کے حملہ و تسلط، عام پریشانیوں، فساد و دروغ، تزویر و قتل و غارت اور ظلم و عدوان کی شکایت نہ کی ہو اور ان کی مذمت و نکوہش میں نکتے نہ پیدا کیے ہوں۔ رفتہ رفتہ یہ شکوائی انداز تمام دنیا اور مافیہا سے متعلق ہوگیا اور بیشتر شعرا نے عالم و عالمیان کو رسواترین صورتوں میں پیش کیا ہے۔ نکوہش دنیا کے سلسلے میں سنائی نے جس قدر قصائد نظم کیے ہیں ان میں یہ قصیدہ جو مطلع ذیل سے شروع ہوتا ہے ممتاز حیثیت کا حامل ہے:

ای خداوندان مال. الاعتبار الاعتبار ای خداخوانان قال الاعتذار الاعتذار

اس قصیدۂ غرا کی تقلید میں تمام استادان فن شکست کھاچکے ہیں، صرف جمال الدین اصفہانی سنائی کا ہمدوش وہم پلہ نظر آتا ہے۔ قصیدہ جمال الدین اصفہانی کے چند منتخب اشعار:

الحذر ای غافلان زین وحشت آباد الحذر الفرار ای عاقلان زین دیو مردم الفرار
ای عجب دل تان بنگرفت ونشد جانتان ملول زین ہواہای عفن و دین آبہای ناگوار
عرصۂ نا دلکشا وبقعۂ نا دل پذیر قرصۂ ناسود مند و شربتی ناسازگار
مرگ دروی حاکم و آفات دروی بادشاہ ظلم دروی قہرمان وفتنہ دروی پیشکار
امن دروی مستحیل وعدل دروین ناپدید کام دروی ناروا و صحت دروناپایدار
از پی قصد من وتو موش ہمدست پلنگ وز پی قتل من وتو چوب و آہن گشتہ یار

Marfat.com

ای تو محسود فلک ہم آز را گشتی اسیر | وی تو مسجود ملک ہم دیو را گشتی شکار
پای در کعبہ نہادہ بت چداری در بغل | روی زی محراب کردہ سگ چگیری در کنار
خوشدلی خواہی نہ بینی برسر چنگال شیر | عافیت جوی نیابی در بُن دندان مار
تاکی این حال مزوّر راہ باید رفت راہ | تاکی این قال مخرف کار باید کرد کار
رہ بقرآن ست کم خوان ہرزۂ یونانیان | اصل اخبارست مشنو قصۂ اسفندیار
چند سختی با برادر ای برادر نرم شو | تاکی آزار مسلمان ای مسلمان شرمسار
دست دست تست اناالحق می زن ای خواجہ ولیک | چون بپائی دارت آرد مرد آنگہ پایدار
لطمہ ای از شیر مرگ وزین پلنگان یک جہان | قطرہ ای از بحر قہر وزین نہنگان صد ہزار
از تو میگویند ہرروزی دریغا ظلم دی | ور تو میگویند ہر سالی انا اللہ ظلم پار
ظلم صورت می نہ بند در قیامت ورنہ من | گفتمی اینک قیامت نقد و دوزخ آشکار
آخراندر عہد تواین قاعدت شد مستمر | در مساجد زخم چوب و در مدارس گیرودار

ظہیر فاریابی:

مرا زدست ہنرھای خویشتن فریاد | کہ ہر یکی بدیگرگونہ داردم ناشاد
ہنر نہفتہ چون عنقا بماند زآنکہ نماند | کسی کہ باز شناسد ہمای را از خاد
تنعمی کہ من از فضل در جہان دیدم | ہمان جفای پدر بود و سیلی استاد

دیگر:

جہان رباط خرابیست برگذر گہ سیل | گمان مبر کہ بیک مشت گل شود معمور
برآستان فنا دل منہ کہ جایٔ دگر | زبہر نزہت تو برکشیدہ اند قصور
مگر تو بے خبری کاندرین مقام ترا | چہ دوستان حسودند ودشمنان غیور

شعرا کے باہمی اختلافات اس عہد میں خاص اہمیت رکھتے ہیں، رشک وحسد ایک عام انسانی کمزوری ہے، شاعر بھی اس سے بری نہیں ہو سکتا تھا، جب کوئی شاعر کسی دربار میں زیادہ کامیاب ہو جاتا تھا تو دوسرے شاعروں کا رشک اشعار میں ظاہر ہوتا تھا اور اس طرح شاعرانہ معرکہ آرائیاں شروع ہو جاتی تھیں عنصری سلطان محمود کے دربار کا ملک الشعرا تھا

Marfat.com

تاہم اتنی بات پر کہ عضائری کے دو اشعار پر محمود غزنوی نے دو توڑے دلوا دیئے عنصری نے عضائری کے قصیدہ کا رد لکھا، عضائری نے قصیدے ہی میں رد الرد لکھا۔ ان قصیدوں میں اس تفصیل سے اعتراضات اور جوابات ہیں جو علمی رسالوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔

شعرا کی معرکہ آرائیاں اور باہمی چشمک شاعری کی ترقی کا سبب ہوتی تھی۔ ایک شاعر کوئی نظم لکھتا تو حریف اس کا جواب لکھتے اور زیادہ زور طبیعت صرف کرتے تھے۔ اکثر مشکل طرحوں میں اس غرض سے قصیدے نظم کرتے تھے کہ حریف سے جواب نہ بن آئے۔ جو کتاب یا جو قصیدہ یا جو غزل زیادہ مقبول و مشہور ہو جاتی شعرا عموماً ان کا جواب لکھتے تھے لیکن معاصر شعرا کی معرکہ آرائیاں بدزبانی اور ہجو گوئی کی طرف بھی منجر ہوتی تھیں۔ فوتی یزدی، شفائی اور وحشی وغیرہ کی ہجوؤں کی یہی بنیاد ہے جن کا ذکر آگے آئے گا۔ انوری و فتوحی، ابو العلاء گنجوی، خاقانی اور مجیر بیلقانی کی باہمی معرکہ آرائیاں بہت مشہور ہوئیں، ان کی تفصیل آئندہ اوراق میں الگ الگ طور پر پیش کی جائے گی۔

زیر نظر باب میں جن ذیلی عنوانات کے نشاندھی کی گئی ہے ان کا تفصیلی مطالعہ کئی دفاتر کا متقاضی ہے۔ یہاں اختصار اور صرف چند مثالوں پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ آئندہ صفحات میں ایران کے چند معروف ترین ھجوسرایوں اور مزاح نگاروں کا تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

حکیم سنائی غزنوی

ابو المجد مجدود پسر آدم ملقب بہ سنائی غزنین کے ایک محترم اور بزرگ خاندان میں متولد ہوئے۔ غزنین سے بلخ گئے، پھر وہاں سے کچھ عرصہ بعد حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے۔ واپسی پر خواجہ اسعد ہروی اور دیگر معاندین نے ایذار سانی کی غرض سے سنائی کی نکوہش میں چند مذموم قصیدے لکھے بالآخر سنائی نے بلخ کو خیر باد کہا اور سرخس، مرو اور نیشاپور وغیرہ شہروں کی سیاحی کرتے ہوئے غزنین واپس آگئے۔ سال وفات میں اختلاف ہے۔ دکتر صفا کے مطابق سال وفات ۵۳۵ ہجری زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے (۱)۔

---

(۱)۔ تاریخ ادبیات در ایران از دکتر ذبیح اللہ صفا، ج ۲، ص ۵۵۲

Marfat.com

سنائی ایک مرد مومن تھے اور مذہبی معاملات میں راسخ العقیدہ انسان تھے اس لیے ان کے دیوان میں ایسے اشعار کی کثرت ہے جن میں عوام کی ظاہر پرستی، ریاکاری، بے عقلی، بے وفائی، دوست آزاری اور نا مسلمانی کی مذمت کی گئی ہے۔ سنائی نے زمانہ کے ہاتھوں اذیتیں اٹھائی تھیں اسی لیے وہ ہمیشہ لوگوں کے اصلاح حال اور تصفیہ قلب وذہن کی سعی کرتے رہے اور تزکیۂ نفس اور تزکیۂ دل کے لیے حصول دانش، کسب حکمت، شہوت کشی، ترک حرص وخود بینی کی دعوت دیتے رہے۔ دنیا وعلائق دینوی کو ہیچ بتاتے رہے۔ قصیدہ مطلع ذیل میں اسی قسم کی تعلیم دی گئی ہے:

مکن در جسم وجان منزل که این دونست وآن والا قدم زین هر دو بیرون نه نه این جاباش نه آنجا.. الخ

سنائی کو فلسفہ یونانی میں مہارت تھی لیکن جب قرآن سے ان کا شغف ہوا، اس کے معانی ومطالب کا بنظر غائر مطالعہ کیا توان کی حالت وکیفیت بدل گئی اور ذوق ایمانی نے انہیں یونانی فلسفہ کی مخالفت پر آمادہ کیا، چنانچہ کہتے ہیں:

تاکی ای کاہل نمازی ای حکیم زشت خوی ہمچو دونان اعتقاد اہل یونان داشتن

سنائی اپنے طویل عبرت انگیز اور پند آمیز قصیدوں میں معاشرہ کے تمام طبقوں کو شدید تازیانۂ انتقاد سے نوازتے ہیں اور کبھی کسی شخص کی پروا نہیں کرتے۔ قصیدۂ ذیل میں مسلمانوں کو ظالموں کی فریب کاری سے آگاہ کرتے ہیں۔ اس میں عالموں، مفتیوں، خرقہ پوشوں، صوفیوں، قاریوں، حاجیوں، مالداروں اور وزیروں کی مذمت کی گئی ہے۔ قصیدہ ملاحظہ ہو:

ای مسلمانان خلائق حال دیگر کرده اند از سزی حرمتی، معروف، منکر کرده اند
در سماع وپند اندر دیدن آیات حق چشم عبرت کور وگوش زیرکی کر کرده اند
کار وجاه سروران شرع درپای افتاد زانکه اہل فسق از ہر گوشه سر بر کرده اند
بادشاہان قوی بر داد خواہان ضعیف مرکز درگاه را سدّ سکندر کرده اند
ملک عمرو زید را جمله بترکان داده اند خون چشم بیوگان را نقش منظر کرده اند
شرع را یکسو نہادستند اندر خیر وشر قول بطلیموس وجالینوس باور کرده اند
عالمان بی عمل از غایت حرص واہل خویشتن را سخرۂ اصحاب لشکر کرده اند

Marfat.com

گاه وصافی برای وقف و ادرار عمل ‌ ‌ ‌ باعمر در عدل ظالم را برابر کرده اند
از برای حرص سیم و طمع در مال یتیم ‌ ‌ ‌ حاکمان حکم شریعت را مبتر کرده اند
خرقه پوشان مزوّر سیرت سالوس وزرق ‌ ‌ ‌ خویشتن را مسخرهٔ قیماز و قیصر کرده اند
گاه خلوت صوفیان وقت باموی چو شیر ‌ ‌ ‌ ورد خود ذکر برنج و شیر و شکر کرده اند
قاریان زالحان ناخوش نظم قرآن برده اند ‌ ‌ ‌ صوت را در قول همچو زیر مزمر کرده اند
در منازل از گدائی حاجیان حج فروش ‌ ‌ ‌ خیمه هائ ظالمان را رکن و مشعر کرده اند
مالداران توانگر کیسهٔ درویش دل ‌ ‌ ‌ در جفا درویش را از غم توانگر کرده اند
سر زکبر و بخل بر گردون اخضر برده اید ‌ ‌ ‌ مال خود بر سائلان کبریت احمر کرده اند
خواجگان دولت از محصول مال خشک ریش ‌ ‌ ‌ طوق اسب و حلقهٔ معلوم استر کرده اند
بر سریر سروری از خوردن مال حرام ‌ ‌ ‌ شخص خود فربه و دین خویش لاغر کرده اند
خون چشم بیوگان است آنکه در وقت صبوح ‌ ‌ ‌ مهتران دولت اندر جام و ساغر کرده اند
تا که دهقانان چو عوانان قباپوشان شدند ‌ ‌ ‌ تخم کشت مردمان بی بار و بی بر کرده اند
از نفاق اصحاب دار الضرب در تقلیب نقد ‌ ‌ ‌ مومنان زفت را بی زور و بی زر کرده اند
کار عمال سرای ضرب همچو زر شده است ‌ ‌ ‌ زانکه زر بر مردمان یکسر مزوّر کرده اند
شاعران شهر ها از بهر فرزند و عیال ‌ ‌ ‌ شخص خود را همچو کلک زرد و لاغر کرده اند
غازیان نابوده در غزو غزای روم و هند ‌ ‌ ‌ لاف خود افزون ز پور زال نوذر کرده اند
جبه دزدان زتراز و با بر اطراف دوکان ‌ ‌ ‌ طبع را در جبه دزدیدن مخیّر کرده اند
ای دریغا مهدی کامروز از هر گوشه ای ‌ ‌ ‌ یک جهان دجال عالم سوز سرور کرده اند
مصحف یزدان درین ایام کس می ننگرد ‌ ‌ ‌ چنگ و بربط را بها اکنون فزون تر کرده اند
کودکان خرد را در پیش مستان میدهند ‌ ‌ ‌ هر مخنث را امین خوان ودختر کرده اند

سنائی ظاہر پرست صوفیوں سے سخت بیزاری کا اظہار کرتے ہیں جو روٹی کی خاطر اپنی درویشانہ آبرو کو خاک میں ملاتے ہیں اور آستانۂ وزیر وامیر پر جبہ سائی کرتے ہیں۔ تونگران ظلم پیشہ پر سنائی اپنی برھمی کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔

خانہ خریدی وملک باغ نہادی واساس ‌ ‌ ‌ ملک بمال رُباخانہ بسود غلہ

Marfat.com

فرش تو در زیر پا اطلس و شعر و نسیج بیوه همسایه را دست شده آبله
او همه شب گرسنه تو ز خورشهای خوب کرده شکم چارسو چون شکم حامله
سعی کنی وقت بیع تا چنه ای چون بری باز ندانی ز شرع صومعه از مزبله
دزد بشمشیر تیز گر بزند کاروان بردر دکان زند خواجه بزخم پله
در همه عمر ارشی قصد بمسجد کنی گرچه بروی و ریا برکنی از مشعله
در رمضان و رجب مال یتیمان خوری روزه بمال یتیم مار بود در سله
مال یتیمان خوری پس چله داری کنی راه مزن بر یتیم دست بدار از چله
صوفی صافی شوی بر در میر و وزیر صوف کنی جامه را تا بہ بری زان زله

سیر العباد میں صورت حرص، صورت مکر، ارباب تقلید وزن، علمائے سالکان طریقت اور اہل رضا و توحید وغیرہ مضامین پر نہایت خوبی سے طنز کیا ہے اور جس گروہ کی کیفیت بیان کی ہے اس کی حقیقت بے نقاب کر دی ہے۔ علما کی شان میں لکھتے ہیں:

تن شان زیر و دل زبر دیدم قبله شان روی یکدگر دیدم
مردمان دیدم اندرو جمعی روشن و تیره ذات چون شمعی

شمع کی مانند دوسروں کو ان سے ہدایت مل سکتی ہے لیکن خود گمراہ ہے۔ پھر کہتے ہیں:

اصل خود را فدای خود کرده خویشتن را غزای خود کرده

دیگر:

با دو معشوق نازی می کردند بدو قبله نماز می کردند

سنائی کا شمار مدح سرا شعرا میں ہوتا تھا لیکن جب حالت و کیفیت میں تغیر و تبدل آیا اور دل بیدار ہوا تو تملق و چاپلوسی سے بے زاری اور نفرت ہو گئی، مدحین اور مداح شاعروں کی مذمت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

صد نمازت بشود پاک نداری بجوی چست می باشی تا خدمت سلطان نشود
راه مخلوقان گیری و نیندیشی هیچ دیو بر تخت سلیمان چو سلیمان نشود

Marfat.com

شاہ و گدا کی تنقید و تنقیص بے لوث و بے باک ہو کر کرتے ہیں:

کیست سلطان؟ آنکہ ہست اندر نفاذ حکم او — خنجر آنہجانش بجری ناوک اندازان بری
تو ہمی لافی کہ: ہی من پادشاہ کشورم — بادشاہ خود نہ ای چون بادشاہ کشوری
در سری کانجا خرد باید ہمہ کبر ست و ظلم — با چنین سر مرد افساری نہ مرد افسری

سنائی عوام کے حامی و طرفدار ہیں۔ باطلوں سے حمایت کرنے اور نادانستہ طور پر رابطہ کرنے سے ان کا دل رنجیدہ ہوتا ہے۔ اس قسم کی دل کی آزردگی ان کے اشعار سے ظاہر ہوتی ہے:

از پیٔ ردّ و قبول عامہ خود را خر مکن — زانکہ کار عامہ نبود جز خری یا خرخری
گاو را دارند باور در خدای عامیان — نوح را باور ندارند از پیٔ پیغمبری

وہ اپنے عہد کے لوگوں سے خوش نہیں۔ کمینوں، بدکاروں اور بیوقوفوں کو محترم و معزز اور اہل ہنر کو تہی دست دیکھ کر کہتے ہیں:

کار چون بی خردی دارد و بی اصلی و جہل — وای پس بر تو و آباد برین مختصران
طالع فاجری و ماجری امروز تویست — ہر کہ امروز بر آنست بر آن
ہر کہ پستان میان پای نداد اورا شیر — نیست امروز میان جہلا او زسران
ہر کہ لوزینہ شہوت نہ چشیدست زپس — نیست در مجلس این طائفہ از پیشتران
آنکہ بودست چون گردون بگہ خردی کوژ — لاجرم ہست درین وقت زگردون سپران

جوانمردی کی حسرت میں کہتے ہیں:

سر بہ سر دعویست مرد امرد معنی دار کو — تیز بینی پاکدستی رہبری غمخوار کو
راہ دین پیداست لیکن صادق دیندار کو — یک جہان معشوق بینم عاشق غمخوار کو

اکثر موقعوں پر قحط مروّت اور جوانمردی کا گلہ کیا ہے:

در جہان آزاد مردی کو کہ باری دم زنیم — محرم و شائستہ واہل و مرید بی ملال

خاقانی نے بھی سنائی کی طرح دنیا کو جوانمردوں سے خالی پایا:

ناجوانمردم از جہان خواہم — کہ ندارد جہان جوانمردی

Marfat.com

سنائی نے شائستہ ممدوح کے عنقا ہونے کی شکایت کی ہے اور شاعری سے ملال کا اظہار کیا ہے:

شاعری بگذار و گرد شرع گرد ای را ترا — زشت باشد بی محمدؐ نظم حسّان داشتن

شعر طبعم نکند ہمچو دگر گرسنگان — بر در خانہ و بر خوان چو سگ و گربہ شغب
دختری دارم دوشیزہ ولی مدحت زا — کہ از خرد مندی ام دارد دواز خاطر اب
نیست یکمرد کہ او مرد بود با کابین — کہ کند صحبت این دختر دوشیزہ طلب

دیگر:

شاعری بگذار و گرد شرع گرد از بہر آنک — شرعت آرد در تواضع، شعر در مستکبری
خود گرفتم ساحری شد شاعریت ای ہرزہ گوی — چیست جز لا یفلح الساحر نتیجہ ساحری
رمز بی غمزست تاویلات نطق انبیاء — غمز بی رمزست تخئیلات شعر و شاعری
ہرگز اندر طبع یک شاعر نہ بینی حذق و صدق — جز گدائی و دروغ و منکری و منکری
ہر کجا زلف ایازی دید خواہی در میان — عشق بر محمود بینی گپ زدن بر عنصری

ابو نصر احمد سعید کی مدح کرتا ہوا یہ ہزل آمیز قصیدہ نظم کرتا ہے:

تا کی این لاف در سخن رانی — تا کی این بیہودہ ثنا خوانی
گہ برین بی ہنر ہنرور زی — گہ بر آن بی گہر دُر افشانی
گہ کنندت چو کیر پیش بپای — گہ دہندت چو خایہ دربانی
با چنین مہتران بی معنی — از سبکساری دگران جانی
خویشتن را ہمہ بری شمرند — لیک در دل فعال شیطانی
نیست از جمع مال شان کس را — حاصل نقد جز پریشانی
ہیچ شاعر نخوردہ از صلہ شان — از پس شعر جز پشیمانی
ہیچ احسان ندیدم از یک تن — ورچہ کردم بہ شعر حسّانی
اُف ازین مہتران سیل آور — تف برین خواجگان کہ دانی
روز قوادگی است چون خایہ — نکنی ہمچو کیر عریانی

Marfat.com

رفت ہنگام شاعری و سخن — روز شوخیست وقت نادانی
ریش گاوی، نہ ای خرد مندی — کافری، نیستی مسلمانی
اصل جدی نہ معدن ھنری — کان حمدی نہ مرد حمدانی
چہ ہمہ روز بہر مشتی دون — ژاژ خواہی و ریش جنبانی

سنائی کو عورتوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی وہ غیر فطری عشق کا مارا تھا، انہوں نے صنف لطیف کی مذمت میں بڑے نکتے پیدا کیے ہیں اور معاشرت زنان سے لوگوں کو روکا ہے:

یوسف مصری، دہ سال ززن زندان دید — پس ترا کی خطری دارند این بی خطران
آنکہ با یوسف صدیق چنین خواہد کرد — ہیچ دانی چکند صحبت او با دگران
حجرۂ عقل ز سودائے زنان خالی کن — تابجان پند تو گیرند ہمہ پر عبران
عیش خود تلخ چہ داریم بسودای زنان — ماو سیمین زنخان خوش وزرین کران
ہر کہ یک شب زبرزن بود از روی مراد — سالی از نوشود از جملۂ زیرو زبران
خواستم از پیٔ راحت زنی آخر از تو — آن بدیدم کہ نہ بینند ہمہ بی خبران
چون بزن کردنی این رنج ہمی باید دید — اینت اقبال کہ دارند پس امروز غران

دیگر

زن مخواہ وترک زن کن کاندین ایام بار — زن نخواہد ہیچ مردی تابمیرد ہوشیار
گر امیر شہوتی باری کنیزک خر بہ زر — سروقد وماہ روی وسیم ساق وگل عذار
تامراد توبود با اوبزن برسنگ سیم — ورمزاج او بدل گردد بود زر عیار
آنقدر دانی کہ برخیزد کسی از باماداد — روی مال خویشتن بیند کہ روی رامدار

دیگر

از پیٔ عشق بتان مردانگی باید نمود — گرچوزن بی ہمتی پس لاف مردان شرط نیست

دیگر

خیرہ سرتا کی زنی ہمچو زنان لاف دروغ — ناچشیدہ شربت وصل وندیدہ درد عشق

Marfat.com

دل منہ با زنان از آنکہ زنان　　مرد را کوزۂ فقع سازند
تابود پُر زنند بوسہ برآن　　چون تہی شد زدست باندازند

سنائی اسیر دام عشق تو تھا لیکن عشق جنس لطیف اس کا شیوہ نہیں، وہ ان سے محبت کی بساط نہیں پھیلا تا بلکہ سیمیں ذقن لڑکوں کے فتنۂ جمال کا مارا تھا اور ان کے بوس و کنار پر جان و دل نثار کرتا تھا۔ سنائی نے ان ہی کی خاطر اپنے آبائی وطن کو ترک کیا۔ سنائی کے شعر کا دامن ہزل کے شرمناک اور رکیک انداز بیان سے پراگندہ ہے۔ اس کے اشعار اس کی دلالت کرتے ہیں کہ سنائی کی سرشت میں بے شرمی و درندگی کا عنصر غالب تھا، یہاں تک کہ تغیر حال اور معرفت حقیقت کے بعد بھی اس کے اشعار میں اس قسم کی باتیں ملتی ہیں۔ بزرگوں اور امیران زمانہ سے گفتگو میں اور پند و نصیحت میں بھی رکیک معانی اور زشت الفاظ کا استعمال بے پروائی سے کرتا ہے۔ سنائی نے بہت سے امردوں کے عشق میں جان کاہی کی، مثلاً پسر قصاب، پسر کفش گر، یار حسن، یار لشکری، یار میرک اور یار گنگ زبان وغیرہ کی تعریف و توصیف اور سراپا نگاری میں بلا کے زور طبع کا ثبوت دیا ہے۔ سنائی کی بہت سی غزلیں اس قسم کے واردات عشق کی تشریح و توضیح ہیں اور حد تو یہ ہے کہ سنائی نے ان سادہ رویوں سے لعبت گری اور لواطت کے احوال و کوائف کی تفصیل و تشریح بھی نظم کی ہے۔ اس قسم کے بے شمار اشعار ان دیوان میں ملتے ہیں:

نکوہش خواجہ اسعد ہروی

دیدم آنجا نشستہ اسعد را　　بامی و بانگ زیر و نالہ بم
بود با او نشستہ قصابی　　کودکی چون یکی بدیع صنم
ہردو مست ازنبیذ سوسن بوی　　بردو عارض چو سوسن و چو پرم
ہر دو کردند عرض برمن می　　گفتم از شرم ہر دو را کہ نعم
یکدو یکی ز شرم خوردم و خفت　　بیکی گوشہ ای، ندیم ندم
ہر دو خفتند مست و در راندند　　پیش من مست وار خر بکرم
ژرف کردم نگہ کہ زیرین کیست　　دست وانگشت کیست با خاتم
دیدم آن کون کودک قصاب　　بر زبر ہمچو قبہ اعظم

Marfat.com

یا یکی خیمه ای زدیبه سرخ — کیر قصاب چون ستون خیم
گاه بیرون کشید همچو زریر — گاه اندر سپوخت ، چون عندم
گفتم: احسنت ای امام که نیست — چون تو اندر همه دیار عجم
گفت: مفزای ای سنائی هیچ — که تو هستی بنزد ما محرم
غزلی گوی حسب ما که بود — این دل ریش هردو را مرهم
بارکی چند نیز شجنک را — دیده ام من بکنجها برکم
گاه گنگی درشت از پس پشت — گاه باساده ای نشسته بهم

درهجای علی سه بوسش

پدرت پارسا و اصلی بود — بندست چون تو دول در گرت
مادرت با کسی نکرد زنا — ای بکون زن پدرت سرت
گر پدر گو یدت که تو زمنی — کیر خر درکس زن پدرت

گنده پیریست تیره روی جهان — خرد ما بدو نظر کردست
به سپیدی رخانش غره مشو — کان سیاهی سپید برکردست

پیش ازین گفتم سه بوسش را همی — مرد مست آن روبی زن مرد مست
باز از آن فعل بدش. گفتم که نه — سگ ومست آن روبی زن سگ ومست
گوید از سخنی در امیر سرخس — پُر خمست آن روبی زن پُر خمست
باز گویم نی که پرخم زن بود — کژدمست آن روبی زن کژدمست
گفته با دا سرش زیر پای گاو — گندمست آن روبی زن گندمست

درهجای "معجزی" شاعر

مُعجزی خود ز معجز اوبار — نزد هر زیر کی کم از خر بود
خود همه کس بروهمی خندید — زانکه عقلش ز جهل کمتر بود
زین چنین کون دریده مادر وزن — ریش خندیش نیز در خور بود

Marfat.com

دیگر:

ای بچۂ معجزی زبہر حرمانش — وز تو چو کلیسای گبران و طنش
تاکی گوی زمعجزی و سخنش — ای معجزۂ موسا درکون زنش

دیگر:

معجز معجزی پدید آمد — چون فرد رید قوم او پسری
بی نہادی ، پلید و پرہوسی — بی زمانی دراز و بی خبری
ہم از وبود وہم کفایت او — کہ بہر کار دارد او ہنری
ورنہ دریک زمان کہ داند کاشت — درکس مادہ گاو کیر خری

ہجو شیخ الطبری

برہ بریان ہر جا کہ بود چاکرنست — طبق حلوا داماد و تو اورا خسری
خورد نیہای جہان گر بہ شکم جمع شدند — ہمہ گفتند کہ ای خواجہ تو مارا پدری
ای ہمہ نزہت وشادی وہمہ راحت وروح — کنیت تو نعم ونام تو شیخ الطبری

دیگر:

بہ شعر اندرت مردم خواندم ای خر — کہ تاکارم ز تو گیرد فروغی
خطی نار انجم دادی و شاید — دروغی راچہ آید جز دروغی

شہابی کی ہجو

مرا شہابی گر ہجو کرد صد خروار — نیافت خواہد پاسخ ز لنتۂ من بیکی
دراز کاری دارم کہ ہر سگی را من — بہر خروشی خواہم ہمی زدن سنگی

بلخ کے عوام کی ہجو

از بس غرو غرزن کہ بلخ انداد بیانش — می بازندانند ز مذکرّ ز موَنث
بلخی کہ کند ازگہ خردی پسران را — برکان دہی ودف زنی وذلت تخنث
زان قبہ لقب گشت مرا وراکہ نیابی — در قبہ بجز مسخرہ ورند و مخنت

Marfat.com

دیگر

مرا بغزنین بسیار دوستان بودند — بنامه ای زمن آن قوم را نیامد یاد
مگر که جمله بمردند ونیز شاید بود — خدای عزوجل جمله را بیا مرزاد

ہجو خواجہ

گفته بودی که جبه ای بدهم — وز تقاضای سرد تو برهم
چون بدیدم سخن مصحف بود — گفته بودی که جبه ای ندهم

ایک دشمن کے ہجو کا جواب

سرخ گوئی همیشه غر باشد — شبه از لعل پاکتر باشد
لعل مصنوع آفتاب بود — شیشه مصنوع شیشه گر باشد
چون بیک جای رسته سرخ وسیاه — سرخ پیوسته بر زبر باشد
چونکه سرخست اصل عمر بدوست — جایش اندر دل و جگر باشد
چون سیه گشت هم درین دومکان — اصل دیوانگی و شر باشد
زیر لعلست لاله را سیهی — دود کی خوشتر از شرر باشد
علم صبح سرخ آمد از آنک — بر سیاه شبش ظفر باشد
سیهی بی نهاد و بی معنی — زان ز تو خلق بر حذر باشد
نزد ما این چنین سیه که توئی — مرد نبود کیر خر باشد
رو کزین فعل زشت روز قضا — نامت از تو سیاه تر باشد

دیگر

خادمان را ز بهر آن بخرند — تا برخسار شان فرد نگرند
ای برادر تو آنچه می بینی — خادمان نیستند کیر خورند
لااله هولا نه مرد و نه زن — بین ذلک نمانده و نزند
جای ایشان شدست هند و عجم — لا جرم هردو جا بدرد سرند
گر بدانجا کیر شان ببرند — گر بدینجاست کون شان بدرند

Marfat.com

حکیم سوزنی سمرقندی

عہد سلجوقیہ میں حکیم سوزنیؔ (متوفی ۵۶۰ھ) ایک عظیم ہجو گو اور ہزل پیشہ شاعر گذرا ہے۔ اس نے عمر کا بیشتر حصہ ہجو گوئی میں گذارا اور نہایت کثیف و فحش ہجویں کہیں۔ سوزنیؔ نے ہجو گوئی و ہزل سرائی کیوں شروع کی اور اس کی طبیعت کا میلان اس طرف کس وجہ سے ہوا خود اسی کی زبانی ملاحظہ فرمایئے:

بی کون و کیر اگر نبود شعر من رواست — زیرا کہ شعر من نرو من شاعر نرم

دیگر

من آنکسم کہ چو بنہم براسب شوخی زین — زدن نیارد ابلیس چند در فتراک
حرام زادہ سرو شوخ چشم وقلاشم — فساد پیشہ ومحراب کو بم و دکاک
بکوی شوخی وبی شرمی و بداندیشی — اگر بدانی من نیک جستم وچالاک

دیگر

من آنکسم کہ چو کردم بہ ہجو گفتن رای — ہزار مجنیک از پیش من کم آرد پای
نجستہ خواجہ نجیبیؔ، خطیریؔ و طیانؔ — قریعؔ و عمقؔ و حکاک قردیا فہ درای
اگر من آیم دم راز ہجو من در کش — وگر تو آئی میگوئی وہیچگون ناسائی

صاحب مجمع الفصحا(۱) لکھتے ہیں کہ سوزنی ”خوش طبع وہزال وہاجی وبذلہ گو شدہ سینۂ شعرای معاصر خود را بخدنگ ہجا ختہ وبازوی سخنوری ہمکنان را بر شتۂ طعن بستہ، بسوزن طیبت دہان فصیحان را دوختہ وبآتش ظرافت خرمن شاعران را سوختہ“۔

روایت یوں ہے کہ جوانی میں سوزنیؔ کو ایک پسر خیاط سے عشق ہو گیا۔ ہوس میں سوزنیؔ نے خیاطی پیشہ اختیار کیا اور جب شاعری کا سودا ہوا تو سوزنی تخلص کرنے لگا۔ سوزنیؔ کی

---

(۱)۔ مجمع الفصحا، جلد ۱، ص ۲۴۹۔

Marfat.com

طبیعت ہزل کی طرف مائل تھی لہذا اپنا بیشتر وقت ہزل گو شعرا مثلاً طیان ژاژ اور حکاک وغیرہ کے دواوین کے مطالعہ میں صرف کرتا تھا۔ اس سلسلہ میں خود کہتا ہے:

رفیق و مونس من ہزلہای طیانست — حکایت خوش من خرزہ نامہ' حکاک

خود کو دوسرے شعرا سے برتر و فائق شمار کرتا تھا اور اپنے مسلم الثبوت استاد ہونے کا حسن ظن رکھتا تھا خود کہتا ہے:

بہ بی نیازی ایزد اگر خورم سوگند — کہ نیست ہمچو منی شاعر سخن پرداز

از ہمہ شاعران منم افصح — ہمہ را از من است بر سر تاج
ہمچو من شاعری بجد و ہزل — نیست در روم و خلج و قبچاج
قدر من بندہ خود بود مجہول — قدردانی بدی بکیتی کاج

اپنی ہجویات کو سوزن کی تیزی سے تشبیہ دیتا ہوا کہتا ہے:

تیز درفش است در عبارت ترکی — سوزن ہجوم ترا خلیدہ تراست

پختہ را خام و خام را پختہ — چست باشد بہر کدام کنم
بنمایم بشعر سحر حلال — شعر بر شاعران حرام کنم

خود اپنے متعلق کہتا ہے:

حکیم سوزنیم چشم شاعران بہ ہجا — چو چشم باز بدوزم بسوزن پولاد
بسان سوزن بی رشتہ خاطری دارم — بہر کجا کہ در آید فرو رود آزاد
کسی کہ گفت مرا ہجو و نام خویش نگفت — کند چو سوزن ہجوم درو خلد، فریاد
بگیرم آنکہ ریشش یکان یکان بکنم — چو پُر جوزہ اندر ربودہ گرسنہ خاد
بیاد ہجو مرا پیشروی من برخوان — اگر توانی در پیش روی من ایستاد

من یکی شاعرم مبارک ہجو — نیست حاجت مرا بدین تعریف
ہر کرا من ہجا کنم گردد — گر بود دون دون شریف

Marfat.com

گبر کلاخ را ہجا کردم ۔۔۔ یافت اسلام وخلعت و تشریف

دکتر ذبیح اللہ صفا سوزنی کے متعلق رقمطراز ہیں(۱):

"سوزنی شاعری بد زبان وہجا پرداز بود ودر ہجو معانی خاص ابداع میکرد و مضامین بدیع می یافت وبرای بیان معانی و مقصود خود از بکار بردن رکیک ترین کلمات امتناع نداشت"۔

سوزنی اپنے ایک ممدوح کی ہجو کرتا ہوا کہتا ہے:

از امت مسیح بنی راہب از تو بہ ۔۔۔ و ز امت کلیم بنی از تو جبر بہ
گردن سطبر کردی از سیم این و آن ۔۔۔ با سیلی و مصادرہ گردن ستبر بہ
گوئی کہ صبر کن صلت بتو رسد ۔۔۔ از صلت تو طمع بریدن ز صبر بہ
صبر است مدحت تو و شکر ہجای من ۔۔۔ ہجوت ہمی کلیم کہ شکر ز صبر بہ

سوزنی نے جلالی ترمذی (۲) کو "خر خمخانہ" کے نام سے موسوم کیا اور اس کی ہجویں لکھیں۔ سوزنی کے بیانات سے معلوم ہوا ہے کہ جلال خود یا اس کے آباواجداد مسیحی تھے۔ عوفی نے اسے حکیم جلال لکھا ہے۔ تذکرۃ الشعرا (۳) میں دولت شاہ سمرقندی کا بیان ہے کہ علمائے مدرسہ نے متفقہ طور پر پسر خمار (جلال) کو متعین کیا کہ سوزنی کی ہجو لکھے۔ اور اس نے سوزنی کی رکیک ہجویں لکھیں۔ سوزنی نے بھی اپنے دیوان میں پچاسوں مقامات پر اس کا ذکر کیا ہے اور باضابطہ چودہ ہجویں "خر خمخانہ" سے متعلق ہیں۔ کبھی خر کو اپنی سواری بنانے میں کبھی اس کے شراب پینے، کبھی اس کے کھیل دکھانے، اور کبھی اس کی لشکر شکنی کی ھجویہ تشریح کرتا ہے اور کبھی اس کا سراپا بیان کرتا ہے۔ نیز اس کی ہجو کو لازم اور عین حال قرار دیتا ہے۔ مدحیہ قصائد میں بھی خمخانہ کی ہجو کے پہلو نکال لیتا ہے۔ بلکہ جا بجا خمخانہ کی ہجو ہی تشبیب ہوا کرتی ہے۔

لباب الالباب (۴) میں مذکور ہے کہ "حکیم جلال کہ نظم اوچون سحر حلال و نثر اوچون باد شمال روح افزای ودلکشای اگر اور اقلاید قصائد بسیار است، چون درزبان سوزنی افتاد و بہ بلاو ہجای او مبتلی شد بآخر عمر جملہ اہاجی وہزلیات خود را بہ شُست واستغفار کرد"۔

---

(۱)- تاریخ ادبیات در ایران، ج ۲، ص ۶۲۳، (۲)- لباب الالباب از محمد عوفی ج ۲، ص ۱۹۸، ۱۹۹
(۳)- تذکرۃ الشعرا، ص ۱۰۰۔ (۴)- لباب الالباب ج ۲، ص ۱۹۸۔

Marfat.com

خمخانہ کی ہجو

خط امان من است این قصیدہ غرا — کہ بیش ازین نکنم کاروبار دم خررا
سوار رخشم واسفندیار و روئین خصم — چراکہ باخرگرگین ہمی روم بہ چرا
بشاعری چوکنم بوق ہجو باد انگیز — مراچہ مادہ خرمغ چہ نرخر ترسا
چو خرسوار شوم چہ خر عزیز و مسیح — ہمہ خران بہ ہمین چوب رانم از سودا
بہ پشت مازۂ گاوزمین رسد آسیب — چودر کشم خرخمخانہ زیر بامرہجا
خران کورہ گریزان ز تیر ہجو مند — بداس پی زدہ و در کمند ماندہ قفا
زبیخ پی سخن انگیزم وبخر برپشت — روان کنم سخن خر بناروا و روا
خرک ترانہ تراش است ومن خرانہ تراش — خرانہ ہاست کہ درخر ہمی کنم انشا
نوای خرزعاف باشد این ہجاعاف است — در آخور خر خمخانہ تابود بنوا
گشادہ شد جرس ہجو من کہ بستہ مباد — نہ گرد آن خرخمخانہ احمق الشعرا
بشاعری وگدائی خری بچنگ آرم — روان وبارکش وخوش، نہ شاعرونہ گدا

دیگر

خرخمخانہ را دو خم شراب — تا بسر بر نہین است وسراب
مطنجی دارد از ہوی و ہوس — پُر ز نفرین صرف و لعنت ناب
ناگرفتہ دروکند بریان — خوک بچگان نا برآمدہ ناب
تامر اہل کتاب را مہمان — کند آن خر ترین اہل کتاب
کند از دوغ میسرہ با سہل — شش خوش اولیا بہ فتح الباب
ملح کبریت احمر و برہ چون — خضر و چشمۂ خضر نایاب
پزد اندر تنور چوبین نان — بال سیمرغ در تنورہ کباب
دو کفہ میکفد نوالہ لاف — ندہد ریزۂ بکلب وذئاب
میرساند زشکر سکران — بدل از کاسۂ دماغ شراب
میدہد از ایاز خانۂ سرد — بہ تغان خان بستہ پردۂ جلاب
ہمہ سوداس آنکہ نقش کند — بجلابی جریدۂ القاب

Marfat.com

اعذب الشعر اکذبہ، گویند — شعرا و عذب بی واو کذاب

خر خمخانہ جو شعر کہتا ہے

ای پرستندۂ زادہ ٔ سم خر — خرمردم ئی کہ مردم خر
سرخر برتر از گریبانی — درزنخدان فرد فرودم خر
ہست برمن ترا تقدم ویست — خوی خربندہ برتقدم خر
شعر علم است و تو خر عامی — علم مستغنی از تعلم خر

ہجو خمخانہ

زبار ہجو من خر خمخانہ گشت لنگ — آن ہمچو شیر گندہ دھان پیش چون پلنگ
سوزنگری بمانم ویکبخت گرشوم — خرلنگ شد بمیرد مردۂ چولنگ
خربنگ خورد گوئی ودیوانہ شد بہ شعر — خرزہرہ خوردہ بودی باری بجای بنگ
خرشاعر ایست پرسم یاشاعریست خر — کس را چگونہ گیرم بی جرم پالہنگ

سنائی ایک معروف فارسی شاعر ہے جس نے شاعری کا آغاز مدح سے کیا۔ بعدہٗ اس سے استغفار کر کے گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ سوزنی نے اپنے دیوان میں بارہ مرتبہ سنائی کا نام لیا ہے اور ہمیشہ اس کے اشعار جدی اور اشعار ہزل آمیز کی پیروی کا متمنی رہا۔ سوزنی نے خر خمخانہ کے علاوہ مندرجہ ذیل لوگوں کی بھی ہجویں لکھی ہیں:

ہجو قوامی

قوامی ہمچنین بد ساز ماندی — اسیر خرزہ یک تاز ماندی
درین یک ماہ چندان ایر خوردی — کہ از دیگر غذا ہا باز ماندی
بہنگام جوانی درد بودی — بہ پیری درغرد غماز ماندی

ہجو شمس دین

ای شمس دین بنام وبنواز تو ابر بہ — جامہ ات کفن نکوتر و جانت بقبر بہ
ای صوت وصورت تو ہزاران ہزار بار — عرندہ ابر بہتر و درندہ ببر بہ
ہر چند مومنی چو نداری سخاوتی — ار تو ہزار بار جوانمرد گبر بہ

Marfat.com

ہجو حکیم نوزدہ

حکیم نوزدہ چون بیست و ہفتاد گان بینند / ہمان زمان دو سی اندر نود زمان بینند
بدان زمانہ نشود دل شکستہ از پی آن / کہ سود خویش سراسر در آن زبان بینند
حکیم نوزدہ در آب و آئینہ نگرد / کہ تاز صورت خویش اندرو نشان بینند
تو دیو بینی و ابلیس نقش بر دیوار / در آب و آئینہ او خویشتن چنان بینند
چو شعر گوید آن خوردہ خرزۂ حکما / فزون زنوزدہ من گوہ دردہان بینند
ہجای من چو بخواند فزون زدیوان نیست / گران ندارد و بر من دگر ضمان بینند

ہجو نظامی

نظامی ارچہ نہ مردست مردہ انگارم / بنظم مرثیہ اش حق طبع بگذارم
بمیرد آن سگ زن روسپی بمرگ سگان / اگرچہ گوید باشعر نر بہ پیکارم
زگور تالب دوزخ بیافتم رسنی / زبہر بستن بار گناہ بسیارم
ہزار لعنت برشعر و برنظامی باد / اگرچہ باشم درخواب وگرچہ بیدارم
یکی زجملۂ کردار ہای نیک من است / کہ آن سگ بد بدفعل را بیازارم

ابو العباس ترشروئی کی ہجو

ترش رد ابو العباس نامی / نشستہ بر بساط آل عباس
بتن ماندۂ روباہ مسلوخ / بسر ماندۂ بیغوز نسناس
نشان طوق در گردن چنان چون / غلام ارمنی جستہ ز نخاس
صفات خواجہ نیمور من است این ___ کہ گفتم پیش ازین درباب و بشناس
من این نیمور خود را وقف کردم / "علی صبیانکم یا ایہاالناس"

ہجو امام غزنین

امام غزنین آن پیر بخرد ہشیار / مدرس کتب بونواس مرد افشار
بجد وجہد ہمیکرد ہرشبی تا روز / کتاب جلق بیاد مواجران تکرار
بہ ہوشیاری و مستی بدان صفت بودی / کزونہ مست امان یافتی و نہ ہشیار

Marfat.com

بآن جوانه درون آمدی برای جماع | زدرد مند نشان خواستی زخنگ سوار
یکی پسر که اگر کس ورا ندیده بود | نخواهدش که به بیند بعمر خود یکبار
قدی جو سروپیاده سری چو گنبد کوز | لبی چو گشته آله رخی چو برده مار

ہجو سعد ملک

سعد ملک ای وزیر دریا دل | کف رعد تو ابر پر ژاله
روید از ژاله کف رادت | بر رخ سائلان تو لاله
بهر گاوی نجندی رواق | بضعیفی شداست بزغاله
مار برگاو ناله برگردون | گاو را نیست طاقت ناله

ایک دوست کی ہجو

عطا گرفتی وشکر و ثنا نه گستردی | کسی چنین کندای قلتبان که تو کردی
بجای شکر شکایت نمودی از همه خلق | نماند کسی که نیازردی و خود آزردی
دعای من بتو بر تو که مستجاب شود | دعا کنم بتو بر تو بود که سگ گردی
چو سگ شوی بشناسی حق ولی نعمت | بمردی درازین حق شناختن فردی

ہجو خواجہ زادگان

این خواجه زادگان که درین شهر و برزنند | روند مرزنانرا لیکن مرا زنند
من مرد مردگایم وکین اندر افگنم | ایشان هم اندمرد ولیکن برافکنند
گر ایر من بساط پلاسین بگسترد | این کودکان پلاس بکون برهمی زنند
زین تهمتنی که هست ازیشان بنزد من | همچون مخنث اند اگرچه تهمتنند
از خط نو دمیده چرا این بخط شدن | گر کودکان زیرک با حیله و فتنند
انگشت نرم و ناخن تیز است جمله را | دستور داده من که بر آرند و برکنند

خرمن بباد دادن رسم است ومید هند | کونها بباد زانکه بکونها چو خرمنند

Marfat.com

ہجو ملیح

ملیح مغ بچہ را در طعام خوان ہجا | سزد کہ ملح زیارت کنم کہ ہست سزا
ملیح تر شود آن زن فروش وگر نشود | ہمی کہ ہست بس است آن گدا ابن گدا
دھد ملیح ز منکوحۂ ملیحۂ خویش | نشان محلہ خوان شہری و غربا
پیٔ تبرک ہرکس بدوز ند انگشت | نداند این ز کجا آمد آند گرز کجا
ززن بمزدی منکر شود ملیحک وہست | ہزار حمدان با دو ہزار خایہ گدا
شراب پر خورد و مست خسپد و خیزد | گہ رباب کسی را وگہ کسی اورا
جمال متندان سرپل است باصل | بیک پدرنہ مسلمان بصد پدر ترسا
تبار خود را آتش پرستی آموزد | بدان رسوم کز اجداد دید و از آبا
بحرمت چونان کہ موبدش فرمود | دھان بستہ گشاید سرخم صہبا
معنی است بردہ سراز چیز محرک درند | زبیم تیغ مسلمان شدہ بروی وریا
کند بقبلۂ تازی زہر کدیہہ ای غاز | بدل بقبلۂ دھقان کند نماز روا
چو پیر را بیند کلاہ کج برسر | کند در آرزدی آن کلہ قمیض قبا
کلاہ مغ را دستار خود غلاف کند | چہ گویداین ہمہ دستار من کلاہ شما
ملیحک سرپل ترکتاز وجلق زنیست | سرپلی است کہ یابد گناہ کار جزا

سوزنی کی طبیعت پر گرچہ ہزل کا غلبہ تھا لیکن جد پر بھی قدرت رکھتا تھا۔ خود کہتا ہے:

آیم سوی ہزل از جد کز ہزل بجد رقم | کہ این دانم و آن دانم روشن چون مہ و پروین

آخری عمر میں سوزنی ہزل گوئی وہجو سرائی سے تائب ہو گیا اور قصیدے لکھے جن میں اپنے گناہوں پر پشیمانی کا اظہار کیا اور آئندہ نیک رہنے کی دعا کی۔ ایک قصیدہ میں کہتا ہے:

لشکر گہ سفاہت من عرض دادہ بود | من ایستادہ ہمبر عارض بعرض گاہ
دیو سیہ گلیم برآن بود ناکند | ہمچون گلیم خویش لباس دلم سیاہ
بنمود خیل خیل گنہ پیش چشم من | تادر کدام خیلی کنم بیشتر نگاہ

Marfat.com

سوزنی نے اپنی جوانی جس ضلالت و گمرہی اور زشت پیشہ زندگی میں بسر کی اسی طرح شاعری میں بھی شرم و حیا کی حدود سے اپنے پیر بہت آگے پھیلائے اور کسی بھی ہم عصر شاعر یا ممتاز شخصیت کو یہاں تک کہ اپنے بیٹے کو بھی ہجو کا نشانہ بنائے بغیر نہ چھوڑا۔ اس کے بیٹے نے شعر موزوں کیا، اس پر سوزنی یوں رائے زنی کرتا ہے:

ای دزد ہجا و مدح دیوان پدر
گوئی کہ شدم سوار میدان پدر
من رستم و تو سہراب منی
از خنجر من جان نبری جان پدر

Marfat.com

انوری ابیوردی

سلطان سنجر کے دربار کا عظیم اور معزز شاعر انوری بھی ہجو نگاری کے فن میں یکتائے روزگار تسلیم کیا گیا ہے۔ عہد جدید کے نامور شاعر ملک الشعرا بہار مشہدی نے عرب و عجم کی دنیائے شاعری میں صرف آٹھ شعرا کو کامل الفن منتخب کیا ہے:(۱) قطعہ

هشت تن در هشت معنی شهره اند اندر ادب — چار شاعر در عجم پس چار شاعر در عرب
در گه رامش ظهیر و نابغه هنگام خوف — گاه کین اعشی قیس و عنتره گاه غضب
ور ز اشعار عجم خواهی و استادان خاص — روز شعر چار تن کن چار معنی منتخب
وصف را از طوسی و اندرز را از پارسی — عشق را از سنجری و هجو از ابیوردی طلب (۲)
اوّلی وصف حقیقی، دوّمی پند دقیق — سومی عشق طبیعی، چارمی ہجوی عجب

یعنی اگر فردوسی رزمیہ داستانوں اور عسورماؤں کی تعریف و توصیف کے میدان میں، سعدی پند و نصائح کے منبر پر اور فرخی صحرا انواردی عشق و محبت میں اپنا جواب نہیں رکھتے تو انوری ہجو گوئی کے ساحرانہ تاثر پیدا کرنے میں فارسی ادبیات کا لاعدیل شاعر ہے۔ ہجو میں اس نے نہایت اچھوتے، نادر، باریک اور لطیف مضامین پیدا کیے ہیں۔ اس کی ہجوؤں میں قوت تخیل کی کامیاب فنکاری ملتی ہے لیکن بڑی مایوسی ہوتی ہے کہ اس صنف میں اس کا جو کلام جتنا زیادہ نادر ہے وہ اسی قدر زیادہ فحش بھی ہے، سینکڑوں اشعار ہیں لیکن سوائے چند کے کوئی فحش سے خالی نہیں۔ انوری کے نزدیک ہجو کی شان نزول یہ ہوتی ہے، قطعہ:

سه بیت رسم بود شاعران طامع را — یکی مدیح دگر قطعهٔ تقاضائی
اگر بداد تشکر اگر نداد هجا — ازین سه بیت دو گفتم دگر چه فرمائی (۳)

---

(۱)- دیوان بہار، مطبوعہ تہران، ج ۲، ص ۴۰۴-۴۰۵۔ (۲)- عجم کے چار شاعروں سے مراد بالترتیب فردوسی طوسی، سعدی، فرخی اور انوری ہیں۔ (۳)- یہ اشعار کمال الدین اسمٰعیل خلاق المعانی کی طرف بھی منسوب کیے جاتے ہیں۔ مکتوبہ دیوان کمال، ص ۲۶۵۔ الف

Marfat.com

علامہ شبلی نے بالکل بجا فرمایا ہے کہ ''انوری کا اصل مایۂ فخر ہجو ہے اور کچھ شبہ نہیں کہ اگر ہجو گوئی کوئی شریعت ہوتی تو انوری اس کا پیغمبر ہوتا''۔ انوری کی بعض ہجویں کثیف ہونے کے باوصف اچھوتے مضامین کی حامل ہیں اور ان میں لطافت بھی پائی جاتی ہے۔ مثلاً جن ایام میں انوری سرخس میں مقیم تھا وہاں کے ایک عہدیدار بوعلی آبی سے انوری کی کسی بات پر ان بن ہو گئی۔ بوعلی کی ناک جسمانی تناسب سے قدرے بڑی تھی اور تمام چہرے پر چھائی ہوئی تھی۔ انوری نے اس کی ناک کو ہجو کا نشانہ بنایا اور یہ رباعی کہی:

با بوعلی آبی ار بہم بہ نشینی   شخصی بینی شش جہت زوبینی
گردیدہ بدیدن رخش چارکنی   چندان کہ ازو بینی بینی

اس زمانہ میں شعرا کی بے حد قدر و منزلت تھی لیکن درباری رقابت کی وجہ سے تلخ زندگی بسر کرنا پڑتی تھی۔ اس تلخی کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ شاعر بعض حالتوں میں بے حد ذلیل ہوتا تھا۔ اسی بنا پر انوری شاعری کو خاک روبی کے پیشہ سے بھی زیادہ ذلیل اور کثیف سمجھتا تھا۔ اس کے دیوان میں ایک خیالی واقعہ ملتا ہے جس میں اس نے نہایت لطیف پیرایہ میں اس فن لطیف کی حقیقت کو واضح کیا ہے:

با یکی مردک کناس ہمی گفتم دوش   تو چہ دانی کہ ز غبن تو دلم چو خستہ است
صنعت وپیشۂ ماہر دو ہمی دانی چیست؟   آنچہ را تیز رود دین زچہ رو آہستہ است
گفت: از عیب خود واز ہنر ما مشناش   زین کہ ماراز چنار آتش رزقی جستہ است
کار فرمائی دہد رونق کار من، و تو   داند آنکس کہ دمی با من و تو بنشستہ است
کار فرمای مرا پایۂ من معلومست   لاجرم جان من از بند تقاضا رستہ است
کہ چنان ظن برد او کانچہ تو ترتیب کنی   کردہ ای دائم و پرداختہ و پیوستہ است
با چنان داند کین عمر عزیز عاما   ہمچو روز و شب جہاں متاع رستہ است
او چہ داند کہ دران شیوہ چہ خون باید خورد   کہ ترا از سر بیداغ دران پی خستہ است
انوری ہم ز تو بر تست کہ بر بیخ درخت   عقل داند کہ ستمہای تبر از دستہ است

جو شعر انوری کی زبان سے نکلتا عالم میں پھیل جاتا تھا۔ اس کے ساتھ طبیعت میں تنگ ظرفی اور کم حوصلگی تھی لہٰذا ذرا کسی سے رنج ہوتا تو ہجو کا طومار باندھ دیتا تھا۔ اس عادت

Marfat.com

کی وجہ سے اس نے سارے زمانے کو دشمن بنالیا تھا۔ چنانچہ سلطان علاء الدین ملک الجبال سے لوگوں نے شکایت کی کہ انوری نے حضور کی ہجو لکھی ہے۔ سلطان برافروختہ ہوا اور انوری کی گرفتاری کے درپے ہو گیا۔ لیکن ملک طوطی نے اس کی جان بچائی۔ اکثر ایسا بھی ہوتا کہ انوری کے مخالف شعرا خود ہجویں لکھ کر انوری کے نام سے موسوم کر دیتے تھے، جیسا کہ انوری کے خلاف فتوحی اور سوزنی کی سازش گذشتہ صفحات میں بیان ہو چکی ہے۔

آخر عمر میں انوری ہجو و ہجا سے تائب ہو گیا اور گوشہ گزین ہو کر بیٹھ گیا۔ سلطان علاء الدین غوری جہانسوز نے اسے دربار میں طلب کیا لیکن اس نے انکار کر دیا۔ ہجو اور مدح و غزل سے تائب ہونے کا ذکر قطعہ ذیل میں نہایت بلاغت سے کیا ہے اور چونکہ انوری فن ہجا گوئی کا امام زمانہ رہ چکا ہے لہذا ہجو کے متعلق اس کا نظریہ ہر طور پر قابل التفات ہے:

دی مرا عاشقکی گفت غزل میگوئی ۔۔۔ گفتم از مدح ہجا دست بیفشاندم ہم
گفت چون؟ گفتمش آن حالت گمراہی بود ۔۔۔ حالت رفتہ دگر باز نیاید ز عدم
غزل و مدح و ہجا ہر سہ از آن گفتم ۔۔۔ کہ مرا شہوتی و حرص و غضب بود بہم
این یکی شب ہمہ شب در غم واندیشۂ آن ۔۔۔ کہ کند وصف لب چون شکر و زلف بخم
واندگر روز ہمہ روز دران محنت و غم ۔۔۔ کز کجا از کہ و چون کسب کند پنج درہم؟
و آن سہ دگر چون سگ خستہ تسلیش بدان ۔۔۔ کہ زبونی بکف آرد کہ ازو آید کم
چون خدا این سہ سگ گرسنہ را حاشا کم ۔۔۔ باز کرد از سر من بندۂ عاجز بکرم
غزل و مدح و ہجا گویم یارب زینہار ۔۔۔ بسکہ بر نفس جفا کردم و با عقل ستم

انوری علوم متداولہ میں کمال رکھتا تھا۔ سلطان سنجر اس جاہ و جلال کا بادشاہ اس کے گھر آیا کرتا تھا۔ فتوحات کا یہ حال تھا کہ جلال الوزرا کے یہاں سے پانچ سو اشرفیاں مقرر تھیں لیکن زبان قابو میں نہ تھی اس لیے ذلتیں اٹھاتا تھا۔ ملک الوزرا خواجہ ناصر الدین کی مدح میں قطعہ لکھا اور اخیر میں یہ شعر بھی کہہ ڈالے:

تو کہ پوشیدہ ہمی بینی امروز مرا ۔۔۔ حال بیرون و درونم نہ ہما نادانی
طاق بوطالب نعم است کہ دارم زبرون ۔۔۔ وزدرون پیرہن بوالحسن عمرانی

انوری کے اس شکوائی قصیدہ اور خصوصاً اس بیت: "طاق بوطالب نعمہ است کہ

دارم زبردن۔ وز درون پیرہن بوالحسن عمرانی" کا جواب فتوحی مروزی نے ملک الوزرا خواجہ ناصرالدین کے حکم پر نظم کیا اور انوری کے حرص و آز کی سرزنش کی:

ای بدانائی معروف چرا میگوئی؟ — در ثنای کہ فرستادہ ای از نادانی
"طاق بوطالب نعمہ است کہ دارم زبردن" — "وز درون پیرہن بوالحسن عمرانی"
چہ بخیلی؟ کہ بہ چندین زر و سیم و نعمت — طاق و پیراہنی دوخت ہمی نتوانی؟
پانزدہ سال فزون باشد تا کشتہ شدست — بوالحسن آنکہ زاحسانش سخن میرانی
پیرہن کہنہ اوگرت بجائیست ہنوز — پس مخوان پیرہنش گو زرہ وخفتانی
باقی عمر بس این پیرہن و طاق ترا — سزد ار ندھی ابرام و دگرنستانی

وطن کی ناقدری میں انوری کا مشہور شعر ہے:

بشہر خویش درون بی خطر بود مردم — بکان خویش درون بی بہا بود گوہر

لیکن یہ بالکل امیر معزّی کے شعر کا سرقہ ہے:

مردم بشہر خویش ندارد بسی خطر — گوہر بکان خویش ندارد بسی بہا

انوری نے قصیدۂ ذیل میں شاعری کی برائی اور اس کا غیر ضروری ہونا بیان کیا ہے۔ اس میں وہ تمام خیالات ظاہر کیے ہیں جو زمانۂ حال میں شاعری کو بیکار ثابت کرنے کی غرض سے پیش کیے جاتے ہیں:

دان کہ: از کناس ناکس در ممالک چارہ نیست — حاش للہ! تا ندانی این سخن را سرسری
زانکہ گر حاجت فتد تا فضلہ را کم کنی — ناقلی باید، تو نتوانی کہ خود بیرون بری
کار خالد جز بہ جعفر کی شود ہرگز تمام؟ — زان یکی جولاہگی داند دگر برزیگری
باز اگر شاعر نباشد ہیچ نقصان اوفتد؟ — در نظام عالم، از روی خرد چون بنگری
آدمی را چون معونت شرط کار شرکت است — نان زکناسی خورد بہ زان بود کز شاعری
آن شنیدستی کہ: نہ صد کس ببابد پیشہ ور — تا تو نادانستہ و بی آگہی چیزی خوری؟
درازای آن اگر از تو نباشد یاریی — آن نہ نان خوردن بود، دانی چہ باشد مدبری
چون نداری برکسی حقی، حقیقت دان کہ ہست — ہم تقاضا ریش گادی، ہم ہجا کون خری

Marfat.com

از چہ واجب شد؟ بگو آخر: بر آن آزاد مرد — اینکہ میخواہی از و، وانگہ بدین مستکبری
او ترا کی گفت، کاین گلپترہ ہا را جمع کن؟ — تا ترا لازم شود چندین شکایت گستری
عمر خود خود میکنی ضائع، ز لغویات او تاوان مخواہ — ہم تو حاکم باش، تا ہم زین کہ بفروشی خری
دشمن جان من آمد شعر، چندین پرورم؟ — ای مسلمانان، فغان از دست دشمن پروری
شعر دانی چیست؟ دور از روی تو حیض الرجال — قائلش گو: خواہ کیوان باش وخواہی مشتری
این کہ پرسد ہر زمان این کون خرزان گاو ریش — کانوری بہ یا فتوحی در ہنر یا سنجری
راستی بر بوفراس آمد بکار شاعری — ورنہ از جنس سخن یا از کمال قادری
زانکہ ہمچون دیگران مدح وہجا ہرگز نہ گفت — پس مرنج ار گویدت من دیگرم، تو دیگری
مرد را حکمت ہمی باید کہ دامن گیردش — تا شفای بوعلی بیند نہ ژاژ بحتری

علم کی بے قدری پر اس طرح غصہ ظاہر کرتا ہے:

ای خواجہ، مکن تا بتوانی طلب علم — تا در طلب راتب ہر روزہ بمانی
رو مسخرگی پیشہ کن و مطربی آموز — تا داد خود از کہتر و مہتر بستانی
فرعون وعذاب ابد و ریش مرصع — موسی کلیم اللہ وچوبی وشبانی

عوام کی بے تمیزی کو ایک فرضی قصہ میں ادا کرتا ہے:

روبہی میدوید در غم جان — روبہی دیگرش بدید چنان
گفت: خیر است؟ باز گوئی خیر — گفت: خرگیری میکند سلطان
گفت: تو خر نہ ای، چہ می ترسی؟ — گفت: آری، ولیک آدمیان
می ندانند و فرق می نہ کنند — خر و روباہشان بود یکسان

شیخ سعدی نے "این ہم بچہ شتر است" کا لطیفہ یہیں سے لیا ہے۔

بات چیت میں اور خط و کتابت میں ایشیائی تکلفات سے انوری بھی تنگ آ گیا تھا۔ کس بے تکلفی سے کہتا ہے:

تکلف میان دو آزاد مرد — بود ناپسندیدہ و سخت کام
بیا تا تکلف بیکسو نہیم — نہ از تو رکوع و نہ از من قیام

Marfat.com

بہ سنت کلیم اقتدا زین سپس — سلامٌ علیکم، علیکم سلام

سرخس میں ایک دفعہ بارش نہ ہوئی۔ انوری نے اس واقعہ سے فائدہ اٹھا کر ابو علی آبی کی ہجو میں یہ رباعی کہی:

سرخس از رنج بی آبی و آبی — دریغا روی دارد در خرابی
زبی آبی خلاصش دادی امسال — خداوندا خلاصش ده ز آبی

اسی طرح بدخواہ قاری کی ہجو میں لکھتا ہے:

دوش در خواب من پیمبر را — دیدمش کو زامّت آزردہ است
گفتمش: ای بزرگ چیت بودہ است — طبع پاک تو از چہ پژمردہ است
گفت ازین مقریک ہمی جوشم — رونق وحی ایزدی بردہ است
کانچہ آن زن بمزدمی خواند — جبرئیل آن بمن نیاوردہ است

انوری نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اس نے قاضی طوس، سدید الدین بیہقی وعمر الدین عمزادہ اور کافی ہروی کو اپنی ہجوؤں کا نشانہ بنایا ہے۔ کہتا ہے:

چار کس یابی کہ در ہجو من اند — گر بجوئی از ثریا تا ثری
قاضی طوس و سدید بیہقی — تاجک عمزادہ و کافی ہردی

ہجو خواجہ

ای خواجہ تر اسری چو طاست — مالیدہ وسر خروی دمحکم
موی نہ برو، وگر بود نیز — از تنہائی گرفتہ ماتم
رگہاش ز رنگہای الوان — چون دائرۂ کمان کمان رستم
پس باسراین چنینت ریشی ست — مانند یکی سپید پرچم
این برز نخت وبال سادہ — وان برکتفت نکال معلم
ریش از پی کندن پیاپی — سردر خور سیلی دمادم
آنست کہ استریت زیرست — از تو بحرام زادگی کم

Marfat.com

کزروی نسب ترا بود خال — لیکن پسرانت را بود عم
با این سر وریش و استر آنگه — در حلق ہمی خراشدت دم
ہش دار کہ مرد نیک شہرہ — از اہل زمان، زنسل آدم

فتوحی کی مذمت

ای بردر باماد پندار — فارغ چو ہمہ خران نشستہ
نامت بہ میان مردمان در — چون آتشی از چنار جستہ
مارا فلک گزاف پیشہ — بر آخر شرکت تو بستہ
نارستہ ز جہل و بردہ ہر روز — نو بادۂ احمقی بدستہ
باشومیٔ جہل ہر کہ درساخت — فالش نکند فلک خجستہ
طفلان ممیزان و زیند — احرار چودایہ سینہ خستہ
در مجلس روزگارت این بس — کز دوژہ رسیدہ ای بدستہ
باری، چو درخت ست بیخی — کم دہ بتر ز شاخ دستہ
طوفان منازعت مینگیز — ای ساکن کشی شکستہ
اف برخور وخواب اگر نبودیم — در سلک تناسب از تورستہ

شاعر طوطی کی ہجو

مردک بداصل، طوطی، از کمال غافلی — ہیچ کس رادر جہان از وی نہ چیزی فائدہ
بشنود دشنام خویش ونشنود از ممسکی — داستان حاتم طائی ومعن بن زائدہ
تاحدیث مایدہ کس نشنود از لفظ او — بر نخواند ”ربنا انزل علینا مائدہ“

غزفہ کے ایک بزرگ میزبان کی ہجو

داشت آن روز گر سنہ مارا — بود برخون ہریکی تشنہ
خوردنی سرد بود وشربت گرم — سفرہ نوبود لیک نان کہنہ
سیکی گندہ بود پیش دہنش — راست کالمحنۃ علی المحنۃ

Marfat.com

هجو

نکنم خواجه را بجُش هجا   لیک برخوانم آیتی زنبی
" ان قارون کان من موسی "   خواجه آنست کاید از پس نی

سعدالدین کے عطا کردہ پیراہن کی توصیف

مرا سعددین داد پیراهنی   که از دیدنش دیده حیران شدی
ز فرسودگی وقت پوشیدنش   تن مرده پوشنده عریان شدی
بهر جاکه آسیب سریافتی   باندازهٔ سر گریبان شدی

شکایت وزیر

تو وزیری و منت مدحت گوی   دست من بی عطا رواینی
شو وزارت به من سپارو مرا   مدحتی گوی، تا عطا بینی

شمس الدین کی هجو

شمس بی نور، خواجهٔ بی اصل   چند ازین دفع گرم و وعدهٔ سرد؟
از سر جوی عشوه آب ببند   بیش ازین گرد پای حرص مگرد
تامرا درمیان تابستان   مرترا پوستین نباید کرد

امیر طغرل کی هجو

میر طغرل بمرد و من گفتم   ملک الموت کار مردان کرد
برهانید مردمان را زو   مردی نیک خوب را آورد
قلتبانی که شست سال بزیست   یک درم نان زخوان خویش نخورد

مقبلی کی هجو

مقبلی، آن که روز وشب ادبار   از سر وریش او همی ریزد
دست بر نبض هر کسی که نهاد   روح او از عروق بگریزد
هر کجا کو نشستی از پی طب   در زمان بانگ مرگ بر خیزد

Marfat.com

ملک الموت کوفتہ دارد اندر آن داروی کہ آمیزد

مردمان روزگار کی مذمت

ربع مسکون آدمی رابود، دیو و دد گرفت کس نمی داند کہ در آفاق انسانی کجاست؟
دور دور خشک سال دین و قحط دانشست چند گوئی فتح یابی کو و بارانی کجاست؟
من ترا بنمایم اندر حال صد بو جہل جہل گر مسلمانی تو، تعیین کن کہ: مسلمانی کجاست؟
آسمان بیخ کمال از خاک عالم برکشید تو زنخ می زن کہ: در من بیخ نقصانی کجاست؟
خاک را طوفان اگر غسلی دہد وقت آمدست ای دریغا! داعی چون نوح و طوفانی کجاست؟

اپنی بد نصیبی کا ماتم

با فلک دوش بخلوت گلہ ای می کردم کہ: مرا از کرم تو سبب حرمان چیست؟
این ہمہ جور تو با فاضل و دانا زچہ خاست؟ وین ہمہ لطف تو با بی ہنر و نادان چیست؟
فلکم گفت کہ: ای خسرو اقلیم سخن بامنت بیہدہ این مشغلہ و افغان چیست؟
شکر کن شکر، کہ در معرض فضلی کہ تراست گنج قارون چہ بود؟ مملکت خاقان چیست؟

شکایت روزگار

درین زمانہ نماندست ہیچ مرد کریم کرم بسوی عدم رفت، ای دریغ! آوخ!
کرم مجوی ازین ناکسان درین ایام سخن مگوی بدین ابلہان بہ ہیچ نسخ
نوید سعی کریمان درین زمانہ چنانک بہ مثل آنکہ کسی نقش در کشد بر یخ
عطا مجوی، کہ آن نقل نیست در عالم ابا مخواہ، کہ جزی نیست در مطبخ

شاہی دیوان خانہ کے عمال کی مذمت

خسروا، این چہ حلم و خاموشیست صاحبا، این چہ عجز و ناموسیست؟
آخر افسوس تان نیاید ازانک ملک در دست مشتی افسوس ست؟
اولا نایبی کہ نیست بکار راست چون پیر کافر روسی ست
ثانیا این قوام، رعنا ریش پیش تخت برای جاسوسی ست

Marfat.com

ثالثاً این کمال مستوفی | نیک سیاح روی سالوسی ست
رابعاً این کریم گنده دهن | مردکی حیلتی وناموسی ست
خامساً این محمد رازی | تبر از رهزنان چپلوسی ست
سادساً این زبیب بی ترتیب | کز مریدان قطب چالوسی ست
همه ناز و کرشمه و کبرست | گوییا از نژاد کاوسی ست
سابعاً این فرید عارض لنگ | از در صد هزار طرطوسی ست
ثامن القوم آن یمین سرخس | راست چون میل گور قابوسی ست
کیست تاسع؟ نتیجه مخلص | که برخ همچوزر برموسی ست
عاشر آن اکرم معاشر غر | گوئی از گرگان نادسی ست
مردکی اشقرست وروی روی | گوئی از راهبان ناقوسی ست
اکرم، اکرم، نعوذ بالله ازو! | هیکل مدبری ومنحوسی ست
چاکر خام قلتبانی او | هیچ دانی کمال عبدوسی ست
مافرضنا معین حدادی | هست مجبوس واہل مجبوسی ست
احمدلیث آن مخنث وش | که همه خزو توزی وسوسی ست
از کمال خری و بی خردی | جل اسبش کتان تبردسی ست
هریکی را ازین رہی بدبیست | کفر مخلص آن نحیک طوسی ست
همه از روزگار معکوست | هرچه درروزگار معکوسی ست

جاہلوں کی مذمت

روزی پسری باپدر خویش چنین گفت | کان مردک بازاری ازان رزق چه جوید؟
گفتا؟ چه تفحص کنی؟ احوال گرہی | کز گند طمع شان سگ صیاد نبوید
بازار یکی مزرعه تخم فسادت | زان تخم در آن خاک چه گوی که چه روید؟
عاقل به چنان طائفه دون نگراید | مردم بسوی مزبله و جیفه نپوید
امید مکن راستی از پشت بنفشه | ناروی تو چون لاله بخونابه نشوید
قولی نبود راست تراز قول شهادت | زان درهمه بازار یکی راست نگوید

Marfat.com

هجو دلال۔ دیوث

تو در قوادگی، ای شوخ کافر — توانی گر کنی تصنیف و تدریس
اگر حوّا و آدم زنده گردند — بمکر و حیلت و دستان و تلبیس
بگردانی دل حوّا ز آدم — کنی در ساعتش عاشق بر ابلیس

مذمّتِ شعر

عادت طرح شعر آوردند — قومی از حرص و بخل گندۂ خویش
نام حکمت همی نهند آن گاه — بر خرافات و ژاژ ژنده خویش
گرگ خر ازین لئیمانند — همه دوزنده ای درندۂ خویش
پیش همچون خودی زسیلی آز — سر کی پیش در فکنده ای خویش
انوری، پس تو نیز یاد آور — طیرگیها و زهر خندۂ خویش
شکر کن کین زمانش می بینی — خواجۂ دیگران و بنده ای خویش

مذمّت نسواں

زن چو میغ ست و مرد چون ماهست — ماه را تیرگی ز میغ بود
بد ترین مرد اندرین عالم — بر بهینه زنی دریغ بود
هر که او دل دهد بمهر زنان — گردن او سزای تیغ بود

دیگر

گفت با خواجه یکی روز ازاین خوش مردی — خنک! آن کس زن خوب بمیرد اورا
گفت: ای خواجه، زن خوب تو داری امروز — گفت: خوبست، ولی هر که پذیرد اورا
زن چه را شاید؟ آن را که بری بر سر چاه — در چه اندازی و کس نه که بگیرد اورا
مارگیری را ماری ز سر کیسه بجست — گفت: هل، تا برود، هر که بگیرد اورا

دیگر

ای برادر، پند من بشنو، اگر خواهی صلاح — بر معاش خویش بر قانون خود کن یک مدار

Marfat.com

مرد باش و ترک زن گو، کاندرین ایام ما — زن نخواہد ہیچ مرد باتمیز ہوشیار
ور اسیر شہوتی، باری، کنیزک خر بزر — سرو قدی، ماہروی سیم ساقی، گل عذار
این قدر دانی کہ چون خیزی بوقت بامداد — رو بمال خویش بینی بہ زردی وادار
ور بکس رغبت نداری، برگذر زو، بر حقی — کندر و یک نفع می بینی، کدورت صد ہزار
شیوۂ اہل زمانہ پیشہ کن، بگزین غلام — در حضر بی بی و خاتون، در سفر اسفندیار
ورز نداز بہر تو دامن بگاہ کارزیر — درزند در صف کین خود را بگاہ کارزار
روز و شب دوزندۂ خصم و عدو باشد بتیر — سال و مہ باشد جماع و بوسہ را پشت چو یار
ہم حریف و ہم قرین و ہم ندیم و ہم رفیق — ہم غلام و ہم کنیزک ہم پیادہ، ہم سوار
تا بود باطبع تو بادی بزی با سنگ و سیم — ور زدل گردد مزاجت ہست از زر عیار

اپنی حرمان نصیبی میں کہتا ہے:

ہر بلای کز آسمان آید — گرچہ بر دیگری قضا باشد
بزمین نارسیدہ می گوید — خانۂ انوری کجا باشد

عہد عنفوان شباب میں انوری کے والد اوحد الدین محمد کا انتقال ہو گیا۔ اسے ورثہ میں زر کثیر ملا، تھوڑے ہی عرصہ میں ساری دولت شراب و شاہد بازی کی نذر ہو گئی۔ مفلسی میں ساز و سامان بھی ختم کر ڈالے۔ بالآخر شعر گوئی اور مدح سرائی کو اپنا شعار بنایا۔ زمانے کی ستم ظریفیوں کو سہتا رہا۔ ایک دن تاج الدین عمزاد بلخی نے کسی بات پر اسے طعنہ دیا اور اس کے بہت سے عیوب فاش کر ڈالے۔ انوری طنز و تشنیع کے نشتر کو برداشت نہ کر سکا اور ایک طویل ہجویہ مثنوی نظم کرنا شروع کی جو اس شعر سے شروع ہوتی ہے:

جندا کیر قاضی کیرنگ — آنکہ دارد ز سنگ خارا سنگ

ہجو قاضی کیرنگ کے عنوان کے تحت ۲۸ ابیات میں قاضی مذکور کے عضو تناسل کی تفصیل ہے اور اس کے بعد چھ اشعار پر مشتمل ایک غزل بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ پھر ''حدیث عمزاد دختر ش و ذکر قاضی کیرنگ'' کے ذیل میں قاضی کی بیوی اور اس کی بیٹی کی اس ضمن میں گفتگو نظم کی گئی ہے۔ ماں بیٹی کا مکالمہ پندرہ ابیات پر محتوی ہے، اس کے بعد ''نامۂ

Marfat.com

دختر عمزاد بقاضی" کے عنوان سے ۵۹ ابیات ملتے ہیں جن میں اس کی بیٹی نے بڑے حشو و زوائد کے ساتھ اپنے ستر عورت اور خاص خاص اعضا کا دلپذیر نقشہ کھینچا اور نہایت عمدہ تشبیہات و استعارات کو بروی کار لاکر قاضی سے مجامعت کی استدعا کی۔ پھر "در مذمت کون خود گوید دختر عمزاد" کے عنوان سے انوری نے قاضی کی بیٹی کے سرین کی تفصیل بیان کی ہے۔ ۱۸ ابیات میں اس کے سرین کی تعریف و مذمت ہے، قاضی کی بیٹی قاصد کے ذریعہ خط روانہ کرتی ہے۔ جب قاصد قاضی کے پاس پہنچتا ہے تو دونوں میں گفتگو ہوتی ہے۔ ۳۲ ابیات "بہم رسیدن قاصدان و باہم راز گشادن" پر محیط ہے۔ جب لڑکی کا قاصد آدھا راستہ طے کر چکا تو اسکی قاضی کی بیوی کے قاصد سے ملاقات ہوئی دونوں نے ایک دوسرے سے حظ لیکر پڑھا۔ پھر آگے بڑھے، وہاں پہنچ کر قاضی سے ملاقات ہوئی اور تخلیہ کی درخواست پر قاضی حجرے میں گیا تو ان دونوں قاصدوں کے حیرت کی انتہا نہ رہی اور پوچھا کہ یہاں یہ دو شخص کون کون ہیں؟ قاضی نے جواب دیا کہ ایک تو میں ہوں اور دوسرا میرا عضو تناسل جو تمہیں میری ہی مانند ایک دوسرا آدمی دکھائی دیتا ہے:

گفت کیرنگ مرد شہجان را ؎ آنکہ بفزائد از خوشی جانرا
منم از قاضیان مشار الیہ وان دگر کیر ماست عزّ علیہ

جب انوری اس قدر ابیات نظم کر چکا تو اس کے احباب نے سفارش کی کہ اب اس سے آگے نہ بڑھے اور قطعہ کلام کرے۔ ان احباب کی خاطر داری میں انوری نے اس مثنوی کو ناتمام ہی چھوڑ دیا۔ اس مثنوی کے ابیات اتنے فحش، مبتذل اور نازیبا ہیں کہ انہیں نقل کرنا تہذیب واخلاق کے منافی ہے۔

انوری کے اشعار اور خصوصاً قطعات میں ہجویات کی فراوانی اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اپنے اکثر معاصرین سے اس کے تعلقات کشیدہ تھے لہذا اس نے ہم عصر دانشوروں، باوقار لوگوں اور اصحاب دیوان وغیرہ کی ہجویات لکھیں۔

انوری کے دیوان میں چند ہجویں انوری کی بیوی اور بیٹے کی بھی پائی جاتی ہیں۔ عام لوگوں کا خیال ہے کہ انوری کو ہجو کا ایسا چسکا پڑ گیا تھا کہ بیوی اور بیٹے کو بھی نہ چھوڑ سکا لیکن غالباً دوسرے شعرا نے یہ ہجویں لکھ کر اس کے دیوان میں داخل کر دیں اور چونکہ عوام اسکی دشمن

Marfat.com

تھی اس لیے وہ اسی طرح قائم رہ گئیں۔ اس خیال کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ فتوحی مروزی نے انوری کے نام سے بلخ کی جو ہجو لکھ کر مشہور کر دی وہ آج تک انوری کے دیوان میں داخل ہے، حالانکہ ابوالحسن فراہانی شارح قصائد انوری نے تصریح کی ہے کہ وہ ہجو فتوحی مروزی نے لکھی تھی۔

انوری کی ہجویات کی نیش زنی اور زہر افشانی اس کی بلندی طبع اور قادرالکلامی کے ثبوت ہیں۔

Marfat.com

جمال الدین محمد بن عبدالرزاق اصفہانی

جمال الدین اصفہانی قرن ششم کا ایک محترم شاعر اور معروف قصیدہ گو ہے۔ اس کی عمر کا بیشتر حصہ اصفہان میں گذرا۔ جمال الدین نے اصفہان کے وزرا، رؤسا اور ممتاز شخصیات کی مدح و ستائش کی ہے اور اپنے عہد کے سلاطین و امرا کی مدح میں قصیدے نظم کیے ہیں۔ جمال الدین کے دیوان کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی زندگی خوش حال نہ تھی اور ہمیشہ زمانہ اور فلک سے اپنی جرماں نصیبی کی شکایت کرتا رہا ہے۔ اس نے فکر معاش میں آذربائجان اور مازندران کا بھی سفر کیا۔ سفر میں اسے مصیبتوں اور تنگیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ قصیدہ مطلع ذیل میں جمال الدین نے سفر کی صعوبتوں کا ذکر کیا ہے اور اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے:

اگر شکایت گویم ز چرخ نیست صواب　　　اگر عتاب کنم با فلک چہ سود عتاب

سفر کو مفتاح الظفر کہا گیا ہے لیکن یہ کامرانیاں جمال الدین اصفہانی کے نزدیک جوئے سراب کی مانند نایاب رہیں۔

جمال الدین اصفہانی نے ہجو گوئی کی تاویل اس طرح بیان کی ہے:

مرا خود نیست عادت ہجو گفتن　　　کہ کردستم طمع زین قوم کوتاہ
معاذاللہ کہ من بکس را کنم ہجو　　　زمدح گفتہ نیز استغفراللہ

اگر در شعر من زین پس یکی بیت ہجا گفتم　　　مرا معذور باید داشت چون آن بیت میخوانی
روا باشد ہجای آن کہ حق من کند ضائع　　　بخوان آن لایحب اللہ اگر قرآن ہمیدانی

جمال الدین اصفہانی اپنے ہم عصر بزرگ شعرا مثلاً خاقانی، انوری، رشید الدین وطواط، ظہیر فاریابی اور سید اشرف وغیرہ سے شعر بازی کیا کرتا تھا۔ ایسا ہی ایک قصیدہ اس نے خاقانی کو خطاب کر کے لکھا ہے، اس کی ابتدا میں اس کی مذمت کی گئی اور آخر میں مدح ہے:

کیست کہ پیغام من بشہر شروان برد　　　یک سخن از من بدان مرد سخندان برد

Marfat.com

گوید خاقانیا این ہمہ ناموس چیست
نہ ہر کہ دو بیت گفت لقب زخاقان برد
کسی بدین مایہ علم دعویٰ دانش کند؟
کسی بدین قدر شعر نام بزرگان برد؟
تحفہ فرستی زشعر سوی عراق اینت جہل
ہیچکس از زیرکی زیرہ بکرمان برد؟
شعر فرستادنت بما چنانست راست
مور کہ پای ملخ نزد سلیمان برد
اظلم گہر گیر تو گفتہ خود سر بہ سر
کس گہر از بہر سود باز بہ عُمان برد
یا نہ چنان دان کہ ہست سحر حلال این سخن
سحر کسی خود بر موسی عمران برد
زشت بود روز عیدگر ز پی چابکی
پیر زنی خر سوار گوئی ز میدان برد
کس بہ بر آفتاب نور چراغ آورد؟
یا بہ بر ماہتاب خلعت کتّان برد؟
مسجد اندر سگان ہیچ خرد مند است؟
بکعبہ اندربتان ہیچ مسلمان برد؟
ہنوز گویندگان ہستند اندر عراق
کہ قوۃ ناطقہ مدد از ایشان برد
یک از اینشان منم کہ چون کنم رای نظم
سجدہ بر طبع من روان حسّان برد
من ز تو احمق ترم تو ز من ابلہ تری
کسی بباید کہ ہر دو بزندان برد
من و تو باری کئیم ز شاعران جہان
کہ خود کسی نام ما ز جمع ایشان برد
وہ کہ چہ خندہ زنند بر من و تو کودکان
اگر کسی شعر ما سوی خراسان برد

جمال الدین اصفہانی کی ہجویات میں بیشتر وہ ہیں جو انہوں نے زمانہ کی ناقدر دانی اور فلک کے جور پیشہ ہونے کی ضمن میں نظم کی ہیں۔ جمال کے ایسے چند قصیدوں کے منتخب اشعار اس باب کی تمہید میں نقل ہو چکے ہیں جن میں جمال نے زمانے کی گردش، عوام کی بے التفاتی، اپنی مصیبتوں کی داستان اور دوستوں کے تغافل کو شرح وبسط کے ساتھ نظم کیا ہے۔

جمال الدین کو اپنے وطن سے بڑی محبت تھی اس کے باوجود کبھی کبھی اس نے اصفہان کی شکایت بھی کی ہے اور اس شہر کے یہودی نژاد مسلمانوں کی ہجویں لکھی جن کے آباء اجداد شخصی منفعت کی غرض سے مسلمان ہو گئے تھے لیکن اسلاف میں اب تک یہودیوں کی خصلتیں موجود تھیں۔ قطعات ملاحظہ ہوں:

چند گوئی مرا کہ مذموست
ہر کہ او ذم زاد بُدم کند
آنکہ از اصفہان بود محروم
متواند کہ ذم رودم کند؟

Marfat.com

ہجو وطن

زاد مرا خاک سپاہان و لیک　　خوی ندارد کہ پسر پرورد
گرچہ شرر زاید از آتش ہمی　　نیست بر آتش کہ شرر پرورد

ماتم ہنر اور ہجو اصفہان

زین گونہ کہ شد خوار و فرمایہ ہنر　　از جہل پس افتاد بصد پایہ ہنر
یارب تو بہ فریادرس آن مسکین را　　کش خانہ صفاہان بود و مایہ ہنر

اصفہانیوں پر طنز

نیست شہری چو شہر اصفہان　　بحقیقت ز شہر ہای عراق
کہ نہ بینی درو خساست و بخل　　کہ نیابی در و دروغ و نفاق
خواجگان بنام ونگ درو　　ہریکی حاکمی علی الاطلاق
ہمہ را خواجگی باستعداد　　ہمہ را سروری باستحقاق
ہم دہندہ ہمہ ولی دشنام　　ہم خورندہ ہمہ ولیک اطلاق

جمال الدین نے گرچہ خود اپنے وطن اصفہان کی ہجو اور مذمت لکھی لیکن وطن دوست تھا اور اتنا زود رنج کہ جب مجیر نے اس کے وطن پر کیچڑ اچھالا تو اس کی اور اس کے استاد خاقانی کی ہجو میں فحش ترین الفاظ اور فقرے بھی استعمال کرنے سے درگذر نہ کیا۔ یہ اس کے حب وطن کی دلیل ہے۔ ہجو مجیر اور جواب جمال الدین، مجیر الدین کے بیان میں آئیں گے۔

مقتدایان شہر

خواجگان را نگر برای خدا　　کاندرین شہر مقتدایانند
ہمہ عامی و آنکہ از پی فضل　　لاف پیاوہ ژاژخایانند
ہریکی در ولایت وده خویش　　کفش دزد و کلہ ربایانند
خشک مغزان و لیک تر دامن　　تیرہ رویان و خیرہ رایانند
چہ ستایش کنم گروہی را　　کہ ہمہ خویشتن ستایانند
گر سواران بکار اشتر دل　　ریش کاوان ریش کایانند

Marfat.com

بسکہ شان چارپای کردستند | لاجرم جملہ چار پایانند
ہمہ چون ارہ تیز دندانند | ہمہ چون تیشہ سرگرایانند
آب رنگان آتشین طبع اند | باددستان خاک پایانند
لقمہ نزد جملہ فاضل تر | زانکہ در شرع رہنمایانند
ہمہ از ہیچ کمترند ارچہ | از تکبّر ہمہ خدایانند
ای دریغا کہ صایعند ازانک | نقشبندان و دلکشایانند
من ازانیان چہ طرف بربندم | کہ ہمہ ہمچومن گدایانند
تیز درریش شان بخرواران | ورچہ ام جملہ آشنایانند

جمال کو کسی امیر نے شراب تحفتاً بھیجی لیکن وہ اسے پسند نہ آئی اور شکریہ میں یہ اشعار لکھ بھیجے:

ای کریمی کہ دام منّت را | کرم و بخشش تو دانۂ ماست
بہ ہمہ وقت چون فرومانیم | کف زربار تو خزانۂ ماست
گر بخدمت ہمی رود تقصیر | عفووحلمست کان بہانۂ ماست
از تو مارا شکایتیست لطیف | وآن نہ از تست کززمانۂ ماست
انچہ می بود کم فرستادی | کہ ہمہ شہر پُر فسانۂ ماست
لایق بخشش تویست ولی | در خورریش ابلہانۂ ماست
اگر آنرا شراب شاید خواند | چاہ ما پس شرانجانۂ ماست

شہر پُر آشوب

این چہ شہریست سراسر آشوب | دین چہ قومند سراسر تلبیس
باچنین شہر سقی اللہ دوزخ | باچنین قوم عفااللہ ابلیس

بخل خواجہ

من بندہ واسب ہردو امروز | بردرگہہ تو دوخواجہ تاشیم
در گرسنگی بہ صبر کردن | ماہر دو درین دیار فاشیم

Marfat.com

قدری جو، اگر دہی باسیم | مانیز طفیل اسب باشیم
در گندم بارۂ دہی نیز | دریدہ چرخ خاک پاشیم

افسردہ دلی

مرا ایزد تعالیٰ خاطری داد | کہ دایم با فلک بودی عتابم
بمعنی دادن بکر آنچنان بود | کہ با اوکان معنی بد خطابم
بہر وقتی کز اوکردم سوالی | نہادہ بود صد معنی جوابم
کنون از بخل ممدوحان ممسک | غلط بینم ہمی با اوحسابم
چنان پذرفت رنگ بخل کزوی | بصد اندیشہ یک معنی نیابم
زدم سردی این مشتی بخیلان | چنین یخ بند شد طبع چو آبم
در ابر بخل و بی آبی نہان شد | دریغا خاطر چون آفتابم

بخل ممدوح

گفتم چو بستہ ام کمر بندگی تو | بہر میان خویش ز جوزاکمر خرم
در خاطرم نبود کہ برخوان دولتت | نان آنگہی خورم کہ بخون جگر خرم
لایق شناسی از کرم خود کہ بردرت | من جان برایگان دہم ونان بزر خرم

زمانہ گذشتہ میں اصفہان کے لوگ

سگ بہ از مردم سپاہانست | بوفاق ووفا و پویہ و دم
آنچنان مدخلانِ دون ہمت | ہمہ از عالم مروت گم
ہمہ درندہ پوستین چوسگ | ہمہ مردم گزای چون کژدم
زن و فرزند شان ویکجو زر | دل و جان شان ویکدرم گندم
این چہ بخلست واین چہ امساکست | ہم عفی اللہ سگی مردم قم
بچہ بتوان شناخت خرز ایشان | بدرازی گوش و گردی سم
بس دریغ آیدم چنین شہری | بگروہی ہمہ چو در دی خم
مردمی اندر و مجوی ازانک | ہمہ چیزی دراوست جز مردم

Marfat.com

هجو ممدوح

یک کارد بخواستم ز تو روزی — گفتی بدهم تو آن بمن واکن
بعد از سه چهار ماه دی گفتی — آن نیست برد سر سخن واکن
گر هجو کنی همی قلم گیرم — درگوه همی خوری دهن واکن
این بد غرض تو تاکنم هجوت — سهلست تو جای نام زن واکن

دیگر

اگر مدیحت گویم نیابم از تو عطا — وگر نگویمت از من همی بیازاری
اگرت گویم بخل واگر نگویم خشم — چه عادتست که تو میر خواره زن داری

سوم چه فرمائی

بزرگوار در انتظار بخشش تو — نمانده است مرا طاقت شکیبائی
سه چیز رسم بود شاعران طامع را — نخست مدح و دوم قطعه تقاضائی
اگر بداد سوم شکر اگر نداد هجا — من آن دوگانه بگفتم سوم چه فرمائی (۱)

مزبله دیو

تاکی ایدل تو درین مزبله دیو — خویشتن را ز ره عقل و خرد گم بینی
برجهانی چه نهی دل که زبس آز و نیاز — موج آفت رابر چرخ تلاطم بینی
چند ازین بی خردان خیره ملامت شنوی — چند از این بی خبران هرزه تظلم بینی
زین خسان بی سببی چند مشقت یابی — زین خران بی غرضی چند تحکم بینی
درسرای چه نهی رخت که درساحت آن — فتنه را تا باب گور تصادم بینی
سرهر باهنری زیر پی بی خردی — پای هربی خردی برسر انجم بینی
دروی از ذرهٔ خاشاکی دردی یابی — دروی از نیشتر پشه تألم بینی

(۱)- دیوان جمال، طبع تہران ص ۴۹۸۔ قطعہ کے آخری دوابیات انوری اور کمال الدین اسمٰعیل پسر جمال الدین سے بھی منسوب ہیں۔ ممکن ہے انوری کے قطعہ کو جمال و کمال دونوں باپ بیٹوں نے اظہار خیال کی غرض سے نظم کیا ہو۔

Marfat.com

ظاہر از نغمہ قمری ہمہ کوکوشنوی — حاصل از نوبت سلطان ہمہ دمدم بینی
آنچنان فتنہ دنیا مشوا یدل کہ زحرص — خارپشتی را درکسوت قاقم بینی
ژرف اگر درنگری بیشترین مردم عصر — سگ بی دم یابی یا خربیدم بینی
دوستان راہمہ چون ز افراط نفاق — نوشی ونیشی اندر دم وبردم بینی

جمال الدین کی شاعری خالی از تکلف، روان اور سہل ہے۔ قصیدہ میں کبھی سنائی اور کبھی انوری کی پیروی کرتا ہے لیکن خواہ تقلیدی انداز ہو خواہ دیگر، کلام میں سادگی وروانی کی باگ ڈور مضبوط گرفت میں رہی ہے۔ اس نے قصیدہ، غزل، ترکیب بند، ترجیع بند، قطعہ اور رباعی تمام انواع شعر میں طبع آزمائی کی اور مدح ووعظ اور حکمت کے دوش بدوش ہجاوظرافت کے میدان میں بھی اپنی مہارت اور چابکدستی کا ثبوت دیا ہے۔ اس کی ہجویں انوری، سوزنی یا سنائی کی ہجویات کی مانند مبتذل اور رکیک نہیں۔ جمال الدین کے ہاتھوں ہجو کی کسی حد تک تطہیر ہو سکی، جیسا کہ مذکورہ مثالوں سے ظاہر ہے۔

Marfat.com

خاقانی شروانی

حسان العجم افضل الدین بدیل (ابراہیم) بن علی خاقانی شروانی فارسی کا معروف و مشہور قصیدہ نگار محسوب کیا جاتا ہے۔ حسان العجم اور افضل الدین اس کا لقب ہے۔ اس کا باپ نجیب الدین علی مروی بڑھئی پیشہ (نجار) تھا۔ باپ کے انتقال کے بعد اس کے چچا کافی الدین عمر نے اس کی پرورش و پرداخت کی۔ کافی الدین ایک اچھا طبیب اور فلسفی بھی تھا۔ خاقانی نے اس کی ربوبیت میں عمر کی پچیس منزلیں طے کیں۔ اس نے اپنے چچازاد بھائی (کافی الدین عمر کا لڑکا) وحید الدین عثمان سے بھی تربیت حاصل کی۔ یہ اس کی ادبی و فلسفیانہ تحصیلات تھیں۔ فن شاعری میں خاقانی نے اپنے ہم عصر شاعر ابوالعلاء گنجوی کی خدمت میں زانوئے تلمذ تہ کیا۔ ابتدا میں اس نے حقایقی تخلص کیا لیکن جب ابوالعلاء گنجوی نے اسے خاقان اکبر منوچہر بن فریدون شروان شاہ کے دربار میں متعارف کرایا تو اس نے خاقانی تخلص کرنا شروع کیا۔ ابوالعلاء گنجوی نے اس کی علمی قابلیت سے متاثر ہو کر اپنی لڑکی کی شادی بھی اس سے کر دی۔

خاقانی کے کلام سے اس کے علمی تفوق اور ادبی فضیلت کا اندازہ ہوتا ہے۔ تبحر علمی کی وجہ سے ہی اس کے اشعار اس درجہ مشکل و مغلق ہو گئے کہ روانی و سلاست کا فقدان ہو گیا اور کلام کے افہام و تفہیم کے لیے تشریح و تفسیر کی حاجت ہوئی۔

خاقانی کی زندگی کچھ ایسی کامیاب نہ رہی اور اسے فراغت کے ساتھ جینا نصیب نہ ہوا۔ جوانی میں وہ مفلسی اور تنگ دستی کی مصیبتیں سہتا رہا اور تمام عمر ایسے جگری دوستوں کی آرزو میں ماتم گسار رہا جو غم واندوہ کے موقع پر اس کی غمگساری کرتے۔ لڑکپن میں سر سے باپ کا سایہ اٹھا، پچیس سال کا ہوا کہ اپنے چچا کی باشفقت سرپرستی اور اس کی نوازشوں سے محروم ہوا۔ عمر کا آفتاب ڈھلنے کو ہوا تو ۵۷۱ھ میں اس کا جواں سال بیٹا رشید الدین پچیس سال کی عمر میں مر گیا۔ ان مصیبتوں کے علاوہ خاقانی اپنی طبیعت کی آزادی، دربار کی عاجزانہ اور کورانہ خدمت سے بیزاری، سفر کرنے، دنیا اور دنیا والوں کو دیکھنے کی تمنا اور سب سے بڑھ کر اپنے ممدوحوں یعنی خاقان اکبر منوچہر اور اس کے بیٹے خاقان کبیر ابوالمظفر اخستان کے حاسد

Marfat.com

حاشیہ نشینوں کے بھڑکانے پر ان کے عتاب کا نشانہ بنا۔ معاصرین شعرا کو بھی خاقانی کی عالم گیر شہرت ناگوار گذرتی تھی اور وہ حسد کی آگ میں جل کر مضرت رساں حرکتیں کیا کرتے تھے۔ خاقانی نے کئی مقامات پر ان حاسدوں کی مذمت کی ہے۔

حاسدوں کی مذمت

از درون سوسمار فعلند وز برون طاؤس رنگ — قصہ کوتہ کن کہ دیو راہ زن را رہبرم
شبہت حوا نویسم تہمت ہاجر نہم — چادر مریم ربایم پردۂ زہرا درم
چون ہما اندک خور و کم شہوتم دانند و من — چون خروس دانہ چین زانی و شہوت پرورم
بوالعلا را مستحل خوانم مبارک را محل — ہر دو معصوم‌اند و من با حفصتی بدعت گرم

دیگر

من قرین گنج و اینان خاک بیزان ہوس — من چراغ عقل و آنہا روز کوران ہوا
دشمنند این ذہن و فطنت را حریفان حسد — منکرند این سحر و معجز را رفیقان ریا
حسن یوسف را حسد بردند مشتی ناسپاس — قول احمد را خطا گفتند جمعی ناسزا
من ہمی دربند معنی راست ہمچون آدم — وین خران در چین صورت راست چون مردم گیا
چون میان کاسۂ ارزیر دلشان بی فروغ — چون دہان کوزۂ سیماب کفشان کم عطا
من عزیزم مصر حرمت را و این نامحرمان — غر زنان بر زنند و غرچکان روستا
گر مرا دشمن شدند این قوم معذورند زانک — من سہیلم کامدم بر موت اولاد الزنا
جرعہ خوار ساغر فکر من اند از تشنگی — ریزہ چین سفرۂ را زمنند از ناشنا
مغزشان در سر بیاشوبم کہ پیلند از صفت — پوست شان از سر برون آرم کہ مارند از لقا
لشکر عادند و کلک من چو صرصر از سریر — نسل یاجوجند و نطق من چو صور اندر صدا

دیگر

مشتی خسیس رتبہ کہ اہل سخن نیند — با من قرآن کنند و قریبان من نیند
چون ماہ نخشبند مزوّر از آن چو من — انجم فروز گنبد ہرانجمن نیند
از ہول صور فکر من اندر قیامتند — گرچہ چو اہل صور فکندہ کفن نیند
چون طشت بی سرند چو در جنبش آمدند — الا شناعتی و دریدہ دہن نیند

Marfat.com

گاه فریب دمنه افسون گرند لیک — روز هنر غضنفر لشکر شکن نیند
چون ارقم از درون همه زهرند وز برون — جز کبش رنگ رنگ و شکال شکن نیند
گویند در خلافه ولی عهد آدمیم — مشنو خلاف شان که جز ابلیس فن نیند
گویند عیسی دیگریم از طریق نطق — بر کن بروتشان که بجز گورکن نیند
از روی مخرقه همه دعوی دین کنند — وز کوی زندقه بجز اهل فتن نیند
چون شمع صبحگاهی و چون مرغ بیگهی — الا سزای کشتن و گردن زدن نیند
جمعند بر تفرق عالم ولی ز ضعف — موران باپرند و سپاه پرن نیند
وین جاهلان ملمع کارند و منتحل — زان گاه امتحان بجز از ممتحن نیند

خاقانی کے کلام میں سفر کی خواہش اور شروان کی شکایت کئی جگہ نظر آتی ہے خاص طور پر وہ حج بیت اللہ اور خراسان کے سفر کا بڑا اشتیاق رکھتا تھا جس کی اسے ممانعت کردی گئی تھی۔ ایک قصیدہ میں خاقانی نے سفر کی مذمت کی ہے۔ منتخب اشعار ملاحظہ ہوں:

قلم بخت من شکسته سراست — موی در سر به طالع هنراست
خواجه چون دید درد مند دلم — گفت که این دردناکی از سفراست
هان کجائی که میخوری گفتم — میخورم خون خود که ماحضراست
ابله از چشم زخم کم رنج است — اکمه از درد چشم کم ضرراست
جاهل آسوده فاضل اندر رنج — فضل مجهول و جهل معتبراست
سفله مستغنی و سخی محتاج — این تغابن ز بخشش قدراست
همه جور زمانه بر فضلاست — بوالفضول از جفاش زاستراست
سوس را باپلاس کینی نیست — کین او باپرند شوشتراست
عالم از علم مشتق است ولیک — جهل عالم بعالمی سمراست
خاک شروان مگو که آن شراست — کان شرفوان بخیر مشتهراست
عیب شروان مکن که خاقانی — هست ازان شهر که ابتداش شراست
عیب شهری چراکنی بدو حرف — که اوّل شر و آخر بشراست
جرم خورشید راچه جرم بدانک — شرق و غرب ابتدا شراست و غراست

Marfat.com

دوران سفر خاقانی رے پہنچ کر ایک نئی مصیبت میں پھنس گیا۔ خراسان میں غزترکوں نے فتنہ وفساد برپا کر رکھا تھا پھر والئی رے نے بھی خاقانی کو آگے بڑھنے سے روک دیا تھا۔ لہٰذا مجبوراً واپس ہو کر خاقانی نے رے کی ہجو لکھی:

چون نیست رخصہ سوی خراسان شدن مرا — ہم بازپس شوم نکشم من بلای ری
خاک سیاہ بر سر آب وہوای ری — دور از مجاوران مکارم نمای ری
درخون نشستہ ام کہ چراخوش نشستہ اند — این خواندگان خلد بدوزخ سرای ری
آنرا کہ تن بآب وہوای ری آورند — دل، آب وجان ہواشد از آب وہوای ری
نیک آمدم بری بدمن بین بجای من — ای کاش دانمی کہ چہ کردم بجای ری
ای جان ری فدای تن پاک اصفہان — وی خاک اصفہان حسد توتیای ری

معلوم ہوتا ہے کہ خاقانی اخستان بن منوچہر کے حکم سے ۵۷۰ھ میں قید کر دیا گیا تھا۔ اس کی عمر اس وقت پچاس سال تھی۔ خاقانی حبس وبند کی صعوبتوں کو اس طرح بیان کرتا ہے:

فلک کثر روتراست از خط ترسا — مرا دارد مسلسل راہب آسا
تنم چون رشتہ مریم دوتائیست — دلم چون سوزن عیسیٰ ست یکتا
من اینجا پای بند رشتہ ماندم — چو عیسیٰ پای بندسوزن آنجا
چنان استادہ ام پیش وپس طعن — کہ استادست الفہای اطعنا
علی اللہ از بد دوران علی اللہ — تبرا از خدا دوران تبرا
مرامشتی یہودی. فعلی خصمند — چون عیسی ترسم از طعن مناجا
چہ فرمائی کہ از ظلم یہودی — گریزم بردر دیر سکوبا

مکہ سے واپس ہوتے ہوئے جب خاقانی ۵۵۲ھ میں بغداد آیا تو اس سال سلطان محمد سلجوقی نے بغداد کا محاصرہ کر رکھا تھا اور عباسی خلیفہ المقتفی باللہ نے شہر کے بچاؤ کا انتظام کیا تھا۔ جمال الدین اصفہانی نے جو والئی موصل کا وزیر بھی تھا خاقانی کو خلیفہ کے حضور پیش کیا۔ خلیفہ نے اس کی بڑی عزت اور توقیر کی اور اسے اپنا دبیر مقرر کیا لیکن خاقانی بغداد اور بغداد والوں سے رنجیدہ تھا، اس لئے یہ عہدہ قبول نہ کیا اور اسی زمانے میں ایران واپس ہو گیا۔ خاقانی نے بغداد اور اہل بغداد کی کئی ہجویں لکھی ہیں:

Marfat.com

دی شبانگہ بغلط تابلب دجلہ شدم | باجگہ دیدم ونظارہ بتان حرمی
برلب دجلہ زبس بوس لب نوش لبان | غنچہ غنچہ شدہ چون پشت فلک روی زمی
نازنینان عرب دیدم و رندان عجم | تشنہ دل زار زدو غرقہ تن از خستہ شمی
پیری از دور بیامد عجمی زاد و غریب | چشم پوشیدہ ونالان زبرہنہ قدمی
دھنش خشک وشگفتہ رخش ازابر مژہ | جگرش گرم وفسردہ تنش از سرد دمی
تشنگی بادیہ بردہ بلب دجلہ فتاد | ست تن ماندہ واز ست تنی سخت غمی
آب برداشتن از دجلہ مگر زور نداشت | کہ نوان بود ز لرزان تنی وپشت خمی
آبی از دجلہ چو بینم کہ بہ پیری ندھند | من زبغداد چہ گویم صفت بی کرمی
بیدرم لاف زبغداد مزن خاقانی | گرچہ امروز بمیزان سخن یک درمی

خاقانی کو اپنی زندگی میں بڑی شکایت لوگوں کے حسد اور اس کی قدر وقیمت نہ پہچاننے کی وجہ سے تھی۔ عمر بھر اس کی ہمت نہایت بلند رہی اور اسکا مقام ومرتبہ اس کی ہمت سے بھی بلند تر تھا، اسی تضاد کی وجہ سے رنج اٹھاتا تھا۔ بدخواہوں کی سرزنش میں کہتا ہے:

نیست اقلیم سخن را بہتر از من پادشا | درجہان ملک سخن رانی مسلم شد مرا
من قرین گنج دانیان خاک بیزان حسد | من چراغ عقل وانہار وز کوران ھوا الخ

روایت ہے کہ ایک مرتبہ خاقانی کسی امیر کی محفل میں پہنچا۔ امیر نے اس کے شایان شان تکریم وتحریم نہ کی۔ بیٹھنے کو بھی کوئی موزوں جگہ نہ دی۔ یہ بات خاقانی کو بہت ناگوار گذری۔ اس نے وہیں کھڑے کھڑے قطعہ ذیل لکھا۔ اسی محفل میں پڑھا اور چلا آیا:

گر فروتر نشست خاقانی | نہ ورا ننگ و نہ ترا ادب است
قل ھواللہ کہ وصف خالق ماست | زیر تبت یدا ابی لہب است

ہجو ممدوح

بس کن خاقانیا ز مدحت دونان | ناز سگانجان شیر شرزہ نجوئی
تا بچنین لفظ نام سفلہ نرانی | ز آب خضر کام مارگرزہ نشوئی
ہرزہ واحسنت ہرزہ بود کہ گفتی | نذر کن اکنون کہ بیش ہرزہ نگوئی

Marfat.com

اہل زمانہ کی شکایت

خون جگر خورم نخورم نان ناکسان — درخون جان شوم نشوم آشنای نان
آدم ز جنت آمد و من در سفر شدم — او در بلای گندم و من در بلای نان
نانم نداد چرخ ندانم چہ موجب است — ای چرخ ناسزا نبودم من سزای نان
بر آسمان فرشتہ روزی بہ بخت من — منسوخ کرد آیت رزق از ادای نان

مذمت کیمیاگری و صنعت اکسیر

اولین امتحان سکندر کرد — از ارسطو کہ بود خاص وزیر
بدعت فاضلان منحوس است — این صناعت برای ھر تدبیر
برزمین ھر کجا فلک زدہ ایست — بی نوای بدست فقر اسیر
شرم او شاعریست یا تنجیم — ہوس فلسفہ است یا اکسیر
کفر و کذب این دو راست خرمن کوب — نحس و نقر آن درو است دامنگیر
درترازوی شرع و رشتۂ عقل — فلسفہ فلس دان وشیر شعیر

ہجو رافضیان

این رافضیان کہ امت شیطانند — بی دینانند و سخت بی ایمانند
از بسکہ خطا فہم و غلط پیمانند — خاقانی را خارجی میدانند

ابوالعلا گنجوی، خاقانی کا استاد اور خسر تھا۔ اس نے ہی اسے خاقان منوچہر کے دربار میں رسائی دلوائی لیکن حالات نے پلٹا کھایا اور استاد و شاگرد کے باہمی تعلقات خوشگوار نہ رہ سکے بلکہ معاملہ اس حد تک بڑھا کہ دونوں نے ایک دوسرے کی ہجو گوئی شروع کردی۔ تحفۃ العراقین میں خاقانی نے اپنے حج کے حالات قلم بند کیے ہیں لیکن وہاں بھی وہ اپنے استاد پر چوٹ کرنے سے باز نہیں آتا۔ چنانچہ کہتا ہے:

بینی سگ گنجہ را درین کو — ہم سرخ قفا وہم سیہ رو

خاقانی نے ابوالعلا کی بہت سی ہجویں لکھیں: قطعۂ ذیل ملاحظہ ہو:

Marfat.com

ای شدہ خایۂ چپ سلطان خایۂ راستی عالم ہم
گر بما خایہ کج کنی مارا خایۂ راست برشود بشکم

ابوالعلا گنجوی نے بھی زبان کھولی اور کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا:

خاقانیا اگرچہ سخن نیک دانیا یک نکتہ گویمت بشنو را یگانیا
ہجو کسی مکن کہ ز تو مہ بود بسش شاید ترا پدر بود و تو ندانیا

ابوالعلا گنجوی درج ذیل ہجویہ قطعہ میں خاقانی پر کیے گئے احسانات کو گنواتا ہے کہ میں نے اپنی لڑکی تمہاری زوجیت میں دی۔ تمہارا استاد بھی ہوں، پھر خاقان کے دربار میں میں نے ہی تمہارا تعارف کرایا۔ اس کے بعد کہتا ہے:

بہ یزدان نگفتم کہ من کادم اورا اگر گفتہ ام نیست باللہ بیادم
تو ہر دم بر من چہ جوشی چو آتش نہ تو آب و آتش نہ من خاک بادم
بجای یکی رہ دو صد رہ بگویم نکادم نکادم نکادم نکادم(۱)

آخری شعر تذکرۂ دولتشاہ(۲) میں اس طرح مکتوب ہے:

بگفتم بگفتم نگفتم نگفتم بکادم بکادم نکادم نکادم

مجیر الدین بیلقانی خاقانی کا شاگرد تھا۔ مجیر اور خاقانی میں بھی نہ بن سکی۔ مجیر نے اپنے استاد کے ساتھ بے مروتی و کج خلقی کا شعار اختیار کیا، جیسا کہ خاقانی نے اپنے استاد ابوالعلاء گنجوی کے ساتھ برتاؤ کیا تھا۔ مجیر نے اصفہانیوں کی ہجو لکھی لیکن طرز کلام اور روش وانداز خاقانی کا ہی تھا اس لیے فضلائے اصفہان نے اس کو خاقانی سے ہی منسوب سمجھا۔ چنانچہ شرف الدین شفروہ اور جمال الدین اصفہانی نے مجیر و خاقانی دونوں ہی کی ہجویں لکھیں۔ خاقانی اور مجیر کی باہم ہجوگوئی کا ذکر آگے آئے گا۔

رشید الدین وطواط، خاقانی کا دوست اور ہم عصر شاعر تھا۔ دونوں میں بڑی محبت تھی۔ خاقانی نے اس کی مدح میں ایک زبردست قصیدہ لکھا اور تعریف میں بڑے لطیف نکتے پیدا کیے مثلاً:

---

(۱)۔ تذکرہ آتشکدۂ آذر، ص ۵۲۔ (۲)۔ تذکرۃ الشعراء دولت شاہ، ص ۷۰۔

Marfat.com

اگر بکوہ رسیدی روایت سخت | زہی رشید جواب آمدی بجای صدا

لیکن بالآخر خاقانی سے یہ دوستی بھی نہ نبھ سکی اور ان بن ہو گئی۔ خاقانی نے اس کی بھی کئی ہجویں لکھ ڈالیں۔ چند اشعار بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں:

این گربہ چشمک این سگ غوری غرک | سگسارک مخنثک وزشت کافرک
خرگوشک است جنس زن ومرد دردو وقت | ہم حیض وہم زناش گہی مادہ گہ نرک
این پشم سگ کہ کیر سگش خوانم از صفت | چون کیر سگ برہنگک وسرخ پیکرک

رشید وطواط نے ایک قصیدہ خاقانی کو چھیڑنے کی غرض سے ارسال کیا۔ خاقانی نے برافروختہ ہو کر جواب دیا:

چون جاہ پدید آرد دشمن کہ بداندیشد | پس جاہ بتر دشمن زونیک تراندیشم
دشمن بہ بدی گفتن جان ہم بزبان آرد | برسود منم زان بدچون نیک دراندیشم

دیگر

ای بخیلک سقط چہ فرستی بشہر ما | چندین سقاطہ ہوس افزای عمرکاہ
باری ازین سپید وسیاہ اعتبار گیر | یا در سیہ سپید شب وروز کن نگاہ
بس کستہ ای وگرچہ چو کیری کلاہ دار | کز دست جہل تو بدرکون نہم کلاہ
خاقانی وحقائق طبع تو و مجاز | اینجا مسیح و طوبی وآنجا خرد گیاہ

خاقانی اپنی ذاتی قابلیت اور علمی صلاحیت کی بنا پر زمانہ اور ابنائے زمانہ سے بڑی بڑی امیدیں اور توقعات رکھتا تھا لیکن ان کے عدم حصول پر اسے اپنوں اور بیگانوں سے تکلیف پہنچی اور نتیجہ کے طور پر اس کی زبان وقلم نے شعلہ فشانی شروع کر دی اور نہ صرف ابوالعلا گنجوی اور رشید الدین وطواط کی ہجوگوئی کی بلکہ امیر یوسف عزالدین سپہ سالار غزنین، پندار رازی، امیری، شہرزوری اور دیگر شعرا، امرا اور ابنائے زمانہ کو بھی تیر ہجا کے نیش سے مجروح کیا۔ خاقانی کی افتاد طبع ہی کچھ ایسی تھی کہ وہ بلا جھجک کہتا ہے:

شبہت ۳۶ نویسم تہمت ہاجر نہم | چادر مریم ربایم پردۂ زہرا درم

Marfat.com

خاقانی کی پوری زندگی رنج و عسرت میں گذری اور دنیا نے اسے کبھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ خاقانی نے عمر بھر دینی اور اخلاقی مسلک کی پیروی کی اور عوام سے وفا اور راستی کا طالب رہا لیکن دنیا نے اسے کچھ نہ دیا:

ہجو گوئی میں خاقانی کا طرز اور انتخاب الفاظ بالکل ویسا ہی ہے جیسا مدح سرائی میں گرچہ جابجا فحش الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں۔

Marfat.com

مجیرالدین بیلقانی

ابوالمکارم مجیرالدین بیلقانی توابع شروان کے مقام بیلقان کا باشندہ تھا۔ اس کا لقب مجیر ہے۔ اس کے معاصروں نے بھی اسے اسی لقب سے یاد کیا ہے۔ شرف الدین شفروہ کہتا ہے:

هجو میگوئی ای مجیرک هان — تا تر ازین هجو بجان چه رسد(۱)

اثیرالدین اخسیکتی کہتا ہے:

از برای خدای خواجه مجیر — کاروانهای شعر من چه زنی

خاقانی نے بھی بیت ذیل میں لفظ مجیر کو مقلوب استعمال کیا ہے:

دیو رجیم آنکه بود دزد بیانم — گردم طغیان زد از هجای صفاهان

اس کی زندگی کے ابتدائی احوال معلوم نہیں ہیں لیکن یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ اس نے ادبی وشعری تحصیلات خاقانی سے حاصل کیں۔ مجمع الفصحا جلد ۱، ص ۵۱۱ میں ایسا ہی منقول ہے اور خاقانی کے کلام سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

واقعہ یوں ہے کہ اتابک ایلدگز کی طرف سے مجیر اصفہان کا صوبہ دار مقرر ہو کر وہاں آیا۔ ایلدگز کے تقرب کی وجہ سے مجیر شاعروں کا محسود ہو گیا اور مجیر کی ان سے نبھ نہ سکی۔ لیکن وہ خود چونکہ اس عہدہ کا اہل نہ تھا اس لیے اصفہان والوں نے اس کی پروانہ کی اس بات سے مجیر کو بڑا رنج ہوا اور اس نے ہزل میں اصفہانیوں کی ہجو لکھی:

رباعی

گفتم ز صفاهان مدد جان خیزد — لعلی ست مروّت که ازان کان خیزد
کی دانستم کاهل صفاهان کورند — با این همه سرمه کز صفاهان خیزد

(۱)- یہ شعر جمال الدین اصفہانی سے بھی منسوب ہے، دیوان جمال، مطبوعہ تہران، ص ۴۰۰۔

Marfat.com

دیگر

نہ اہل صفاہان ونہ بد عہدی شان | درکار هنر ستی ولی جهدیشان
عیسیٰ دمی ای مجیر دامن درکش | زین قوم کہ دجال بود مہدیشان

ایسے ہی کچھ اور شعر:

صفاہان خرم و خوش می نماید | بسان پر شہر آرای طاؤس
ولی زین زاغ طبعان کاہل شہرند | نجس شدبال خوش سیمای طاؤس
یقین میدان کہ مجموع صفاہان | چوطاؤس ست واینان پای طاؤس

ان اشعار کی وجہ سے اصفہان کے لوگ اور بھی برہم ہوگئے اور وہاں کے اکابر وافاضل کے غیض وغضب کی انتہا نہ رہی۔ شرف الدین شفروہ سے استدعا کی گئی کہ مجیر بیلقانی کی رکیک ہجویں لکھی جائیں۔ شرف الدین شفروہ نے مجیر کی رباعی کے جواب میں کہا:

شہری کہ بہ ازجملہ ایران باشد | کی لایق ہجو چون تو کشخان باشد
سرمہ چہ کنی کہ از صفاہان باشد | میل تو بہ میل است وفراوان باشد

اسی سلسلہ میں جمال الدین عبدالرزاق اصفہانی کو یہ گمان ہوا کہ مجیر نے یہ ہجو خاقانی کے اشارے پر لکھی ہے۔ چنانچہ اس نے مجیر اور خاقانی دونوں استاد شاگرد کی ہجو لکھ ڈالی:

ہجو میگوئی ای مجیرک ہان | تاترا زین ہجا بجان چہ رسد
در صفاہان زبان نہادی باش | تاسرت را ازین زبان چہ رسد
چند گوئی کہ در دقایق طبع | خاطر اہل اصفہان چہ رسد
کیر در کون گنجہ و تفلیس | تابہ شروان وبیلقان چہ رسد
تیز درریش خواجہ خاقانی | تابتو خام قلتبان چہ رسد

ایسی ہی ایک اور رکیک اور فحش ہجو جمال الدین نے نظم کی ہے:

زاوّل کہ نفس ناطقہ راازشعاع عقل | ایزد بہ لطف خویش و بہ رحمت بیافرید
پستان خویش دردهن شاعران نہاد | تاہر کسی بقدر فصاحت ہمی مکید

Marfat.com

وزبہر آینکہ دیر تر آمد مجیردین　　شیرش نماندہ بود پس اندر دہانش...

جب خاقانی کے کانوں تک یہ ہجو پہنچی تو اس نے رفع اشتباہ کے لیے اصفہان کی مدح میں اپناوہ مشہور قصیدہ لکھا جس کا مطلع ہے:

نکہت حوراست یاصفای صفاہان　　جبہت جوزاست بالقای صفاہان

اسی قصیدہ میں کہتا ہے:

جرم زشاگرد پس عتاب براستاد　　اینت بُد استاد اصدقای صفاہان

جب مجیر الدین قزل ارسلان کی جانب سے مستقل طور پر اصفہان کا حاکم بن کر آیا تو جمال الدین اس کے خوف سے روپوش ہو گئے۔ لیکن پھر جب قلب کو اطمینان ہوا تو ملاقات کر کے عذر کی درخواست کی۔ مجیر نے اسے معاف کر دیا۔

دکتر ذبیح اللہ صفا، آذر بائجان کے دانش مندوں کے احوال بیان کرتے ہوئے ہفت اقلیم تالیف امین احمد رازی کی روایت نقل کرتے ہیں کہ مجیر کو اصفہان سے تعصب کی وجہ سے ۵۸۶ھ میں اوباشوں نے قتل کر دیا(۱)۔ ہدایت مجیر کا سال وفات ۵۷۷ھ بتاتے ہیں لیکن دوسرے منابع مثلاً سخن وسخنوران وغیرہ میں ۵۶۸ھ، ۵۸۶ھ، ۵۸۹ھ اور ۵۹۴ھ اس کی تاریخ وفات یا قتل درج ہے۔ دکتر صفا قرائن کی روشنی میں ۵۸۶ ہجری کو ہی درست تسلیم کرتے ہیں۔

مجیر الدین آذر بائجان کے میں شمس الدین ایلدکز (۵۵۵۔۵۶۸ھ)، نصرت الدین جہان پہلوان محمد بن ایلدکز (۵۶۸ھ-۵۸۱ ہجری) و قزل ارسلان عثمان بن ایلدکز (۵۸۱-۵۸۷ ہجری) کے درباروں سے وابستہ رہا۔ ان کے علاوہ رکن الدین ارسلان بن طغرل سلجوقی (۵۵۵-۵۷۱ ھجری) اور سیف الدین ارسلان کی مدح میں بھی قصیدے لکھے۔

مجیر الدین، خاقانی کا شاگرد تھا (جیسا کہ بیان ہو چکا ہے) لیکن بعد میں کچھ ایسے ناخوشگوار اتفاقات اور افسوسناک واقعات ہوئے کہ وہ استاد کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گیا اور بالکل اسی طرح مجیر نے بھی خاقانی کی ہجو کی جس طرح خاقانی نے اپنے استاد ابوالعلاء گنجوی کی ہجو کی تھی۔ خاقانی کی مذمت میں مجیر کا قطعہ ذیل لائق توجہ ہے:

تاریخ ادبیات در ایران: دکتر ذبیح اللہ ص ۳۲۵

Marfat.com

معنی چو پشت آئینہ خیزد سیاہ رو | گر طبع تیرہ آئینہ سازد سکندرش
حل کردہ ام بہ آہ چو یخ طلق عافیت | تادر شوم بآتش کین باسمندرش
زاوّل دورویی و معجب وملعونش خواست حق | زان آفریدہ ناقص و کوتاہ و اشقرش
دعوی کند بہ قطبی و بی نام ہمچو قطب | گردش نکشتہ کس بہ جزاز نعش دخترش
برپای خویش تیشہ زند تا بہ زعم من | بیند زمانہ ہمدم پور درو گرش
می خواندش زمانہ براہیم خانہ کن | تاخواند پور آذر شروان برادرش
گرنیست بر خلاف خلیل اللہ ای عجب | ریحان طبع من زچہ شد آذرش

مجیر کی ہجو کا یہ انداز ہے:

بہ صحرا سخت خوب آمد بہ چشم | قبای چابک و زلف نکونت
ندانم ریش داری یا نداری | زبونت کردہ خط یاشد زبونت
اگر ریش آوری ریشت بکونم | وگر ہمچون منی کیرم بکونت

مجیر کی شاعری اور ہجو گوئی میں خاقانی کے زبان و سبک کی پیروی ملتی ہے۔ زمانے کی ناسازگاری اور حرماں نصیبی کا مجیر نے بھی رونا رویا ہے۔ فحش و پست الفاظ سے اس کی ہجویات پاک نہیں ہیں۔

Marfat.com

کمال الدین اسماعیل اصفہانی

خلاق المعانی کمال الدین اسماعیل ابن جمال الدین محمد عبدالرزاق اصفہانی ساتویں صدی ہجری کے مشہور شاعروں اور قصیدہ سرایوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس شاعر کی زندگی میں خونخوار مغلوں کے ہاتھوں اصفہان کے باشندوں کے قتل عام کا خونی واقعہ پیش آیا۔ بہت سے بزرگوں اور دانشمندوں کی طرح کمال بھی اس ہنگامے میں اصفہان سے فرار ہو گیا اور دنیا بھر کی مصیبتیں اور زمانے کے ہاتھوں طرح طرح کی اذیتیں برداشت کرتا آخر کار ۶۳۵ ہجری میں مغول کی بے پناہ شمشیر کا شکار ہو ہی گیا۔

کمال نے حملۂ مغول کے وحشتناک دور کا مشاہدہ کیا تھا اور اپنی آنکھوں سے ۶۳۳ ہجری میں اصفہان میں قتل و غارتگری دیکھی تھی، اس سلسلے میں کہتا ہے:

کس نیست کہ تا بر وطن خود گرید ⁕ بر حال تباہ مردم بد گرید
دی بر سر مردہ ای دو صد شیون بود ⁕ امروز یکی نیست کہ بر صد گرید

دولت شاہ (۱) نے کمال کے قتل کی ایک داستان بیان کی ہے۔ مرتے وقت کمال نے رباعی ذیل موزوں کی اور اپنے خون سے دیوار پر لکھ دیا:

دل خون شد و شرط جانگدازی اینست ⁕ در حضرت او کمینہ بازی اینست
با این ہمہ ہیچ دم نمی باید زد ⁕ شاید کہ مگر بندہ نوازی اینست

کمال نے گذری ہوئی عمر، روزگار کی شکایت اور پند و نصیحت میں نہایت پُر اثر قصیدے لکھے ہیں۔ مثلاً ایک قصیدہ میں کہتا ہے:

جہان بگشتم و آفاق سربسر دیدم ⁕ بمردی اگر از مردی اثر دیدم!
درین زمانہ کہ دل تنگی است حاصل او ⁕ ہمہ کشایشی از چشمۂ جگر دیدم
بنالم ار کسی از بدھمی بنالد از انک ⁕ ز روزگار من از بد بسی بتر دیدم

---

(۱)- تذکرہ دولتشاہ، ص ۹۷ و مجمع الفصحا، ج ا، ص ۴۸۹-۴۹۴ و آتشکدہ آذر ص ۱۸۶-۱۹۶

Marfat.com

کمال نے شعر و شاعری کو ایک فضول عمل بتایا ہے۔ اس نے شعر کی کساد بازاری، لوگوں کی وحشت اور بے مہری کا شکوہ کیا ہے۔ اس موضوع پر ۲۷ اشعار پر مشتمل یہ ایک طویل قصیدہ ہے جو مطلع ذیل سے شروع ہوتا ہے:

بچشم عقل نگہ میکنم یمین ویسار | ز شاعری بتر اندر جہان ندیدم کار

دماغ سوزی و جگر فگاری کے بعد جب نظم تیار ہوتی ہے تو اس کا یہ انجام ہوتا ہے:

چو شد تمام برد نزد تمام خری | کہ خود نداند کان شاعر است یا بیطار
بس آنگہی چو بر و خواند و بوسہ داد زمین | کز استماع فتد بلعد منتی بسیار
برون کنندش از خانہ چون سگ از مسجد | خسیس مرتبت و خوار عرض و بی مقدار
یکیش خام طمع خواند و یکی بی نفس | یکش کلنگی گوید یکیش جوزی خوار
وگر بوعدۂ بخشش باتفاق الحال | خلاف عادتشان آتشی جہد ز چنار
بران امید کہ کارش بر آید آن مسکین | بنقد از ہمہ کاری بر آید اوّل کار
خلاف وعدۂ خود امکان ندارد اما او | در انتظار تردّد فتد مہی سہ چار
نہ این طمع بتواند برید از وعدہ | نہ آن جرم بگوید بترک دہ دنیار
درین تقاضا دہ قطعہ پیش نظم افتد | کہ عرضہ کردن ہر یک ازان بود ناچار
بس آنکہ از پیٔ دفع صداع آن روزی | فراکنند کسی را کہ کار او بگذار
دوبیست نام عطا باشد و ادا پنجاہ | کمینہ غبن ہمین بس دگر ہمہ بگذار

بعض اشعار سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کو اس معنوی درد و غم کے سوا جسمانی تکلیف بھی ستایا کرتی تھی اور وہ اپنے باپ کی طرح درد چشم کی وجہ سے راتوں کو سو نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ کہتا ہے:

جانم ز درد چشم بجان آمد از عذاب | یارب چہ دید خواہم ازین چشم درد یاب
گویند مشک ناب شود خون بروزگار | دیدم بچشم خویش کہ شد مشک خون ناب

کمال اسماعیل کے متعلق علامہ شبلی اس طرح رقم طراز ہیں: (۱)

"شاعری پر سب سے بڑا احسان کمال کا یہ ہے کہ شاعری کی یہ صنف (یعنی ہجو

---

(۱)۔ شعر العجم از علامہ شبلی نعمانی، ج ۲، ص ۱۶۔

Marfat.com

اور ظرافت) جو انوری اور سوزنی وغیرہ کی وجہ سے بچوں کی زبان بن گئی تھی کمال نے اس کو نہایت لطیف اور پر مزہ کر دیا اور اگرچہ بہتر تو یہی تھا کہ یہ بیہودہ صنف سرے سے اڑادی جاتی لیکن ہجو شعرا کا ایک بڑا آلہ تھا جس سے ان کے معاش کو تعلق تھا اس لیے وہ اس سے بالکل دست بردار نہیں ہو سکتے تھے"۔

امرا اور سلاطین جب صلہ دینے میں لیت و لعل سے کام لیتے تھے تو کمال ہجو اور ظرافت کو بروئے کار لاتا تھا لیکن اس طرح کہ خود اس شخص کو مزا آجائے جس کی ہجو لکھی گئی ہے۔ کمال کو کسی نے برا کہا تھا۔ اس کے جواب میں کہتا ہے:

شخصی بد ما بہ خلق میگفت   ما از بد او نمی خراشیم
ما نیکی او بہ خلق گفتیم   تا ہر دو دروغ گفتہ باشیم

محقق طوسی کا مشہور قطعہ زیرین اسی قطعہ سے ماخوذ ہے:

نظام بی نظام ار کافرم خواند   چراغ کذب را نبود فروغی
مسلمان خوانمش زیرا کہ نبود   سزاواری دروغی جز دروغی

ایک رئیس سے تقاضائے صلہ میں کمال نے کیا خوب جدت پیدا کی ہے:

بزرگوارا در انتظار بخشش تو   نماندہ است مرا بیش ازین شکیبائی
سہ رسم بود شاعران طامع را   یکی مدیح و دوم قطعۂ تقاضائی
اگر بداد ثنا و گر نداد ہجا   ازین سہ گانہ دو گفتم دگرچہ فرمائی (۱)

ہجو گوئی کی ضرورت اور غایت پر کمال نے قطعہ ذیل میں ایک عالمانہ نظر ڈالی ہے:

چہ آن شاعران کو بناشد ہجا گو   چہ شیری کہ چنگال و دندان ندارد
خداوند امساک راہست دردی   کہ الا ہجا ہیچ درمان ندارد
چو نفرین بود بولہب را ز ایزد   مرا ہجو گفتن پشیمان ندارد
اگر ہجو گوئی درین گردن من   کہ ہرگز زبانی بہ ایمان ندارد
حروف ہجا گر بخوانند از اول   کس اندر جہان خود دبستان ندارد

---

(۱)- یہ قطعہ کچھ اختلاف کے ساتھ دیوان انوری مطبوعہ تہران میں بھی ملتا ہے۔

Marfat.com

اشعار ذیل میں کمال نے رفتار زمانہ کی سچی عکاسی کی ہے:

دور دور سفلکانست و خسیسان جلد باش — وای آن مسکین کہ او قصد معالی میکند
زشت ترکاری درین ایّام نیکو کاری است — نیک بخت آنکہ رای بدسگالی میکند
جاہلی رادست می بوسند اندر دست حکم — فاضلی درپای ماچان پایمالی میکند
ہر کجا اسراف نادان در تنعم یافتی — زیر کی آنجا فغان از بی منالی میکند
یوسفی را میکند ہفدہ درم گردون بہا — گرگ بین کہ دعویٔ صاحب جمالی میکند
کاروان اجوان مردان فراوان میرسند — ازجوان مردان جہان زان عرصہ خالی میکند

دیگر

نا نیست درین جہان و آبی — از دیدۂ آدمی نہانی
این را صفت است لایذوقون — آن راستم است لن ترانی

ہجو

زمزد قانی باور کنم اگر گوید — کہ من بخانۂ خود می خورم طعام حلال
نہ آنکہ مال حلالست مزد قانی را — کدام مال کہ او دارد و کدام حلال
ولی نہ ممسکی آنگاہ نان خویش خورد — کز اضطراب مراد را بود حرام حلال

کمال کا بڑھاپا تلخی میں گذرا۔ اس عہد کے حکمرانوں نے اس پر بڑی سختیاں کیں۔ شہاب الدین جس کی مدح میں اس کے کئی قصیدے ملتے ہیں جب اس سے ناراض ہوا تو اس پر کچھ جرمانہ عائد کر دیا۔ ضیاء الدین جو اس کا افسر ماتحت تھا اس جرمانے کی وصول یابی میں جبر و تشدد پر اتر آیا۔ کمال نے اس رویہ کے خلاف احتجاج کیا اور کئی معذرتی قصیدے لکھے۔ مگر حکومت کے رویہ میں کوئی فرق نہ آیا۔ وصولی میں زیادہ سختی ہونے لگی۔ اس کے گھر پر سپاہی متعین کر دیئے گئے۔ کمال نے ایک قصیدہ میں درخواست کی کہ اس ناروا پابندی کو اٹھا لیا جائے۔ جب یہ بھی بے اثر ثابت ہوا تو اس نے ایک نہایت شاندار ہجو ضیاء الدین کی لکھی، جس میں اسے چوہا قرار دے کر عجیب و غریب مضمون پیدا کیے:

آدم با حدیث موش کہ او — کرد خبث درون خود اظہار

Marfat.com

خود بیاندازم از بغل گربه — کنم از ماجرای موش اظهار
گربه ای روزه دار بود آموش — هم فریبنده، هم سبک طرّار
موش چون منقلب شود شومست — شومیٔ او اثر کند ناچار
هر کجا موش اژدها گردد — عندلیبان شوند بوتیمار
بخدای که او ز عطسهٔ خوک — موش را کرد در جهان دیدار
واجب القتل کرد موشان را — و ربود شان درون کعبه قرار

اس کے علاوہ بھی ضیاء الدین (موش) کی بہت سی ہجویں دیوان کمال میں ملتی ہیں۔ کہیں اس کے بخل کی ہجو ہے، کہیں اس کے ظلم اور مکر و فریب کی اور کہیں اس کی ظاہر داری اور ریاکاری پر چوٹیں کسی گئی ہیں۔ مثلاً:

شیری کہ مغز چرخ زبانکش فغان کند — شیری کہ روزگار بدان امتحان کند
شیری کہ مردگان ہمہ از بیم دربند — کز نفخ صور صدمت خود را خبان کند
شیری کہ چون زمنفذ سفلی کشادیافت — در سنگ خارا قوت زخمش نشان کند
شیری کہ زیر دامن چرخ ار کند بجور — شیر لیش از دماغ زحل خون روان کند

ہجو خواجہ اسحق رئیس الوزرا

اگرچہ صد فخر الدین کریمست — کہ کمتر بخشش صد گنج باشد
ولیکن تا بنزد او رسیدن — ز در باشد مرا صد رنج باشد
بجز در شہر ری جای ندیدم — کریمی را کہ دربان ہیچ باشد

ممدوح کی بخالت کا تمسخر انگیز پیرایۂ بیان

بزرگا سرورا از روی انعام — بہ بخشش فرق کن نیک و بد شعر
چوندھی کاغذ بہ شاعران را — بدہ آخر بہای کاغذ شعر

قطعہ ذیل میں کمال نے ہجو گوئی کا ایک نیا انداز اور تمام ہجو گو شعرا سے انوکھا راستہ اختیار کیا ہے۔ انداز بیان اور اظہار خیال کی فنکاری قابل صد داد و تحسین ہے:

Marfat.com

آنک از سخت نشد ہرگز سیر　　نیست الّا شکم خواجہ فلان
وانکہ بر خیز نشد ھرگز خیر　　نیست الّا قلم خواجہ فلان
وانکہ روی از نظر کس نہ نہفت　　نیست الّا حرم خواجہ فلان
وانکہ چشمش ز طمع نعش بدید　　نیست الّا درم خواجہ فلان
وانکہ افزون ز ہمہ جبرانست　　نیست الّا ستم خواجہ فلان
وانکہ شوم ست بر ارباب ھنر　　نیست الّا قدم خواجہ فلان
وانگران نیست مبارک بر ہیچ　　نیست الّا عدم خواجہ فلان

ہجو

گشت یکبارہ حضرت خواجہ　　مجمع ناکسان و بی ہنران
روز بازار فضل بود و شدست　　جای بازاریان و برزگران
خیمۂ او مگر ز پار دم است　　کہ درو حاضرند کون خران
نی غلط میکنم کہ حضرت او　　با خطر شد ز جمع بی خطران
مصر جامع شدہ است زانکہ درد　　جمع گشتند جملہ پیشہ وران

ہجو حاسدان

این چنین دون و بد گہر کہ توئی　　بمنت التفات چون باشد
مردمان سوی مردمی یارند　　میل دونان بسوی دون باشد
عقل را جای در دماغ بود　　تیز را رہ گذار کون باشد

ایک بار کسی ظالم باشاہ سے ناراض ہوا تو اس طرح بد دعا کی:

ای خداوند ہفت سیّارہ　　بادشاہی فرست خونخوارہ
تا درو کوہ را چودشت کند　　جوی خون آورد ز جو بارہ
عدد مردمان بیفزاید　　ہر یکی را کند بصد پارہ

دیگر

شبی بخوان تو حاضر شدم بماہ صیام　　نخفت چشم من آنشب ز اشتیاق طعام

Marfat.com

زروز روزه بنود هیچ فرق آنشب را　　ز بهر آنکه نیفتاد اتّفاق طعام
سحور نیز بوقت خودم نیاوردند　　وصال روزه معین شد از فراق طعام

دیگر

ایا صدری که در یارای دانش　　کند کلک تو دایم دُر فروشی
مکن سستی چنین درکار خادم　　چو خواهد کرد با این سخت کوشی
جوابش بازده تا من نگویم　　جواب احمقان باشد خموشی

هجو ممدوح

قطعه نزد تو فرستادم　　التماس دران حقیر و قلیل
التماسم نداشتی مبذول　　تاتو گشتی خفیف و بنده ثقیل
قطعه بس مبارکست الحق　　که از دمن گداشدم تو بخیل

دیگر

ای ز ظلم تو همچو لاله ستان　　گشته از خون تو جهانی سرخ
شکل تو در قبای سرخ چنانک　　پر که آگنده جامدانی سرخ
یا چو در جامه کشته و مرده　　کرده آماس ترکمانی سرخ
در لحاف توهرشی خسپند　　قحبه، زرد و قلتبانی سرخ

دیگر

همچو ابریست دست خواجه فلان　　خود کرادستی آنچنان باشد
نچنان ابر کز ترشح آن　　تشنه را قطره در دهان افتد
لیک ابری گران سایه فگن　　که ازو خلق را زبان افتد
نور گر آفتاب می زاید　　نگذارد که برجهان افتد

دیگر

خواجگانی که پیش از این بودند　　عرض خود داشتند نیک نگاه

Marfat.com

زر و سیم جہان ہمی دادند | تا نگویند شان حدیث تباہ
خواجگانی کہ اندرین عہد اند | باہجا گوئی خویش تنکہ و کاہ
بزبان فصیح می گویند | ہر چہ خواہی گوی ہیچ مخواہ

دیگر

نگشتہ ہیچ مرادی مراز تو حاصل | دریغ در سر کار تو رفت ہر دو جہان
چنانکہ شعر من از خدمت تو ضائع شد | خدای سعی تو ضایع کناد در دو جہان

۱۲۵، ابیات پر مشتمل ایک مثنوی رئیس لبنان شہاب الدین عمرو بن شجاع اللبنانی کی ہجو میں کمال نے نظم کی اور جتنی بھی گالیاں ممکن ہو سکتی ہیں یا زبان و قلم جہاں تک یاری کر سکتے ہیں انہیں صفحۂ قرطاس پر لانے میں کوئی تامل نہیں کیا۔ مثنوی کا آغاز ان ادبیات سے ہوتا ہے:

تا زبانم بکام جنبان است | در ثنای رئیس لبنان است
چہ رئیس آن خسیس پر تلبیس | مایۂ ظلم و سایۂ ابلیس
آنکہ نامش ز نیک پیدا نیست | در بدی و ددیش ہمتا نیست
آنکہ او پیشوای دزدان است | سر و سر خیل زن بمزدان است
مرد کی زشت روی کندہ بغل | پای تا سرہمہ دروغ دغل
طبع او لوم و شکل نامعلوم | صحبتش شوم و سیر تش مذموم .. الخ

اسی طرح ایک مزد قانی کی داڑھی کی ہجو میں ایک طویل نظم لکھی ہے جو مطلع ذیل سے شروع ہوتی ہے:

آن ریش فلان مزد قانی | ریش است عظیم پاستانی

ایک قصیدہ میں ممدوح کے لیت و لعل کی شکایت کی ہے، ردیف "ہیچ" ہے اور بڑی بے تکلفی کے ساتھ ادا ہوئی ہے۔ آمد کا اتنا زور ہے کہ روانی میں کوئی فرق نہیں آتا:

صدرا روا مدار کز انعام خود مرا | محروم ماندہ داری و آن را بہانہ ہیچ

Marfat.com

هر روز باماداد کنم رو بدر گهت — یک دل پر از امید و پس آنگه شبانه هیچ
چندین هزار تیر معانی و شست طبع — کردم کشاده و ماند از و بر نشانه هیچ
پنجاه سال خدمت این خانه کرده ام — وامروز نیست همره من جز فسانه هیچ
گر مستحق هیچ نیم من ، بدین هنر — پس نیست مستحقِ عطا، درزمانه هیچ
از طالع است اینکه من و آفتاب چرخ — مشهور عالمیم و بر آن آستانه هیچ
زانم نمیدهی که ترا در خزانه نیست — یعنی کریم را نبود درزمانه هیچ
بر منهج امید من از وعدهای تو — دامیست بس شگرف و دران دامدانه هیچ

مذمّت فضل و دانش

هرکو به هنر کند مباهات — یا فخر آرد بفضل و خامه
از فخر سیاه رو چو کلکست — و ز پشت شکسته همچو نامه
باشد چو قلم تهی و عریان — پشت و شمکش زبان وجامه
انگشت محاسبانه دارد — زان باشد رز و رخ شمامه

دیگر

چو عادتست که ابنای دهر در هر قرن — کرم بلاف زعهد گذشته واگویند
بدان گرو بباید گریست کز پس ما — حکایتی کرم از روزگار ما گویند

مذمّت منجّم

تو بعلم نجوم فخر کنی — گوئی این اصل علمها آمد
چیست علم نجوم جز ژاژی — کالت و سازتر کدا آمد
گاه گوئی که آن صواب آمد — گاه گوئی که آن خطا آمد
علم شرع است و علم هرچه جزاوست — بحقیقت همه هبا آمد
نیست خالی منجّم از ذلّت — ورچه مقبول بادشاه آمد
بس عزیز است مرد دانشمند — ورچه درویش و بی نوا آمد
گرچه سر بفلک بر داین علم — ورچه با طبع آشنا آمد

Marfat.com

حاصلش چیست جز شمار دو قرص　　کز کجا رفت و از کجا آمد

مذمت اصفهان

اندیشه بکردم از سپاہان　　دوزخ بسه چار چیز خوشتر

انواع عذابہای دوزخ　　آنجا ہمہ ہست و چار دیگر

تیار عیال و خرچ بسیار　　اندیشه درد و بیم کافر

کمال نے مختلف وزرا وامرا کو ان کے بُخل کی وجہ سے مردود وملعون قرار دیا۔ گھوڑے سے متعلق کمال کی ہجو گوئی اور مزاح آرائی بڑی دلچسپ ہے جو آئندہ اوراق میں بیان ہو گی۔ کمال نے ہجو گوئی میں توازن پیدا کیا اور زہر و شکر کی ہم آہنگی سے اس صنف کو قابل قبول بنا دیا۔ کمال کی ہجویات کے ڈانڈے ابتذال و فحاشی سے الگ ہو کر مزاح اور سچی ظرافت کی سرحدوں سے جا ملتے ہیں، گرچہ اس کے یہاں بھی جا بجا مبتذل اور فحش الفاظ کا استعمال ہوا ہے لیکن عام فارسی ہجو گویوں کی مانند ابتذال و رکاکت کی کثرت و فراوانی نہیں۔ گویا کمال نے فارسی ہجو گوئی میں طہارت و پاکیزگی کی نخستین سنگ بنیاد ڈالی۔

Marfat.com

سلجوقی اور خوارزم شاہی عہد کے چند قابل ذکر ہجو سرایان

عہد سلجوقیہ و خوارزمشاہیان میں اثیر الدین آخسیکتی، عمعق بخارائی، ادیب صابر، دہقان علی شطرنجی، سدید اعور اور حکیم کوشلکی وغیرہ کی ہجویات بھی قابل توجہ ہیں، چند مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اثیر الدین اخسیکتی رشید الدین وطواط کا ہم عصر شاعر تھا۔ رشید کی ہجو میں کہتا ہے:

آن مخنث رشیدک وطواط جہل را ہجو و علم را بقراط
گر بدوزخ حدیث کیر کنند خویشتن را دراِفگندز صراط

سدید اعور کی ہجو اس طرح کرتا ہے:

قلب تو ز نور معرفت عور چراست بینی تو بر روی تو چون کور چراست
ابلیس اگر نیستی ای مردک زشت پس راست بگو چشم چپت کور چراست

سدید نے یوں جواب دیا:

گفتی تو مرا کور و ہمہ خلق شنید گفت تو چہ حاجت ہست چون ہست پدید
چشم دگرم کور بدی شایستی ناروی تو قلتبان نبایستی دید

اثیر افضل الدین طبیب کی ہجو میں کہتا ہے:

افضل الدین ما جناعت طب نیک داند ہمی کثیر و قلیل
چون رود در وثاق بیماری ختم یٰسین ہمی رود بدو میل
او ز در پای نانہادہ برون کہ در آید ز بام عزرائیل

نجم قزوینی کی ہجو میں اثیر کے اشعار ذیل بڑے ہی دلچسپ ہیں:

احمقی را نسبتی بودی سوی قزوینیان نجم قزوینی سجل کرد آن سخن بر خویشتن
گر کسی گوید کہ در طب مرشد قانون کہ ساخت پیر سالوسی بترکی یا بسر گوید کہ من
ور کسی پرسد کہ استادی در خط کہ بود نجم قزوینی بزانو در جہد گوید کہ من
اوستادان گر چنین باشند کان ہر دو بزرگ ریش استادان عالم تا زنخ در کون من

Marfat.com

شہاب الدین عمعق بخارائی نے سوزنی کے ساتھ معرکہ آرائی کی، سوزنی کی ہجو میں کہتا ہے:

دوش در خواب دیدم آدم را دست حوا گرفت اندر دست
گفتم این سوزنی نبیرۂ تست گفت حوا بہ طلاق ارہست

عمعق کو رشیدی سے بگاڑ تھا لہذا اس نے خضر خان بادشاہ کے حضور رشیدی کے اشعار کو بے نمک کہا۔ رشیدی نے جواب دیتے ہوئے کہا:

شعر ہای مرا بہ بی نمکی عیب کردی روا بود شاید
شعر من همچو شکرو شهد است وندرین دو نمک نکو ناید
شلغم و باقلی است گفتۂ تو نمک ای قلتبان ترا باید

خواجہ رشید الدین وطواط کے تعلقات جس طرح خاقانی سے کشیدہ ہو گئے ادیب صابر سے بھی اس کی نہ بن سکی اور یہ لوگ ایک دوسرے کی مذمت اور ہجو گوئی پر اتر آئے، شدید دینی اعتقاد کی وجہ سے علوم عقلی کے ماہروں اور فلسفیوں سے رشید نے دشمنی مول لے رکھی تھی۔ وہ حکمائے یونان کے مقالات پر تبرا کرتا تھا اور اس کے ان حصوں کو قبول نہیں کرتا تھا جو مذہب سے موافقت نہ رکھتے تھے۔ حکمائے یونان کی کئی ہجویں رشیدی سے منسوب ہیں۔

دہقان علی شطرنجی کو سوزنی کا شاگرد بتایا جاتا ہے۔ اس نے فلسفی کی ہجو میں خوب طبع آزمائی کی ہے۔ قطعہ ذیل ملاحظہ ہو:

مثل آنکہ او بود احمق مردمان فیلسوف دانندش
مثل سگ بود کہ باشد کور مردمان جان و چشم خوانندش

روحی ولوالجی ہجو گوئی اور ہزل سرائی میں یگانۂ زمان تھا اور اس صفت کے ساتھ اسے بڑی شہرت حاصل تھی۔ خود کہتا ہے کہ اگر زیر لب میں خدا کا نام ورد کرتا ہوں تو دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ میں ان کی ہجو کہہ رہا ہوں۔ ہزل پیشہ ہونے کی وجہ سے اسے سخت تکلیفیں بھی برداشت کرنی پڑیں۔ شرف الدین شفروہ نے جمال الدین اصفہانی اور مجیر بیلقانی کی رکیک ہجویں لکھی ہیں۔ ان شعرا کے علاوہ حکیم جلال، ناصر شمس، وحشی بافقی، فلکی شروانی اور سراج الدین اسفرائنی بھی اس عہد کے قابل توجہ ہجو نگار ہیں۔ تمام ہجو گویوں کی روش و سبک ایک ہی مزاج کی حامل ہے۔ اس لیے اشعار نقل کرنا بے محل معلوم ہوتا ہے۔

Marfat.com

باب سوئم

ہجو گوئی از اواسط قرن ہفتم تا آغاز قرن دہم ہجری

اس عہد میں اخلاقی، اجتماعی اور معاشرتی ناہمواریاں اور ہجو گوئی

اوائل قرن ہفتم ہجری میں ترکستان کی طرف سے ایران پر استیلائے مغول حملہ چنگیز سے شروع ہوا۔ حملہ مغول سے قبل ہی سلجوقیوں کی سلطنت نے اپنی جگہ خوارزم مشاہیون کو دے دی تھی۔ سلسلہ خوارزم مشاہی کا ایک معروف حکمران سلطان علاء الدین محمد خوارزم مشاہ میدان کارزار میں ۶۲۸ ہجری میں مغلوں سے شکست کھا گیا اور حکومت خوارزم مشاہی کا اختتام ہو گیا۔ مغلوں نے ایران پر اواسط قرن ہفتم تک حکومت کی۔ نصف صدی یعنی آٹھویں صدی ہجری کے نصف دوم میں مغلوں کی سلطنت کے انقراض کے بعد ایران کے مختلف حصوں میں حکمرانوں کے چھوٹے چھوٹے سلسلے وجود میں آئے۔ مثلاً جلایری، سرو داری، آل کرت، مظفری اور قوہ قویونیلو۔ پھر اوائل قرن نہم ہجری میں تیموریوں نے جو اصلاً مغلوں کے قرابتدار ہیں ایران میں اپنی سلطنت کی بنیاد رکھی اور دسویں صدی ہجری کے اوائل تک فرمان روائی کرتے رہے۔

فتنۂ مغول اور حملہ تیمور تاریخ کا ایک جانگداز واقعہ ہے جو نہ صرف ایران میں ظاہر ہوا بلکہ ایشیا اور یورپ کے ایک وسیع حصے کی ویرانی و پریشانی کا باعث بنا۔ شمالی ایران کے تقریباً تمام شہر اور ان کے ساتھ ہزاروں دیہات اور قصبات غارت ہوئے اور ان کے مکینوں کا قتل عام ہوا۔ اس قتل و غارت اور تباہی و بربادی سے علوم و ادبیات کو ناقابل تلافی نقصان برداشت کرنا پڑا۔ ان درندوں نے بے شمار علما و فضلا کو تہ تیغ کیا۔ مساجد و مدارس، متبرک و مقدس عمارتیں اور کتب خانے جن میں علوم و آثار کے بے شمار خزانے محفوظ تھے انہیں لوٹ کر نذر آتش کر دیا۔ ہر سمت وحشت و بربریت کا دار دورا ہو گیا اور کچھ اہل علم حضرات بچ بچا کر فرار ہو گئے اور روپوشی اختیار کر لی۔

شاعروں کے دواوین اور ادیبوں کے نثر پارے اس عہد کی حقیقتوں کو اہل نظر

Marfat.com

پرورش کرتے ہیں۔ اس عہد کے مذموم واقعات اور شر پسند اخلاقی حرکات نے ان شعرا کو بھی متاثر کیے بغیر نہ چھوڑا جن کی زندگی خانقاہوں یا گوشہ نشینی میں گذرتی تھی اور جنہیں مادی دنیا سے ربط و تعلق کم تھا۔ دل متاثر ہوا، بات نوک قلم تک پہنچی اور حقایق عوام پر منکشف ہوئے۔ دیو خصلت مغلوں نے قتل و غارت گری عام کردی تھی۔ بیکس و مظلوم عوام کا خون ان کے لیے حلال تھا اور طرح طرح کی ذلیل اور غیر اسلامی حرکتیں انہوں نے عوام پر روا رکھیں۔ ایلخان بزرگ کی موت (۷۳۶ھ) کے زمانے میں زندگی ایسی دشوار اور غیر محفوظ ہوئی کہ لوگ شہر و دیہات کو خیرباد کہنے لگے۔ امرا و حکام کے اخلاقی فسادات پست ترین مقام تک پہنچ گئے اور تمام اخلاقی قدروں کا فقدان ہو گیا۔ انسانیت سرے سے مردہ ہو چکی۔ ان رنج والم اور غم واندوہ کو شعرا نے اپنے کلام میں پیش کیا۔ اس لیے کہ شاعر حساس ہوتا ہے اور باد صبا کا ہلکا جھونکا بھی اس کے قلب و ذہن کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتا ہے اور اس کی فکر و تخیل میں تموج پیدا کر دیتا ہے۔ کچھ شعرا نے ان واقعات کی تصویریں جدی اشعار میں پیش کیں اور کچھ نے ہجویات، مطائبات اور ہزلیات کی راہیں اختیار کیں اور واقعات و حالات پر تنقیدیں کرتے ہوئے اصلاح کی تمنا کی، سعدی اور عبید زاکانی نے اس طرح کی کامیاب کوشش کی۔

قتل و غارت اور ہلاکت و بربادی کا اثر سماج کے ہر طبقہ پر پڑا۔ ان کے فکر و خیال، قلب و ذہن اور رفتار و کردار سبھی متاثر ہوئے۔ عوام ان تکالیف یا قیامت صغریٰ کو لب بستہ دیکھتی رہی۔ جو لوگ سیاسی قسم کے تھے اور دنیوی جاہ و مرتبہ کے خواہاں تھے انہوں نے حکمراں طبقہ کی ہم رنگی اختیار کرلی۔ ان کے اعمال و حرکات ع ''خواہی نشوی رسوا ہمرنگ جماعت شو'' کے مصداق تھے۔ ایک تیسرا گروہ بھی تھا جو درد کی تاب نہ لاکر تڑپ رہا تھا۔ درد کا بوجھ کہنے سننے سے ہلکا ہوتا ہے۔ ان میں سے کچھ نے تو نصیحت و تبلیغ کی راہ اختیار کی اور پند و موعظت کے ذریعہ دکھ نہ دینے اور دکھ برداشت کرنے کی تلقین کی اور کچھ نے تنقید و تنقیح کا حربہ استعمال کیا اور علی الاعلان طنز و ہزل اور شوخی و کنایہ سے مزین تنقیدیں اور ہجویں لکھنی شروع کیں۔ اس عہد کے استادان فن طبقہ سوم کے گروہ اول اور گروہ ثانی کے زمرے میں آتے ہیں۔ سعدی نے تبلیغ و ہدایت کا کام اپنے ذمہ لیا۔ سعدی کی ہزلیات کا ذکر ہو چکا ہے۔ یہاں پر صرف اس کے خالص طنز و ظرافت اور ہجوگوئی کے سلسلے میں چند مثالیں پیش کرکے سعدی کے ہجویہ میلانات کا اندازہ لگانا مقصود ہے۔ سعدی نے مشرق کی زندگی کا

Marfat.com

اچھی طرح مشاہدہ کیا تھا۔ اس نے طنز کی حقیقی افادیت کو محسوس کیا اور طنز و تضحیک کے ذریعہ اپنے زمانے کی بیمار معاشرت کو صحت مند بنانے کی کوشش کی اور پورے طور پر کامیاب رہا۔

سعدیؔ کی حیثیت ایک مصلح قوم وملت کی ہے۔ اس کی تصانیف 'گلستان و بوستان' پند و نصیحت اور تہذیب و اخلاق سے متعلق حکایات اور مثنویوں پر مشتمل ہیں۔ ان کا مقصد تربیت اخلاق اور تہذیب و تزکیہ نفس ہے۔ گلستان میں جا بجا موزوں اشعار و شواہد بھی نظم ہوئے ہیں۔ گلستان و بوستان میں طنز کے نشتر اور ظرافت کی چٹکیاں موجود ہیں۔ کہیں کہیں نہایت لطیف چٹکلے اور لطیفے بھی ہیں جن کے مطالعہ سے خفیف سی مسکراہٹ لبوں پر کھیل جاتی ہے۔ جب شیخ کے وطن شیراز میں امن وامان قائم ہوا تو شام سے عراق و عجم ہو کر شیراز پہنچے۔ قطعہ ذیل میں غریب الوطنی اور مراجعت کی وجہ بہ تصریح لکھی ہے:

ندانی کہ من در اقالیم غربت — چرا روزگاری بکردم درنگی
برون رفتم از تنگ ترکان کہ دیدم — جہان درھم افتاد چون موی زنگی
ھمہ آدمی زادہ بودند لیکن — چو گرگان بخونخوارگی تیز چنگی
چو باز آمدم کشور آسودہ دیدم — پلنگان رھا کردہ خوئی پلنگی
چنان بود درعہد اول کہ دیدم — جہان پر ز آشوب و تشویش و تنگی
چنین شد در ایام سلطان عادل — اتابک ابوبکر بن سعد زنگی

مذمت بد اندیش و خود غرض

حرامش باد بد عہد بد اندیش — شکم پر کردن از پہلوی درویش
شکم پر زھر مارش بادہ کژدم — کہ راحت خواھد اندر رنج مردم

مرثیۂ ہجویہ

بمرگ خواجہ فلان ہیچ کم نگشت جہان — کہ قائمست مقامش نتیجۂ قابل
بگویمت کہ درو دانشی ست یا فضلی — کہ نیست درھمہ آفاق مثل او جاھل
امید ھست کہ او نیز چون پدر میرد — بھلک نامی و مقصود امرۂ حاصل

Marfat.com

توبہ

حریف عمر بسر بردہ در فسوق و فجور بوقت مرگ پشیمان همی خورد سوگند
کہ توبہ کردم و دیگر گنہ نخواهم کرد تو خود دگر نتوانی بریش خویش مخند

شیخ نے فیشن پرست نوجوان لڑکوں کی خوب مذمت کی ہے:

روی زیبا و جامۂ دیبا عرق و عود و رنگ و بوی و هوس
اینهمه زینت زنان باشد مرد را کیرو خایہ زینت بس

هجو حاکم بی رحم

خلق از برجند و خدا نا خوشنود لعنت بتوی بارد و بر گیرد جهود
بی رحم نگوئی کہ چرای زائید آن قحبہ کہ نہ مہ بتو آبستن بود

ایک بار معین الدین پروانہ، ملک فخر الدین، نور الدین رصدی اور صاحب دیوان نے مجد الدین همگر سے خود اس کے، شیخ سعدی کے اور امامی کے اضافی فضائل دریافت کیے۔ همگر نے ایک قطعہ میں جواب دیا کہ امامی کا کلام نہ صرف اس کے اپنے کلام پر بلکہ شیخ سعدی کے کلام پر بھی قابل ترجیح ہے۔ ع: هرگز من و سعدی بہ امامی نرسیم۔ همگر کا یہ دعویٰ خلوص نیت پر محمول نہیں کیا جاسکتا بلکہ ضرور کسی ذاتی غرض کی تحریک ہے مثلاً یہ کہ اسے امامی کو خوش کرنا اور شیخ کو دق کرنا منظور تھا۔ شیخ کو جب خبر ہوئی تو رباعی ذیل میں اپنے دل کا بخار نکالا:

هرکس کہ بپا یگاه سامی نرسد از بخت بد سیاه کامی نرسد
همگر چو بعمر خود نکرد ست نماز عاری چہ عجب گر بامامی نرسد

اس رباعی میں هجو کا نشتر بڑا ہی ملیح اور شدید ہے جو همگر کی ایک دوسری صفت کی طرف بھی نشاندہی کرتا ہے۔ رفتار زمانہ پر سعدی نے اس طرح چوٹ کسی:

در میر و وزیر و سلطان را بی وسیلت مگرد پیرامن
سگ و دربان چو یافتند غریب این گریبان گرفت و آن دامن

سعدیؔ کا میدان هجو گوئی نہیں لیکن تربیت اخلاق اور تعلیم تہذیب کے سلسلے میں

Marfat.com

کہیں کہیں سعدی ان حدود کو پھاند کر آفاقی رنگ اختیار کرلیتا ہے۔ سعدی کی ہزلیات و مضحکات نثر میں بھی دستیاب ہیں۔ شیخ کے دیوان میں تین مجلسوں میں تقریباً ڈھائی سو اشعار پر مشتمل بہت سے لطائف و ہزلیات اور فحشیات بیان ہوئے ہیں۔

حافظ

حافظ کا زمانہ قیامت بداماں اور حشر انگیز تھا۔ حافظ نے اپنی غزلیات میں جا بجا حاکموں کے جور و ظلم اور مردم آزاری کی ہجویں لکھی ہیں۔ احوال کے تغیر پر خواجہ کی مندرجہ ذیل غزل طعن و طنز سے بھرپور ہے:

این چہ شوریست کہ در دور قمری بینم ۔۔۔ ھمہ آفاق پر از فتنہ و شری بینم
ھر کسی روز بھی میطلبد از ایام ۔۔۔ مشکل اینست کہ ھر روز تبری بینم
ابلہان راھمہ شربت زگلاب وقنداست ۔۔۔ قوت دانا ھمہ از خون جگر می بینم
اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالان ۔۔۔ طوق زرین ھمہ در گردن خری بینم
دختران راھمہ جنگ ست وجدل بامادر ۔۔۔ پسران را ھمہ بدخواہ پدر می بینم
ھیچ رحمی نہ برادر بہ برادر دارد ۔۔۔ ھیچ شفقت نہ پدر را بہ پسری بینم

قطعہ ذیل ایک قاضی اور ایک حاکم کی شکایت میں ہے۔ قاضی ایک رند ہے اور حاکم ہیجڑا ہے۔ آصف سے بادشاہ کا وزیر مراد ہے "مفعول من یراد" یعنی بد فعلی کرانے کا عادی ہے "فعال مایرید" یعنی اتنا اقتدار حاصل ہو کہ جو چاہے کر گذرے:

آن کیست تا بحضرت سلطان اوا کند ۔۔۔ کز جور چرخ گشت شتر وگر بہا بدید
رندی نشستہ برسر سجادۂ قضا ۔۔۔ خیری دگر بہ مرتبہ سروری رسید
آن رند گفت چشم و چراغ جہان منم ۔۔۔ آن حیز گفت ہچو منی درجہان کہ دید
ای آصف زمانہ زبہر خدا بگوی ۔۔۔ باآن شہی کہ دولت اوباد بر مزید
شاھا روا مدار کہ مفعول من یراد ۔۔۔ گردد بروزگار تو فعال مایرید

مردم آزار انسان کتے سے بدتر ہے، ہم لقمہ انسان غداری کرے اور کتا وفاداری تو یہ انسان کتے سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

سگ بر آن آدمی شرف دارد ۔۔۔ کہ دل مردمان بیازارد

Marfat.com

این سخن را حقیقتی باید تا معانی بدل فرود آید
آدمی با تو دست در مطعوم سگ زبیرون آستان محروم
حیف باشد کہ سگ وفادارد و آدمی دشمنی روادارد

اس عہد میں بہت سے ایسے شعرا پیدا ہوئے جنہوں نے اوضاع اجتماعی پر تیکھی اور تلخ تنقیدیں کیں۔ ایسے شعرا میں ساتویں صدی ہجری کے ایک شاعر سیف الدین محمد فرغانی کا نام قابل ذکر ہے جس نے اپنے کئی قصیدوں میں عوام کے سر برآوردہ طبقوں کو، جن میں اخلاقی فساد جڑ پکڑ چکا تھا، مورد لعن وطعن قرار دیا۔ ایسا ہی ایک قصیدہ مطلع ذیل سے شروع ہوتا ہے:

چون بگذشت از غم دنیا بغفلت روزگار تو دران غفلت بہ بیکاری بشب شد روزگار تو

عوام کے مختلف طبقوں، شاہ سے لیکر درویش تک کے عیوب اور اخلاقی مفاسد کا ذکر اس طرح کیا ہے:

لیا سلطان لشکر کش بشاهی چون علم سر کش کہ ہرگز دوست یا دشمن ندیدہ کارزار تو
نہ دشمن را بریدہ سر چو خوشہ تیغ چون داست نخصمی را چو خرمن کوفت گرز گاوسار تو
خری شد پیشکار تو کہ دروی نیست یکجو دین دل خلقی از و تنگ است اندر روزبار تو
چو آتش بر فروزی تو بمردم سوختن هر دم ازان کان خس نهد خاشاک دایم بر شرار تو
چو تو بی رای بی تدبیر او را پیروی کردی تو در دوزخ شوی پیشین واز پس پیشکار تو
بباطل چون تو مشغولی زحق وخلق بی خشیت نہ خوفی در درون تو نہ امنی در دیار تو
بشادی میکنی جولان درین میدان نمیدانم دران زندان غمخواران کہ باشد غمگسار تو
لیا دستور هامان وش کہ نمرودی شدی سرکش تو فرعونی و چون قارون بمالست افتخار تو
چو مردم سگ سواری کن اگرچہ نیستی زیشان وگر نہ در کمین افتد سگ مردم سوار تو
بگرد شهر پیروزی شکارت استخوان باشد کہ کہدانی سگی چنداند شیر مرغزار تو
چو تشنہ لب از آب سرد آسان بر نمی گیرد دهان از نان محتاجان سگ دندان فشار تو
بہ ظلم انگیختی ناگہ غباری و زعدل حق همی خواهیم بارانی بنشاند غبار تو
زخر طبعی تو مغروری بدین گوسالہ زرین کہ گاوسامری دارد امل در اغترار تو
ایا مستوفی کافی کہ در دیوان سلطانان بحل وعقد در کاراست بخت کامگار تو

Marfat.com

خلایق از تو بگریزند همچون موش از گربه | چو در دیوان شه گردد سیه سر زرده مار تو
ایا قاضی حیلت گر حرام آشام رشوت خور | که بی دینی ست دین تو وبی شرعی شعار تو
دل بیچاره ای راضی نباشد از قضای تو | زن همسایه ای آمن نبوده در جوار تو
زبی دینی تو چون گبری وزند تو سجل تو | زبی علمی تو چون گاوی و نطق تو خوار تو
چو باطل رادهی قوت زبهر ضعف دین حق | تو د جالی درین ایام و جهل تو حمار تو
کنی دیندار را خواری و دنیا دار را عزت | عزیز تست خوار ما، عزیز ماست خوار تو
ترا بنهند در دوزخ بدندان سگان داده | زبان لغو گوی تو دهان رشوه خوار تو
آیا بازاری مسکین نهاده در ترازو دین | چو سنگت راسبک کردی گران زآنست بار تو
تو گوئی سودها کردم ازین دکان چو برخیزی | ببازار قیامت در پدید آید خسار تو
لیادرویش رعناوش جو مطرب باسماعت خوش | بنز د رهروان بازیست رقص خرسوار تو
چه گوئی نی روش اینجا بخرقه است آبروی تو | چه گوئی همچو گل تنها بر نکست اعتبار تو
بهانه بر قدر چه نهی قدم درراه نه گرچه | زدست جبر در بنداست پای اختیار تو

اسی خوش فکر عارف شاعر نے اپنے معاصر شعرا کو نالائق امرا کی مدح سرائی سے اشعار ذیل میں اس طرح روکا ہے:

مدح این قوم دل روشن تو تیره کند | همچو رو را کلف و آئینه را زنگاری
ظالمی را که همه ساله بود کارش فسق | بطمع نام منه عادل و نیکو کاری
نیت طاعت او هست ترا معصیتی | کر خدمت او هست ترا زناری
هر که ازین امرا مدح کنی ظلم بود | خاصه امروز که از عدل نماند آثاری
کثر روی پیشه کنی جمله ترا یار شوند | وره راست روی هیچ نیابی یاری
صورتند این امرا جمله ز معنی خالی | اوست چون در نگری صورت معنی داری

سیف فرغانی نے قصیدہ ذیل میں اپنے عہد کے امرا، عمال اور حکام پر شدید حملے کیے:

غم چندین پریشان حال امروز | درین طبع پریشان اوفتاده
چو بسته زیر پای پیل ملکی | بدست این عوانان اوفتاده
نهاده دین یکسو و ز هر سو | چو کافر در مسلمان اوفتاده

Marfat.com

همه در آرزوی مال و جاهند　　بچاه اندر چو کوران افتاده
شکم پر کرده از خمرو درین خاک　　همه در گل چو مستان اوفتاده
توانگر کز پی درویش دایم　　زرش بودی زدامان اوفتاده
از انگشت سلیمان رفته خاتم　　ولی دردست دیوان اوفتاده
زنان را گوی درمیدان و چوگان　　زدست مرد میدان اوفتاده
رعیت گو سپنداند این سگان گرگ　　همه در گوسپندان اوفتاده
زدست و پای این گردن زنانست　　سراسر ملک ویران اوفتاده
کلاه عزت اندر پای خواری　　زسرهای عزیزان اوفتاده
بآه چون تومظلوم افسر ملک　　زفرق تاجداران اوفتاده

سیف فرغانی نے مغول عمال کے بے شمار ظلم و تعدی پر اس قسم کی بہت سی تند و تیز تنقیدیں نظم کی ہیں۔

خواجو کرمانی (متوفی ۷۵۳ھ) نے بھی اپنے عہد کے امرا پر سخت چوٹیں کیں۔ خواجو کی طنز آمیز تنقیدوں میں ان کے حقیقی حال اور کچے چٹھے کا پول کھلتا ہے۔ خواجو نے ایک قصیدہ میں وضع دوران، رواج ظلم و عدوان بے حساب، حاکمان وقت کے تشدد، مفلسوں اور غریبوں کی گرفتاری و بے چارگی اور گرسنگی و جور اور مواخذتوں کے تحمل و برداشت کی تفصیل و تشریح بیان کی ہے۔ منتخب اشعار ملاحظہ ہوں:

خلق دیوانه واز محنت دیوان دربند　　وین عجب ترکه زدیوان زردیوان طلبند
خوک شکلند و حدیث از خرعیسی رانند　　دیو طبعند و همه ملک سلیمان طلبند
همچو شیطان همه درغارت ایمان کوشند　　لیک این مان بترست ازهمه کایمان طلبند

خواجو کرمانی نے ایک قطعہ صدر اجل صدرالدین یحیٰی کی ہجو میں لکھا ہے۔ اس کا آخری بیت قابل ذکر ہے:

گشت سلطانی به سگبانی عوض　　شد سلیمانی به شیطانی بدل

اوحدی مراغہ ای جس نے جام جم (مثنوی) نظم کر کے وزیر غیاث الدین محمد کے نام معنون کی، اس میں پند و نصیحت کے لباس میں اوضاع زمانہ پر روشنی ڈالی ہے اور امیروں،

Marfat.com

وزیروں اور حاکموں کے تظلم کا ذکر کیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

مہل ای خواجہ کاین زبون گیران شہر واژون کنند و دہ ویران
قلمی راست کردہ درپس گوش چشم برخوردۂ کسان چون موش
ھمہ مارند و مور، میر کجاست مزد گیرند، وزد گیر کجاست
گوشت دھقان بہر دو ماہ خورد مرغ بریان چریک شاہ خورد

Marfat.com

عبید زاکانی

کمال الدین اسماعیل خلاق المعانی کے بعد نظام الدین عبید اللہ زاکانی (متوفی ۷۷۳ھ) سے بڑھ کر ایران میں ہزّال پیدا نہیں ہوا، گویا خالص طنزیاتی ادب کی تخلیق کا کام فطرت نے عبید زاکانی کے لیے مخصوص کر دیا تھا۔ عبید واحد مرد میدان ہے جس نے اخلاقی مقاصد کے لیے ہجو و ہزل کے ذریعہ فنکارانہ کامیابی کے ساتھ قلم اٹھایا۔ ہزار سالہ قدیم ایرانی ادبیات کی تاریخ میں کوئی شاعر و نویسندہ عبید زاکانی کے دوش بدوش نہیں کھڑا کیا جا سکتا جس نے اس مقصد کے لیے اس قدر زور طبع اور زور قلم صرف کیا۔

عبید زاکانی کے مفصل حالات زندگی کم معلوم ہیں۔ براؤن (۱) کے مطابق عبید اصلاً ضلع قزوین کے قریہ زاکان کا رہنے والا تھا۔ اس نے شاہ ابو اسحٰق کے عہد حکومت میں شیراز میں تعلیم پائی۔ مختلف فنون میں کامل دستگاہ رکھنے کی وجہ سے اپنے عہد کے فاضل ترین علما اور ادبا میں اس کا شمار ہونے لگا۔ اس نے رسائل و کتب تالیف کرنے کا کام شروع کیا۔ بعدہٗ قزوین واپس چلا آیا۔ یہاں منصب قضا پر فائز ہوا اور چند نوجوان رئیس زادوں کا اتالیق بھی مقرر ہوا۔ ترکوں نے ایران میں ان دنوں کسی بھی ممنوع اور قبیح فعل کو ناکردہ نہ چھوڑا تھا۔ اس کے ساتھ میل جول اور ربط ہونے کے سبب ایرانیوں کی فطرت و سیرت اس قدر متغیر اور فاسد ہو گئی تھی کہ جب عبید نے اس پر غور و خوض کیا تو سخت متنفر ہوا۔ اس نے لوگوں کو اصل صورت حال سے پوری طرح واقف اور ہر طرح خبردار کرنے کی بہر نوع کوشش کی اور اپنے زمانے اور عوام کے اخلاق فاسدہ کی تمثیل کے طور پر ایک رسالہ ''اخلاق الاشراف'' تالیف کیا۔ اس رسالہ کا مقصد محض ہزل نہ تھا بلکہ تالیف کی غرض ایسی ہجو تھی جو شدید اور متین طنز اور حکیمانہ تنبیہات پر مشتمل ہو۔ اس میں زمانہ کے اعلیٰ طبقے کی اخلاقی پستی کا صحیح نقشہ ملتا ہے۔ یہ کتاب فارسی نثر میں ہجو اور طنز کا بے مثال نمونہ ہے۔ پوری کتاب ایک دیباچہ اور سات ابواب: حکمت، شجاعت، عفت، عدالت، سخاوت، حلم و وفا اور حیا و صدق پر مشتمل ہے، یہ ایک شدید اور

(1)-E.G. Browne - A Literary History of Persia, vol.3, p.--

Marfat.com

تلخ ہجو ہے۔ ہر باب میں پہلے زیر بحث خلق جمیل کے مذہب منسوخ یعنی مکروہ مسلک کا تصور پیش کیا جاتا ہے، پھر مذہب مختار یعنی معاصر لوگوں کے اختیار کردہ تصور سے بحث کرتا ہے۔ معاصرین کو ان کے نت نئے انکشافات پر طنز کے پیرائے میں آفریں کہتا ہے:

گربنی آید و گرنہ، تو نکو سیرت باش که بدوزخ نه رود مردم پاکیزه سیر

پھر کہتا ہے:

بہ ھر مذھب کہ باشی باش نیکو کار بخشندہ کہ کفر و نیک خوئی بہ ز اسلام و بداخلاقی

اسی طرح قزوین کے سربرآوردہ اشخاص (جن میں ہر ایک حماقت اور جہالت کا مجسمہ تھا) کے پیمانۂ عقل اور درجۂ علمیت کی تصویر کھینچنے کے لیے اس نے اپنے "رسالۂ دلکشا" میں بہت سی حکایتیں نثر میں قلمبند کیں جن میں ہر ایک حکایت ارباب تمیز کے لیے ایک تازیانۂ اصلاح کی حیثیت رکھتی ہے۔ اخلاق الاشراف میں اعلیٰ طبقہ (اشراف) کی اخلاقی زندگی کا نقشہ جو کچھ بھی ہے اس سے کہیں زیادہ درمیانی اور نچلے طبقہ کا اخلاقی دیوالیہ ہو چکا تھا جس کی تصویر رسالہ دلکشا میں ہے۔ عبید کی فکر کبھی کبھی وقت سے بہت آگے پرواز کر جاتی ہے۔ وہ طبقاتی نظام کی ناانصافیوں کو دیکھتا ہے اور اپنے باغیانہ تصورات کو اس مختصر سے رسالے میں الفاظ کے پیکر میں ڈھالتا ہے۔ اس رسالہ کی کہانیوں میں زندگی اپنی تمام کمزوریوں اور کثافتوں کے ساتھ ہمارے سامنے ہو بہو آجاتی ہے۔ بعضوں کو عبید کی جابجا فحش گوئیوں سے شکایت ہے لیکن یہ تصویر معاشرت کی اصل اخلاقی زندگی کی عکاس ہے، مصور کی کوئی خطا نہیں۔

عبید کا رسالہ "صدپند" اور "تعریفات" مشہور بہ "دہ فصل" اس کے کمالات، تجربہ، علم و فن اور دنیوی حکمت کے مبلغ ہونے کا کافی ثبوت ہیں۔ صدپند کی تمہید میں کہتا ہے کہ اس تالیف کے محرک افلاطون کے وہ نصائح ہیں جنہیں اس نے اپنے شاگرد ارسطو کے لیے منضبط کیے تھے۔ یہ ایک سو نصیحتوں کا مجموعہ ہے جن میں بعض خالص مزاحیہ ہیں، بعض میں طنز ہے اور بعض میں سنجیدگی بھی۔ مشتی از خرواری:

(۱) سخن شیخان باور مکنید تا گمراہ نشوید و بدوزخ نروید (۲) طعام و شراب تنہا مخورید کہ این شیوہ کار قاضیان و جہودان باشد (۳) در کوچہ کہ منارہ باشد وثاق می گیرید تا از دورسر موذنان بد آواز ایمن باشید۔

Marfat.com

عبید نے تعریفات میں اپنے زمانے کے معاشرے کے مطابق لوگوں کے اخلاق کا تجزیہ کیا ہے۔ اس تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض ظریف ہی نہ تھا بلکہ اسے اپنے زمانہ کے انسانوں کی اخلاقی کمزوریوں کا بھی پورا پورا علم تھا۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(۱) الدانشمند: آنکہ عقل معاش ندارد (۲) القاضی: آنکہ ہمہ اورا نفرین کنند (۳) الخسیس: مالدار (۴) الشیخ: ابلیس، ملک الموت (۵) البانگ: آنکہ صوفیان را بوجد آرد (۶) المجرد: آنکہ بریش دنیا خندد (۷) الامام: نماز فروش (۸) الواعظ: آنچہ بگویند و نکنند (۹) العالم: بی دولت (۱۰) الخاتون: آنکہ معشوق بسیار دارد (۱۱) ذوالقرنین: آنکہ دوزن دارد۔

کلیات میں ایک مختصر رسالہ بعنوان "ریش نامہ" بھی ملتا ہے۔ اس کے لکھنے کا مقصد غالباً خالص مزاح ہے اس میں کوئی طنزیہ مقصد نظر نہیں آتا۔ رسالے کی ابتدا تو حمد سے ہوتی ہے مگر اصل قصہ کا آغاز اس طرح ہے کہ ایک رات مولانا عبید اپنے معشوق کے خیال میں (درکاشانہ باغم جانانہ) سخت پریشان اور بیتاب تھے کہ ناگہاں گھر کا ایک کونا شق ہوا اور وہاں سے ایک ہیبتناک شکل برآمد ہوئی، ایسی کہ خدا خواب میں بھی نہ دکھلائے۔ یہ کون؟—ڈاڑھی! ایک مصرع میں رنگ وروپ بیان کیا۔ ع:

سرخ و سپید وزردو کبودو بنفشی ولعل
چہ ریشی وچہ ریشی وچہ ریش

"ریش نامہ" میں بڑے استادوں کے اشعار میں تصرف کر کے ان کی خوب مٹی پلید کی گئی ہے۔ خوبرویوں کو ریش سے عارضہ دل خراش اور آفت جانکاہ کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔ ڈاڑھی کو حسن وشباب کا فنا کنندہ قرار دیا گیا ہے:

ھر کرا ریش نیست چیزی ھست — ھر کرا ریش ھست چیزی نیست
ریش ارنہ زشت بودی اندر بہشت بودی — مورو ملخ بخوردی ار زانکہ کشت بودی

آدم بہ بہشت بود تا امرد بود — چون ریش بر آورد بردنش کردند

گر ریش را بدی بجہان در فضیلتی — اھل بہشت راھمہ دادی خدای ریش

عبید کی یہ تمام تصانیف ہجو وہزل اور طنز وتعریض کا پہلو لیے ہوئے ہیں۔ ان تمام غیر سنجیدہ نثری تالیفات کے علاوہ عبید نے ایک سنجیدہ رسالہ موسوم بہ "علم معانی وبیان" لکھا اور

Marfat.com

بادشاہ کے حضور پیش کرنا چاہا لیکن درباریوں اور مصاحبوں نے اس سے کہا بادشاہ کو اس قسم کے خرافات کی کوئی ضرورت نہیں۔ پھر اس نے ایک عمدہ قصیدہ لکھا اور اسے بادشاہ کو سنانا چاہا لیکن اس بار بھی ان درباریوں اور مصاحبوں نے اسے بتایا کہ جہاں پناہ کو یہ پسند نہیں کہ شعر ادروغ، مبالغہ آمیز اور ملال انگیز خوشامد سے ان کو بے وقوف بنائیں۔ عبید نے کہا اچھا یہ بات ہے تو میں بھیپے غیرتی کی راہ پکڑتا ہوں کہ اس کے ذریعہ بادشاہ کی مصاحبت خاص تک رسائی پاؤں اور اس کے درباریوں اور مقربوں میں شامل ہو جاؤں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ عبید بے دھڑک انتہائی بے شرمی کے اقوال اور پرلے درجہ کے ناشایستہ اور حد اعتدال سے بڑھے ہوئے ہزل زبان پر لانے لگا اور اس طریقے سے اس نے بے شمار عطیے اور ہدیے حاصل کیے۔ کسی شخص کو جرأت نہ تھی کہ اس کا حریف بنے۔ دربار شاہی میں باریابی سے ناامید ہونے پر عبید کہتا ہے:

در علم و هنر مشو چو من صاحب فن   تا نزد عزیزان نشوی خوار چو من
خواهی که شوی قبول ارباب زمن   کنگ آور و کنگری کن و کنگره زن(۱)

اس کے ایک شناسا نے جب یہ رباعی سنی تو تعجب کا اظہار کیا کہ ایسا قابل اور لایق شخص علم وفضل اور تہذیب کو خیرباد کہہ کر ہزلیات اور خسائس میں مشغول ہو جائے۔ عبید زاکانی نے اسے قطعہ ذیل لکھ بھیجا:

ای خواجه مکن تا بتوانی طلب علم   کاندر طلب راتب هر روزه بمانی
رو مسخرگی پیشه کن و مطربی آموز   تا داد خود از مهتر و کهتر بستانی

عبید زاکانی کو اپنی ایک ہم عصر ظریف شاعرہ جہان خاتون سے اکثر مشاعرہ و مناظرہ ہوا کرتا تھا، شیخ ابواسحق کے وزیر خواجہ امین الدین نے اسے بلا بھیجا۔ بڑے ناز و عشوہ کے بعد وزیر موصوف سے جہان خاتون شادی کرنے کے لیے تیار ہوئی۔ عبید نے اس شادی کے موقع پر قطعہ ذیل نظم کیا اور بے جھجک سمع نواز کیا اور وزیر سے بجائے سرزنش کے نوازشات حاصل کیے۔

---

(۱)- کنگ امرد قوی جسہ کو کہتے ہیں۔ فرہنگ ناصری میں سند کے لیے سعدی کی خبثیات کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اسی فرہنگ کی رو سے کنکورہ یا کنگرہ ایک چم چچڑ بھیک مانگے کو کہتے ہیں جو گھر کے باہر کھڑے ہو کر نا قابل برداشت شور مچاتا ہے اور صاحب خانہ اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے اس کو کچھ بھیک دیدیتا ہے۔ کنکرا ایک ہندوستانی موسیقی ساز کا نام ہے۔

Marfat.com

وزیرا جہان قحبہ بی وفاست ترا از چنین قحبہ ننگ نیست
بروکس فراخی دگر را بخواہ خدای جہان را جہان تنگ نیست

ڈاکٹر سید نبی ہادی(۱) نے اپنے ایک پر مغز مقالہ میں ایران کے اخلاقی مفکرین اور عبید زاکانی کے متعلق فرمایا ہے کہ ایران کے اخلاقی مفکرین کی تین قسمیں ہیں: اول خالص اخلاق پرست فلسفی۔ تہذیب اخلاق چونکہ فلسفہ کی ایک شاخ ہے لہٰذا صرف نصیر الدین طوسی صاحب اخلاق ناصری اور جلال الدین دوانی مولف اخلاق جلالی اس مکتب سے براہ راست تعلق رکھتے ہیں۔ دوسری قسم حقیقت پرست فلسفیوں کی ہے مثلاً کیکاوس صاحب قابوس نامہ اور سعدی وغیرہ اور تیسری قسم کے اخلاقی مفکرین محض نظری ہیں۔ عبید زاکانی اسی گروہ ثالث سے تعلق رکھتا ہے۔ عبید کو طنزیات و مضحکات کی طرف مائل کرنے میں داخلی اور خارجی دونوں قسم کے حالات کارفرما ہوئے۔ موصوف کی رائے میں نظریات آدمی کی دنیاوی ترقیوں میں ہمیشہ سنگ راہ ثابت ہوتے ہیں۔ علم و فضل کا کمال ثابت ہونے کے باوجود اسے خوشحالی نصیب نہیں ہوتی۔ حرماں نصیبیوں اور ناکامیوں کے شدید احساس کی جھلک عبید کے نفسیاتی پس منظر میں صاف نظر آتی ہے۔ خارجی سبب یہ ہے کہ عبید نے اپنے زمانے کی معاشرت پر افسردگی اور پژمردگی چھائی ہوئی دیکھی۔ تاتاریوں کے حملہ و فساد اور غارتگری کے نشانات ابھی مندمل نہ ہوئے تھے۔ عبید نے مایوس اور مضمحل تمدن کو ہوش میں لانے اور بیدار کرنے کی کوشش کی۔ وہ اپنے ملکی و معاشرتی ماحول پر سکوت اور موت کا سناٹا طاری دیکھتا ہے اور اپنے قہقہوں سے اس جمود و سکوت کو توڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ ایک فطری ردعمل ہے۔

عبید کی کلیات کے حصۂ نظم میں اشعار جدی اور مثنوی عشاقنامہ (بنام شاہ شیخ ابواسحاق انجم) سے قطع نظر "موش و گربہ" اور اشعار ہزلیہ و تضمینات عالمی شہرت کے حامل ہیں۔ موش و گربہ کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ یہ چوہے اور بلی کی کوئی معمولی کہانی نہیں جو بچوں کے لیے لکھی گئی بلکہ اس میں کوئی خاص مطلب پنہاں ہے جس کو کچھ اس زمانے کے لوگ خوب سمجھ سکتے تھے۔ حال ہی میں سید یوشع صاحب نے مدراس کے سلسلۂ اسلامی کے تحت عبید کا دیوان مرتب کیا ہے جس میں تقریباً دو سو صفحات ہیں۔ دیوان حمد و نعت سے شروع ہو کر رسمی قسم کے مدحیہ قصائد، قطعات و غزلیات اور رباعیات تک پہنچتا ہے جس کے بعد اصلی متن میں ہزلیات تھیں

(۱)۔ علیگڑھ میگزین، طنز و ظرافت نمبر۔

Marfat.com

جن کو مرتب نے بقول خود بہت زیادہ فحش ہونے کی وجہ سے مرتبہ دیوان سے حذف کر دیا ہے۔ آخر میں مختصر مثنوی عشاقنامہ اور اس کے بعد مثنوی "موش و گربہ" ہے۔ اس کے متعلق موصوف نے آقای غنی زادہ (جن کی زیر ادارت شرکت کاویانی، برلن نے یہ منظوم قصہ موش و گربہ شائع کیا ہے) کے مقدمہ کا اقتباس درج کیا ہے۔ غنی زادہ تحریر فرماتے ہیں:

"این قصہ شیرین ودلچسپ کہ اصلاً معلوم نیست مقصود نویسندہ از آن چہ بودو شاعر کنایہ ای از وقایع جنگی آن زمان و کشمکشہای پادشاہان کوچک و گردنکشان قبائل متعدہ باہم گرباشد"۔

آقای غنی زادہ کا خیال ہے کہ غالباً یہ نظم اس زمانہ یعنی چودھویں صدی عیسوی / آٹھویں صدی ہجری کے چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کی باہمی جوتہ پیزار اور مقامی امیروں کی خود غرضانہ مناقشوں پر بھاری طنز ہے۔ سید یوشع صاحب صرف اسقدر فرماتے ہیں کہ "شاید عبید نے بلی کے پردے میں امیر مبارز الدین محمد بن مظفر (۱۳۱۳ء - ۱۳۶۳ء) کا خاکہ کھینچا ہے اور جن جن پر اس نے ستم ڈھائے ہیں ان کو چوہوں سے تعبیر کیا ہے"۔

تاریخ گزیدہ میں محمود کتبی نے اپنی طرف سے ایک باب کا الحاق کیا ہے جو کلیتہً مبارز الدین محمد اور اس کی اولاد کے عہد حکومت سے متعلق ہے۔ محمود کتبی اس خاندان کا ملازم تھا۔ اس باب میں مولف نے امیر مبارز الدین کی بے حد مدح سرائی کی ہے اور ضرورت سے زیادہ جانبداری سے کام لیا ہے لیکن امیر مذکور کی سنگ دلی اور خونریزی کے متعلق آخر اسے کچھ کہنا ہی پڑا:

"فاما طبیعتش بر اراقت خون و قساوت قلب و عذر مجبول بود بحسن طالع و تدبیرات موافق عروس ممالک در کنار مراد گرفت۔ بواسطہ سیاست زیادت از حد مردم از و متنفر بودند (۱)"

امیر مبارز الدین محمد کا باپ امیر شرف الدین مظفر اپنے ابتدائی زمانے میں سلطان جلال الدین سورغتمش والئ کرمان کا ملازم تھا۔ پھر ارغون خان اور گیخاتو کی ملازمت میں رہا۔ سلطان الجایتو کی تخت نشینی کے بعد مظفر کا مرتبہ بڑھ گیا اور وہ اردستان و کرمان وغیرہ کا حاکم مقرر کیا گیا۔ امیر شرف الدین مظفر نے ۷۱۳ھ میں وفات پائی اور اس کی جگہ اس کا بیٹا مبارز الدین محمد

---

(۱) - (مقدمہ) دیوان عبید زاکانی از سید یوشع، ص ۱۱

Marfat.com

مامور کیا گیا۔ سلطان ابو سعید والیٔ بغداد کی وفات کے بعد مبارز الدین محمد کرمان اور یزد کا بادشاہ بن بیٹھا۔ ۷۵۴ھ میں شیراز کے علاقہ پر قابض ہوا اور ۷۵۹ھ تک تبریز اور عراق عجم کو بھی اپنی حکومت میں داخل کر لیا۔

اس سنگ دلی اور خونریزی کے سبب مبارز الدین کو آخر کار اس کے بیٹوں نے ۷۶۰ھ میں گرفتار کر کے اس کی آنکھوں میں سلائی پھروادی(۱) اور پھر شاہ شجاع بن مبارز الدین محمد شیراز میں تخت نشین ہوا۔ اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ شیرازی نے یوں لکھا ہے:

دل منہ بر دنیا و اسباب او زانکہ ازوی کس وفاداری ندید...الخ

عبید زاکانی نے موش و گربہ کا قصہ ان اشعار سے شروع کیا ہے:

از قضای فلک یکی گربہ بود چون اژدھا بکر مانان
گربہ دور بین و شیر شکار کہر با چشم و تیز مژگانان

پای کژدم عقاب پیشانی بود پرمکر و پر ز دستانا
شکمش طبل و سینہ اش چو سپر شیر دم و پلنگ چنگانا
از غریبش بوقت غرّیدن شیر درّندہ شد ھراسانا
سرھر سفرہ چون نہادی پای شیر ازوی شدی گریزانا
روزی اندر شراب خانہ شدی از برای شکار موشانا

بہت ممکن ہے اس بلی کے پردے میں مبارز الدین محمد ہی ہو اس لیے کہ اس نے اپنے عہد میں تمام شراب خانے بند کرا دیئے تھے۔ ایک محتسب کی طرح خود شہر میں گشت لگایا کرتا تھا اور شراب خواروں کو سخت سے سخت سزائیں دیا کرتا تھا۔ پھر ایک چوہے کی زبان سے شعر ذیل کہلوایا:

سر صد گربہ را بہ بخشم من گاہ بخشش بروز احسانا

ابن بطوطہ اپنے سفر نامہ میں لکھتا ہے کہ ابو اسحٰق کے کثیر لشکر میں مبارز الدین اپنے سو سواروں

---

(۱)۔ تاریخ آل مظفر تالیف دکتر حسین قلی ستودہ طبع تہران، جلد ۱، ص ۱۱۹۔

Marfat.com

سمیت گھس پڑتا تھا اور کشت وخون کے بعد پھر اپنی پوری جماعت کے ساتھ صحیح وسالم اپنے قلع میں واپس پہنچ جاتا تھا۔ ابواسحق کے سپاہی اسے کوئی گزند نہیں پہنچا سکتے تھے۔ گویا بلیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت چوہوں کے لشکر پر چھاپہ مار کر چلی آتی تھی۔ ابواسحق نے اپنی فراخدلی سے ایسے اندیشناک دشمن کو مع اس کے سو سواروں کے نہ صرف امان دی بلکہ اس کا سارا علاقہ بھی پھر اسے واپس کر دیا۔ اوپر کے شعر سے اس واقعہ پر کسی قدر روشنی پڑتی ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ موش وگربہ کے قصہ میں عماد فقیہ کرمانی پر چوٹیں کی گئی ہیں جو اس عہد کے بہت مشہور عالم اور شاعر بھی تھے اور جن کی متعدد تصانیف اب تک دستیاب ہیں۔ امیر مبارزالدین محمد، شاہ شجاع اور اس عہد کے تمام وزرا و امراان کے بڑے معتقد تھے۔ عوام میں ان کے لیے یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ ان کے تقدس کے اثر سے ایک بلی بھی ان کے ساتھ نماز پڑھا کرتی ہے اور حافظ کا شعر ذیل اس افواہ سے منسوب ہے:

ای کبک خوشخرام کہ خوش میروی بناز　　غرّہ مشوکہ گربۂ عابد نماز کرد

امیر مبارزالدین محمد کے شیراز پر قابض ہونے کے کچھ عرصہ بعد عبید شیراز چھوڑ کر چلا گیا اور پھر شاید سلمان ساوجی (ملک الشعرای دربار بغداد) کی وساطت سے سلطان اویس بن حسن جلایر ایلخانی (۷۵۷-۷۷۶ھ) والیٔ بغداد کی ملازمت اختیار کرلی۔ دراصل یہ نظم اس زمانے کے جماعتی نظام کی بھیانک تصویر ہے۔ طاقتور اور برسر اقتدار طبقہ کو بلی کے نشان امتیاز سے موسوم کیا گیا ہے۔ دوسری طرف محکوم و مجبور چوہے ہیں جن کے دل میں انتقام کا جذبہ موجود ہے۔ اتحاد و تنظیم کی کوشش کی جاتی ہے مگر ناکام انقلاب بغاوت بن کر الٹی تباہی کا باعث ہوتا ہے۔ شاعر روح عصر کی سسکاریوں کو طنزیہ قہقہوں کے شور میں دبانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ اس کی مصلحت تھی اس لیے کہ وہ دنیا کو محض اس نظریہ پر جما ہوا دیکھتا ہے کہ سیاسی مسائل رموز مصلحت ہیں اور بادشاہوں کے علاوہ عوام کو زبان کھولنے کا ہرگز حق نہیں۔

ہندوستانی راج بالکوں اور قدیم ایرانی شاہزادوں کو علم سیاست پڑھانے والی کتاب پنچ تنترا جس کا تیسری صدی ہجری سے لیکر اکبراعظم کے وقت تک پچاس سے زیادہ مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوا بظاہر صرف بلی، کتے، گیدر، لومڑی کی کہانیوں کا مجموعہ ہے۔ بالکل اسی طرح یہاں بھی شاعر کو اپنا رمز بلی چوہے کی کہانی بنا کر پیش کرنے میں خیریت نظر آئی حالانکہ نظم شروع

Marfat.com

کرنے سے پہلے اور ختم کرنے کے بعد یہ خیال ظاہر کیا ہے:

جان من پند گیر ازین قصہ — تا شوی در زمانہ شادانا
غرض از موش و گربہ برخواندن — مدعا فہم کن پسر جانا

پروفیسر علیم الدین سالک کی رائے میں نظم موش و گربہ ریاکار زاہدوں پر ایک بڑی کامیاب اور واضح طنز ہے۔ اگر موصوف کی رائے کو درست تسلیم کیا جائے تو نظم ہذا کا تاریخی واقعہ سے کوئی تعلق ظاہر نہیں ہوتا لیکن پر جور و فساد زمانہ کے تاریخی حوادث اس کے ثبوت ہیں کہ نظم تاریخی واقعہ کی تشریح اور ان پر طنز ہے۔ اقبال آشتیانی نے کلیات عبید کی تصحیح کر کے اسے شائع کیا ہے، مقدمہ میں لکھتے ہیں:(۱)

"... لیکن درست معلوم نشد کہ نظر عبید در نظم آن داستان بچہ واقعہ ای بودہ است"۔

شعرا میں سلمان ساوجی عبید کا حریف تھا جس کے دو شعر عبید زاکانی کی ہجو میں بہت مشہور ہیں:

جہنمی ہجا گو عبید زاکانی — مقرر است بہ بی دولتی و بیدینی
اگرچہ نیست ز قزوین و روستا زاداست — ولیک می شود اندر حدیث قزوینی (۲)

عبید ایک رند مشرب شاعر تھا چنانچہ اپنی ایک سنجیدہ نظم میں بھی جو عمید الملک کی تعریف میں لکھی تھی یہ کہنے سے باز نہ رہ سکا کہ:

خدایا دارم از لطف تو امید — کہ ملک عیش من معمور داری
بگردانی قضای زہد از من — بلای توبہ از من دور داری

کلیات میں شعر ثانی اس طرح درج ہے:

بگردانی بلای زہد از من — قضای توبہ از من دور داری

---

(۱)-کلیات عبید زاکانی، ترتیب و تصحیح اقبال آشتیانی، طبع تہران ـــــ مقدمہ۔

(۲)-ایران کے بذلہ سنج اہل قزوین کو احمق، اہل خراسان کو گدھا، اہل طوس کو گائے، اہل بخارا کو ریچھ اور اہل ماوراء النہر کو مشہدی یعنی رافضی کہتے ہیں اور یہ تمام نسبتیں تحقیری قسم کی ہیں۔

Marfat.com

ذیل کے دو شعر جو اس نے کسی طبیب کے ہجو میں لکھے تھے قابل توجہ ہیں:

در عمر خود این طبیبک هرزه مقال　　بیمار ندید تا نکشتش در حال
دیشب ملک الموت در آمد گفتش　　یکروز بجز آنچه فروشی همه سال

عبید کو زہد و تقویٰ کی زندگی بسر کرنے کا نہ تو دعویٰ ہے اور نہ اس کا آرزومند ہی ہے۔ ہزلیات عبید طبع قسطنطنیہ (۱۸۸۵ء مشتمل بر ۲۰۰ صفحات) میں تقریباً تمام ہزل آمیز اور تحریف شدہ نظمیں شامل کی گئی ہیں۔ تمام ایرانی شرفا آج انہیں نفرت اور ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ مزید بر آن ان میں نکتے کی بات یہ ہے کہ بڑی استادی سے مقدم یا معاصر شعرا کے سنجیدہ اشعار تحریف کر کے انہیں پست معانی کا جامہ پہنایا گیا ہے۔ عبید کی تحریفات بیشتر نچلی درجہ کی ہیں۔ ہجویات و ہزلیات عبید جو فحش سے خالی ہیں اور قابل اعتراض نہیں ان میں چند ایک ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

شاعر کے نصیب میں افلاس و قرض داخل معمول تھے:

مردم بعیش و شادی و من در بلای قرض　　هر یک بکار و باری و من مبتلای قرض
خرجم فزون زغایت و قرضم برون زحد　　فکر از برای خرج کنم یا برای قرض
فرض خدا و قرض خلایق بگردنم　　آیا ادای فرض کنم یا ادای قرض
از هیچ خط ننالم غیر از سجل دین　　و ز هیچ کس ننالم غیر از گوای قرض
در شهر قرضدارم و اندر محله قرض　　در کوچه قرض دارم و اندر سرای قرض
از صبح تا بشام در اندیشه مانده ام　　تا خود کجا بیابم ناگه رجای قرض
مردم ز دست قرض گریزان و من بصدق　　خواهم پس از نماز و دعا از خدای قرض
عرضم چو آبروی گدایان بباد رفت　　از بسکه خواستم ز در هر گدای قرض
گر خواجه تربیت نکند نزد پادشاه　　مسکین عبید چون کند آخر دوای قرض
خواجه علای دولت و دین آنکه جز کفش　　هرگز کسی نداد بگیتی سزای قرض

دیگر

وای بر من که روز و شب شده ام　　دائما همنشین و همدم قرض
مدتی گرد هر کسی گشتم　　بو که آرم بدست مرهم قرض

Marfat.com

آخر الا مر هیچکس نگشاد — پای جانم زبند محکم قرض

دیگر

مرا قرض هست و دگر هیچ نیست — فراوان مرا خرج و زر هیچ نیست
هنر خود ندانم دگرنیز هست — چو طالع نباشد هنر هیچ نیست
عنان ارادت چو ازدست رفت — غم وفکر بو که دگر هیچ نیست
بدرگاه او التجا کن عبید — که این رفتن در بدر هیچ نیست

عابدوں پر طنز

قومی ز پیٔ مذهب و دین می سوزند — قومی ز برای حور و عین می سوزند
من شاهد ومی دارم وباغی چو بهشت — ویشان همه درحسرت این میسوزند

خان ومان سے بیزاری

دل خسته همیشه از زن و فرزندم — یارب که دراین بند بلا نپسندم
گرروزی ازین بند خلاصی یابم — ای بسکه بریش کد خدایان خندم

اپنی بے سروسامانی کا ذکر

درخانۂ من زنیک و بد چیزی نیست — جز بنگی و پارۂ نمد چیزی نیست
از هر چه بپوشند نیست غیر از سودا — وزهر چه خورند جز لکد چیزی نیست

عبید انتہادرجہ شوخ اور ظریف الطبع تھا اور اسی طبعی شوخی کے سبب ہزل اور فحش کی طرف مائل ہوا اور اسے انتہا تک پہنچادیا۔ سات بندوں پر مشتمل ایک ترجیع بند میں جلق زنی کے فوائد بیان کرتے ہوئے اس مذموم عمل کے ارتکاب کی ترغیب و تحریص دلائی گئی ہے اور مختلف پیرایوں میں شادی اور فطری طریقہ پر شہوانی خواہش کی تکمیل سے متنفر کرایا گیا ہے، ہر بند اس بیت پر ختم ہوتا ہے:

جلق می زن که جلق خوش باشد — جلق در زیر دلق خوش باشد

عبید زاکانی نے صرف تفریح طبع یا اداے تکلیف یا تامین وجہ معاش کی غرض سے

Marfat.com

گاہے گاہے شاعری کی ہے، یہ اپنے جدی تالیفات و آثار اور اشعار کے تحفظ سے بے اعتنا تھا۔ اقبال آشتیانی کے مطابق یہ عبید کی بدقسمتی ہے کہ ایران کا نابغہ جو بہت حد تک فرانسیسی عظیم نویسندہ والتیر (Voltaire) کے ہم پلہ ہے اسے کچھ ہزل پرست اور کوتاہ بین لوگوں نے ہزال مشہور کر دیا اور اسے ہجاگو اور جہنمی شمار کیا گیا، حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہے۔ نہ تو عبید ایسا بے مثل ہجوگو ہے اور نہ ہی اس کے رسائل و مطائبات کی ترتیب و تنظیم سے اس کی یہ خواہش تھی کہ وہ لوگوں کی آبروریزی کرے یا جلب منفعت کے لیے تازیانے لگائے اور مادی و شخصی کامرانیاں حاصل کرے بلکہ اس کا مقصد بہت اعلیٰ تھا۔ اس کی ہمت کا شہباز کوتاہ بینوں کی نظر سے دور افق کی بلندیوں میں پرواز کرتا تھا۔ جس سوسائٹی کی اکثریت غیر تعلیم یافتہ ہو، اخلاق وعادات کی روشنی سے فیضیاب نہ ہو اور فتنہ و فساد، جور و ظلم کی وجہ سے فقر و فاقہ کی حالت میں ہو، لازمی طور پر وہاں انتظام وامور مملکت کی باگ ڈور چند مقتدر، طرار، خودرائے اور خود غرض لوگوں کے ہاتھ ہو جاتی ہے جن کا مقصد سوائے زراندوزی اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ مطلق العنان حکمرانوں کی یہ جماعت اپنے پست نفسانی خواہشات کی وجہ سے کسی اخلاقی قید کی پابند نہیں ہوتی اور فضیلتوں کی نگہبانی نہیں کرتی بلکہ اقتدار حاصل کرنے کے بعد زیردستوں پر استبداد اور غضب کا بازار گرم کر کے ان کی جان ومال اور عزت وناموس کے خریدار بن جاتے ہیں اور جس کسی کو بھی اخلاقی فضائل پر گامزن یا اس کی تبلیغ واشاعت کرتا ہوا دیکھتے ہیں، ان کے دفعیہ کے لیے اقدام کرتے ہیں یا اسکی توہین و تحقیر پر کمربستہ ہوتے ہیں اسلیے کہ ان کے عادات واطوار ان کے مذہب مختار کے منافی ہوتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اہل فضل و تقویٰ یا تو ہجرت اختیار کر لیتے ہیں یا جان کے خوف اور روٹی کی امید میں صاحبان اقتدار کے مذہب مختار کو قبول و تسلیم کر لیتے ہیں اور اس طرح رفتہ رفتہ اخلاقیات و فضائل منسوخ ہوتے جاتے ہیں اور انہیں مذہب منسوخ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ علما و قضاۃ شحنہ وحاکم جو عوام کو راہ راست پر لاتے ہیں اور آمرین معروف و ناھیان از منکر ہوتے ہیں سلاطین وامرا کے مذہب مختار کے گرویدہ ہو جاتے ہیں اور اس قول پر عمل کرتے ہیں الناس علی دین ملوکھم اور عبید کے مطابق صدق الامیر پر گامزن ہوتے ہیں۔ انہیں اس کی بالکل پروا نہیں ہوتی کہ کوئی انہیں لعن و طعن کرے گا یا ان کی راہ و روش کو گذشتہ بزرگان کے اخلاق وعادات اور سیرتوں کے خلاف شمار کرے گا کیونکہ اس گروہ

Marfat.com

کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کی منزل مقصود یعنی مادی آسانیوں اور نفسانی خواہشات کی تکمیل میں ایسے طریقے ممد و معاون ہوتے ہیں اور ظلم و ناانصافی، بدعہدی و بیوفائی، تضاد قول و فعل بذات خود کامیابی کے زینے ہیں۔ ان کے نزدیک صلحائے قدیم کے اقوال اور آنے والی نسلوں کے تنقید و تبصرے کوئی وقعت نہیں رکھتے بلکہ اس مذہب کے پیروکار تنہائی میں ان اقوال پر خندہ زنی کرتے ہیں اور بزرگان قدیم کو سخافت عقل، توہم پرستی اور رجعت پرستی وغیرہ صفتوں سے متصف کرتے ہیں۔

تاریخ ایران میں ایلخانی سلسلہ کے آخری تاجدار سلطان ابو سعید اور امیر تیمور گورکان کے حملہ کا درمیانی زمانہ آشوب اور فتنہ و تباہی کی ایک طویل غمناک داستان ہے۔ اس دور میں متعدد حکومتیں قیام پذیر ہوئیں اور ختم بھی ہو گئیں۔ حکومتوں کے بننے بگڑنے اور جنگ و جدل کی وجہ سے عوام کو بربادیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ زندگی اتنی آشفتہ حال اور پریشان ہوگئی کہ صالح انسان بھی امیر تیمور جیسے خون کی ہولی کھیلنے والے شخص کی آمد کو باعث خیر و برکت سمجھ کر جان و دل سے اس کے لیے دعائیں کرنے لگے۔ آفاقی شاعر خواجہ حافظ نے ان ناقابل برداشت اوضاع و احوال سے تنگ آکر بے صبری میں اشعار ذیل نظم کیا:

سوختم در چاہ صبر از بہر آن شمع چگل　　　شاہ ترکان فارغست از حال ما کو رستمی

الخ.....

اقبال آشتیانی نے اس عہد کا نقشہ اس طرح پیش کیا ہے: ایسے پر آشوب دور میں جب کہ ایک بادشاہ کی ماں اعلانیہ طور پر فسق و فحش میں آلودہ ہوتی ہے، ایک بیوی اپنے فاسق شوہر کو جس نے اسے قید کر دیا تھا بستر خواب پر بڑے ذلیل اور سوگوار طریقے پر قتل کرتی ہے، ایک امیر کی بیوی اپنے بھائی سے شادی کرنے کی آرزو میں اپنے شوہر سے قطع تعلق کر لیتی ہے، ایک بادشاہ اپنے ہاتھوں سے باپ کو اندھا کر دیتا ہے اور ماں کے ساتھ زنا کرتا ہے، ایک بادشاہ اعلانیہ طور پر اپنے امرا کو حکم دیتا ہے کہ اپنی بیویوں کو طلاق دیدیں اور ان سے عشق کرنے کے لیے غزل سرائی کرتا ہے، کسی بھی وزیر کی سالم نعش قبر میں نہیں جاتی گرچہ فضل و دانش اور تدبر میں رشید الدین فضل اللہ اور ان کے لڑکے غیاث الدین محمد کے ہم پلہ ہو جائے، برادر کشی و دزدی اور الزام و بہتان جیسے نقائص اپنی بلندی پر ہوں تو اکثر شعرا اور علما بھی با اقتدار فاسق طبقہ کی خوشامد میں لگ جاتے ہیں اور ان کے اطوار و اعمال کو فضیلت و تقویٰ

Marfat.com

کے عین مطابق تسلیم کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں جن لوگوں کو ان کی ذاتی عفت اور فطری پاکیزگی نے ان عزائم سے الگ رکھا، کیسی تکلیف دہ زندگی گذارنا پڑی ہوگی اور کیسی افسردہ خاطری و برآشفتگی کا سامنا کرنا پڑا ہوگا؟ قیاس کرنا ممکن نہیں۔

عام طور پر ایسے پاکباز انسانوں کی افسردگی دو صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے یا تو وہ اخلاقی قدروں کی موت پر گریہ وزاری کرتے ہیں یا اپنے معاصرین کی کوتاہ بینی اور حماقت پر خندہ ریز ہوتے ہیں اور ان کے تمام ذہنی و خارجی افعال و حرکات پر تمسخر انگیز اور استہزائیہ نگاہ ڈالتے ہیں خصوصاً جب وہ کسب فضائل میں اپنی طولانی ریاضت کو فساد کے سامنے شکست خوردہ دیکھتے ہیں۔ ان کے فضائل و کمالات اس لائق بھی نہیں ہوتے جن سے ایک روٹی بھی حاصل کی جائے۔ پھر وہ دنیا اور تمام علائق دنیوں کو بے اعتبار اور کم ثبات تصور کرتے ہیں اور ایک خفیف مسکراہت کے ساتھ ان کے خیال کو دوسرا رخ دے دیتے ہیں۔ یہ مسکراہٹ رضامندی و موافقت کی نہیں بلکہ خندۂ ترحم و استہزا ہوا کرتا ہے جس میں سرتاپا انتقام جوئی کا احساس کارفرما ہوتا ہے۔

زندگی غم سے تعبیر کی گئی ہے۔ ایک خوشی ملی کہ غم اس کا پیچھا کرتا ہوا آجاتا ہے۔ اور بقول شاعر:

کہ جو خوشی ہے یہاں اک امانت غم ہے

اسی لیے حکماو عقلا نے شادی و خوشی کو ہر قیمت پر خریدنے کی خواہش کا اظہار کیا، یہاں تک کہ مستی اور بے خبری کے لیے عقل و علم بھی نچھاور کرنا گوارا کیا۔ عبید نے اپنے مطائبات کے ذریعے افسردہ خاطر لوگوں کو خوش کرنے اور اوضاع زمانہ کے اصلاح کی کوشش کی ہے اور اس عمل سے اپنی اور اپنے جیسوں کی دلی تسلی اور تسکین خاطر ڈھونڈنے کی سعی بلیغ کی ہے اور بلاتردید کہا جاسکتا ہے کہ کامیاب رہا ہے۔ اس کے دیگر معاصرین حافظ و سعدی وغیرہ نے بھی یہی کام کیا ہے لیکن طریقہ کار جدا اور لائحہ عمل الگ ہے۔

Marfat.com

کاتبی نیشاپوری

عہد مغول و تیموریہ میں سلمان ساوجی، خواجو کرمانی، ناصر بخاری، مجد الدین ہمگر، امامی، روحانی سمرقندی، برندق بخاری، عباس نشاطی وغیرہ نے بھی ہجو گوئی و ہزل سرائی کی ہے۔ کسی میں کوئی خاص ایسی بات نہیں جو گذشتہ شعرا کے فکری اور فنی میلانات سے ممیز ہو۔ تقریباً تمام شعرا کی ہجویات عامیانہ اور پست درجہ کی ہیں۔ مثال کے طور پر کاتبی نیشاپوری کی ہجو گوئی کا نمونہ پیش کیا جارہا ہے۔

کاتبی نیشاپوری اپنے خطاط استاد سیمی کے حسد کی وجہ سے نیشاپور سے ہرات، استر آباد اور پھر شروان آیا۔ بعدہٗ آذربائجان آکر ترکمان حکمران اسکندر ابن قرایوسف کی شان میں ایک بلیغ مدحیہ قصیدہ نظم کیا۔ لیکن سلطان نے کاتبی کی کوشش کی کوئی قدر نہ کی اور نہ اسے کوئی صلہ ہی عطا کیا۔ کاتبی نے برافروختہ ہو کر قطعہ ذیل میں اسکندر کی بڑی فحش ہجو لکھی اور اصفہان کا قصد کیا:

زن و فرزند ترکمان را گاد ہمچو مادر سکندر بد رای
انچہ ناگاہ ماندہ بود ازوی دادگاون بہ لشکر چغتای

قطعہ ذیل میں کاتبی نے کمال کی ہجو لکھی ہے۔ ممکن ہے یہ کمال خجندی ہو۔ لیکن زیادہ امکان ہے کہ یہ کاتبی کا ہم عصر کمال الدین غیاث فارسی شیرازی ہے اور خسرو و حسن ہندوستانی شاعر ہیں۔ قطعہ:

گر حسن مانی ز خسرو بردنتوان کرد منع زانکہ استادست خسرو بلکہ زاستادان زیاد
و ز معانی حسن را برد از دیوان کمال ہیچ نتوان گفتن اورا دزد بردزد افتاد

ذیل کا قطعہ شمس علا نامی ایک شاعر کی ہجو ہے۔ قطعہ عبید زاکانی کی ایک مشہور نظم کے تتبع میں لکھا گیا ہے:

رفت آخر از جہان شمس علا آنکہ گہ گہ در شماری آمدی
او برفت و ماند از و دیوان شعر "ہم نماندی گربہ کاری آمدی"

Marfat.com

عبیدؔ کی نظم اس مطلع سے شروع ہوتی ہے:(۱)

پیش ازین از ملک ہرسالی را خردۂ از ہر کناری آمدی

کاتبی نے عبید کی نظم کے آخری شعر کا مصرع ثانی من و عن نقل کر دیا ہے:

غیر من در خانہ ام چیزی نماند ھم نماندی گر بکاری آمدی

کاتبی نے اپنے خطاط استاد سیمیؔ پر سرقے کا الزام لگایا ہے:

میان شہر نیشاپور سیمی چو اشعار ملیح کاتبی دید
بمشہد رفت و برنام خودش بست نمک خورد و نمکدان را بدزدید

قطعہ ذیل میں سرقہ کرنے والے شاعروں کی مذمت کی گئی ہے:

شاعر نباشد آنکو ھنگام بیت گفتن زاشعار اوستادان آرد خیال درھم
ھر خانہ ای کہ اورا از خشت کہنہ سازند مانند خانۂ نو نبود بناش محکم

---

(۱)۔کلیات عبید زاکانی، ترتیب و تصحیح اقبال آشتیانی، ص ۶۴۔

Marfat.com

هجو گوئی از اواسط قرن دھم تا اواسط قرن سیز دھم ھجری

تیمور کی وفات کے بعد اس کے جانشینوں نے ایران میں سو سال تک حکومت کی لیکن ان کی نااہلی کی بنا پر حکومت زوال پذیر ہوتی گئی۔ جلایریوں نے پھر سر اٹھایا اور قرہ قویونیلو اور آق قویونیلو حکمران خاندان نمودار ہوئے۔ یہ ایران کے مختلف حصوں پر چھاپے مارنے لگے۔ اسی دوران اسماعیل نامی ایک دلیر و فتحمند جوان نمودار ہوا جس نے اوزون حسن آق قویونیلو کے ساتھ جنگ کی اور ۹۰۵ھ میں تبریز میں تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا۔ اسماعیل، شیخ صفی الدین اردبیلی کی اولاد میں تھا۔ ان ہی بزرگوں کی نسبت سے وہ اور اس خاندان کا سلسلہ صفوی کے نام سے موسوم ہوا۔ صفوی سلطنت جس کی بنیاد اسماعیل صفوی نے ڈالی تقریباً دو سو چالیس برسوں تک ایران میں قائم رہی۔ آخری صفوی بادشاہوں کے زمانے میں افغانوں نے ایران پر حملہ کیا اور ان کے پایہ تخت اصفہان پر قبضہ کرلیا۔ ان ہی ایام میں نادر شاہ افشار نے ظہور کیا اس نے افغانوں کو ملک سے نکال باہر کیا اور صفویوں کی حکومت کا خاتمہ کر کے ۱۱۴۰ھ میں تخت سلطنت پر جلوس کیا اور سلسلۂ افشاریہ کی بنیاد رکھی۔ نادر شاہ افشار نے تین سال کی قلیل مدت میں بغداد سے لیکر دہلی تک تمام ملکوں کو ایرانی سلطنت کا ایک جزو بنادیا۔ کریم خان زند (۱۱۶۳ھ-۱۱۹۳ھ) نے افشاریوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور چند سالوں کی جنگ و پیکار کے بعد ان قاچاریوں نے خاندان زند کا خاتمہ کردیا۔ صفوی حکومت کے ختم ہونے کے بعد افغانوں کے حملے افشاریوں کی سلطنت اور زندیوں کے اقتدار کے ہنگامہ خیز زمانہ کی مدت نصف صدی سے چند سال زیادہ ہے۔ آقا محمد خان قاچار نے ۱۱۹۳ھ میں تخت سلطنت پر جلوس کیا اور ایک بار پھر ایران کو طوایف الملوکی کی کشمکش سے نجات ملی۔ قاچاری خاندان نے تقریباً ایک سو پچاس سال تک ایران پر حکمرانی کی۔

صفوی بادشاہ متعصب اہل تشیع تھے اس لیے انہوں نے اپنے مسلک کو ایران کا سرکاری مذہب قرار دیا۔ اس عہد میں دینی ادبیات کو خاصہ فروغ نصیب ہوا۔ صفوی دور کو بحیثیت مجموعی ایران کا ادبی انحطاط کا زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ دراصل مغلوں اور تیموریوں کے دور

Marfat.com

کی بربادیوں نے علم وادب کے میدان میں آئندہ صدیوں میں اپنا اثر دکھایا اور فارسی نثر و شعر کے سرمایہ میں گراں قدر اضافہ ہوا۔ اس عہد میں شعرا کی تعداد کثیر تھی اور صائب، وحشی، کلیم، عرفی، ہاتف، نظیری وغیرہ معروف شعرا نے اسی عہد میں زندگی بسر کی۔

دور صفویہ میں گرچہ مذہبی تبلیغ واشاعت اور مضبوط و قابل حکمرانوں کی وجہ سے زندگی خوش حال ہو گئی تھی اور بہت حد تک عوام کی اخلاقی اصلاح بھی ہو چکی تھی اس کے باوجود اس عہد میں ہجو گوئی کی خوب گرم بازاری رہی۔ اس دور کے بہت کم ایسے شعرا ہوں گے جن کا دامن ہجو کے خارزار میں نہ الجھا ہو لیکن یہاں بھی ہمیں عہد گذشتہ کی مانند سنجیدگی اور وقار کی حد سے دور فحش و رکاکت کی سرحدیں پھاندی ہوئی ہجویات نظر آتی ہیں۔ حکیم شفائی نہایت متین اور فاضل شخص تھا مگر وہ بھی اس حمام میں ننگا نظر آتا ہے۔

Marfat.com

حکیم شرف الدین حسین شفائی اصفہانی

حکیم شفائی (متوفی ۱۰۱۳ھ) علوم عقلی اور نظری میں یکتائے روزگار تھا۔ علمی فضیلت کی وجہ سے شاہ عباس حسینی صفوی کے نزدیک اس کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ اس کے مزاج پر ہجو کا غلبہ تھا۔ شاہ عباس اس کا بڑا عقیدت مند تھا اس کے باوجود اسے بھی اس کی ہجو گوئی کی شکایت تھی۔ اپنی جوانی میں اس نے خوب ہجو گوئی کی اور اپنے بیشتر معاصرین کی ہجووں سے زبان و قلم کو آلودہ کیا۔ صاحب تذکرہ مجمع الخواص (۱) لکھتے ہیں "ولی بسکہ متکبر و خود پسند است اگر کسی در حال نزع باشد نمی خواہد باور جوع کند"۔ شاعری کے لیے شفائی نے بہت موزوں اور مناسب طبیعت پائی تھی لیکن اشعار میں بڑی خودستائیاں کرتا تھا اس لیے لوگ اس کی طرف راغب نہیں ہوتے تھے۔ شفائی کی ہجو گوئی کے متعلق تذکرہ نگاروں کی رائیں:

میر باقر داماد شفائی کے متعلق لکھتے ہیں:

"شاعری فضیلت شفائی را پوشیدہ وہجا شعر اور اپنہان ساخت" (۲)

تذکرہ نصر آبادی میں اس طرح مذکور ہے: (۳)

"ہجا کہ بر طریقۂ فریضہ بر شاعر واجب میشود مانع شہرت او شدہ"۔

صاحب تاریخ عالم آرای عباسی (۴) رقم طراز ہیں:

"بسیار لوند مشرب و شوخ مشرب از تنگ حوصلگی اندک ناملایمی بر طبیعتش گران می نمود واز ظریفی و شوخی ہموارہ زبان بہ ہجو ستیزہ کاران میکشاد"۔

اس کے دیوان میں ہزل آمیز اور ہجویہ اشعار کی بڑی فراوانی ہے۔ سوزنی اتنا بڑا ہزال ہونے کے باوجود شفائی سے پیچھے نظر آتا ہے۔ شفائی اپنے علمی استعداد کے ثبوت میں ذیل کا شعر لکھ کر عوام پر یہ بات ظاہر کردینا چاہتا ہے کہ وہ چونکہ اسرار و رموز دنیوی سے واقف

---

(۱)- تذکرہ مجمع الخواص، ص ۲۰۴ (۲)- تذکرہ مآثر الکرام، ص ۷۴، تذکرہ شمع انجمن، ص ۲۲۶ و تذکرہ نشتر عشق ص ۹۵۲ (۳)- تذکرہ نصر آبادی، ص ۲۲۹۔

(۴)- شعر و ادب فارسی، تالیف زین العابدین موتمن، ص ۲۰۸

Marfat.com

ہے اس لیے ہزل سرائی کرتا ہے اور کوتاہ بین اسے برا سمجھتے ہیں:

آن شیخ کہ از خانہ ببازار نمیرفت مست است بحدیکہ رہ خانہ نداند

"ہجو مومنا" کے عنوان سے ایک سو اسی اشعار پر مشتمل ایک ترجیع بند شفائی سے منسوب ہے۔ ترجیع بند کا آغاز بیت ذیل سے ہوتا ہے:

ای بی مصرع بی معنی دیوان دیوثی القاب تو زینت دہِ عنوان دیوثی

خوب جی کھول کر شفائی نے اسے گالیاں دی ہیں۔ چند منتخب اشعار نقل کیے جاتے ہیں:

ای گندہ تر از فعل بد تو سخن تو پروردہ در آغوش عقوبت دھن تو
آرزوی تو در ہیضہ فتد تا بقیامت ہر موکہ نہ دانستہ دمداز ذقن تو
پیشت کسی از گندہ دھانت نہ نشیند دندان تو زان کردہ و داغ دھن تو

دیگر

گفتم کہ ترا شہرۂ بازار نہ سازم در چشم و دل عالمیان خوار نہ سازم
درکون کلاغت نہ نہم سیر مکافات وز تیغ ملامت دل افکار نہ سازم
سرپای تعرض نہ زنم بردر کونت در بند ترا مفلس رہوار نہ سازم
از تیغ ہجا خون وقار تو نہ ریزم از کنگرۂ طعنہ نگون سار نہ سازم

دیگر

زان قوم فرو مایہ تو بسیار رشیدی از شومی مروان یزیدی و پلیدی

دیگر

چون لحن عروسی نبود نوحہ شیون کی صورت زغن صدیک دستان ہزاراست
بارستم دستان نبرد رخش بمیدان آنکس کہ بہ بوزینہ بزباز سوار است
در ہجو تو بر ہجو ستم کردم و واغم کین مایہ تعظیم تو تا روز سماراست
ناخیل مگس شیر شکاران نہ ستیزد گردان جہان خون سگ وگربہ نریزند

آخری بند کے بیشتر اشعار رواں اور رکاکت سے پاک ہیں:

ای از تو برودت دم کافور گرفتہ تنگی ز معاش تو دل مور گرفتہ
تلخی زندافت سخن زہرلہ بودہ از بخت تو ظلمت شب دیجور گرفتہ
انگشت زہار از دھن پشت مکیدہ بر چنبر دف نغمہ طنبور گرفتہ

Marfat.com

بابای تو موش از دهن گربه ربوده — عموی تو پای ملخ از مور گرفته
حیف است که پالان کنی از مخمل واطلس — خوش زوددلت از نمدد بور گرفته
از مشت فلان ریختہ آلات گزندش — زان کل زسگ و نیش ز زنبور گرفته
از طعن دیوثی دلش از بسکه فگار است — سرتاسر جوفش همه ناسور گرفته
از عہدۂ خاتون نتواند بدر آمد — این کار غلامی است که مزدور گرفته

اشعار ذیل میں ایک نامعلوم شخص کا ہجویہ تعارف ہے:

کسی که غاشیۂ و سعتش کشد انبان — کسی که موی زہارش بود چنارستان
کسی که دفع جرب راچو شافه ساز شود — خمیر مایۂ الوند آورد ہمدان
کسی که ہست زہر جانور درو چیزی — زگر بہ دم زشترلب ز اژدها دندان
کسی که گاه ثنا گستری کیر بود — نفس دراز تراز قصہ خوان کالادان
کسی که بہر فروبردن نواله بود — دهان کشاده بسان مغارۂ کرمان
کسی که بلع کند حاصل وجود و عدم — که نیم لقمه نسازد مماس کام ودهان
کسی که تابقیامت دچار نیم شوند — ہزار کره شترگر چرا کنند دران

اشعار ذیل روحی کی ہجو میں موزوں ہوئے ہیں:

کیست آن مسخرۂ مضحکہ کون جنبان — که برو خنده زنانند ہمہ حلق جهان
کیست آن قاتل دشنام که نامش چوبری — فحش ناخواستہ از سوی دل آید بزبان
کیست آن مایۂ تفریق که چون باد آمد — شومی او بگریزند نفوس از ابدان
کیست آن مستعد قتل که جلاد اجل — بہر خونریزی او خنجر کین زد نفسان
کیست آن ریش یکه بستہ که از سنت او — گر کشی نقش بہ صحن چمن ولاله ستان
کیست آن ابر فلاکت که ازوی بارد — متصل قطرۂ ادبار بجای باران
کیست آن کافر بی دین که دهد صد دشنام — ہر که نامش برد از سہو بہ پیش ایمان
کیست آن تازه مصنف که زبسیاری جہل — نکند فرق نوا را ز سرود خران
کیست آن نادرۂ شاعر که ز شعر بداد — آن قدر رنج کشد طبع که دل از ہجران
گر خطائی نکنم روحی ناموزون است — که از وزن بود دور چو زخم از خونان
آری کیری تو کجا شعر کجا درک کجا — لاف چیزی که نداری چہ زنی پیش کسان

Marfat.com

بردای ابلہ و آزار خود و خلق مکن — کہ سمندی نتواند خر زیر پالان
میشود مضحکۂ مجلس اطفال چمن — زاغ کج نغمہ چو خواہد کہ شود خوش الحان
اندرین حالکہ دل گرم ثناخوانی تست — میل دارم کہ دعای تو برانم بہ زبان

ممدوح ممسک کی ہجو

قابل ہجو نۂ لیک پیٔ مشق سخن — می روم برسرکاری کہ تمنا کردی
برسر خدمت فرمودہ زبان ہیچو بست — چکنم ترک رضای تو خلاف ادب است

دیگر

بذلہ و طعنہ و دشنام نریزم درہم — جنس صدرنگ ازین مایدہ ارزان نکنم
مصرعی چند بہ ہجو تو نسازم ضایع — خاطر جمع بہ فکر تو پریشان نہ کنم
گفتم از کیسہ پشیمان شوکر زندگیت — بیکی بیت جگر سوز پشیمان نکنم
گفتمت دامن تحریک برین شعلہ مزن — تاترا نام زد آتش سوزان نکنم
آن حکایت کہ بلب بی طلب آید از ذوق — قصہ خوانان نہ بیان برسر میدان نکنم
بعد ازین ماہمہ کس درہمہ جاخواہم گفت — چون رضای تو درین است کہ پنہان نکنم

بخیل کی ہجو

چرب وچرکس وترو خشک توبیباک خوری — پاک وناپاک چو آتش ہمہ راپاک خوری
تلخ وشیرین چو برذائقہ ات یکسانست — گر فتد زہر بدست توچو تریاک خوری
باغبان سر بریاضت چو دہد بی افسار — نخل از ریشہ کنی برگ وبرتاک خوری
گاؤ در خرمن صحرا چوکنی ہیچو شتر — گل وریحان بگذاری خس وخاشاک خوری
بیم آنست کہ بر چرخ دھن باز کنی — کردۂ مہر مہ از سفرۂ افلاک خوری
سر ببالانہ کنی گرہمہ خنجر بارد — فین وفینی بخود اندازی وتبناک خوری
باچنین جوع چوبی خواست در آئی بخیال — صورت شخص در آئینہ ادراک خوری
توکہ باسردی تریاک حنای کہ بذوق — سنگ بر آتش جوع افگنی وخاک خوری
برسر خوان کسان میکنی این بد مستی — بر سر سفرۂ خود قلبۂ امساک خوری

Marfat.com

ایک بخیل جو خود نہیں کھاتا ہے اس کے بھوک کی آگ سے دنیا کے جل جانے کا خطرہ ہے:

فکری بحال خویش بکن ورنہ این دوروز   عالم شود ز آتش جوع تو خام سوز

کسی نے شفائی کے اشعار چرا لیے۔ وزد کی خوب خبر لی گئی ہے:

بی حیا چند شعر ما وزدی   شعر یاران آشنا وزدی
چون بگنجد بظرف حوصلہ ات   در شگفتم کہ خود چرا وزدی
چشم ابرام چون سفید کنی   سرخی از چہرۂ حیا وزدی
گر چو طاعون بخانۂ افتی   از نہانخانہا ہوا وزدی
چون شود خانہ از ہوا خالی   امتناع از بر خلا وزدی
در دلت چون گرہ شود حسرت   آہ در جان مبتلا وزدی
چون کند رخصت برون حمدان   پارۂ درمیان پا وزدی
غبن داری کہ طول نتوانی   از قد خط استوا وزدی

Marfat.com

شیدا، آگہی، عرفی

شفائی کے علاوہ اس عہد میں شیدا فتح آبادی، آگہی خراسانی اور عرفی کی ہجویات بھی قابل ذکر ہیں:

شیدا فتح آبادی نے ہجو گوئی اور طنز نگاری کو اپنا پیشہ قرار دیا، اس نے قدسی کے ایک قصیدہ پر منظوم اعتراض کیا اور کہیں کہیں پھبتیاں بھی کسیں مگر یہ پھبتیاں ایسی ہیں کہ ان پر اخلاق کے نقطہ نظر سے حرف گیری نہیں ہو سکتی، مثلاً:

ای سخن سنج ہنرمند باندیشہ بسنج — نقد ہر حرف بمیزان خردبی کم وکاست
نالہ در سینہ ہوائیست کہ بی قصد رود — چونکہ از سینہ ہوا گیر شد از جنس ہواست
عالم از وی نشود تنگ و لیکن زملال — خلق عالم گر ازو تنگ نشیند بجاست
خود گرفتم کہ جہان تنگ شد از نالہ تو — کہ ز تنگی نظر از چشم نیارد برخاست
نیست ترتیب دو مصرع بہم ربط پذیر — کہ سیاق سخن از ہر دو باندیشہ جداست
تنگی عالم از نالہ نہ کیفیت اوست — کہ جہان تنگ ز اندوہ شدہ بر دلہاست
تنگی جا زکجا تنگی اندوہ کجا — بیشتر از تن و جان تفرقہ ای ہم پیداست

یہ اعتراضات قدسی کے اس شعر پر ہیں: ؎

عالم از نالۂ من بی تو چنان تنگ فضاست — کہ سپند از سر آتش نتواند برخاست

طالب آملی کی ہجو میں شیدا کہتا ہے:

شب و روز مخدومنا طالبا — پیٔ جیفۂ دنیوی در تگ است
مگر قول پیغمبرش یاد نیست — کہ دنیاست مردہ طالب سگ است

اس عہد کے دوسرے نامور شاعر آگہی خراسانی کی ہجو گوئی بھی اہمیت کی حامل ہے۔

خواجہ مکیاں کی ہجو میں آگہی خراسانی نے قطعہ ذیل موزون کیا:

Marfat.com

برمعین از بس نشانهای نجاست صد ہزار — اختر بدز آبلہ برروی آن بداختر است
روی زشتش از کثافت مطبخ نمرود را — کہنہ کف گیریست لیکن لایق خاکستر است

مولانا احمد طبسی جو مولانا احمد آتون کے نام سے مشہور ہے، صاحبقران کا معلم تھا، بالآخر نمک حرامی کی، آستان عالیشان سے روگرد ہوا اور روم چلا گیا۔ امیر خان نے جو اس وقت حاکم ہرات تھا صاحبقران سے شکایت کی کہ اس نے آپ کی اور پورے ہرات کی ہجو لکھی ہے۔ اس عداوت کی وجہ سے آگہی خراسانی نے ایک شہر آشوب میں احمد آتون کے لیے شعر ذیل موزون کیا:

احمد آتون گہی شیعی گہی سنی بود — چون غلیواجی کہ شش مہ مادہ شش مہ نراست

براؤن لکھتے ہیں(۱) کہ میرے پاس ایک عجیب وغریب کتاب "کتاب السفرہ فی ذم الریا" (مصنف کا نام ترکی شیرازی بتایا گیا ہے اور یہ چھوٹی سی کتاب ۴۸ صفحات پر مشتمل بمبئی میں لیتھو پر ۱۳۰۹ھ میں چھپی) کا ایک نسخہ ہے جس میں میزبانوں کی خود نمائی و نمود اور مہمانوں کی طمع اور دست درازیوں پر خوب نمک مرچ لگا کر فقرے چست کیے گئے ہیں۔ اشعار ذیل میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ خبریں کہ کس کی مجلس میں تر مال زیادہ ہوگا کس طرح مشہور ہوتی ہیں:

کنون بشنو از من یکی داستان — کہ رنگین تر است از گل بوستان
کسانیکہ گیرند عزای حسین — بمجلس نشینند باشور و شین
برای جگر گوشۂ فاطمہ — سیہ پوش گردند یکسر ہمہ
نمایند برپا عزا خانہ ہا — بگیرند عزای شہ کربلا
بہر گوشہ بزمی مہیا کنند — یکی مجلس لغز برپا کنند
مفرش نمایند صحن و اطاق — منقش نمایند طاق درواق
ہمہ گسترانند فرش لطیف — بچینند اسبابہای ظریف
گروہی زمردان اشکم پرست — نہ جام طمع جملہ بی خویش و مست
بایشان طمع کردہ زانسان اثر — کہ مانندۂ سکہ بر روی زر
بپیشانی خویش بنہادہ داغ — نمایند ازین گو نہ مجلس سراغ

(1)-A Literary History of Persia by Browne, E. G.vol -iv- p. 280

Marfat.com

یکی زان میان گوید ای همرہان — پسندیده یاران کار آگہان
من و حاجی عباس رفتیم دوش — سوی بزم آن شخص سبزی فروش
نبود اندر آن مجلس مختصر — بجز چاہی و قہوہ چیزی دگر
ندیدیم آنجا کس از مردمان — بجز بانی و یک دو تن روضہ خوان
نشستن در آن بزم نبود روا — کہ بی قند و چاہی ندار صفا
خداوند از آن بندہ خرسند نیست — کہ در مجلسش شربت قند نیست
ولیکن بروزی دہ انس و جان — فلان جاست بزمی چو بزم شہان
عجب مجلس خوب وراحت فزاست — یقین دانم آن مجلس بی ریاست
در آن بزم چاہی بود آق پر — ہمش قند یزدی بجای شکر
زنی پیچ قلیانہای بلور — کہ یا بدل از قلقل دی سرور
رود عطر تنباکویش چند میل — درخشد بسر آتشش چون سہیل
نخواہد در آنجا شود آب حرف — بجز شربت قند ولیموں وبرف
نمودہ است بانی عالیجناب — زہر کشوری ذاکری انتخاب
یک از ذاکران میرزا کاشی است — کہ گویند او روضہ خوان باشی است
دگر زان کسان ذاکر رشتی است — کہ دریای آواز راکشتی است
ذکر مان واز یزد بکرمان شہان — زشیراز و از شوشترو اصفہان
ہمہ موسیقی دان وخوش صوت ونغز — بود دیگران قشر وایشاں چو مغز
حقیقت عجب مجلس بی ریاست — بجان شمارفتن آنجا رواست
چو یاران کنند این سخن استماع — بدان بزم یکسر کنند اجتماع

عہد صفویہ میں آل بابر کی سرپرستی میں جو ادب پیدا ہوا اس میں فحاشی بہت کم ہے۔

قطعہ ذیل میں عرفی اپنے ان مخلص اور غیر مخلص دوستوں کی ہمدردی کا خاکہ پیش کرتا ہے جو اس کی علالت کے زمانہ میں عیادت کے لیے آئے تھے۔ منافقین جس انداز سے اسکی عیادت کرتے تھے اس سے عرفی کو بہت تکلیف ہوتی تھی اس نے اس قطع میں واقعے کی جو منظر کشی کی ہے وہ نہایت عمدہ اور کثافت سے پاک ہے:

فسانہ ای بشنو عرفی از من بیمار ‌ ‌ ‌ کہ باشدت بنفاق معاشران رہبر
زعاطفت بمکافات معصیت دوسہ زور ‌ ‌ ‌ مریض کردہ تنم را عداوت داور
حرارت لبتم از عاریت کند شاید ‌ ‌ ‌ کہ مستحیل شود آفتاب را جوہر
گرفت مالک دوزخ متاع قارورہ ‌ ‌ ‌ کہ بہر دوزخیان شربتی برد بسقر
نرفتہ یکسر مودرد برسر بالین ‌ ‌ ‌ ز نسخہ ہای اطبا نہادہ صد دفتر
من او فتادہ بدین حال و دوستان فصیح ‌ ‌ ‌ بدور بالش بستر نہادہ صد ممبر
یکی بریش کشد دست و کج کند گردن ‌ ‌ ‌ کہ روزگار وفا باکی کرد جان پدر
بجاہ ومال فرو مایہ دل نشاید بست ‌ ‌ ‌ کجاست دولت جمشید وملک اسکندر
محل رفتن دل باخدای داشتن است ‌ ‌ ‌ بجز خدای کن از ہرچہ ہست قطع نظر
یکی نبرمی آواز و گفتگوی حزین ‌ ‌ ‌ کند شروع و کشد آستین بدیدہ تر
کہ جان من ہمہ را این رہیست باید رفت ‌ ‌ ‌ تمام راہ روایم و دہر راہ گذر
یکی بجرب زبانی سخن طراز شود ‌ ‌ ‌ کہ ای وفات تو تاریخ "انقطاع ہنر"
فراہم آی و پریشان مدار دل زینہار ‌ ‌ ‌ کہ نظم و نثر تو من جمع میکنم یکسر
پس از نوشتن و تصحیح میکنم انشاء ‌ ‌ ‌ بمدعای تو دیباچہ ای تو درج گہر
چنانچہ ہستی فہرست دانش و فرہنگ ‌ ‌ ‌ چنانچہ ہستی مجموعہ ای صفات و سیر
کہ نظم و نثر در آویزم و فرو ریزم ‌ ‌ ‌ اگرچہ خضر کمال تو نیست حد بشر
خدای عز وجل صحتم دہد بیند ‌ ‌ ‌ کہ این منافقگان راچہ آورم برسر

عرفی کی نمایاں ذاتی خصوصیت یہ ہے کہ وہ مغرور، کم بین اور خود ستا تھا اس کے باوجود نہایت حاضر جواب اور ظریف الطبع تھا۔ عرفی کی ظہوری سے اکثر خط و کتابت رہتی تھی۔ ایک دفعہ ظہوری نے کشمیر کی شال تحفہ میں بھیجی، غالباً شال معمولی درجے کی تھی، عرفی نے جواب میں تین رباعیوں پر مشتمل ایک رقعہ لکھا جو شال کی ہجو میں تھیں۔ ایک رباعی ذیل میں نقل ہوتی ہے:

این شال کہ وصفش نہ حد تقریر است ‌ ‌ ‌ آیات رعونت مرا تفسیر است
نامش نکنی قماش کشمیر کزو ‌ ‌ ‌ صد رخنہ بکار مردم کشمیر است

Marfat.com

عرفی نے ایک مرتبہ اکبر کے عطا کردہ گھوڑے کی ہجو بھی لکھی جس کا ذکر آئندہ اوراق میں آئے گا۔ باوجود بدمزاجی اور غرور کے عرفی نے کسی کی ہجو سے اپنی زبان کو آلودہ نہیں کیا۔ بہت ممکن ہے وہ کسی کو اس لائق ہی نہیں سمجھتا ہو، اس لیے کہ کسی کی مذمت کرنا اس کی اہمیت کو منفی طور پر تسلیم کرنا ہے۔ ایک قصیدہ میں بہت جل کر کہا ہے تو صرف اس حد تک اکتفا کیا۔ ع

با من از جہل معارض شدہ نا منفعلی

Marfat.com

ھجو گوئی از اواسط قرن سیز دھم تا اواسط قرن چہار دھم ھجری

زندگی کی طرح ادب بھی ایک نامیاتی حقیقت ہے جو ماحول اور زمانہ کے مطابق مختلف طرز و روش اختیار کرتا رہتا ہے۔ صفوی دور میں زندگی چونکہ پر تکلف اور وضع دار تھی لہذا ادب میں بھی تکلفات کو شعوری طور پر بروئے کار لانے کی کامیاب کوشش کی گئی یہاں تک کہ یہ ایک خاص طرز بن گئی اور اس طرز خاص کو سبک ہندی کے نام سے موسوم کیا گیا اس لیے کہ اس کی داغ بیل ہندوستانی ماحول میں اور ہندی مزاج کے مطابق پڑی تھی۔ لیکن عہد صفویہ کے اختتام کے بعد تقریباً پچاس ساٹھ سالوں تک عبوری دور رہا، پھر جب سلسلۂ قاچاریہ کی حکمرانی ہوئی تو ایرانی ادبیات نے ایک نئی کروٹ لی۔ مغلوں کے عہد کی طرز اور سبک پر زوال آنے لگا۔ شاعروں اور مؤلفوں نے متقدمین استادان فن مثلاً منوچہری، فردوسی، عنصری، فرخی، انوری اور خاقانی وغیرہ کے افکار اور اظہار کے طرز و روش کا اتباع کرنا شروع کیا۔ پر تکلف سبک کا رواج تیموری عہد میں ہی ہو چلا تھا لیکن صفوی دور کی مضمون آفرینی، نکتہ سنجی اور جملہ بندی جو سبک ہندی کے نام سے مشہور ہوئی تھی ماند پڑ گئی اور ایران میں قدما کے اسلوب کی طرف رجوع کرنے کی تحریک شروع ہوئی جو ادبی بازگشت کہی جاسکتی ہے۔

گذشتہ ادوار کی مانند اس عہد میں بھی ہمیں چند آفت خوردہ شعرا کی آوازیں شعر میں ملتی ہیں۔ ایسے شعرا میں ایک وصال شیرازی ہے جسے فتح علیشاہ نے بر بنائے کسب کمال افراط دو ہزار تومان عطا کیا اور ایک سو چالیس تومان نقد اور پچاس خروار گندم سالانہ مستمر وظیفہ کے طور پر مقرر کر دیا۔ کچھ برسوں تک یہ وظیفہ وقت معینہ پر ملتا رہا لیکن بعدہٗ اس میں تاخیر ہونے لگی (۱)۔ تاخیر مستمری کی شکایت میں کئی شکوائی قطعات لکھے جن میں ایک یہ ہے:

حکومت معتمد الدولہ واحسان وزیر   گر بما سخت گرفتہ است خدایا تو مگیر
روز برنائیم از خوان عطا پروردی   شاید امروز بہ بخشی کہ شدم عاجز و پیر
رزق ہر روز زدیوان تو دارم دانگاہ   زیب دیوان من از مدح امیر ست و وزیر

---

(۱)۔ نہضت ادبی ایران در عصر قاچار، تالیف ابراہیم صفائی، طبع تہران، ص ۷۳۔

Marfat.com

پھر ایک قطعہ میں دفتر وظیفہ کی ہجو لکھتا ہے:

ای دفتر وظیفہ نہ، ای نام بی نشان — نقش تو درمیان نہ، ونام تو برزبان
من بست وعدۂ تو طلبگار رانفس — چونان کہ مژدہ ات زن وفرزند رازبان
اکنون اگر برات تو افتد بدست کس — ہرگز کسش زدست نگیرد برایگان

وصال شیرازی (متوفی ۱۲۶۲ھ) نے اپنے دوست اور ہمکار قاآنی کی مثل شیراز کے لوگوں کی شکایت لکھی۔ یہ ہجویہ اشعار اس کی اخیر زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ وصال شاکی ہے کہ شیراز کے لوگوں نے اس جیسے دانشمند بزرگ اور شاعر معروف کی قدر نہ کی اور حاسدوں نے اسے تکلیف پہنچانے کی کوشش کی:

چہ شد پارس کاہل وفائی ندارد — منہ دل برآن کاشنائی ندارد
مرو گر توئی اہل دانش در انجا — کہ کالای دانش روائی ندارد
بہ مرزی چہ پوئی کہ مردی نہ بینی — دہش نیز اہل دہائی ندارد
زشیراز ماتخم انسان نروید — بلی ہر زمین ہر گیائی ندارد
بجز خود پرستی حسودی نزاید — بجز شور بختی گدائی ندارد

وصال کا وظیفہ روک دیا گیا تھا لیکن پھر اس کا اجرا ہوا۔ اس کی اخیر زندگی میں سوائے وظیفہ کے اور کوئی دوسرا ذریعہ معاش نہ تھا اور اس میں بھی کچھ نہ کچھ رخنہ اندازیاں ہمیشہ ہوا کرتی تھیں۔ جب تک شجاع السلطنۃ فارس میں رہا وظیفہ وقت پر ملا کیا اور جب وہ خراسان چلا گیا تو محمد شاہ صاحب دیوان وزیر فارس کے زمانے میں بھی وظیفے میں تاخیر نہیں ہوتی تھی لیکن اس کے بعد خصوصاً معتمد الدولہ منوچہر خان گرجی کے عہد حکومت میں بہت تاخیر ہونے لگی۔ اس کی شکایت وصال نے محمد شاہ، حاجی میرزا آقاسی اور والی فارس تک کی۔ معتمد الدولہ کے زمانۂ حکومت میں شاعری کی شکایت کرتا ہوا وصال کہتا ہے:

کس نیست کہ گوید بمن ای بیہدہ گفتار — ای زشت بگفتار و بکردار و برفتار
گشتی ادب آموز و بدین گونہ سیہ روز — گشتی سخن آرا و بدین گونہ شدی خوار
چندانکہ تراکاست ہنر بیش فزودیش — ای برہمہ خواری ہنرمند سزاوار
دیوان تو انباشتہ از مدح بزرگان — درکیسہ نہ درہم بودت ہیچ نہ دینار

Marfat.com

زین پیش گروہی پی این کار برفتند ‏ سود ہمہ زین پیشہ و نفع ہمہ زین کار
شایستہ تری کس نہ چو ایشان ببر شاہ ‏ بایستہ تری کس نہ چو این قوم بدربار
امروز چو بازار ادب سرد بہ بینی ‏ آخر بچہ رو گرم بتازی تو بہ بازار؟

آئندہ اوراق میں اس عہد کے دوسرے معروف ہجو گویان قائم مقام فراہانی، قاآنی اور یغمائی جندقی پر روشنی ڈالی جائے گی۔

Marfat.com

قائم مقام فراہانی

میرزاابوالقاسم قائم مقام فراہانی (متوفی ۱۲۵۱ھ) متخلص بہ ثنائی میرزاعیسیٰ قائم مقام فراہانی (جومرزابزرگ کے نام سے مشہور تھے) کا بیٹا تھا۔ اس عہد میں ایران وروس کے درمیان کئی جنگیں ہوئیں اور ایران کو بھاری نقصانات برداشت کرنے پڑے۔ ۱۲۳۸ھ میں میرزا بزرگ کا انتقال ہوگیا۔ فتح علی شاہ کے حکم سے میرزاابوالقاسم کو اپنے باپ کے تمام امتیازات حاصل ہوئے۔ اسے بھی سیدالوزرا اور قائم مقام کا لقب دیا گیا۔ ابوالقاسم کو نائب السلطنہ ولی عہد کی وزارت ملی لیکن حاسدوں اور بدخواہوں نے اس کی جڑیں کریدنا شروع کیں۔ ایک سال کی وزارت کے بعد بدخواہوں کی سازشوں، ذاتی خودداری اور بعض امور میں ولی عہد سے نظریاتی اختلاف ہونے اور روس سے دوستی پیدا کرنے کے اتہام میں فتح علی شاہ کے وزیر عباس میرزا نائب السلطنہ کبیدہ خاطر ہوگئے اور میرزاابوالقاسم کو معزول کردیا گیا۔ تین سال تک تبریز میں بیکار بیٹھا رہا۔ اس نے شاہ اور ولی عہد کو اپنی بیگناہی کے اعتذار میں خطوط لکھے لیکن بدخواہوں کی وجہ سے اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس عہد میں کئی شکوائی قصیدے بھی ابوالقاسم نے نظم کیے۔

تین سال کی معزولی کے بعد ۱۲۴۱ھ میں دوبارہ نائب السلطنہ کا وزیر، ولی عہد کا پیشنہاد اور آذربائجان کا پیشکار مقرر ہوا۔ ۱۲۴۲ھ میں فتح علی شاہ روس کے ساتھ اعلان جنگ کی تجویز پر عوام کی رائے لینے کے لیے تہران سے آذربائجان گئے اور عوام وخواص کی ایک بڑی مجلس میں روس کے ساتھ جنگ یا صلح کی تجویز پیش کی گئی۔ عوام کا ہر طبقہ اور خواص کا ہر درجہ جنگ آزمائی کی حمایت میں تھا۔ جب بادشاہ نے قائم مقام کی رائے معلوم کرنا چاہی تو اس نے اظہار رائے سے پہلو تہی کی لیکن بادشاہ کے اصرار پر عوام کے خیال وتصور کے خلاف اور طاقت، مالی قوت وانتظام کے پیش نظر روس وایران کی باہمی جنگ کو ایران کے لیے نقصان دہ ثابت کیا اور کہا کہ ایران کو روس کے ساتھ صلح کرلینی چاہیے۔ قوم کے نظریہ کے خلاف رائے زنی کرنے کی وجہ سے لوگوں نے اس پر اعتراضات کیے اور اس کے رویہ کو روس کے ساتھ پوشیدہ دوستی بڑھانے پر محمول قرار دیا گیا اور اسے اس قدر متہم کیا کہ شاہ کا ذہن بھی پھر

Marfat.com

گیااور شاہ نے اسے برطرف کردیا۔ اس طرح قائم مقام دوبارہ معزول ہوااور چونکہ اس زمانہ میں ایران کی روس کے ساتھ جنگ تھی لہذا قائم مقام کا تبریز میں رہنا مصلحت وقت کے خلاف سمجھا گیااور اسے خراسان بھیج دیا گیا۔ قائم مقام مشہد میں مقیم ہو گیا۔

جب جنگ ہوئی تو قائم مقام کی پیش گوئیاں درست ثابت ہوئیں اور روس کی فوج تبریز پر بھی قابض ہو گئی۔ شاہ نے قائم مقام کو بلا بھیجا۔ پھر ایک صلح نامہ ولی عہد اور روس کے درمیان تیار کیا گیا۔ قائم مقام کو ولی عہد کے پاس بھیجا گیا کہ وہ جنگ بندی کا اعلان کر دیں۔ اب قائم مقام کو تیسری بار وزارت ملی اور آذربائجان میں نائب السلطنہ کے ساتھ تمام امور میں شریک رہا۔

فتح علی شاہ کی موت (۱۲۵۰ھ) کے بعد محمد شاہ نے تخت شاہی پر جلوس کیا۔ قائم مقام کو محمد شاہ نے ایران کی صدارت عطا کی۔ قائم مقام اپنی اہم سیاسی مصروفیات اور ملکی خدمات واصلاحی اقدامات کی وجہ سے درباریوں سے باہم اختلاط نہ رکھتا تھا جس کی وجہ سے شاید انہیں کچھ خسارا نہیں ہوتا تھا۔ قائم مقام نے اپنی بلند فکری اور مغرور طبعی کی وجہ سے کسی کی پروا نہیں کی اور تملق وچاپلوسی سے جو ایران کا شیوا رہا ہے ہمیشہ دور رہا۔ درباری اس کے خلاف ہوتے گئے اور بادشاہ کا کان بھرتے رہے۔ شروع میں تو اس کا کوئی اثر نہ ہوا لیکن جب قائم مقام ایک دوبار بادشاہ کی مجلس سے صرف اس بنا پر اٹھ گیا کہ وہ امور مملکت سے واقف نہیں تو اس حرکت سے بادشاہ کو قائم مقام کے بدخواہوں اور مخالفوں کی باتوں پر یقین آ گیا۔ روز بروز بدگمانی بڑھتی گئی اور بالآخر مخالفوں کی تحریک و تلقین پر بادشاہ نے اسے اپنے غلاموں کے ذریعہ ۲۴ر صفر ۱۲۵۱ھ کو قتل کروادیا۔

قائم مقام کی زندگی ہمیشہ پریشانیوں اور بدخواہوں کی عیب جوئی کی وجہ سے صعوبتوں کا شکار رہی۔ اس کے اشعار میں اس قسم کی ہجویں ملتی ہیں۔

قصیدہ ذیل زمانہ انفصال اور معزولی میں قلم بند کیا گیا۔ اس تین سال کی مدت میں کم ظرف لوگوں نے شاہ اور ولی عہد کو قائم مقام کا سخت دشمن بنا دیا۔ اشعار ذیل میں زمانہ، دوستوں کی فتنہ جوئی اور حکام عراق اور ولی عہد وشاہ کی شکایت و مذمت کی گئی ہے۔ قصیدہ مطلع ذیل سے شروع ہوتا ہے: ؎

ای بخت بد ای مصاحب جانم ای وصل تو گشتہ اصل حرمانم

Marfat.com

چند منتخب اشعار ملاحظہ ہوں:

چون طوق فشردہ تنگ حلقومم — چون خواب گرفتہ سخت دامانم
عمریست کہ روز وشب ہمیداری — بر خوان جفای چرخ مہمانم
ای شعبدہ گر فلک بشب بازی — ہر شام چرا کنی ہراسانم
گر رای تو بود اینکہ من یک چند — زان تربت آستان خدامانم
بایست بمن نہفتہ فرمای — زان روز کہ بود عزم تہرانم
نہ اینکہ بکام دشمنان سازی — رسوائی فرنگ و روم و ایرانم
افسوس کہ پیر گشتم و ہمباز — درکار جہان چو طفل نادانم
نہ سالک راہ و رسم تزویرم — نہ عالم افترا و بہتانم
نہ فن فساد و فتنہ می ورزم — نہ درس ریا و سمعہ می خوانم
نہ منشی کارہای مذمومم — نہ مفتی رازہای پنہانم
نہ مانع برگ عیش درویشم — نہ قاطع رزق جیش سلطانم
زانست کہ ہرزمان بلای نو — آید بسر از جفای دورانم

مذمت عمال آذربائجان

مرا تبریز تخیز است ولب از شکوہ لبریز است
چہ آذر ہا بجان ازملک آذربائجان دارم

چنان منت کشم از عامل سہلان و اسفہلان
کہ گوئی کشور کاشان وملک اصفہان دارم

زسربازان آتش باز خصم انداز تبریزی
ہزاران عرضچی در ہر گذر ازہر کران دارم

ہمہ جرارہا درچنگ وآتشپارہا درجنگ
کہ پیش حملہ شان پولاد را چون پرنیان دارم

بہ جنگ من کند آہنگ آن سرہنگ بی فرہنگ
کہ ہم عارست وہم ننگ آنکہ نامش برزبان دارم

Marfat.com

علی مردان مردودان کہن نامرد نامودود
کہ در اوصاف او صد داستان از باستان دارم
برات فوج شیران زان بمن شد در ہمہ ایران
کہ بہر طعمہ پندارند مشتی استخوان دارم

میرزا ابوالقاسم ہمدانی کی ہجو کرتا ہوا کہتا ہے:

من در تعب از اینکہ طعیم لعین است — او در طرب از اینکہ صنیعش سنیع است
فرق است میان دو ابوالقاسم کورا — احرار قرین این را اشرار قریع است
او روز و شب اندر بر خدام وجیہہ است — این دم مبدم اندر دم صمصام وقیع است

معز ولی کے زمانہ میں زمانہ اور بدخواہوں کی شکایت میں کہتا ہے:

بہر جا باشی و صد بد بہ بینی این بتر نبود — کہ این جا خاتم جم را بدست اہرمن بینی
نہال خدمت و کالای قدمت را درین کشور — پشیمانی ثمر یابی پریشانی ثمن بینی

ہجو زاہد و حاج میرزا آقاسی:

زاہد چہ بلائی تو کہ این رشتہ تسبیح — از دست تو سوراخ بسوراخ گریزد
حرف از دہن تست گز این سان بجہد تیز — یا تیز کہ از معدۂ نفاخ گریزد
من از تو گریزانم زیرا کہ روانیست — گر صاحب تقوی نہ زاد ساخ گریزد
در مذہب من از سگ گربہ بشد کمتر — شیری کہ چو گادش بزند شاخ گریزد
آن غوک غدیر است کہ از رودہ بترسد — وان موش بیابان کہ ز سلاخ گریزد..الخ

آصف الدولہ اور تمام فوجی افسران کی ہجو جو جنگ روس میں مقابلے کی تاب نہ لا کر میدان جنگ سے بھاگ چلے تھے:

بگریز بہنگام کہ ہنگام گریز است — رو در پی جان باش کہ جان سخت عزیز است
جانست نہ آنست کہ آسانش توان داد — بشناس کہ آسان چہ و دشوار چہ چیز است
ای خائن نان و نمک شاہ و ولی عہد — حق نمک شاہ و ولی عہد گریز است

Marfat.com

آن آهوی رم دیده که در یک شب و یکروز
از رود زکم آمده تا دیزج و دیز است

نه دشمن روس ست و نه در جنگ و جهاد است
بل تازه عروس ست و پی جمع جهیز است

آن صلح بهم برزن و از جنگ بدرزن
نه مرد نبرد است زنی قحبه و هیز است

گوید که غلام در شاهنشهم اما
باالله نه غلامست اگر هست کنیز است

حاشا که توان آهن و پولاد بریدن
با دشنهٔ چوبین که نه تند است و نه تیز است

در عز و غنا بین که بالف و بکرور است
در قدر و بها بین که نه فلس و نه پشیز است

دیگر

ما همه سر بر کفیم و گوش به فرمان
تاچه بود اقتضای رای ولی عهد

پشت بدادند آن چنان که تو گوئی
هیچ نبودند آشنای ولی عهد

طائفه بی بها که هیچ ندانند
قدر وجود گران گران بهای ولی عهد

وای بر آن ناکسان که شرم نکردند
نه ز ولی عهد و نه ز خدای ولی عهد

دشمن مال خدا و دین پیمبر
دوست جان خود و عطای ولی عهد

عباس میرزا ولی عهد کے مہردار حاج حیدر علی خان شیرازی کی ہجو:

جهاندارا خدیوا آن توئی امروز در عالم
که پشت چرخ گردوں پیش خدام تو خم باشد

کجا باشد سکون آن ذات مفسد را که افشاندش
بعین ہمچو عم در ملک شاہان بل اعم باشد

اگر از تخم اسلاف خود است این ناخلف لاشک
ز بیخ مرده شوشاخی که روید شاخ غم باشد

و گر از دیگران است الحق انصاف این بود که اکنون
بدست دیوزادی بدنژادی مہر جم باشد

از آندم کین جهود بدقدم رابسط ید داری
تراز حمت پیاپی درد و محنت دمبدم باشد

بیا این سفله را مالک کن و دستور مالک کن
که نحسی در سقر خوشتر که سعدی در سقم باشد

سپیدی نرکه داری باسیاه ماده سود اکن
که با جی خوشقدم بهتر ز حاجی بدقدم باشد

مرا زین در دبی درمان بود زین آستان حرمان
که خادم بی جهت محروم و خائن محترم باشد

چرا از دست زشت بدسرشتی زهر غم نوشم
که شهد از دست او زهر ست و او بدتر ز سم باشد

نه تنها من ز بیم چون تو سلطانی رمی دستم
کدامی جانور را نز نهیب شیر نر باشد

چرا ماراکشی رود شمن دین خدا راکش
مگر باید که صید تو همی صید حرم باشد

Marfat.com

دیگر

شکوہا دارم اما ز فلک زانکہ فلک — یار اوباش شود یاور او غاد بود
مسجد و منبر و محراب بہ حجاج دھد — گوشہ گیری ہمہ با سید سجاد بود
ندھد دولت و شغل و عمل آن را ہرگز — کہ نہ در صنعت اخذ و عمل استاد بود
مثل بندہ و این پیر مشعبد گوئی — مثل زال فریبندۂ فرہاد بود
یارب این زہد ریائی چہ بلائی بودست — کاین بلاہا ہمہ در خرقہ زہاد بود
آنکہ شہ کشت و شش کشت شہان را باید — حذر از ہر کہ ز تخم بد او زاد بود(۱)
ملک خود ایمن ازین بد کن کہ اکنون — ہمچو صید یست کہ در پنجہ صیاد بود

شاعر متخلص بہ بدیع کی ہجو جو غیر مانوس و خشن الفاظ کو فصاحت کی سند کے طور پر استعمال کرتا تھا:

ای بدیع آہستہ تر رو بس بدیعست اینکہ تو — شعر چو من شاعری را شاہد خود میکنی
من چنان گویم کہ حرف زشت راز یا کنم — تو چنان گوئی کہ لفظ خوب را بدمی کنی
گر بصد لفظ اندرون یک حرف من باشد خطا — تو بیک لفظ اندرون خبط و خطا صد میکنی
ورچہ ناید در عدد خبط و خطاہای تو لیک — سبحہ صد دانہ را بردار اگر عدمی کنی
جرم یاران چیست ہر جا خود تو از نابخردی — زشت را گر د آوری مقبول را ردمی کنی
ہمچنان کز ہرچہ در شہنامہ گفت استاد طوس — اکتفا بر لفظ جمشید مشدد می کنی
توبہ کن استغفر اللہ کفر محض است اینکہ تو — ژاژ احمق را قیاس از راز احمد می کنی
ہر خطائی را خطائی فاش تر آری دلیل — راست گوئی وضع فاسد را بافسد می کنی
خود چرا در سلک نظم و قید وزن آری سخن — ظلم محض است اینکہ مطلق را مقید می کنی
گر گنہ کردند ثابت کن وگرنہ بی ثبوت — بی گناہان را چرا حبس موید می کنی
چون دگر خربندگان از نعل و مقود باز گو — تو چہ حد داری کہ نعت تاج و مسند می کنی
تا کجا جہل مرکب ای بدیع آخر چرا — تو بدین ترکیب بحث از ذات مفرد می کنی
مرد دانا را بد آید زین سخنہا زینہار — روز بان در کام در کش گر خوشامد می کنی

---

(۱)- حاج حیدر علی خان کے باپ حاجی ابراہیم خان شیرازی اعتماد الدولہ کی طرف اشارہ ہے جس نے بادشاہ زند کا قتل کیا۔ فتح علی شاہ نے اسے آگ پر چڑھے دیگ میں کھولتے ہوئے پانی میں ڈلوا دیا۔

Marfat.com

ہجو

شیطان توئی ای حاجی و عیار توئی　　بیرون کن بوالبشر زگلزار توئی
اما کہ درین کارزیان کار توئی　　کو مالک خلد و ہالک نار توئی

رشتی علی ای وای کہ بدنام شدی　　بازیچہ کودکان حمام شدی
رفتی کہ کنی رام خودت رام شدی　　بااین ہمہ پختگی چراخام شدی

قائم مقام کا ایک غلام مسمی جلایر تھا۔ قائم مقام نے ایک ہزار ابیات پر مشتمل ایک مثنوی اسی غلام کی زبان میں نظم کی ہے جو ہزل آمیز، عامیانہ اور لغت و قوافی و عروض کی رعایتوں سے عاری ہے۔ اس مثنوی کی نظم و ترتیب کے محرکات میں اول یہ ہے کہ معاہدۂ ترکمان کے بعد عوام میں خادم و خائن کی بحث چھڑ گئی۔ قائم مقام نے اس مثنوی میں خادم اور خائن کو عوام سے متعارف کرایا ہے۔ دوسرے یہ کہ محمد میرزا ولی عہد نے علی شکر کی قلمرو کو قائم مقام کے جملہ املاک کے ساتھ غارت کر دیا اور روس کے ساتھ صلح ہونے پر تبریز آگیا۔ تیسرے عباس میرزا کی خدمات اور مزاحم سے فتح علی شاہ، تمام اولیائے سلطنت اور عوام الناس کو اس مثنوی کے ذریعہ واقف کرانے کی سعی کی ہے۔ ”جلایرنامہ“ کے ابیات بہت زیادہ فحش اور گالی گلوج سے پر ہیں۔

Marfat.com

قاآنی شیرازی

میرزا حبیب اللہ ۱۲۲۲ھ میں شیراز میں پیدا ہوا۔ شروع میں حبیب تخلص کرتا تھا لیکن جب شجاع السلطنہ محمد علی شاہ فرزند فتح علی شاہ کا ندیم و منشی مقرر ہوا تو شجاع کے دوسرے لڑکے اوکتائی قاآن میرزا سے انس والفت بڑھنے لگی۔ اس شاہزادہ نے بھی غایت محبت کا اظہار کیا۔ حبیب نے اسی اوکتائی قاآن میرزا کے نام کی مناسبت سے اپنا تخلص قاآنی اختیار کیا۔ قاآنی کی زندگی میں بھی ایسے واقعات ملتے ہیں جس نے اسے ہجو گوئی پر آمادہ کیا۔ یہ شیراز سے ایک طویل مدت تک دور دور رہا۔ شیراز کے قدیم دوستوں نے اسے بلایا۔ قاآنی واپس آیا اور کچھ دنوں تک اس کی زندگی خوش و خرم طور پر گذری لیکن دو تین سال بعد شیراز کے خواص اور دوسرے ادبا و شعرا اس سے جلنے لگے۔ ان کی اس حرکت سے قاآنی کی لطیف و نازک طبیعت کو بڑی تکلیف پہنچی۔ پھر ان ہی دنوں فارس کا حاکم بھی تبدیل ہو گیا اور اس کی جگہ پر معتمد الدولہ منوچہر خان گرجی مامور ہوا۔ یہ علم و ادب اور شعر و شاعری سے بے بہرہ تھا اور فضل و دانش سے بھی متصف نہ تھا۔ شاہ نے قاآنی کا جو وظیفہ مقرر کر رکھا تھا اسے گرجی نے معطل کر دیا لیکن بہت سعی کرنے کے بعد بازیافت ہوئی۔ قاآنی ان دنوں بہت پریشان رہا اور نہ صرف سامان معیشت سے تنگ حال تھا بلکہ اس تنگ حالی کی بنا پر اس دوشیزہ کو بھی طلاق دیدینا پڑا جس سے اس نے شیراز میں شادی کی تھی۔ ملک پارس اور یہاں کے عوام کی مذمت کرتا ہوا کہتا ہے:

گر تاج زر نہند ازین پس بسر مرا — بردر گہ امیر نہ بینی دگر مرا
او باز تیز پنجہ و من صعوۂ ضعیف — روزی بہم فروشکند بال و پر مرا
چون عقدۂ دلم نکشاید بملک پارس — باید کشید رفت سوی کاشغر مرا
از صد ہزار غصہ یکی باز گوئمت — خوانی مگر بسختی لختی جگر مرا
خواند مرا امیر امیران بہ کاخ خویش — ناخواندہ پاسبانش راند ز در مرا
فراش آستانش افشاند آستین — ہست آستین ازان رو بر چشم تر مرا

Marfat.com

مانم چرا بپارس کہ نبود در آن دیار — نی آب و خاک نی شتر و گاوُ خر مرا
از روز و شب گریزم اگر بہر روشنی — باید کشید منت شمس و قمر مرا

کلام میں قاآنی کی سی سلاست وروانی اور لحن موسیقی بہت کم شعرا کو نصیب ہوئی۔ قاآنی نے جابجا منظر کشی بھی کی ہے۔ ان میں کہیں بہار و خزاں کے نقشے ہیں کہیں ایرانی حمام کا ذکر ہے اور کہیں واعظوں پر چوٹیں ہیں، کہیں عشق و عاشقی کی بزم آرائی ہے اور کہیں دیگر واقعات۔ ان سب میں بے تکلفی کے ساتھ ہجو و ظرافت کے نقش و نگار بھی ہیں۔ واقعہ نگاری کا کمال یہ ہے کہ تمام جزئیات کو ادا کرتا ہے لیکن سلاست و صفائی اور روانی میں فرق نہیں آتا۔ ایک قصیدہ میں مزاح کے پیرایہ میں ہجو کے نیش پوشیدہ ہیں۔ ادائے مضمون میں بڑی بے تکلفی پائی جاتی ہے۔ تمہید کتاب میں ذیلی عنوان (د) "اقسام ھجو" کے تحت پورا قصیدہ نقل کیا جاچکا ہے۔ یہاں پر چند اشعار بطور قند مکرر درج کیے جاتے ہیں:

ماہ رمضان آمد، ای ترک سمن بر — برخیز ومرا سبحہ و سجادہ بیاور
واسباب طرف رابر از مجلس بیرون؛ — زان پیش کہ ناگاہ ثقیلی رسد از در
وان مصحف فرسودہ کہ پارینہ ز مجلس — بردی بہ شب عید و نیاوردی دیگر
باز آر وبدہ تاکہ بخوانم دوسہ سورہ — غفران پدر خواہم و آمرزش مادر
می خوردن این ماہ روانیست کہ این ماہ — فرمان خدا دارد و یرلیغ پیمبرؐ
درروزہ حرام است بہ اجماع ولیکن — رندانہ توان خورد بہ شب یکدوسہ ساغر
بیش از دوسہ ساغر نتوان خورد کہ تاصبح — بویش رود از کام و خمارش رود از سر
یا خورد بدان گو نہ بباید کہ ز مستی — تاشام دگر برنتوان خاست ز بستر
من مذہبم این است ولی وجہ میم نیست — وین کار نیاید بجزاز مرد توانگر
ناچار من و مصحف وسجادہ و تسبیح — وال دود شبان روزی و آن ذکر مقرر

اس کے بعد ایک واعظ صاحب کے مسجد میں آنے کا نقشہ کھینچتا ہے۔ ان کی سچی تصویر کے پیشکش میں طعن و طنز نمایاں ہیں۔ ریاکاری و ظاہرداری پر بڑی شدید چوٹ ہے:

دی واعظی کہ آمد درمسجد جامع — چون برف ہمہ جامہ سپید از پا تا سر
چشمیش بسوئ چپ وچشمی بسوی راست — تاخود کہ سلامش کند از منعم و مضطر

Marfat.com

زان سان کہ خرامد برسن مرد رسن باز | آھستہ خرامیدی و موزون و موقر
در محضر عام آمد و تجدید وضو کرد | زان سان کہ بود قاعدہ در مذہب جعفر
باری بہ شبستان شد و در صف نخستین | بنشست و قرآن خواند و بجنباند ہمی سر
فارغ نہ شدہ خلق ز تسلیم و تشہید | برجست چو بوزینہ و بنشست بہ منبر
وانگہ بر سر و گردن و ریش و لب و بینی | بس عشوہ بیاورد و سخن کرد چنین سر

ہجو اہل فارس

کاہ خسان چہ می خوری ای رخش رہ نورد | بار خران چہ می بری ای اسپ تیز گام
ہرگز نبودہ آب تو از منہل حسنان | ہرگز نبودہ کاہ تواز آخر لئام
دہ ماہ شد کہ خوی گرفتی بنای و نوش | وندر طویلہ خوردی و خفتی علی الدوام
نفرین کنم بپارس کہ از ساکنان او | واصل نگشت نعمت و حاصل نگشت کام
نہ ریش کس ز مرہم شان جستہ اندمال | نہ زخم کس زدارو شان دیدہ التیام
جز باد عجب شان ندمد ہیچ در دماغ | جز بوی کبر شان نرسد ہیچ بر مشام
رنجی مراکز ایشان گرز انکہ بشمرم | آن رنج ناشمردہ سخن می خود تمام

قطعہ ذیل میں حمام کی ہجو نظم ہوئی ہے۔ مزاح کا عنصر غالب ہے:

بگاہ بام چو برشد غریو کوس از بام | شدم بجانب حمام باشتاب تمام
پس از ورود بہ حمام عرصۂ دیدم | وسیع تر زبیابان نجد و وادی شام
نعوذ باللہ حمام نہ بیابانی | تہی زامن و سلامت لبالب از درودام
زہر طرف متراکم دد و وحوش و طیور | زہر طرف متراخم در او سوام وھوام
فضای تیرہ اش از بسکہ پر نشیب و فراز | محال بود درو بی عصا نہادن گام
زگند آب کہ یاج از براز می طلبد | تمام جستہ صداع و تمام کردہ زکام
بہ صحن او کہ بدی پر ز ببر و شیر و پلنگ | زخوف جان نہ شدی شخص بی سنان و حسام
زکثرت وزغ وسوسمار دیوارش | بدیدگان متحرک ہمی نمود مدام
بنورہ خانہ اش اندر جماعتی ہمہ عور | چو کودکی کہ بردن آید از مشیمۂ مام
قضیب در کف و از غایت برودت شان | بسان خائیہ حلاج رعشہ در اندام

Marfat.com

زبسکه پرده زعیب کسان درافگندی کسی نیافت که حمام بود یا نمام ... الخ

هجو ممدوح

آن کلاه نامرادی بر سر دانا نهد این قبای کامرانی در بر نادان کند
گاه آن بر خواری دانا دو صد بهتان زند گاه این بر یاری نادان دو صد برهان کند
در بر دانا اگر بیند لباس عبقری تار تارش را به سختی اره و سوهان کند
بر تن نادان اگر یا بد پلاس دیلمی موی مویش را بنرمی توزی و کتان کند
گه بکین ناصر خسرو فرو بندد کمر تا مراو را در بدخشان مجلس ازیمکان کند
گه سعا یتها کند درباره مسعود سعد تا مراو را در بهادر سکنه در زندان کند
گه نماید انوری را صخرهٔ اوباش بلخ تیره رای روشنش را چون شب تاران کند
گه کند فردوسی فردوس فکرت را غمی تا مران میمندی ناپاک را شادان کند
چون کند کفران نعمت آنکه در ده سال واند مدح بی انعام گوید شکر بی احسان کند
گر سگی یک هفته بر خوانی نیابد استخوان ؎ از پی تحصیل ستخوان ترک آن سامان کند

هجو

دوستی گفت عیب من با غیر من خود از عیب خود ابا نکنم
چون وی آهسته عیب من میگفت من همه اش عیب برملا نکنم
گویدم گر هزار عیب، دگر طبع بر عیب او رضا نکنم
آفریدش خدا بصورت هجو هجو او بنده چون خدا نکنم
ندهم شرح مختصر گویم من هجا را دگر هجا نکنم

هجو

نفس با عقل آشنا نه شود زاغ را نفرت ست از طوطی
سفله را گر هزار گنج دهی نشود رام جز که با لوطی

هجو ممدوح

ای کاش وعده های تو در صدق و راستی بودی چو شعر های من اندر ثنای تو

Marfat.com

اکنون مرا رسیده به خاطر لطیفه ای | از وعدهٔ دروغ کلاه قبای تو
جاوید تاکه هست بدیوان روزگار | نام ونشان مدح من و مرحبای تو
واردنهٔ کلاه که گفتی برای من | واردنهٔ قبا که ندادی برای تو
بگذشتم از کلاه و قبا چون شد آنکتاب | کش وصف کرد فکرت معجز نمای تو
اعدات از جفای تو یارب چه میکشند | گراین بود وفای تو با اولیای تو

دیگر

هفته ای می رود که چشم امید | از توام مانده همچنان درراه
بعد عمرت دراز گر زکرم | چون زبان قصه‌ام کنی کوتاه

هجو یغما جندقی

هفت اختر زن قحبه ونے گنبد دوات | پرگشته ززن قحبگی مرشد اشرار
آن شاعر زن قحبه که یغماش ستایند | شعرش همه زن قحبه وزن قحبگیش کار
گوئی همه زن قحبه از خویش نگوئی | فانی همه زن واز خود نه خبردار
زن قحبه تو زن قحبه تری از همه مردم | عالم همه زن قحبه مجهول وتو مختار
عکس تو فتاده در آئینه عالم | زانست که آید همه زن قحبه پدیدار
زن قحبه محالست که دست از تو بدارم | تا آنکه بزن قحبگی خود کنی اقرار

هجو

هرکه دستار بسر یک وجب است | گر نظام العلما و الفضلا ست
پیر ما هردوصفت را دارد | او مگر نیز نظام العلما ست

مسجد میں ایک زاہد کی عبادت گذاری کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ مذاحیہ طرز انداز، طنزیہ اظہار خیال اور چبھتی ہوئی ہجو گوئی قابل ملاحظہ ہے:

دوش چون سلطان چرخ گشت بمغرب بکین | جانب مسجد شدم ازپیٔ اکمال دین
دیدم درپیش صف پاک گہر زاہدی | چون قمرش تافتہ نور ہدی از جبین
سبحۂ ای صددانہ اش منطقۂ آسمان | خرقہ ای صدپارہ اش مقنعہ ای حور عین

Marfat.com

رشتہ تحت الحنک از بر عمامہ اش — حلقہ زنان چون افق از بر چرخ برین
راستی اندرو را بود اویس قرن — بلکہ اویس قرن نیز نبودش قرین
اوشدہ تکبیر گواز پیٔ عقد نماز — من شدہ تقلید جواز سر صدق و یقین
از پی تکمیل فرض بسملہ را داد عرض — مرغ صفت زد صفیر از پی اشباع شین
برسمت قاریان پنج محل وقف کرد — از زیر بسملہ تابہ سر نستعین
نیز از آنجا گذشت تا بہ علیہم رسید — یکدو سہ ساعت کشید مدّولا الضالین
مدہ لین دراز چون عمل اہل آز — مخرج ضاد غلیظ چون دل ارباب کین
گفتم از شب دو پاس صرف یک الحمد شد — پاس دگر ماندہ است پاس نگہ دار بین
موعد تریاک شد جیب سکون چاک شد — نفس بیکسو نہاد حرمت دین مبین
بودم دل دل کنان کز صف پیشین چلان — رختم واپس کشد واہمہ پیش بین
ناگہ پیر نزار پیر تراز روزگار — آمد وشد مرمرا جای گزین بریمین
صرفہ کنان دمبدم ضرطہ زنان پی بہ پی — صرفہ باخلاط جفت ضرطہ بغایت عجین
پیش چنان صرفہ ای رعد شدہ شرمسار — نزد چنین ضرطہ ای کوس شدہ شرمگین
از پی تلبیس خلق برکف افگندہ دلق — بلغم بینی وحلق پاک کنان ز آستین
ہیکل باریک اوتا بقدم جملہ کج — جبہ ای تاریک او تا بزنخ جملہ چین
من ز تحیر شدہ خندہ زنان زیر لب — لیک لب از روزہ ام تشنۂ ماہ معین
من شدہ از کردگار مرگ وراخواستگار — پیرز پروردگار ملتمس حور و عین
ناوک نفرین من شد ز قضا کارگر — راست چو تیراز کمان خواست اجل از کمین
ناگہ مانند قیر گشت سیہ رنگ پیر — وز رہ حلقوم پس زد نفس و اپسین
پیر بدان ضرطہ مُرد رخت ازین ورطہ برد — من شدم ازوی خلاص اوز تکالیف دین

قاآنی نے گلستان سعدی کے جواب میں کتاب "پریشان" لکھی۔ پریشان کے مطالعہ سے اس وقت کے بگڑے ہوئے معاشرے کی تصویر آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ اس میں ہجو ظرافت کے بہترین نمونے ہیں۔ گرچہ اس کا بیشتر حصہ فحش ہے لیکن چند قطعے فحشیات سے پاک ہیں اور بڑی خوبی کے ساتھ قاآنی کی نثر نگاری میں نظم ہوئے ہیں:

Marfat.com

ہجو خواجہ

ای خواجہ اگر پیر و ارباب سلوکی — برخیز و بدر پردۂ سالوس علی روس
سالوس کنی از پی ناموس ولیکن — سالوس تو آخر بدرد پردۂ ناموس
یادامن سالوس پرستان مده از دست — یا برسر میدان فنا خیز و بزن کوس
گر تشنہ آبی چہ روی جانب آتش — ور طالب فقری چہ روی از پی سالوس

قطعہ ذیل میں ایک حسین عورت کی مذمت کی گئی ہے جس کے سرین کوہ الوند کی چوٹی کے مانند تھے اور وہ ایسے لباس زیب تن کرتی تھی جس سے سرینوں کی نمائش ہو سکے:

گل نہادست بسر کین رخ گلگون من است — سرو بگرفتہ ببر کین قد موزوں من است
کوه الوند زدشت ہمدان دزدیده — زیر شلوار نہان کرده کہ این کون من است

قطعات ذیل میں ریاکاروں، ظاہر پرستوں اور مذہب کے جھوٹے دعویداروں کی مذمت کی گئی ہے:

ای بسا کس کز برون باشد چو سیمین خوش عیار — وز درو مانند سیم قلب سر تا پا غش است
ہر زمان از بہر سالوس و ریا در نزد خلق — سبحہ در دست و زبان در کام او در جنبش است
چون کسی گوید بدو کاخر چہ گوئی زیر لب — این چہ ذکر جانفزاد وین چہ ورد دلکش است
چشمگان مخمور سازد پس بصد غنج و دلال — سر بجنباند کہ یعنی دم مزن در وی خوش است

دیگر

چون زبانت نیست بادل آشنا — لاف ایمان محض کفر است و دغل
زشت باشد پارسائی خود پرست — سبحہ اش در دست و مینا در بغل

ای دیو ز کوی اہل توحید — چیزی نبری بزرق و دستان
ترسم کہ بجای پانہی سر — در خانقہ خدا پرستان

ای کہ گفتی مبین بصورت خوب — صورت خوب بہر دیدار ست
گوش اگر نشنود حکایت یار — بربنای گوش مردمان بار ست

Marfat.com

بر من مست چند طعنه زنی — آخر ای زاهد این چه آزاراست
گر عبادت بمردم آزاری ست — زان عبادت خدای بیزارست
من ز دریا روم تو از خشکی — بسوی کعبه راه بسیار است
نفس بیدار گفت دارم شیخ — نه چنانست نقش پندارست

دیگر

زهد ازان زاهدان بود بیزار — که رسانند خلق را آزار
فرقه حیله باز و زشت و فضول — کرده تفضیح شرع پاک رسولؐ
شرع را دام مکر و شیر کنند — تاکه آزار عمر و زید کنند
هر یکی خلق را ز خبث تمام — بقرآت همی دهد دشنام
نسبت لعنت دهند بخلق — عبن ملعون او کنند بخلق
تاکه عامی بدان قرآت شوم — گاه سرکرد شان کنند هجوم

Marfat.com

یغمای جندقی

میرزا ابوالحسن جندقی اپنی فحش ہجوؤں میں لفظ ''زن قحبہ'' بہت استعمال کرتا تھا اسی لیے زن قحبہ ہی کے نام سے مشہور ہو گیا۔ یغما کچھ زمانہ تک ایک بد مزاج اور بد زبان امیر ذوالفقار خان سمنانی کے یہاں منشیوں میں نوکر تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے فحش کلام کا مجموعہ ''سرداریہ'' کے نام سے مشہور ہے جو اسی امیر کے اشارے سے مرتب ہوا تھا اگرچہ یغما کے دیوان میں سنجیدہ اشعار کی بھی خاصی تعداد دستیاب ہے اور فارسی نثر میں بھی لاجواب مکتوب ملتے ہیں لیکن یغمای جندقی کی شہرت یا رسوائی تمام تر اس کی ہزلوں کی وجہ سے ہے۔

کلیات یغما کا پہلا حصہ نثر ہے۔ دوسرا النظم کا جو مندرجہ ذیل حصوں پر مشتمل ہے:

(۱) غزلیات قدیم (۲) غزلیات جدید (۳) سرداریہ (۴) قصابیہ (۵) کتاب احمد (۶) خلاصۃ الافتضاح (۷) صکوک الدلیل (۸) مراثی ائمہ (۹) ترجیع بند و ترکیب بند (۱۰) قطعات اور (۱۱) رباعیات۔

بالترتیب ۱، ۲ اور آٹھ یعنی غزل قدیمہ و جدیدہ اور مراثی بس یہی یغما کے سنجیدہ کلام کا حصہ ہے۔ یعنی کل کلام کا تیسرا حصہ۔ بقیہ کلام بجز صکوک الدلیل کے فحشیات اور گالی گلوج ہے۔ پھکڑ و فحاشی میں زن قحبہ کا لفظ یغما کا تکیہ کلام ہے۔ گرچہ یہ لفظ بھی کچھ ایسا مہذب نہیں ہے لیکن جیسی اور جس قسم کی باتیں اس کے اشعار میں موجود ہیں ان کے مقابلہ میں تو یہ لفظ ثقاہت مجسم معلوم ہوتا ہے۔ یغما اور قاآنی جیسے دو فحش گو شعرا کے دل میں شہدائے کربلا کا درد اور ان میں اس گہرے مذہبی جذبہ کا وجود ایک حیرت انگیز بات معلوم ہوتی ہے۔

سرداریہ، قصابیہ اور کتاب احمد میں بالترتیب سردار، قصاب اور احمد تخلص رکھا گیا ہے۔ خلاصۃ الافتضاح ایک مثنوی ہے جس میں شرمناک قصہ بیان ہوا ہے۔ ترجیع بند و ترکیب بند اور قطعات و رباعیات اکثر و بیشتر فحش ہیں۔

دیوان یغما جندقی کے طابع و ناشر نے ایک تمہید لگائی ہے اور رائے زنی کی ہے کہ ہزل آمیز زبان میں یغما نے اصلاح کی غرض پوشیدہ رکھی ہے، کسی کو تکلیف دینا اس کا مقصد

Marfat.com

نہیں بلکہ طعن و تشنیع کے ذریعہ نادانوں کو نصیحت کر کے راہ راست پر لانا چاہتا ہے۔ ہجو کے مقصد کی روشنی میں یغمائے جندقی کا مقصد مذکورہ بالا کوئی نئی بات نہیں، ہر ہجو نگار کا اولین مقصد اصلاح و تربیت ہی ہونا چاہیے۔ ذیل میں کلیات یغما کی کتاب سرداریہ سے کچھ ہجو یہ اشعار نقل کیے جاتے ہیں تاکہ یغما کی ہجو گوئی کے معیار کا اندازہ لگایا جا سکے:

شش جہت زن قحبہ بازار ست گوئی نیست ہست — واندرون زن قحبگی کارست گوئی نیست ہست
گر بدستار است باد کلہ زن قحبہ شیخ — کیر خر را نیز دستار است گوئی نیست ہست
سیم خود پدر رفت و سنگ افگند بر صوفی کول — واعظ زن قحبہ عیار است گوئی نیست ہست

دیگر

من نگویم آفرینش سر بہ سر زن قحبہ اند — جنس حیوان خاصہ ناطق بیشتر زن قحبہ اند

دیگر

ازین نرمادگان مردی وزین زن قحبگان مردم
شگفت آرم ز معجز بار غرساران کلۂ داری
دہد خاک ارہمی مردی و بارد مردی گردون
نخواہی دید ازین زن قحبہ مردم غیر غرسازی

دیگر

صوفی یکی زن قحبہ و بانی ازو زن قحبہ تر — این مسلمی زن قحبہ خشک آن کافری زن قحبہ تر
زن قحبہ اند این مردمان یعنی زنان مردمان — دان کز پی اینان چنان زینان ہمی زن قحبہ تر
باقطب و صوفی مر مرا حرفست کامیزش فتد — من مردم این زن قحبہ سگ من آدم زن قحبہ خر
دانی کبود آسمان وین خاک و شغل ہر دو آن — این افعی زن قحبہ خوار آن رعمی زن قحبہ کر

دیگر

ہان مگو صوفی ہمین دراعہ و دستار داشت — فضل را آگہ نیم زن قحبگی بسیار داشت
شیخ را منصف ستایند این خلاف راستی ست — بارہا دیدم کہ از زن قحبگی انکار داشت

Marfat.com

دیگر

غیر ارواح مکرم کہ برون از شمرند — ہمہ زن قحبہ نہاد آنچہ ز نوع بشراند
بمگو نسبت ہفتاد و دوملت بہ قیاس — کاز مودم ہمہ زن قحبہ وزن قحبہ ترند
خود باخلاق فزون گر بفزاید اندک — ور باخلاق کم افزون بکمال ھنرند
ور بصورت اگرت زاغ نمایند و اسیر — در حقیقت ہمہ بازان معانی شکرند
گر گدا رنج تقاضا بتوانگر ندہند — ور غنی عرض گدایان بمناعت نبرند
بسکہ زن قحبہ کہر درپی سلاخی مام — راست چون آب رزان خون برادر بخورند
من چنین پروز زن قحبہ ندیدم بخدای — در فراخای جہان و آنچہ درو جانورند
گوہر خود بخریدار دگر کش سردار — کاین حریفان ہمہ زن قحبہ وزن قحبہ خرند

یغما نے تمام بنی نوع انسانی کے کردار و گفتار اور اقوال و اعمال پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ اسے ہر طبقہ، ہر پیشہ، ہر قوم، ہر ذات اور ہر عمر و جنس کے انسانوں میں خامیاں نظر آئیں۔ وہ ان کی تمام خامیوں کو حساب و شمار میں لائے بغیر سبھوں کو "زن قحبہ" بمعنی فاحشہ و بدکار عورت کا لقب دیتا ہوا گذر گیا ہے۔ ہجو گوئی کا یہ ایک نیا طریقہ ہے کہ مخاطب اپنی خامیوں پر خود غور کرے کہ ہم پر کیوں ایسا ریمارک دیا گیا اور وہ کون سے عیوب ہیں جنہیں شاعر نے لفظ زن قحبہ میں پوشیدہ کر رکھا ہے۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں کسی طبقہ و جنس کے تمام عیوب کا پول نہیں کھلتا اور ان میں سے بیشتر عوام کی نگاہ سے پوشیدہ رہ جاتے ہیں۔ اگر مورد ہجو گوش جان سے باتوں کو سنے اور ان پر عمل کرے تو بلاشبہ معاشرے کی اصلاح ممکن ہو سکتی ہے۔

مثنوی "صکوک الدلیل" سید قنبر روضہ خوان کی ہجو ہے۔ موصوف ذوالفقار خان سردار کے وزیر میرزا بزرگ کی بیوی کے بھائی تھے اور بعد میں نواب مستطاب امجد والا بہاء الدولہ بہمن میرزا کے وزیر رہے۔ اس کتاب کی شان نزول اس طرح بیان ہوتی ہے کہ یغما نے ایک کتاب سید قنبر کی معرفت میرزا بزرگ مذکور کو کاشان سے بھیجی۔ سید قنبر نے مرزا بزرگ کو کتاب نہ بھیجوائی اور نہ خود ہی جا کر ان کے حوالے کی۔ یغما کو جب اس کی خبر ملی تو اس نے ایک طویل ہجو لکھ ماری اور سید قنبر کا لقب "رستم السادات" مشہور کر دیا۔ سید قنبر اس لقب سے بہت گھبرائے اور پریشان ہوئے۔ یغما نے مثنوی، صکوک الدلیل کا ایک نسخہ جو

Marfat.com

ظاہراً مدح اور باطناً ذم ہے سید قنبر کے پاس بھجوا دیا۔

یہ مثنوی دس بندوں پر مشتمل ہے۔ اوّل سات بندوں میں سید قنبر کے رستم السادات ہونے کے ثبوت میں براہین پیش کیے گئے ہیں۔ پھر تین تلبیسوں میں سید قنبر کی خصوصیات کو بالتشریح و تفصیل نظم کیا ہے۔ مثنوی کا آغاز ذیل کے دو بیت سے ہوتا ہے:

چرا گفتہ ای رستم گفتہ ای ازین گفتہ مانا کہ آشفتہ ای
باندیشہ درّ سخن سفتہ ام تو دانی بہ برہان سخن گفتہ ام

پھر برہان اول کا آغاز اس بیت سے ہوتا ہے:

اگر رفت رستم بمازندران بہ تیغ و کمند و بگرز و سنان

تلبیس اول بیت ذیل سے شروع کیا گیا ہے:

پس از عہد شش سال مہر و وداد ز طبع سخا پیشہ و خلق راد

وزیر سمنان کی ہجو میں کئی ترجیع بند اور ترکیب بند دیوان یغما میں ملتے ہیں۔ چند اشعار بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں:

ای دست وزارت از تو دربلا وی صدر صدارت از تو دروا
در تاخت چنانکہ می ندانی از خون یتیم خوان یغما
بانصرت ما مخالف دوست درکاوش ما معین رعدا
ایذا نشناسی از محبت با ذوق مگس چہ گوہ چہ حلوہ
دررو سیہی و زرد کوشی زن قحبہ تر از سپہرینا
آزاد پلنگ و شیر خوشتر کز ہیچو سگی کشیدن ایذا
نالم بخدا و غایت از خلق این پردہ زنم نہان وپیدا
کیر غنی و فقیر سمنان برکون زن وزیر سمنان

دیگر

با پیکر زشت و خلق نا خوب خود را داند بدی و محبوب
برمن رسد از گزند این مار از کرم کشید آنچہ ایوب
آقا رنجان و نوکر آزار مردم آغال وکشور آشوب

Marfat.com

عربش چو ہلاک زشت و زیبا مرگش چو حیات یار مطلوب
دیوانہ از و بتاب و عاقل بیگانہ ازو برنج ومنسوب
طرزش ہمہ سست وطور ناقص قولش ہمہ خام وفعل معیوب
او از تن خویش بانظام است زانگشت حصار گیرد دزکوب

ذیل میں یغما کی کچھ ہجویہ رباعیاں اور قطعے نقل کیے جاتے ہیں:

ہجو خواجہ

سقط شد خواجہ بیباک و غم نیست جہانی زندہ شد گروہی ہلاک است
بآب صوفئ سستند و بادش در آتش نانشان از باد وخاک است
زعیمی گفت ازین حوضش مشویند کہ صوفی خود نجس و آبش نہ پاک است
بدو گفتم کہ ای شیخ مقدس کہ تاکوشت دھان دریاوہ چاک است
گر آب چاہ نصرانی نہ پاکست جہود مردہ می شوئی چہ باک است

ہجو ممدوح

مرا سردار پشمی جبہ ای داد نہ آن را آستر اما نروئی
زفرط کہنگی بگذشتہ از آنک پذیرد یک سرسوزن رفوئی
بخود گفتم نگیرم ازوی آن گرگ نزین سگ کہنہ ای خواہم نئوئی
یکی از دوستانم گفت بستان مگر نشنیدہ ای از خرس موئی

خامہ را گفتم سرت کردم بپا ہجوی مگو آنچنان ہجوی کہ باید صادق فراش را
گفت من باین قلتبان را ہر چہ گویم مدحت است گفت فرض انکار مدحت گر زنی اوباش را

یکی پرسید از خواجہ کہ ای پیر عروست از چہ با بیگانہ جفت است
جوابش داد پیر خوش تکلم کہ کس در خانہ ای خواجہ بمفت است

ناصح بکتابی وکتاب من و تو سنگ است وصراحی انتساب من و تو
تو مردہٴ کوثری ومن زندہٴ می مشکل کہ بیک جو رود آب من و تو

Marfat.com

صوفی صفت بدر کی آخر تاکی — در صورت مردم سگی آخر تاکی
بر فرض حلال است گرفتم نہ حرام — درکیش تو زن قحبگی آخر تاکی

گرناصح خر زخوی خود برگردد — با صوفی سگ سیاق دیگر گردد
خود شرع وطریق راچہ نقصان چہ کمال — گر زانکہ سگی خشک و خری تر گردد

Marfat.com

باب ششم

هجو نگاران عصر حاضر

نئے فارسی ادب سے مراد وہ ادب ہے جو ایران میں ناصر الدین شاہ قاچار کے قتل (۱۸۹۶ء) سے لیکر محمد رضا شاہ پہلوی کی حکومت کے موجودہ دور تک بسیط ہے۔ یہ خالص دور مشروطیت یا انقلاب ایران کی پیداوار کہی جاسکتی ہے۔ یہ ایران کی تاریخ اور اجتماعی زندگی کی آئینہ دار ہے۔ نئے ایرانی ادب میں بالعموم اور جدید فارسی شاعری میں بالخصوص ایران کی سیاست اور معاشرتی زندگی پر طنزیات اور ہجویات ملتے ہیں۔ ایران میں ہجویات کی تاریخ میں نئے رجحانات کی وضاحت کے لیے اس عہد کی تاریخ کا ایک مختصر سا خاکہ پیش کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

سلسلۂ قاچاریہ کے فرماں روا ناصر الدین شاہ قاچار (۱۲۶۴-۱۳۱۳ھ) کی حکومت درباری تھی۔ حکمرانوں اور امرا کی عیاشی اور ان کے ظلم و استبداد نے عوام کے لیے تباہیوں اور بربادیوں کے دروازے کھول دیئے تھے۔ مغربی تہذیب و تمدن کی برکتیں ایرانی عوام تک چھاپہ خانوں کے قیام اور اخبارات و رسائل کے اجرا نیز ترجموں کے ذریعے پہنچنے لگیں۔ عوام میں بیداری آنے لگی اور تحریکیں شروع ہوئیں۔ حکومت کے استبداد اور اجتماعی خرابیوں کی اصلاح کے لیے قوم کے دردمند رہنماؤں نے اپنے کو سرفروشی کے لیے آمادہ کیا اور عوام کو بغاوت پر اکسایا اور میرزا رضا کرمانی نے ۱۸۹۶ء (۱۳۱۳ھ)(۱) میں ناصر الدین شاہ کو قتل کر دیا۔ اس کے جانشین مظفر الدین شاہ (۱۳۱۳ھ-۱۳۲۴ھ) سے اہل ملک نے بڑی بڑی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں لیکن اپنی کمزوریوں اور نالائقی اور جاہل و بے بصیرت درباری امرا کی وجہ سے غیر ملکی حکومتوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا رہا اور دوبارہ عوام میں حکومت کے خلاف غم و غصے کی لہریں اٹھنے لگیں۔ صدر اعظم امین السلطان روسی سیاست کی طرف مائل تھا۔ شاہ نے اس کو معزول کیا اور میرزا علی خان امین الدولہ کو منصوب کیا۔ درباریوں کی سازش سے اسے بھی معزول کرنا پڑا۔ امین السلطان پھر آیا۔ بادشاہ کے تین بار یورپ کا سفر کرنے سے حکومت کو قرض لینے کی نوبت آگئی۔ شاہ نے روس سے قرض لے کر شمالی ایران کے محاصل چنگی کو گرو رکھ دیا اور انگریزوں سے قرض لے کر جنوبی ایران کے تار ڈاک اور چنگی محاصل گرو رکھ دیئے۔

(۱)- نیا ایرانی ادب تا ۱۹ - ڈاکٹر ظہور الدین احمد، ص ۱۰۔

Marfat.com

اور بیرونی سلطنت ملک کے سیاسی واجتماعی مسائل میں دخیل ہو گئی۔ امین السلطان کے خلاف علما اور تجار نے احتجاج بلند کیا تو سلطان مجید مرزا عین الدولہ صدراعظم بنا۔ اسی عہد میں مشروطیت خواہوں کا زور بڑھنے لگا۔ صدراعظم کی جانب سے جور واستبداد زیادہ ہونے لگے۔ رہنماؤں کو قید بامشقت کی سزائیں دی گئیں۔ آخر عین الدولہ بھی معزول ہوا اور میرزا نصراللہ خان مشیر الدولہ نائینی صدارت کے لیے منتخب ہوئے۔ لیکن سامراجی حکومت کو ختم کرنے اور ملکی و شخصی آزادی حاصل کرنے کی جدوجہد اور زیادہ زور پکڑتی گئی۔ جگہ جگہ احتجاج اور مظاہرے ہونے لگے۔ حکومت میں عوام کو شریک کرنے کا مطالبہ زور پکڑتا گیا اور مظفرالدین شاہ کو جمہور کی طاقت کے سامنے جھکنا پڑا۔ ۵؍اگست ۱۹۰۶ء مطابق ۱۳۲۴ھ کو ایران میں مجلس شورائے ملی یعنی پارلیامنٹ کا وجود عمل میں آیا۔ مجلس شورای ملی نے قانون اساسی پاس کیا اور شاہ نے فرمان مشروطیت پر دستخط کر دیئے۔(۱)

پارلیمانی حکومت کے وجود میں آنے کے بعد بھی ملک کو امن وسکون میسر نہ ہو سکا۔ فرمان مشروطیت پر دستخط کرنے کے پانچ دن بعد مظفرالدین شاہ کا انتقال ہو گیا اور اس کے بیٹے محمد علی شاہ کو تخت پر بٹھایا گیا۔ اس نے بھی وہی رویہ اختیار کیا جو اس کے آباواجداد کا تھا۔ مجلس ملی اس کی نگاہوں میں بری طرح کھٹکتی تھی۔ چنانچہ اس نے مجلس کے ممبروں کے اختیارات پر دست درازی شروع کی۔ مشیر الدولہ کو معزول کر کے پھر امین السلطان کو مقرر کیا جو ایک آزادی خواہ کے ہاتھوں اسی سال قتل ہو گیا۔ اس کے بعد میرزا ابوالقاسم خان ناصرالملک صدراعظم بنے۔ مجلس کے نمائندوں کے دباؤ پر اس نے مشروطیت کے استقلال کے لیے کوشش کرنے کا وعدہ کیا لیکن بادشاہ نے اس کو قید کر دیا۔ آخرکار جمہور کا ایک گروہ تشدد اور دہشت پسندی پر اتر آیا اور قتل وخون ریزی کا بازار گرم ہو گیا۔ اس خونی ڈرامے کا عروج اس وقت ہوا جب ۲۳؍جون ۱۹۰۸ء (۱۳۲۶ھ) کو بادشاہ نے روسی قزاق خانہ کے افسر لیاخوف کی مدد سے مجلس پر بمباری کی اور پارلیامنٹ کو یکسر نیست ونابود کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن انقلاب کے سیلاب کو روکنے میں اس مرتبہ بھی حکومت کامیاب نہ ہو سکی اور شاہ کے استبداد سے بغاوت کی لہر دوڑ گئی۔ آزادی خواہ مجاہدین نے تبریز پر قبضہ کر لیا پھر آزاد فوج اکٹھا کر کے کرج کے مقام پر شاہی فوج کو شکست دیکر تہران پر قبضہ کر لیا۔ بادشاہ بھاگ کر روسی

---

(1)- The Press and poetry of Modem Persia by Browne E.G. p.1313.

Marfat.com

سفارت خانہ میں پناہ گزین ہوا۔ آزادی خواہوں نے محمد علی شاہ کے بارہ سالہ بیٹے احمد میرزا کو بادشاہ منتخب کر لیا اور مجلس ملی دوبارہ قائم ہوئی۔ محمد علی شاہ کو ۷۵ ہزار سالانہ وظیفہ دیکر روس چلے جانے کو کہا گیا۔ لیکن انہوں نے خراسان اور استر آباد کے راستے لوٹ کر روسی امداد کے ذریعہ دوبارہ تخت پر قبضہ کرنے کی ناکام کوشش کی۔ اس کا وظیفہ موقوف کر دیا گیا اور اسے یورپ بھاگنا پڑا۔

احمد شاہ کی تاج گذاری ۱۳۳۲ھ میں ہوئی۔ اس کے عہد حکومت میں داخلی حالت بد سے بدتر ہو گئی۔ قبائل نے مرکز سے انحراف کرنا شروع کیا۔ روسیوں کی دست درازیاں بھی بڑھتی ہی گئیں۔ جنگ عظیم اوّل (۱۹۱۴-۱۹۱۸ء) کے دوران روسیوں اور امریکیوں نے بالترتیب ایران کے شمال و جنوب کے علاقوں پر اقتدار جما لیا اور ایران میں مقیم جرمن اور آسٹریا کی فوجوں سے نبرد آزما ہوا۔ اغیار کی فوجوں سے ایرانی عوام پامال ہو گئی۔ ۱۹۱۹ء میں انگریزوں کے ساتھ ایک معاہدہ ہوا جسے قرارداد شوم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے مطابق مالی، فوجی اور محاصل چنگی کے تمام امور انگریز مشیروں کے تحت انجام پانے لگے۔ معاہدہ کی مخالفت ہوئی اور امریکہ کے اثر سے یہ معاہدہ منقطع ہو گیا۔

اسی درمیان ایران کے شمالی جانب سے رضا خان نے (۱۲۹۹ اش) اپنی فوجوں کے ذریعے تہران پر حملہ کر دیا اور سید ضیاء الدین وزیر اعظم کی مدد سے حکومت پر قبضہ حاصل کر لیا۔ رضا خان ۱۳۰۳ اش میں وزیر اعظم و وزیر جنگ ہوئے۔ مجلس شورای ملی نے ۱۳۰۴ اش میں احمد شاہ کو معزول کر کے رضا خان کو شہنشاہ تسلیم کر لیا اور بادشاہت کو ان کے خاندان میں موروثی تسلیم کر لیا گیا۔ گرچہ رضا شاہ کا عہد ترقیات کا عہد ہے لیکن اسے تشدد اور مطلق العنانی کا عہد بھی شمار کیا جاتا ہے۔ دوسری جنگ عظیم (۱۹۳۹ء-۱۹۴۶ء) میں ایران گرچہ جرمن کے ساتھ تھا لیکن روسیوں اور انگریزوں نے زبردستی ایران میں فوج لا رکھی اور بادشاہ کو ۱۳۲۰ اش میں ملک چھوڑنے پر مجبور کیا۔ اسی سال ان کے بیٹے محمد رضا شاہ پہلوی تخت نشین ہوئے اور اب تک حیات ہیں۔

اخلاقی اور تمدنی اعتبار سے عہد قاجاریہ پس ماندہ تھا۔ امرا عیاش تھے اور عوام مفلوک الحال، اقتصادی حالت بہت خراب تھی۔ رشوت عام تھی۔ عوام توہم پرست تھے۔ عورتوں میں حجاب کی سخت پابندی تھی۔ مذہبی اقتدار ملاؤں، واعظوں اور روضہ خوانوں کے ہاتھوں میں تھا۔ منشیات کا استعمال عام تھا۔ نیا ادب ان تمام عیوب و نقائص کے خلاف ایک صدائے احتجاج اور فرسودہ نظام حکومت کے خلاف ایک بغاوت ہے۔ سیاسی حوادث و واقعات پر بھی

Marfat.com

تنقیدیں ملتی ہیں۔ شعرا نے داخلی اور خارجی سیاست پر رائے زنی کی ہے۔ عورتوں نے بے حجابی اختیار کی تو بے حیائی کی حد تک فیشن پرست ہو گئیں۔ ازدواجی اور جنسی تعلقات نے انوکھے انوکھے روپ اختیار کیے۔ عورتوں پر نئے ادب میں کثرت سے ہجویں اور طنزیں ملتی ہیں۔ شادی کے طور طریقوں، ہوس کاریوں اور بے راہ رویوں کو بھی ہدف طنز بنایا گیا ہے۔

عہد جدید کے شعرا تین مختلف روشوں کے پیرو ہیں۔ ایک وہ جو متقدمین شعرا کی پیروی کرتے ہیں۔ دوسرے گروہ نے مغرب کی تقلید میں ہیئت و معنی دونوں میں نئی راہیں ڈھونڈ نکالی ہیں اور تیسرا گروہ پرانے جام میں نئی شراب پیش کرنے کا قائل ہے۔ یہ ہیئت پارینہ کی پیروی کرتے ہوئے جدید افکار و میلانات پیش کرتے ہیں۔

ایرانی فطرتاً مزاح نگار ہوتا ہے۔ عہد جدید کے ایرانی شعرا نے وطنی اشعار میں بھی مزاح سے کام لیا ہے جن میں وہ طنزیہ طور پر ایرانی عوام یا حکومت کو پن چھانے اور ان کی اصلاح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جدید دور ابتلا میں ایران میں متعدد جرائد ورسائل کا وجود عمل میں آیا جنھوں نے جبر واستبداد کے خلاف اہل وطن کے دلوں میں بغاوت کی آگ بھڑکا دی۔ اس عہد کے بعض شعرا نے اپنے حصول مقاصد کے لیے طنز وظرافت سے بھی کام لیا۔ یہ حربہ بہت کامیاب ثابت ہوا اور متعدد مزاحیہ جرائد ورسائل شائع ہونے لگے جن میں آذربائجان، کشکول، تنبیہ، بہلول، شیدا وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ صور اسرافیل کا مزاحیہ کالم "چرند و پرند" بھی اپنی بے پناہ طنزیات کی وجہ سے مقبول ہوا جو مرزا علی اکبر خان کے قلم کا رہین منت تھا۔ ان کے علاوہ عہد جدید میں بعض خالص مزاحیہ روزنامے مثلاً حاجی بابا، توفیق، بابا شمل اور چنگیز منصۂ شہود پر آئے۔ لیکن اب یہ روزنامے بند ہو چکے ہیں۔

ان جراید میں ملکی حکومت کے ظلم واستبداد اور سامراجی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں کو طشت ازبام کیا گیا ہے ساتھ ہی ملک کے معاشی، معاشرتی اور عمرانی مسائل کو بھی طنز ومزاح اور ہجو کے پیرایہ میں بڑے موثر طریقے سے پیش کیا گیا ہے۔

عہد جدید کی تنقیدوں، طنزیات اور ہجویات کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ ایک وہ جو سیاسی امور، حکومت، سرکاری اداروں اور سیاست سے وابستہ افراد سے متعلق ہیں جبکہ دوسرا حصہ معاشرتی و معاشی مسائل، رجحانات اور اجتماعی زندگی کو اپنا موضوع بناتا ہے۔ عہد جدید کی ہجویات و طنزیات کے دو مختلف رجحانات پر الگ الگ روشنی ڈالی جائے گی۔

Marfat.com

(الف) سیاسی مسائل سے متعلق ھجویات

جہاں تک ایرانی شاعری کا تعلق امرا یا سلاطین کے درباروں اور ان کی شخصی حکومت سے ہے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں رکھی جاسکتی کہ یہ فضا طنزیات کے لیے موزوں نہ تھی۔اس کے اسباب ظاہر ہیں لیکن جب سے ایران کی شخصی سلطنت معرض زوال میں آئی اور مشروطہ کی پذیرائی کے لیے ایران بغاوت اور انقلاب کا گہوارہ بن گیالوگوں میں آزادی فکر کا عنصر پیدا ہو گیا اور مختلف ہمسایہ قوتوں نے اپنی اپنی ریشہ دوانیوں سے ارض ایران کو ورطہ کشاکش میں ڈالدیا۔ایران کی شاعری میں زندگی اور نمو کے آثار پیدا ہونے لگے۔اس کا اثر خود قاآنی کے کلام میں ملتا ہے۔گو اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جہاں تک ہجو وہجا کا تعلق ہے قاآنی کا کلام بھی اس کے پیشرؤں کی مانند پست اور رکیک ہے۔

اقوام کے طبائع میں جب کبھی تضاد و تصادم پیدا ہوا اور ان میں بیداری کے آثار نمایاں ہوئے تو خیالات کا جمود اور قدامت دوستی یکلخت مفقود ہو گئی ہے۔ایران کی موجودہ شاعری کسرو انکسار کا نتیجہ ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ بیداری ملک وملت کی تاریخ میں ایک جدید اور روشن باب کا اضافہ کرتی ہے۔گو اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ وہ لطافتیں ،وہ نازک خیالات اور حسیات لطیف کی وہ مرقع کاری جو قدما اور متوسطین کا طرۂ امتیاز تھا دور حاضر کی شاعری سے تقریباً ناپید ہے۔ لیکن موجودہ شعر و شاعری میں زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ قوم کی خوابیدہ حمیت کو بیدار کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ شعرا کبھی کبھی فرسودہ راستوں کو اختیار کرنے سے اجتناب بھی کریں۔

شیخ فضل اللہ مشہور استبدادی مجتہد (جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے قوم کی آزادی کو سب سے زیادہ دام لگانے والے کے ہاتھ فروخت کرڈالنے کا ارادہ کیا تھا) کا ایک شاعر نے جو خاکہ کھینچا ہے اس کے چند اشعار ذیل میں درج کئے گئے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ نظم ۱۲ر جولائی ۱۹۱۹ء کو شائع ہوئی جس روز کہ سپہدار کی کمان میں رضاکاران ملی کا داخلہ تہران میں ہوا ہے:

Marfat.com

حاجی بازار هراج است هراج کو خریدار هراج است هراج
می فروشم همه ایران را عرض و ناموس مسلمان را
رشت و قزوین و قم و کاشان را بخریداین وطن ارزان را
یزد خوانسار هراج است هراج
کو خریدار هراج است هراج
طبل و شیپور علم را کی میخاد شیر و خورشید رقم را کی میخاد
تخت عجم را کی میخاد تاج کی مندجم را کی میخاد
اسپ وافسار هراج است هراج کو خریدار هراج است هراج

گویند مردمان اروپا که کذب وشید
باطینت اہالی ایران سرشته اند
هستند اگر نفوس اروپا چو مور نارد
ایرانیان به نسبت ایشان فرشته اند

ملک الشعرا بہار نے سر اڈورڈ گرے کو یوں مخاطب کیا ہے:

سوی لندن گذرای پاک نسیم سحری سخنی از من بر گو به سر اڈورڈ گری
کای خردمند وزیری که نپرورده جهان چون تو دستور خردمند وزیری هنری
نقش پیطرز بفکر تو بنقش بر آب رائ بزمارک بهررائی تورائی سپری
بر کشودی در صد ساله فرو بسته هند بر رخ روس و نترسیدی ز در بدری
زهی آن خاطر دانای رزین تو زہی فری آن فکر توانای متین تو فری

جرمنی کے باب میں ایرانیوں کو غلط فہمی تھی کہ یہ مسلمانوں کا دوست اور روس کا دشمن ہے لیکن ایرانیوں کے معاملات میں اس کی مداخلت بیجا نے سارا نقشہ پلٹ دیا اس ناخواندہ مہمان کی پذیرائی یوں کی گئی ہے:

مهمان تازه وارد ایران خوش آمدی بالای چشم جای تو المان خوش آمدی
ایران بخون ماند و بیگانگان بضیف ناخوانده میهمان سراین خوان خوش آمدی

Marfat.com

از بہر صید مرغ دل عاشقان زار — در دست دام و دانہ بداماں خوش آمدی
بادعوی حمایت اسلام و مسلمین — گشتی دخیل حوزۂ دزدان خوش آمدی
رندانہ یا بہانہ دار الفنون و بانک — نائل شدی بمقصد پنہان خوش آمدی

مرزا آقا خاں نے ناصر الدین شاہ قاچار کے خلاف ایک ہجو (غالبًا) فردوسی کی نظم (ہجو) پیش نظر رکھ کر لکھی تھی۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ نظم فردوسی کی نظم سے کہیں فروتر ہے:

اگر شاہ را بود حسی نہان — مرا ساختی بی نیاز از جہان
چو در خون او جوہر شرک بود — ز توحید اسلام خشمش فزود
مرا بیم دادی کہ در اردبیل — تنم را بزنجیر بندی چو پیل
زکشتن نترسم کہ آزادہ ام — ز مادر ہمی مرگ را زادہ ام

ایرانی شاعری کا موجودہ دور جس کے علم برداروں میں اشرف، مرزا، اکبر علی، بہار مشہدی، عارف قزوینی، پور داؤد، مرزا حسین کمال کا نام لیا جا سکتا ہے اور جن کے کلام کا جستہ جستہ نمونہ پیش کیا گیا ہے متقدمین اور متوسطین کی کہنہ شاہراہ سے علیحدہ نظر آتے ہیں۔ لیکن باوجود ان تمام امید افزا توقعات کے جو اس دور کے ساتھ وابستہ کی جا سکتی ہیں پروفیسر براؤن کا یہ مقولہ بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا:

> "یہ نظمیں اپنے اوصاف اور خوبیوں میں مختلف اور متنوع نظر آتی ہیں اور گو ان میں سے بعض ایسی ہیں جو محمد علی کے عزل کے بعد اور اس کے صغیر السن فرزند سلطان احمد کی تخت نشینی کے دوران میں لکھی گئی ہیں۔ بہ حیثیت مجموعی یہ قدیم طرز شاعری کی ترجمان ہیں اور ان نظموں میں جو ہجو اور ہزل سے متعلق ہیں زبان کی وہی رکاکت پائی جاتی ہے جو قدیم ہجویات و ہزلیات میں نمایاں ہے (۱)"۔

سید اشرف الدین دور مشروطیت کے مایہ ناز شاعروں میں سے ہیں۔ روزنامہ "نسیم شمال" انہیں کی ادارت میں شائع ہوتا تھا اور اسی مناسبت سے ان کا نام بھی عرف عام میں "نسیم

(۱)۔ طنزیات و مضحکات تالیف رشید احمد صدیقی ص ۴۴

Marfat.com

شمال"، مشہور ہو گیا۔ دور مشروطیت میں اشرف کا قلم اپنے مخصوص طنزیہ انداز میں سیاسی ریشہ دوانیوں اور استبدادیت کا پردہ بے باکانہ انداز میں چاک کرتا ہے۔ ایک نظم میں شیطان استبدادیت کی شکست پر ماتم اور غم وغصے کا اظہار کر رہا ہے، ایک بند:

گفت شیطان دغا، آخ چکنم واخ چکنم — گشت مشروط بپا، آخ چکنم واخ چکنم
مرغ مشروطہ بہ گلزار وطن شہپر زد — معدلت بر رگ شریان ستم خنجر زد
نام مشروطہ بہ چشم ظلمہ خنجر زد — مستبد گشت فنا، آخ چکنم واخ چکنم

۱۲ر جون ۱۹۰۹ء کو قومی رضاکاروں کی ایک جماعت سپہدار کی کمان میں تہران میں داخل ہوتی ہے۔ اسی مناسبت سے ایک نظم نسیم شمال میں اسی دن شائع ہوئی۔ اس میں شیخ فضل اللہ مشہور رجعت پسند مجتہد کی وطن فروشی کا حال اس کی زبان سے ظاہر کیا گیا ہے۔

دشمن فرقۂ احرار منم — قاتل زمرۂ احرار منم
شیخ فضل اللہ سمسار منم — دین فروشندہ بازار منم
مال مردار ہراج است ہراج — کو خریدار ہراج است ہراج

از اشعار سیاسی اشرف الدین در بدبینی از اوضاع:

چہ خوش بود مشروطہ برپا نمی شد — درین مملکت شور وغوغا نمی شد
چہ خوش بود از خون پاک جوانان — چنین سرخ این کوہ و صحرا نمی شد
چہ خوش بود در پارلمان بہر ملت — وکیل طمع کار پیدا نمی شد
چہ خوش بود از مجتہد ہای نامی — بجز حرف حق آشکارا نمی شد
چہ خوش بود از صاحبان مناصب — بجز حفظ و اصلاح پیدا نمی شد
چہ خوش بود در رشت و تبریز و قزوین — نفاق از رفیقان ہویدا نمی شد
چہ خوش بود در خانہ ہای خرابہ — سخن از فرنگ و اروپا نمی شد

خطاب بہ فرنگیان

اے فرنگی من مسلمانیم جنت مال ماست
در قیامت حور و غلمان ناز و نعمت مال ماست

Marfat.com

ای فرنگی اتفاق و علم و صنعت مال تو　　عدل و قانون و مساوات و عدالت مال تو
نقل عالم گیری و جنگ و جلادت مال تو　　حرص و بخل و کینه و بغض و عداوت مال ماست
خواب راحت عیش و عشرت ناز و نعمت مال ماست

ای فرنگی از شما باد آن عمارات قشنگ　　افتتاح کارخانه اختراعات قشنگ
با ادب تحریر کردن آن عبارات قشنگ　　جهل بی‌جا شور و غوغا فحش و تهمت مال ماست
خواب راحت عیش و عشرت ناز و نعمت مال ماست

گر زنی بی سیم از دریا بساحل تلگراف　　گر کنی خلق غرامافون و سیما توگراف
در نمائی بهر خود از اطلس و مخمل لحاف　　سندس و ستبرق اندر باغ جنت مال ماست
خواب راحت عیش و عشرت ناز و نعمت مال ماست

ای فرنگی کشتی جنگی دریائی ز تو　　راه آهن علم طی الارض صحرائی ز تو
در هوا بازور زیلین عرش پیمائی ز تو　　در زمین بی‌عاری و جهل و فلاکت مال ماست
استراحت خواب راحت عیش و عشرت مال ماست

اختراعات جدید و علم و صنعت زان تو　　از زمین بر آسمان رفتن زحمت زان تو
مکتب و تشویق بر اطفال ملت زان تو　　غوطه خوردن اندرین دریای ذلت مال ماست
خواب راحت استراحت ناز و نعمت مال ماست

شیخ عبدالقادر از ما شافعی از ما بود　　مالک از ما حنبل از ما یافعی از ما بود
بوحنیفه بو حریره رافعی از ما بود　　اختلاف اعتقادات جماعت مال ماست
خواب راحت استراحت ناز و نعمت مال ماست

شیخی از ما بابی از ما پطرونا پلیون ز تو　　دهری از ما صوفی از ما مکتب و قانون ز تو
خرقه و عمامه از ما کشتی و بالون ز تو　　گم شوی احمق مجاز از تو حقیقت مال ماست
حور و غلمان باغ رضوان عیش و عشرت مال ماست

آن شنید ستم حسین کرد با جنگ نبرد　　شد روان از اصفهان هندوستان را فتح کرد
در فرنگستان کجا دارد چنین شیران مرد　　رستم و گودرز یل با آن شجاعت مال ماست
خواب راحت استراحت ناز و نعمت مال ماست

Marfat.com

گرچه در ظاہر مسلمانیم باطن کافریم — فکر حق خصم دیں غافل ز روز محشرم
مال موقوفات را چون شیر مادری خوریم — باوزیران گفتگوی رمز و خلوت مال ماست
باغ رضوان حور و غلمان ناز و نعمت مال ماست

مثنوی ذیل بہ عنوان "ملت فروش" میرزا حسن خان وثوق الدولہ رئیس الوزرا کی ہجو میں ہے جو ایران وانگلینڈ کے درمیان قرارداد کا عاقد تھا۔

یکی را ز تن جامہ در دزدگاہ — بکندند از کفش پاتا کلاہ
پس آن گاہ آن روز تا شب دوید — کہ تا بردھی نیمہ شب در رسید
بشد در سرای خداوند دہ — کہ "چیزی مرا ای خداوند دہ
کہ تا پوشد اندام خود این غلام" — بُد اندر دھانش ھنوز این کلام
کہ آن خواجہ خدمت گذاران بخواست — بگفتا: "کنون کین غلامی زماست
سحر گہ ببازارش اندر برید — فروشید و نقدینہ اش آورید"
چو آن بی نوا این سخن برشفت — سر از جیب حیرت برون کرد و گفت
بگفتم غلامم کہ تن پوشیم — نگفتم غلامم کہ بہ فروشیم
دلم بس بکردار آن خواجہ سوخت — کہ ما را بنام غلامی فروخت
نوشتم من این قصہ را یادگار — کہ تا یاد دارد و را روزگار

عشقی کی ایک مشہور نظم "آیدال عشقی" ہے۔ یہ نظم ان دنوں لکھی گئی جب عوام میں بیداری عام ہو چلی تھی اور عوام جمہوری نظام میں اپنا سربراہ رضا خان کو چاہتے تھے۔ "آیدال عشقی" تین حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصہ میں ایک دیہاتی لڑکی کو ایک تہرانی امیرزادے کے ذریعہ اغوا کر لیے جانے کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ دوسرا حصہ معصوم لڑکی کی خودکشی کے احوال سے متعلق ہے اور آخری حصہ میں اس وقت کی ایرانی معاشرتی بدحالی اور اخلاقی پستی وذلالت سے بیزاری اور منافرت کے جذبات کو اغوا شدہ لڑکی کے باپ کی زبان میں ادا کیا گیا ہے۔

عشقی نے ایک ہجو بہ عنوان "جمہور نامہ" لکھی جس میں سیاسی نظام سے بےزاری اور اختلاف کا اظہار ہے۔

Marfat.com

عشقی کی نظمیں سماجی استبداد کے خلاف ایک بغاوت اور برگشتگی ہے۔ غریبوں اور ناداروں کو تکلیف میں دیکھ کر اس کا دل دکھتا ہے۔ ایک مختصر نظم "عید کارگران" اس کے ثبوت میں کافی ہے:

برکارگر نہ کار بیکار نوروز بود بلای جان سوز
هر روز که یک غنی به میرد فیروز و مبارکست آن روز
گر جمله اغنیا به میرند گردد همه روز عید نوروز

عوام نے مشروطہ سے خوش حالی و فارغ البالی کی جو امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں وہ پوری نہ ہو سکیں اور ملک میں افلاس، غربت، بیکاری اور ناداری بدستور قائم رہی۔ منارہ خانم نے ملک کی بدحالی کا ذکر اپنی ایک نظم "هوپ هوپ" میں کیا ہے جو لوک گیت ہونے کی وجہ سے عام بول چال کی زبان میں لکھی گئی ہے۔ ایک بند:

نه نه جان خوب بودم خواب دیدم ماه رمضان شد نه نه جان
.... نان و گوشت از راه شد نه نه جان
خواب من دروغ بود نه نه جان هر چه دیدم دوغ بود نه نه جان

استبدادی حکومت کے رکن شراب و کباب میں مست ہیں اور جیبیں بھرنے کی فکر میں مبتلا۔ ہر طرف خود غرضی و نفس پرستی کا دور دورہ ہے۔ اشرف کا دل اس افسوسناک حالت پر کڑھتا ہے اور "خبردار" کے عنوان سے ایک نظم لکھتا ہے:

بعد از نماز یا شیخ مشغول ذکر خودباش هر کس بفکر خویشه تو هم بفکر خود باش
در روزگار هر کس مشغول کار خویش است بلبل به نغمه خوانی، عقرب به فکر نیش است
ریشو بفکر بی ریش کوسه بفکر ریش است هر کس بفکر خویشه تو هم بفکر خود باش

معزول شدہ محمد علی شاہ دوبارہ تخت حاصل کرنے کی کوشش میں بری طرح ناکام ہوتا ہے۔ ایک رجز میں اس کے جذبات کی ترجمانی طنزیہ انداز میں کی گئی ہے:

منم مرد مشهور، بی ننگ و عار که بودم همیشه بخواب و خمار
اگرچه پراگنده گشته شکم ولی گردنم آب شد دنبه دار
اگر سوی تهران نمایم گذار کنم جمله را شقه قصاب وار

Marfat.com

بہارؔ مشہدی کی مندرجہ ذیل نظم حافظؔ یا کسی کلاسیکی شاعر کی غزل کی پیروڈی ہے۔ مجازی رنگ کے باوجود طنز اور سیاسی تلمیحات قابل غور ہیں:

دل فریبان کہ بروسیہ دل جا دارند ‌ ‌ ‌ مستبدانہ چرا قصد دل ما دارند
دلبران خودسر و ھرجائی و روسی صفتند ‌ ‌ ‌ ورنہ در خانۂ غیر از چہ سبب جا دارند
گاہ لطف است و خوشی گاہ عتاب است و خطاب ‌ ‌ ‌ تا ازین ہمہ پولتیک تقاضا دارند
خوبرویان اروپا زچہ مردان ما ‌ ‌ ‌ حیلہ سازند گر اعجاز مسیحا دارند
گرچہ در قاعدۂ حسن سیاسات جمال ‌ ‌ ‌ مسلک آنست کہ خوبان اروپا دارند

مجلس ملی یعنی پارلیمان کے ممبروں کی خودغرضی اور نفس پرستی پر روحانیؔ نے ذیل کی رباعی میں بڑے ظریفانہ انداز میں تنقید کی ہے:

گر کار بمجلس وکلا کم کردند ‌ ‌ ‌ در آخر کار کار حاتم کردند
باج و خرواسپ و گاو را بخشیدند ‌ ‌ ‌ آسایش نوع خود فراہم کردند

ایران کی تباہ حالی پر دانشؔ کا ایک قطعۂ طنز کی اچھی مثال ہے۔ تاریک شب میں جبکہ طوفان اور برق و باران کا زور بڑھا ہوا ہے شاعر اپنے گھر کا راستہ بھول جاتا ہے۔ ناگاہ ایک خضر صورت مل جاتے ہیں۔ اس کے بعد کیا ہوتا ہے؟ شاعر کی زبانی سنئے:

گفتم کہ خضر راہ تو من ماندۂ نزار ‌ ‌ ‌ ہستی تمام گم شدگان را تو دستگیر
ویرانۂ وزیر مرا مقصد است لیک ‌ ‌ ‌ از ہم رہاہ جدا شدہ افتادہ ام بگیر
آھی کشید پیر و چنین گفت در جواب ‌ ‌ ‌ با چہرۂ گرفتہ و با لحن دلپذیر
در سرزمین ایران ہر جا کہ بنگری ‌ ‌ ‌ باشد خرابہ شہ و ویرانۂ وزیر

مجلس شوری ملی کے چودھویں دور میں بیشتر سابق نمائندے دوبارہ منتخب ہو کر مجلس میں آئے۔ اس موقع پر محمد حسن رہیؔ کو بڑی مایوسی ہوئی۔ چنانچہ اس نے ایک طنزیہ قطعہ بعنوان "طلابۂ مجلس چہاردھم" لکھ کر روزنامہ باباشمال میں شائع کیا۔ یہ قطعہ رودکی کے مشہور قصیدے "بوی جوی مولیان آید ہمی" کی بڑی کامیاب پیروڈی ہے:

بوی گل از بوستان آید ہمی ‌ ‌ ‌ روز وصل دوستان آید ہمی

Marfat.com

جای آہنگ بہارستان کند زی چمن سروحمان آید ہمی
باز با فرخندگی چو پور زال فرّخ از زابلستان آید ہمی
آصف از مغرب رسد دیوانہ وار منصف از مشرق دوان آید ہمی

ایرانی صحافیوں کا ایک وفد لندن سے لوٹ کر آتا ہے۔ ذیل کے اشعار میں عبداللہ رازی ہمدانی نے ان کا خیر مقدم کیا ہے۔ طنزیہ لہجے کی نشتریت قابل غور ہے:

خیر مقدم ای مدیرانی کہ لندن دیدہ اید ماہاروی بوین و شکل ایدن دیدہ اید
گاہ اندر مجلس دعوت گہی اندر گلوب رسم آزار و ستم، فن دریدن دیدہ اید
بوق استعمار را باگوش خود بشنیدہ اید ہمچو زالو خون مظلومان مکیدن دیدہ اید

غیر ملکی ریشہ دوانیوں کو طنزیہ انداز میں طشت از بام کرنے کا جو طریقہ ایرانی شعرا نے اختیار کیا تھا وہ بہت کامیاب ہوا اور ایران سے باہر بھی بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا گیا۔ مشہور مستشرق پروفیسر براؤن نے جگہ جگہ ان نظموں کی خوبیوں کو سراہا ہے۔

میرزا عباس خان متخلص بہ فرات نے قطعہ ذیل ۱۳۳۹ھ میں سید ضیاء الدین وزیر کی مذمت میں نظم کیا:

سیدی شد براسپ بخت سوار واندرین جلگہ چند روزی تاخت
چون سواری نکردہ بود اورا اسپ درحین تاختن انداخت
نابلد بود واندرین بازی اولین وحلہ نقد ہستی باخت
خانہارا خراب و ویران کرد گفت "باید عمارت نوساخت"
دید از عہدہ برنمی آید "رفت ومنزل بدیگری پرداخت"

مندرجہ بالا اشعار سعدی کے درج ذیل شعر کی تضمین ہے:

ہر کہ آمد عمارت نو ساخت رفت ومنزل بدیگری پرداخت

فرخی یزدی نے قصیدۂ ذیل میں وثوق الدولہ کی قرارداد پر چوٹیں کی ہیں:

داد کہ دستور دیو خوی ز بیداد کشورجم را ببادبی ہنری داد
داد قراری کہ بی قراری ملت زان بفلک می رسد زولولہ وداد

Marfat.com

کاش یکی بردی این پیام بدستور | کی ز قرار تو داد عہد تو فریاد
چشم بدت دور وہ چہ خوب نمودی | خانۂ مارا خراب و خانہ ات آباد
کاخ کز رسس کہ بود سخت چو آہن | بارۂ بہمن کہ بود سخت چو فولاد
سر بسر آن را بہ زور پای فشاری | دست تو ازین گرفت وکند ز بنیاد
درماتنہ بیستم کہ زنگی افریک | گشتہ ز زنجیر و بند بندگی آزاد
خواجہ مادست بستہ پای شکستہ | یکسرہ مارا بقتل گاہ فرستاد
ہمتی ای ملت سلالۂ قارن | غیرتی ای مردم نبیرۂ گشواد
تانہ شود مرز دارپوش چو بصرہ | تانہ شود کاخ ارشیر چو بغداد

۱۹۲۲ء کے بعد ابوالقاسم لاہوتی کی نظموں میں باغیانہ انداز اور تشدد پسندی آ گئی۔ یہ مارکسی تعلیمات کا اثر ہے کہ اس نے اپنی جبلتوں کو سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے میں مصروف کر دیا۔ اسی قبیل کے دوانوکھے شعر ذیل میں نقل ہوتے ہیں:

مردہ باد این عالم ظلم و خیانت کاندروست | بی نواہم اغنیاہم بندہ ہم آزاد ہم
زندہ باد اپتک وداس تودۂ زحمت کہ آن | سازد از نو عالمی بی صنف ولی اضداد ہم

۱۹۳۵ء میں لاہوتی روس کے مندوب کی حیثیت سے کانگریس بین المللی برای استحفاظ فرہنگ (International Congress in Defence of Culture) میں شرکت کے لیے پیرس گیا۔ اس سفر نے لاہوتی کو یورپ کی سماجی حالات پر تنقید کے لیے آمادہ کیا۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

دراقلیم سوداگران زر خداست | بزر ہر کسی بندۂ بی نواست
در آنجا کہ صد قصر آباد ہست | مپندار یک روح آزاد ہست
امیر و وزیر و دبیر و فقیر | بقانون سرمایہ ہستند اسیر
یکی ہم ازان مردمان زیاد | ندارد بفردای خود اعتماد
نہ خدمت نہ دانش نہ دکان نہ کار | ندارد بر ہیچکس اعتبار

Marfat.com

(ب) معاشرتی و عمرانی مسائل سے متعلق ھجویات

جدید فارسی شاعری میں شعرا نے زندگی کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ کلاسیکی شعرا کی طرح یہ صرف تخیل کی دنیا میں ہوائی قلعے نہیں بناتے بلکہ زمین پر رہنے، بسنے والے انسانوں کی زندگی کے بنیادی مسائل پر براہ راست بے باکانہ اور مخلصانہ تبصرہ اور تنقید کرتے ہیں۔ یہ زندگی کو خوب سے خوبتر بنانے کی سعی کر رہے ہیں۔ یہ خود اپنے مصائب و آلام پر طنز کرتے، مسکراتے اور کھل کھلا کر ہنستے اور دوسروں کو ہنسانے کا مواقع فراہم کرتے ہیں۔ انہیں اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کا بھرپور احساس ہے اور یہ ان سے نفرت کرنے کی بجائے انہیں دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان میں بذلہ سنجی اور ظرافت کا مادہ بدرجہ اتم موجود ہے۔

دور حاضر کا ایرانی شاعر ایک سماجی نقاد کی حیثیت رکھتا ہے وہ اپنے مسائل کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کی نکتہ چینیوں میں اصلاح کا جذبہ کار فرما ہوتا ہے۔ وہ اپنے وطن کو متمدن ممالک کے ہمدوش دیکھنا چاہتا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ ایرانی عوام تجدد اور تغیر کی راہ پر گامزن ہو کر ترقی کی منزلیں طے کریں۔ تجدد کی یہ خواہش مختلف موضوعات میں ظاہر ہوتی ہے مثلاً جدید تعلیم، مذہبی رواداری اور سب سے زیادہ عورتوں کی آزادی جسے شاعر ترقی کے لیے لازمی سمجھتا ہے۔

معاشی، معاشرتی یا عمرانی مسائل پر مخصوص طنزیہ یا ظریفانہ انداز میں روشنی ڈالنے والے جدید ایرانی شعرا میں اشرف کو اولیت حاصل ہے۔ اشرف نے زندگی کے ہر شعبہ پر بے باکانہ قلم اٹھایا ہے اور اپنے بے پناہ طنز کا نشتر بڑی چابکدستی سے چلایا ہے۔ موضوع کے تنوع اور ندرت میں اکبر الہ آبادی کا اندازہ جھلکتا ہے۔ جن کی طنزیات و مضحکات اردو ادب میں ممتاز حیثیت رکھتی ہیں۔

"اینہم بگذرد" کے عنوان سے اشرف نے ایک نظم کہی ہے جس میں معاشرہ کی ساری خرابیوں کا ذکر بڑے لطیف انداز میں کیا گیا ہے۔ رمضان کا مہینہ آگیا ہے اور روزہ داروں کے لیے مصیبت اپنے ساتھ لایا ہے۔ گرمی کی شدت بڑھ گئی ہے۔ آداب و رسوم

Marfat.com

منسوخ ہو چکے ہیں، عوام کا بے دینی کی طرف رجحان ہے۔ "لشکر جن" حملہ آور ہے۔ واعظ مکر و فریب کا جال پھیلائے ہوئے ہیں۔ تعلیم و تعلّم کے بجائے "گنجفہ و عاص" عوام کے مشاغل ہیں۔ فرنگی، روزہ داروں کے ساتھ قورمہ پلاؤ اڑا رہا ہے۔ عورتیں بے حجاب و بے نقاب ہو گئی ہیں۔ اور دین کے نگہبان خواب غفلت میں پڑے ہیں۔ مسجد سے جوتوں کی چوریاں ہو رہی ہیں اور "خیر خواہ" برہنہ پا ہو گئے ہیں۔ چند ابیات:

کہنہ دزدان از برای مال مفت — متصل ہر گوشہ درگفت و شنفت
میخورد گر روزہ را گردن کلفت — غم مخور یا ہو کہ اینہم بگذرد
چند روزی قند اگر نایاب شد — ہم نبات وہم شکر کم یاب شد
شیرۂ خور ما و کشمکش باب شد — صبر کن یا ہو کہ این ہم بگذرد

اسی طرح ایک نظم میں نان و گوشت کی گرانی پر طنزیہ انداز میں صبر کی تلقین کی ہے:

از برای نان و گندم غم مخور — جان من از بہر مردم غم مخور
گر نداری اردۂ قم غم مخور — گر شرابت نیست خم خم غم مخور
صبر کن آرام جانم صبر کن

ایک نظم "زبان سرخ" میں بے کاری، بے حسی، یاس و افسردگی اور بچوں کی آوارہ گردی کا نقشہ پیش کیا ہے:

ترا چکار کہ یک ربع شہر بیکارند — دو ربع خفتہ و یک ربع تازہ بیدارند
ولی بہر نفسی از حیات بیزارند — بہر نفس رسد از مرگ نو مبارکباد
زبان سرخ سر سبز میدہد برباد

ایک نظم "نصیحت" کے عنوان سے کہی ہے جس میں تہران کو اندھوں، گونگوں اور بہروں کی بستی کہا ہے اور گونگا اور بہرا بننے کی نصیحت کی ہے:

جائیکہ ہمہ دزدند، تو دزد چپو گر باش — بزمیکہ ہمہ مستند، تو مست و مخمر باش
شہر یکہ ہمہ کورند تو کور شو کر باش — دیدی کہ ہمہ لالند، تو لال ز صحبت شو
خواہی نشوی رسوا، ہمرنگ جماعت شو

اشرف نے ماہ رمضان میں عیش پسند امرا کی حرکتوں کو بڑے طنزیہ انداز میں پیش کیا

Marfat.com

ہے اور ان کے راز درون پردہ کو بڑی بیباکی سے طشت از بام کیا ہے۔ اشرف کے دیوان میں ایسے اشعار کی کمی نہیں۔ ایک "رمضانیہ" کا بند:

سفرۂ افطار نمایان شود مرغ بہر قاب چہ سلطان شود
جوجہ بشقاب غزلخوان شود فرمہ چلو لوطی میدان شود
قیمہ سر انگشت گزان ہای ہای
آمدہ ماہ رمضان ہای ہای

ایک سن رسیدہ مرد کے یہاں بڑی منّتوں اور مرادوں کے بعد لڑکا تولد ہوتا ہے۔ باپ کے جذبات کو اشرف نے بڑے طنزیہ پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ لڑکے کے مستقبل کے بارے میں پیش گوئی کرتے ہوئے باپ کہتا ہے 'اے دایہ اس طفل فرشتہ سیرت کی پیشانی پر لفظ "اقبال" لکھا ہوا ہے۔ یقیناً کوئی رئیس، کوئی مجتہد یا عالم بنے گا اور پھر:

آثار پدیدست زاقبال درخشان کین لعل بدخشان
خواہد یکی از محترمین وزرا شد بہ بہ چہ بجا شد
گرز آنکہ نصیبش نشود دورۂ چارم از گردش کارم
خواہد یکی از محترمین وکلا شد بہ بہ چہ بجا شد
ہر شب بخورد جوجہ وماہی وفنجان چون حاکم زنجان
از لطف خدا قسمت ماتنگ طلا شد بہ بہ چہ بجا شد

سماجی ومعاشرتی زندگی کو ہدف طنز و تشنیع بنانے والے شعرا میں غلام رضا خان روحانی (متولد ۱۳۱۴ھ ق) کا نام بہت اہمیت کا حامل ہے۔ روحانی کا مزاح ہلکا پھلکا اور اس کا طرز شگفتہ ہوتا ہے جسے خاص وعام پسند کرتے ہیں۔ روحانی کا کلیات چار حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ میں اس کی عاشقانہ غزلیں، اخلاقی قطعات اور جدی فکاہی طرز کے قصیدے ہیں۔ دوسرے حصہ میں ایک خاص سبک اور سادہ اسلوب کی فکاہیات ہیں جو عوام کے نزدیک مطبوع اور ارباب ادب کے نزدیک مطلوب و دلپسند ہیں۔ اس حصہ میں "ادارہ نامہ" کے عنوان سے حکومت کے اداروں کی خرابیوں اور نقائص، رؤسا کی حرص وخیانت اور ضعیف و زیردستوں پر ان کے ظلم و استبداد کی تنقیدیں کی گئی ہیں۔ تیسرا حصہ "اراجیف الاجنبہ" کے نام سے مشہور ہے اور چوتھے حصے میں ڈرامے ہیں۔

Marfat.com

ظاهرسازی

دکتری رفته دوسالی بفرنگ　　تازه برگشته مدد شیک و قشنگ
باز کرده در بیمارستان　　بزده تابلوی بر سر آن
که من اینجا و فلاطون درخم　　از اینورسیته دارم دیپلم
داده فاکولته لندن تصدیق　　که کنم هر سری را تزریق
متخصص بعلاج ریه ام　　اوّلین دیپلما در تجزیه ام
درخفا داد به نوکر دستور　　که چو وارد به مطب شد رنجور
چند ساعت بنشاند اورا　　بعد در محکمه خواند اورا
تابگویند بود محکمه پر　　ابداً وقت ندراد دکتر
منتظر نوکر ودکتر بیکار　　هی نشستند و نیامد بیمار
بعد ده روز یکی پیدا شد　　دل دکتر ز شعف شیدا شد
نوکر اورا به اطاقی جاداد　　وعدهٔ دیدن دکتر را داد
ساعتی گشت معطل آن مرد　　تاکه درمحکمه اش داخل کرد
دید دکتر تلفونش دردست　　گوش برگوشی و حرفش این است
که پس از خوردن کبول کنین　　بخورد یک دو نخود آسپرین
گر عرق ریزد وگرما به خورد　　نگذارید که سرما به خورد
گرشکم خوب نباشد کارش　　داخل شیشه کنیدادرارش
تاکه بانستیتو پاستور دهم　　چونکه شد تجزیه دستوردهم
مضحک اینجاست که آن کهنه حکیم　　تلفونش نه قوئی داشت نه سیم
بود مقصود وی از این بازی　　حیلت اندیشی و ظاهرسازی
چونکه دکتر سخنش گشت تمام　　بنمود از تلفون قطع کلام
روی خود جانب آن مرد نمود　　که دران محکمه وارد شده بود
گفت برگوی چه باشد دردت　　که چنین مضطر و نالان کردت
تادهم بهر علاجت یک گرد　　که چو برقت برهاند از درد
گفت ای دکتر والا منشم　　بنده بیمار نیم سیم کشم

Marfat.com

آدم بہر تو بالطف و خوشی تلفن را بکنم سیم کشی
دکتر از کردہ خود گشت خجل کہ چرا شد بہ تظاہر مایل
آدم حیلہ گر ظاہر ساز زود گردد ہمہ جا مشتش باز

اہل ایران کی گھریلو زندگی کا ایک خوش رنگ منظر روحانی نے اس طرح پیش کیا ہے:

شب عید است و گرفتار زن خویشتنم داد از دست زنم
اوست جفت من و من جفت ملال و محنم داد از دست زنم
ہم کرب ژرژہ ز من خواہد و ہم ژرسہ دوال مدوفرم امسال
خود نہ شلوار بپایم نہ قبای بہ تنم داد از دست زنم
گیوہ ام پارہ شدہ وین زن بدتر از دیو کفش خواہد از دیو
من نہ حاجی فرج آقا و نہ حاجی حسنم داد از دست زنم
پای من ماندہ چو خر در گل دل گشتہ بریش او بفکر قرخویش
گویدم عطر کتی خر کہ بزلفم بزنم داد از دست زنم
مشہدی باقر ہیزم شکن امروز زنش رخت تو کردہ تنش
من نہ کمتر ز زن باقر ہیزم شکنم داد از دست زنم
گفت بہر سر طاسم تو کلہ گیس بخر مد پاریس بخر
گفتمش از ہمہ کس لات تر امروز منم داد از دست زنم
گفت اگر پول نداری ز چہ ہستی زندہ من شدم شرمندہ
گفتم زندہ از آنم کہ نباشد کفنم داد از دست زنم
منکہ از دست زنم حوصلہ ام تنگ شدہ مکہ ام سنگ شدہ
می کنم پارہ ز دستش نجہ پیرہنم داد از دست زنم
گفتہ بودم کہ نگیرم زن تا گردم پیر پدرم گفت بگیر
گفتم این لقمہ بزرگست برای دہنم داد از دست زنم
خواست جوراب فرنگی کہ برایش بخرم نبود سیم و زرم
وطنی گربہ خرم دور کند از وطنم داد از دست زنم

Marfat.com

سر جوراب کرم معرکہ برپا کردیم   جنگ ودعوی کردیم
موی من کند و تف افگند بریش پہنم   داد از دست زنم
گشت از خانۂ ماشیون و فریاد بلند   داد و بیداد بلند
مشت زد بر دہنم آخ دہنم واخ دہنم   داد از دست زنم

ازدواجی زندگی کی مذمت میں روحانی کی مندرجہ ذیل نظم ملاحظہ ہو:

اے خوش آن مردی کہ آزادست واصلاً زن ندارد
کند رنج بندوغم برپای و برگردن ندارد
حاصل فرزند و زن جز مالہ وشیون نباشد
زن بغیر از نالہ وفرزند جز شیون ندارد
جنگ خواہر شوہران رادیدہ بازن برادر؟
ہای و ہوی فتنۂ داماد ومادر زن ندارد
دختر ہرکس کہ باشد درفنون مشہور عالم
خانۂ شو چون رود جز خودپرستی فن ندارد
می خرد از بہر خوداین ہفتہ چون پیرہن مد
ہفتۂ دیگر بعزم تازہ پیراہن ندارد
کی شودیک لحظہ فارغ از خیالات تجمل
گرچہ می بیند قبای شوہرش برتن ندارد
گاہ می خواہد لباسی وگاہ می خواہد جواہر
چادراطلس چومی گیرد کت ودامن ندارد
اند کی بیند تہی از سیم و زر گرکیسہ شو
غیر مرگ او امید از درگہ ذوالمن ندارد
گرچہ چون سوزن خلددرچشم آسایش ولیکن
تا برآرد خار یا خاصیتی سوزن ندارد
فتنہ می خواند خدا روحانیان فرزند و زن را
دشمن جانند و عاقل مہربادشمن ندارد

Marfat.com

مرد بی زن

درمانده و زار مرد بی زن | مبهوت وفگار مرد بی زن
دلبستہ بکار مرد زن دار | وارستہ زکار مرد بی زن
زن دار چو نوگل شگفتہ است | خشکیدہ چو خار مرد بی زن
بی بہرہ زلذت جوانیست | پائیز و بہار مرد بی زن
فاقد ز اساس زندگانیست | ہرلیل ونہار مرد بی زن
یا دادہ زمی شرافت از دست | یا پای قمار مرد بی زن
سازد ہمہ دست رنج خود را | صرف قرزیار مرد بی زن
از حسرت بی بری بسوزد | چون بید چنار مرد بی زن
مقرون بعذاب بی شمارست | درروز شمار مرد بی زن
باشد گنہ زنان بی مرد | پابست ہزار مرد بی زن

مرد زن دار

در رنج و عذاب مرد زن دار | از غصہ کباب مرد زن دار
چون پیر ہزار سالہ گشتہ | در فصل شباب مرد زن دار
باشد ہمہ خون دل خوراکش | جای می ناب مرد زن دار
از آتش خجلت طلب گار | چون یخ شدہ آب مرد زن دار
از بہر چہار دخترانش | شد خانہ خراب مرد زن دار
یا پول دھد برای تحصیل | یا بہر کتاب مرد زن دار
چون اول شب رود بخانہ | باچشم پر آب مرد زن دار
یک دست گرفتہ دیزی گوشت | یک دست کباب مرد زن دار
بشنیدہ ہزار فحش از زن | با ناز و عتاب مرد زن دار
آسودہ بخواب مرد بی زن | در رنج و عذاب مرد زن دار

مندرجہ بالا دو نظمیں مرد بی زن اور مرد زن دار، شادی شدہ مرد کی زحمتوں اور کلفتوں اور غیر شادی شدہ جوانوں کی بے بسی اور حرماں نصیبیوں سے متعلق ہیں۔ ذیل میں روحانی کی دو نظمیں نقل کی جاتی ہیں جن میں دو بیوی والے حضرات کا حلیہ پیش کیا گیا ہے۔

Marfat.com

سر مرد دو زنہ

سوزد از آتش جادو پر مرد دو زنہ — وای بر حال دل مادر مرد دو زنہ
پسر مرد دو زن خصم برادر باشد — دشمن خواہر خود دختر مرد دو زنہ
یک زنش کشت و لبو خواستہ و می خواہد — شلغم پختہ زن دیگر مرد دو زنہ
لنگ کفش از طرفی آید واز سوی دگر — می خورد مشت دلگد بر سر مرد دو زنہ
تا سحر بہر مداوا بسیزند زنان — گر شوی درد بگیرد سر مرد دو زنہ
بسکہ جنجال در آن خانہ بود وانشود — گر کہ یک عمر بکوبی در مرد دو زنہ
نخور جز کتک و نشنود الّا دشنام — بی نوای کہ شود نوکر مرد دو زنہ
آبشاری کہ بہ پس قلعہ بود ھست خجل — در بر چشمۂ تر مرد دو زنہ
بادو ہمسر ہوس ہمسر دیگر دارد — نشود ہیچ سگی ہمسر مرد دو زنہ

تن مرد دو زنہ

شب و روز است بزحمت تن مرد دو زنہ — راحتش ہست پس از مردن مرد دو زنہ
شرمش آید کہ شود لخت میان حمام — چون سیاہست زنش گان تن مرد دو زنہ
سر مہریہ و میراث کتک کاری ہاست — چون رسد موقع جان کندن مرد دو زنہ
زن ندیدم کہ شود دشمن شو لیکن ہست — زن مرد دو زنہ دشمن مرد دو زنہ
نہ شود شستہ ز لجبازیشان ماہ بماہ — زیر شلواری و پیراہن مرد دو زنہ
حال من کرد دگرگون و بہم زد دل را — از کثافت فکل گردن مرد دو زنہ
بس بہر سوی زنانش کش و واکش دادند — پارہ شدہ پیش و پس دامن مرد دو زنہ
در قیامت ہم از آسیب زنان ایمن نیست — در سقر باشد اگر مسکن مرد دو زنہ

فکاہیات میں روحانی کا نام قابل ذکر ہے اس نے تحریف کے علاوہ عمدہ نظمیں بھی لکھی ہیں۔

ھجو ایرانیان

اروپائی اگر از صفحۂ خاک — رود با آسمان پیما با فلاک
از و کم نیست ایرانی کہ دایم — کند سیر فلک با چرس و تریاک

Marfat.com

زحال کشور ایران چه گویم — چه می پرسی ازین وضع اسفناک
ستم کش را بود خونابه در دل — ستمگر را بود در شیشه کنیاک
زند مفلس بسر از دست منعم — کند زارع فغان از ظلم ملاّک
نشانی از درفش کاویان نیست — که گیرد داد مظلومان ز ضحاک
اثاثی در سرای کشور جم — نماند از غارت دزدان چالاک
ندانم از جبین شیخ و زاهد — چه وقت این داغ رسوائی شود پاک
سخن از فضل و دانش چند گوئی — بقومی بی خبر از عقل و ادراک
لب از گفتار روحانی فروبند — دهانت را بزن مهر و بکن لاک

اہل ایران میں افیون خوری کی عادت عام تھی۔ روحانی نے اس کے خلاف آواز بلند کی اور اپنے ظریفانہ انداز میں خواجہ حافظ کی زمین میں اشعار نظم کیے:

مردیم از خماری ہمشیرگان خدارا — از یک دوبست شیره سازید نشه مارا
"دوروزه مہر گردون افسانه ایست افسون" — مرفین بجائ افیون تزریق ساز یارا
"آسایش دو گیتی تفسیر این دو حرفست" — باشیرهٔ مروت با الکلی مدارا
قلیان وچرس برکش آنگه سکندری خور — "تا بر تو عرضه دارد احوال ملک دارا"
من مست بودم از می کردم بدامنت تی — "ای شیخ پاکدامن معذور دار مارا"
از دوغ وحدت ما گر جرعۂ بنوشید — "در وجد و حالت آرد زندان با صفارا"
چون بست گنده بستی فوری بزن دو دستی — "کین کیمیای ہستی قارون کند گدارا"
مارا قضا کشانید پائی چراغ شیره — "گر تو نمی پسندی تغییر ده قضارا"
ای منعمی که داری در خانه چرس وافسون — "روزی تفقدی کن درویش بی نوارا"
افیونیان برنا بخشندگان عمراند — "ساقی بشارتی ده پیران پارسارا"
چون شد بشیره معتاد لاغر شود چو موئی — "دلبر که در کف او موم است سنگ خارا"
دوشینه با حسن لات رفتیم در خرابات — "باشد که بازبینم دیدار آشنا را"
رندی بآه و زاری میخواند در خماری — "ہات الصبوح ہبوا یا ایہا السکارا"
در موقع خماری کیفیت نگاری — "اشہی الناواحلی من قبلة العذارا"

Marfat.com

رندی ببار گندم پنہان نمود تریاک — "دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا"
آن بار را مفتش بو بردو کرد توقیف — چون بہر کشف قاچاق می گشت بار ہارا
تریاک وشیرۂ مفت صد بار ہست خوشتر — از ہستئ دو عالم تریاکئ گدارا

ظاہر داروں کی ہجو

ای کردہ زریش و پشم خودرا درویش — وزاین دو بیندوختہ سرمایۂ خویش
خرس از تو بسی زیادتر دارد پشم — بز از تو کی زیادتر دارد ریش

مشاغل مختلفہ:

نوکری

نوکری ای بندگان را بندگی — مرگ خوش تر باشد از این زندگی

کاسبی

کاسبی ای از زیان و از ضرر — مایہ ات سرمایہ شرمندگی

رعیتی

رعیتی ای از حمل تا برج موت — گاہ خواہی باد و گہ بارندگی

گدائی

مہ گدائی میکند از آفتاب — ای گدا چون مہ نما تابندگی

دزدی

گر کنی دزدی بدزد از مال وقف — تا شوی چون شیخ در دارندگی

شغل آزاد

ہیچ کاری نیست بہتراز لشی — گر تو خواہی در دوعالم واکشی

پانی کی خرابی اور میونسپلٹی کی بد انتظامی ایک عالمگیر مسئلہ ہے۔ روحانی کی ایک نظم معاشرے کی اس ازلی خرابی پر ایک "پرامن" احتجاج ہے جس کا عنوان "لولہ کشی" ہے:

کیست درین شہر کہ مسئول نیست — لاغر و باریک چون مفتول نیست
دکتر ما تجزیہ کرد آب را — دید بجز فضلہ محلول نیست
گفت کہ این گنہ نخورد در جہان — گرچہ بجز آکل و ماء کول نیست

Marfat.com

خواست کفیل بلدی بہر آب لولہ کشد، دید، فقط پول نیست
جز بہ کثافات بہ چیز دگر عادت این ملت مجہول نیست

میرزادہ عشقی نے اشعار ذیل میں سماج پر بڑی بھرپور طنز کی ہے:

ہزار بار مرا مرگ بہ ازین سختی است برای مردم بدبخت مرگ خوش بختی است
گذشتہ عمر بجان کندن ای خدا مردم زبعد این ہمہ جان کندن این چہ جان سختی است
رجال ماہمہ دزدند و دزد بدنام است کہ دزد گردنہ بدنام دزد پا تختی است
زنان کشور ما زندہ اندو در کفن اند کہ این اصول سیہ بختی از سیہ رختی است

---

۵۹ بندوں پر مشتمل "کفن سیاہ" عشقی کی ایک طویل نظم ہے جس میں ایران باستان کی ایک خاتون خسرو دُخت کی سرگذشت اور عام ایرانی عورتوں کی سرنوشت موزوں کی گئی ہے۔ اس میں ایرانی خواتین کے حجاب کو مورد ہجو و انتقاد کیا گیا ہے۔ اس میں عشقی بیان کرتا ہے کہ ایک شام خرابہ ہائے مداین کے ایک قریبی گاؤں میں اس کا گذر ہوا وہ ایک ویران مکان میں داخل ہوا۔ رات میں گھوم گھوم کر ان کھنڈرات کو دیکھتا رہا، اچانک ایک گوشے میں اسے کفن سیاہ میں ملبوس پناہ گزین ایک عورت سے ملاقات ہوئی، سوال کرنے پر اس نے اپنا تعارف کرایا کہ میں ملکہ ایران ہوں اور جب سے سلطنت عجم کا انقراض ہوا میں نے کفن سیاہ پہن رکھا ہے۔ جب صبح ہوئی اور عشقی کھنڈرات سے باہر آیا تو ایران کی تمام عورتوں کو اسی شکل اور اسی لباس میں پایا۔ یعنی ساسانیوں کے عہد حکومت میں ایرانی خواتین حجاب نہیں کرتی تھیں لیکن اس سلسلۂ حکومت کے انقراض اور اسلام کے غلبہ و تسلط کے بعد یہ سیاہ پوش اور عزادار ہو گئیں۔ داستان کے آخری ابیات قابل توجہ ہیں:

شرم چہ مرد یکی بندہ و زن یک بندہ زن چہ کردہ است کہ از مرد شود شرمندہ
چیست این چادر و رو بندۂ نازیبندہ گر کفن نیست ہلا چیست پس این روبندہ
مردہ باد آنکہ زنان زندہ بگور افگندہ

پورداؤد نے قصیدہ موسوم بہ "بزرگ ترین گناہ" میں تعدد زوجات کی تنقید کی ہے:

آنک دوزن را زبہر خویش روا داد تربیت قرن راست قاتل و دشمن
ظلم رواداری و زجہل سرائی ہست روا این بدین و سنت متقن

Marfat.com

حکم اگر از خداست از چه نه گفتند موسی و عیسی و زتہشت و برہمن
ساحت حق را ز سنگ فتنه خبر نیست شہوت در دست غیب داده فلاخن
شہوت زشت و دو زن گرفتن جرم است پاک کن از این گناه دیده و دامن

عباس فرات نے ایک نظم "ماه بی مہر" میں پیران سالوس پر طنز کا بڑا بھرپور وار کیا ہے جو ظرافت کا بڑا دلکش نمونہ ہے:

گفت با شیخ ظریفی که ز شیطان بگریز گفت ہر سوی گریزان شده شیطان از من

حضرت عیسیٰ مسیحؑ کا مشہور مقولہ ہے "اگر کوئی تمہارے ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا گال بھی پیش کردو" عبدالحسین خان سنیتا اسی مقولے کو بڑے ظریفانہ انداز میں اپنے مقصد کے لیے استعمال کرتا ہے:

فرمود مسیح ، سرور اہل یقین "ضربت زند ار کسی برویت از کین
بنمائی دگر سوی رخت از سر مہر" ایکاش برای بوسه بود حکم چنین

فرات کی رباعی ذیل تعدد ازدواج کی تنقید میں ہے:

مردیکه دو زن گرفت دل خون گردد حالش زغم و غصه دگرگون گردد
ہر کس که بدل مہرو دلیلی بگزید آشفته تر از ہزار مجنون گردد

ہجو

این مردم خود بین ہمه در عین گمانند در اینکه یکی اصل یقین نیست شکی نیست
صد فتنه بدیدیم و ندیدیم در آفاق یک فتنه که از صاحب تحت الحنکی نیست

فرات اپنی ایک نظم بہ عنوان "جنون شاعری" میں اپنے معاصروں کی شدید تنقید کرتا ہے جو مہمل تشبیہات واستعارات کا استعمال اپنی شاعری میں روا رکھتے ہیں:

دم از عشق و اسرار آن تابکی درین عشقہا ہیچ اسرار نیست
مگو تنگ شکر به لعلش دگر ازین شیوهٔ جانا که بیزار نیست
میانش بمو، مو به مار سیاه مده نسبت اینہا سزاوار نیست
چه نسبت به پستان او نار را ازین استعارت ترا عار نیست
رخ و زلف را روز و شب تا بکی کئی وصف ، حاجت بتکرار نیست

Marfat.com

علی اکبر دہخدا کے یہاں اگرچہ اشرف کی سی طنز و ظرافت کی مثالیں زیادہ نہیں ہیں پھر بھی جو کچھ ہے وہ طنز و مزاح کا بہترین نمونہ ہے۔ ایک قطعہ "چہار زانو" کے عنوان سے لکھا ہے:

گفتا منشین چہار زانو کان نیست نشانۂ تکبر
نہ نشستند جز دو زانو نیکو ادبان و مردم حر
گفتم چہ ادب؟ کدام حری؟ بنیوش ز من تو این حق مر
آموختہ این ادب را ما از غرب و عرب زاشتر

جاگیرداری نظام پر تقریباً ہر زبان میں طنزیہ نظمیں ملتی ہیں لیکن دہخدا کی نظم "بہترین کار خواجہ" زمینداری پر ایسا ضرب کاری ہے جس کی مثال مشکل سے ملے گی:

خواجہ ہیچو دگر لئیمان مُرد نسزد بیش یاد کردن او
بہترین کار خواجہ در ہمہ عمر ہیچ دانی چہ بود؟ مُردن او

مرزا تقی خان دانش نے "دیوان سوری" ۱۳۰۹ھ میں شائع کیا ہے جس میں شکم پری پر بڑی لطیف اور شگفتہ نظمیں ملتی ہیں:

از آش رشتہ است لباب تغارہا و ز سوریان نشستہ فرازش قطارہا
آن چمچہ ہای پر شدہ بردست سوریان مانند بیلہا بکف آبیارہا
آن سیخہا بدست گروہ کبابیان مانند نیزہا، بکف نیزہ دارہا
قانع بلنگریم و بلنگر بساختیم چون اشتران بادیہ با نوک خارہا
سوری نہ خو منم کہ درین شہر چون منم نہ یک، نہ دہ، نہ صد، نہ دو صد بل ہزارہا

در سر سفرہ بسمت مرغ درازم بیست نفر گرمیانہ فاصلہ باشد
زنگ کبابی بسی بگوش من آید رفتم و دیدم کہ زنگ قافلہ باشد
لانۂ مرغان زبہر تخم بکاوم گرچہ بہ سقف آشیان چلچلہ باشد
قسمت ہمکاسہ پاک خوردم و گفتم دوست نباید زدوست درگلہ باشد

عزا خوش است و آن ہمہ نوای او عویل و آن بکاء و ہای ہای او
کہ افگندہ سفرہ بعد فاتحہ بسفرہ برنہند خوانچہ ہای او
خوشا نشاط آنکہ مختصر بود ہمیشہ یک نفراز اقربای او

Marfat.com

که در امید شب به صبح آورد به عشق سور مجلس عزای او

ابوالقاسم حالت جدید فارسی کی فکاہی شاعری میں ایک امتیازی درجہ کا مالک ہے۔ فارسی گیتوں (تصنیف) میں بھی اس کا درجہ مسلم ہے۔ بعض فارسی تصویروں کی فلم بندی کے سلسلے میں وہ ہندوستان بھی آچکا ہے۔ اس کی فکاہیہ نظموں کا مجموعہ "فکاہیات حالت" کے نام سے دو جلدوں میں چھپ چکا ہے۔ ایک عرصہ تک اس کی نیم سیاسی اور مزاحیہ نظمیں "خروس لاری" کے قلمی نام سے روزنامہ 'توفیق' میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ جدت طبع اور بیان کی شیرینی و شگفتگی کے باعث حالت عوام و خواص میں بے حد مقبول ہے۔

ایک نظم میں پاوڈر، غازہ اور لپ اسٹک کے استعمال پر بڑے لطیف انداز میں طنز کیا ہے جو بذلہ سنجی کی بڑی اچھی مثال ہے۔ ایک شوخ و شنگ دوشیزہ کے ساتھ رقص کرتے ہوئے شاعر کے کوٹ پر لپ اسٹک کے قرمزی دھبے لگ جاتے ہیں، گھر پہنچنے پر جو واقعہ رونما ہوتا ہے اسے شاعر کی زبان میں سنئے:

چون زنم چشم بدان لکہ فکند بین راگشت بپا گفت و شنید
گر نمی ساختم اورا قانع داشت از زور حسد می ترکید
فکر کردم کہ زیک لکہ سرخ تاچہ حد رنج و محن باید دید
زین جہت بہ کہ شما آقایان با نوان را پس ازین پند دہید
کای نکویان کہ درین دنیائید با بزک چونکہ برون می آئید
باخط سبز بہ پشت لب. سرخ بنویسید کہ "رنگین نہ شوید"!

حالت کی بذلہ سنجی کا ایک اور نمونہ اس کی ایک نظم "مقصود" میں بھی ملتا ہے جس میں عورتوں کی نفسیات کو بڑے دلکش اور طنزیہ انداز میں بے نقاب کیا ہے:

زنی با نوجوانی رو برو بود مقصود سرگرم بحث و گفتگو بود
نمیدانم چہ حرف افتاد در پیش کہ خانم کرد کم کم صحبت از خویش
بگفتا تاکنون اندر بر من نبودہ ہیچ کس جز شو ہر من
جوان این را شنیدہ باتبسم سر خود پیش بر دو گفت خانم
صحیح است این، ولی از این حکایت ندانم شکر داری یا شکایت!

ڈاکٹر علی اصغر حریری اگرچہ مزاح نگاروں میں شامل نہیں ہیں لیکن ان کی ایک نظم

Marfat.com

"دخترک خیاط" ان کی بذلہ سنجی اور شگفتہ مزاجی کی غمازی کرتی ہے۔ کسی صحبت میں دختر خیاط سے آنکھ لڑ جاتی ہے، دل میں مختلف جذبات موجزن ہوتے ہیں:

چندان بعذابم بفشردی، کہ بآخر — چون تار نخم لاغر و باریک نمودی
آہو بگرفتی کہ زسوزن گذاردند؟ — تا بیدی نہ، رشتی، و بانگشت بسودی
از سوزن او برنگذشتی نخ سرکش — برگشتی و برسرکشی خویش فزودی
بس یک دوسہ بارش بدھن بردی وہر بار — آن نخ کہ منم، از دو لبش بوسہ ربودی

حبیب یغمائی اپنے ہم عصر شاعر مسرورؔ کے تخلص کا فائدہ اٹھاتے ہوئے زمانے کے مظالم پر بڑے لطیف اور دلکش انداز میں طنز کرتے ہیں:

در دہر بہر کہ بنگری رنجور است — از خرمی و نشاط و شادی دور است
مسرور درین جہان یکی را دیدم — آن ہم نہ خودش تخلص مسرور است

ذاتی مایوسی اور تلخی، درد و غم اور زندگی سے بیزاری نادر نادر پورؔ کے کلام کی بنیادی خصوصیات ہیں۔ ان کے موضوعات میں داخلیت کا عنصر غالب ہے۔ نادر نادر پور کی وہ نظمیں کامیاب کہی جاسکتی ہیں جن میں اس نے اپنے مخصوص نقطۂ نظر سے ہٹ کر خارجی مشاہدے سے کام لیا ہے۔ مثال کے طور پر ذیل کی نظم کو لیجیے جس میں ایک لطیف تمسخر کے ساتھ قم کی زیارت گاہ کا نقشہ کھینچا گیا ہے:

چندین ہزار زن — یک حوض نیمہ پر
چندین ہزار مرد — با آب سبز رنگ
زنہا کلیک بسر — چندین کلاغ پیر
مردان عبا بدوش — بر تودہ ہای سنگ
یک گنبد طلا — انبوہ سالکان
بالک لکان پیر — در ہر قدم براہ
یک باغ بی صفا — عمامہ ہا سفید
با چند تک درخت — رخسارہ ہا سیاہ
از خندہا تہی
وز گفتہ ہا خموش

Marfat.com

فرخ خراسانی کی نظم ذیل بہت دلچسپ ہے:

زاہدان خواہند اسیر دام تزویرم کنند
من نہ آن صیدم کہ بااین دام نخچیرم کنند

روح من یاغی است بااین بی حقیقت زاہدی
از حقیقت قوۃ باید کہ تدبیرم کنند

حرف مفتی پیش من جز حرف مفتی بیش نیست
فاش گویم ہر چہ می خواہند تکفیرم کنند

با فقیہان دارم آہنگ جدل ترسم ازانک
چونکہ در منطق فرو مانند تعزیرم کنند

ہیچ ندہم گوش ہرگز بر فسون واعظان
چون نیم احمق کہ تااین قوم تسخیرم کنند

ناصحان غیر مشفق زان کشندم سوی شیخ
تابدین تقریب دور از حضرت پیرم کنند

خانم پروین اعتصامی ایران کی ان چند شاعرات میں ہے جن پر فارسی شاعری کو فخر حاصل ہے۔ طنز و مزاح پروین کا شیوہ نہیں پھر بھی سوز و گداز اس کی شاعری کی امتیازی خصوصیت ہے۔ ایک بڑی پاکیزہ نظم ''مست وہشیار'' کے عنوان سے کہی ہے، ملاحظہ ہو:

محتسب، مستی برہ دید و گریبانش گرفت
مست گفت، ایدوست این سر آہنست افسار نیست

گفت مستی، زان سبب افتان و خیزان می روی
گفت جرم راہ رفتن نیست... ہموار نیست

گفت می باید ترا تاخانۂ قاضی برم
گفت: رو، صبح آی، قاضی نیمہ شب بیدار نیست

گفت: نزدیکست والی راسرای، آنجا شویم
گفت: والی از کجا در خانۂ خمار نیست؟

گفت: تاداروغہ راگویم، در مسجد بخواب
گفت: مسجد خوابگاہِ مردم بدکار نیست؟

گفت: از بہر غرامت جامہ ات بیرون کنم
گفت: بوسیداست جز نقشی زپود و تار نیست

گفت: آگہ نیستی کاز سر درافتادت کلاہ
گف: در سر عقل باید، بی کلاہی عار نیست

گفت: می بسیار خوردی، زان چنین بیخود شدی
گفت: ای بیہدہ گو حرف کم و بسیار نیست

گفت: باید حد زند ہشیار مردم، مست را
گفت: ہشیاری بیار، این جا کسی ہشیار نیست

پروین اعتصامی سماجی مسائل پر تنقیدی نظمیں لکھنے میں بہت کامیاب شاعرہ ہے۔ اپنی پوزیشن کا اظہار اس طرح کرتی ہے ایک قاضی کی ہجو میں کہتی ہے:

برد دزدی را سوی قاضی عسس
خلق بسیاری روان از پیش و پس

گفت قاضی کاین خطا کاری چہ بود
دزد گفت از مردم آزاری چہ سود

گفت بدکردار را بدکیفراست
گفت بدکار از منافق بہتر است

Marfat.com

گفت ہان برگو شغل خویشتن　　گفت ہستم ہمچو قاضی راہزن
گفت آن زرہا کہ بردستی کجاست　　گفت درہمیان تلبیس شماست
گفت آن لعل بدخشانی چہ شد　　گفت میدانم و میدانی چہ شد
گفت پیش کیست آن روشن نگین　　گفت بیرون آردست از آستین
وزدی پنہان و پیدا کار تست　　مال وزدی جملہ درانبار تست
تو قلم برحکم داور می بری　　من زدیوار وتو از در می بری
حد بگردن داری و حدمی زنی　　گر یکی باید زدن صد می زنی
می زنم گر من رہ خلق ای رفیق　　درہ شرعی تو قطاع الطریق
می برم من جامۂ درویش طور　　تو ربا و رشوہ می گیری بزور
دست من بستی برای یک گلیم　　خود گرفتی خانہ از دست یتیم
قاضی چو زنش حاملہ شد زار گریست　　گفتا زسر قہر کہ این واقعہ چیست
من پیرم و کیر من نمی خیزد ہیچ　　واین قحبہ نہ مریم است بچہ زکیست

مضاد جہود بدرگ کافر خویش　　آن کند زبان کہ تند دارد سرنیش
گفتم کہ رگم تنگ بزن ہمچو کسم　　نشنید و فراخ زد چون کون زن خویش

آنی کہ بہ ہیچ کس تو چیزی ندہی　　ہدچوب مغل خوری پشیزی ندہی
سنگی کہ بدان روغن بزرگ گیرند　　گر بر شکمت نہند تیزی ندہی

ژالہ عالم تاج فراہانی نظم بہ عنوان "شکایت از شوہر" میں اپنے شوہر کی ہجو کرتی ہے۔ پہلے اس کا حلیہ دہشت ناک بتاتی ہے پھر کہتی ہے:

در پنجہ او جسم کوچکم　　چون در کف شاہین کبوتریست
یا خود ملک الموت عالم است　　یا از ملک الموت مظہریست
نہ علقہ فرزند و زن در او　　نہ ز الفت سامان دراو سریست

پھر چند اشعار میں اس کے فرائض منصبی کی ادائیگی کے انہماک کا ذکر کرتی ہے۔ وہ ایک فوجی ہے اور وطن پرستی میں اس قدر کھویا ہے کہ بیوی و بچہ بھی اس کے یہاں کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ لکھتی ہے:

Marfat.com

اسپ است و تفنگست و پول پولی — گر در نظرش نقش دلبری ست
گر گویمش ای مرد من زنم — زن را سخن از جنس دیگر تست
آسایش روح لطیف ما — فرزندی و عشقی و شوہر یست
من ربودم موزہ و طشت و نمد — تو سیہ دل مدرک و حکم وسند
دزد جاہل گر یکی ابریق برد — دزد عارف دفتر تحقیق برد
دیدہ ہای عقل گر بینا شوند — خود فروشان زود تر رسوا شوند
دزد زر بستند و دزد دین رہید — شحنہ مارا دید وقاضی را ندید
من برای خود ندیدم چاہ را — تو بدیدی کج نکردی راہ را
می زدی خود پشت پا برراستی — راستی از دیگران می خواستی
دیگران گندم نمای جو فروش — بار دائی عجب عیب خود مپوش
چیرہ دستی می ربایدھرچہ ہست — می برند آنکہ زدزد کاہ دست
دردل ما حرص الایش فزود — نیت پاکان چرا آلودہ بود
دزد اگر شب گرم یغما کردن است — دزدی حکام روز روشن است
حاجت ارمارا ز راہ راست برد — دیو قاضی را بہر جا خواست برد

مہستی گنجوی کی شہرت اس کی رباعیات کی وجہ سے ہے۔ یہ اپنی رباعیوں میں جابجا ریاکاروں اور خود بینوں پر بڑے حسین انداز میں طنز کرتی ہے۔ اس قسم کی کچھ رباعیاں ملاحظہ ہوں:

قلاش قلندری و عاشق بودن — انگشت نما جملہ خلایق بودن
در مجمع رندان موافق بودن — بہ زانکہ بخرقہ منافق بودن

دل در ہمہ شرک وروی بر خاک چہ سود — زہر یکہ بجان رسید تریاک چہ سود
خود را بمیان خلق زاہد کردن — با نفس پلید و جامۂ پاک چہ سود

خندو بمن آن سانکہ خندہ اش — برجان ودل خستہ خنجریست
من کیستم آوخ ضعیفہ ای — کش نام و نشان طعن و تسخر تست

آخر میں ایرانی عورتوں کی حرماں نصیبی کا رونا روتی ہے:

Marfat.com

دردا کہ درین بوم ظلمناک زترانہ پناھی نہ دادریست
زن ننگ وجود است ازان سبب پیچید بقرینہ چادریست

شاعرہ شاہی نے رباعی ذیل میں ابوالفتح کی ہجو کی ہے۔ شاید یہ مرد اس کا شوہر تھا:

تا چند

تا چندنس خویش نہی برنس من کیری چودوال درزنی در اُسِ من
گر قاعدۂ کیر تو این خواہد بود ریش تو بجای کیر بہ درکس من

جدید فارسی شاعری میں ایک بات اور خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ اس زمانے کا ایرانی اس قدر وطن پرست بن چکا ہے کہ وہ ایران ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے اور ایرانی عصبیت کا شکار ہو کر ایران کے قدیم مشاہیر کی عظمت کے ترانے گاتا ہے۔ قدیم ایران کے مذہبی رہنماؤں کے ساتھ رشتے جوڑتا ہے۔ کہیں وہ خاک ایران کے عنوان پر نظم لکھتا ہے اور اوستا اور ایرانی آتشکدوں کے مٹ جانے پر آنسو بہاتا ہے اور بسا اوقات اعتدال کی حد سے تجاوز کر کے عربوں کی ہجو پر اتر آتا ہے۔ مثلاً فرخی خراسانی ایک قصیدہ میں کہتا ہے:

یارب عرب مبادو دیار عرب مباد این مرض شوم و مردم دور از ادب مباد
این قوم دون وزد گدارا ز کردگار جز لعنت و عذاب و بلاد غضب مباد
تنہا ہمین عراق نہ ہر جا عرب کدہ نجدو حجاز و تونس و مصرو حلب مباد

Marfat.com

ایرج میرزا

ایرج میرزا کی شاعری کو جدید ایرانی ادبیات کا بہترین نمونہ تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ اس کا کلام مضامین بدیع پر مشتمل روانی ودلچسپی کا حامل ہے۔ اس کے کلام میں متقدمین شعرا کی مانند استحکام ومتانت پائی جاتی ہے۔ متقدمین کی پیروی میں عربی کلمات کے بافراط استعمال سے احتراز کرتا ہے اور جدیدیوں کی مثل علم وادب کا دشمن نہیں ہے۔

ایرج نے اپنی شاعری میں روزانہ بول چال کی عام زبان کو خوب فروغ دیا۔ جدید عہد کے معاشرتی مسائل میں خاص طور پر عورتوں کی آزادی اوران کی تعلیم ایرج کے نزدیک بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ ایرج کی ہجویہ نظموں میں غیر مہذب اور فحش الفاظ بکثرت ملتے ہیں اور اس قسم کی شاعری میں اس کا لہجہ سخت اور شدید ہو جاتا ہے۔ یہ ایک افسوسناک بات ہے کہ شاعری میں منفرد سبک اور طرز وروش کا فنکار ہونے کے باوجود ایرج موضوعات کے انتخاب میں کیوں ڈھیلا پڑ گیا ہے۔

ہجویات میں "عارف نامہ" ایرج کا شاہکار ہے۔ سات سو ابیات پر بسیط یہ عارف قزوینی (معاصر ایرج میرزا) کی ہجو ہے۔ عارف نامہ کی شان نزول یہ ہے کہ عارف نے ایک بار مشہد میں سلطنت قاچار کے خلاف اور خاقان مغفور (سلاطین قاچار میں فتح علی شاہ، خاقان مغفور اور ناصر الدین شاہ، شاہ شہید کہے جاتے ہیں) کی ہجو میں اشعار پڑھے۔ سلطنت قاچاریہ کے خلاف تصنیف کا یہ بیت ہے:

رحم اے خدای داد گر کردی نکردی ابقابا عقاب قجر کردی نکردی

خاقان مغفور کی ہجو میں غزل کا شعر ذیل میں درج ہے:

چو چغد بر لب ویرانہ ہای شاہ عباس نشست عارف ونفرین بروح خاقان کرد

عارف نے یہ اشعار ایک مجمع کثیر میں پڑھا۔ اس بدگوئی سے شاہ زادہ ایرج میرزا جلال الممالک فرزند صدر الشعرا غلام حسین میرزا پیرزادہ فتح علی شاہ قاچار کے جذبات میں ہیجان آگیا اور عارف نامہ نظم کرنے پر آمادہ ہوا۔ ایرج میرزا نے عارف نامہ میں خود اس ضمن

Marfat.com

میں صراحت کی ہے:

شنیدم در تاثر باغ ملی | برون انداختی حمق جبلی
نمود اندر تماشا خانۂ عام | ز اندامت خریت عرض اندام
بجای بدکشایندی سخن را | بسی بی ربط خواندی آن دھن را
نمی گویم چہ گفتی شرم آید | زبی آزرمیت آزرم آید
چنین گفتندکز آن چیز عادی | ہمی خوردی ولی قدری زیادی
الہی می زدآواز تراسن | کہ دیگر کس نمی دیدت سرسن
ترا گفتند تا تصنیف سازی | نہ از شیشہ امالہ قیف سازی
کنی یا شعر بد عرض کیاست | غزل سازی وآن ہم درسیاست
تو آھوی مکن جانان گرازی | تو شاعر نیستی تصنیف سازی
عجب اشعار زشتی ساز کردی | عجب مشت خودت را باز کردی

عارف نامہ کے تمام اشعار ہجویہ اور شوخ ہیں۔ اس میں اخلاقی ابیات بہت کم ہیں۔ عارف نامہ نے پورے ایران میں ہلچل پیدا کر دیا۔ ریاکار ملاؤں نے ایرج پر کفر کا فتویٰ عائد کیا۔ عارف نامہ کے ابتدائی اشعار یہ ہیں:

شنیدم من کہ عارف جانم آمد | رفیق سابق تہرانم آمد
شدم خوش حال وجانی تازہ کردم | نشاط و وجد بی اندازہ کردم

عارف نامہ کے اشعار ذیل میں ایرج نے عورتوں کے حجاب کو کامیابی کے ساتھ مورد انتقاد و ہجو قرار دیا ہے:

خدایا تاکی این مردم بہ خوابند | زنان تاکی گرفتار حجابند
چرادر پردہ باید طلعت یار | خدایا زین معما پردہ بردار
مگر زن درمیان مابشر نیست؟ | مگر در زن تمیز خیر وشر نیست ؟
زنان را عصمت وعفت ضرور است | نہ چادر لازم و نہ چاقچوراست
چوزن خواہد کہ گیرد باتو پیوند | نہ چادر مانعش گردد نہ روبند
زن روبستہ را ادراک وہش نیست | تاتر و رستوران ناموس کش نیست
اگر زن رابود آہنگ ہیزی | بود یکسان تا ترو پای دیزی

Marfat.com

اگر زن را بیا موزند ناموس　　زندبی پردہ بر بام فلک کوس

بہ مستوری اگر بی پردہ باشد　　ہمان بہتر کہ خود بی پردہ باشد

چوزن تعلیم دید ودانش آموخت　　رواق جان بنور بینش افروخت

بہ ہیچ افسون زعصمت برنگردد　　بدریا گر بیفتد تر نہ گردد

بروای مرد فکر زندگی کن　　نئی خر، ترک این خربندگی کن

برون کن از سرنحست خرافات　　بجنب از جاکہ فی التاخیر آفات

گرفتم من کہ این دنیا بہشت است　　بہشت حور درلفافہ زشت است

اگرزن نیست عشق اندرجہان نیست　　جہان بی عشق زن باشد جہان نیست

اشعار ذیل میں شادی کے طریقہ کو مذموم بتایا ہے:

خدایا کی شوند این خلق خستہ　　ازین عقد و نکاح چشم بستہ

بود نزد خرد احلی و احسن　　زنا کردن ازین سان زن گرفتن

بگیری زن ندیدہ روی اورا　　بری نا آزمودہ خوی اورا

چو عصمت باشد از دیدار مانع　　دگر بستہ است با اقبال و طالع

بہ حرف عمہ و تعریف خالہ　　کنی یک عمر گوز خود نوالہ

بدان صورت کہ از تعریف بقال　　خریداری کنی خربوزہ کال

و یا در خانہ آری ہندوانہ　　ندانستہ کہ شیرین است نانہ

شب اندازی بتاریکی یکی تیر　　دو روز دیگر از عمرت شوی سیر

سپس جوئید کام خود زہرکوی　　تواز یکسو و بانو از دگر سوی

در ایران تابود ملا ومفتی　　بروز بدتر از این ہم بیفتی

عارف نامہ میں حجاب زنان کا ایک قبیح نتیجہ امرد پرستی کے متعلق ایرج کا خیال ہے:

کہ یارب بچہ بازی خود چکار است　　کہ بروی عارف و عامی دچار است

چرا این رسم جز درملک مانیست　　وگر باشد بدین سان در ملانیست

اروپای بدان گردن فرازی　　نداند راہ رسم بچہ بازی

حجاب دختران ماہ غبغب　　پسر ہا را کندھم خوابۂ شب

توبینی آن پسر شوخست وشنگست　　برای عشق و رزیدن قشنگست

Marfat.com

"تعارف" کے عنوان سے قطعہ ذیل میں ایران کی ظاہر داری اور احترام سازی کی مذمت کی گئی ہے:

یارب این عادت چہ می باشد کہ اہل ملک ما — گاہ بیرون رفتن از مجلس زد ررم می کنند
جملہ بنشینند باہم خوب و برخیزند خوش — چون بہ پیش در رسند از ہمدگر رم می کنند
ہمچنان در موقع وارد شدن در مجلسی — گہ ز پیش رو گہی از پشت سر رم می کنند
برزبان آرند بسم اللہ بسم اللہ را — گوئیا جن دیدہ یا از جانور رم می کنند
این یکی چومی نشیند دیگری ورمی جہد — تا دو بت گاہ کم گہ بیشتر رم می کنند
فرضا اندر مجلس گردہ نفر بنشستہ بود — چون یکی وارد شود ہر دہ نفر رم کنند
نام این رم را چون نادان ادب بنہادہ اند — بیشتر از صاحبان سیم و زرر رم می کنند
از برای رنجبر رم مطلقاً معمول نیست — تا توانند از برای گنجور رم می کنند
گر وزیری از در آید رم مفصل می شود — دیگر آنجا اہل مجلس معتبر رم می کنند
ہمچو آن اسبی کہ برمن دادہ میر کامگار — بی خبر رم می کنند و باخبر رم می کنند

ان ابیات میں برقعہ پوشی کی مذمت کرتے ہوئے معاشرہ کی خرابیوں کا احتساب کیا ہے:

شنیدم یا وہ گوئی ہر زہ پوئی — گدائی سفلہ ای بی آبروئی
چو اشعار حجابم را شنیدہ — حجاب شرم و عفت را دریدہ
زبان بگشادہ بر دشنام بندہ — بزشتی یاد کردہ نام بندہ
ولی من ہیچ بدانز کس نگویم — بجز راہ ادب راہی نہ پویم
نہ باید منع کرد این عادت بد — کہ کس نادیدہ بر خواہر بہ چسپد
نہ خود این نیز ہم عیب حجابست — کہ خواہر از برادر کامیابست
تمام این مفاسد از حجابست — حجابست آنکہ ایران زو خرابست
نیندیشی ای بیچارۂ خر — کہ خواہر ساز ناید با برادر
حجاب دست و صورت ہم یقین ست — کہ ضد نص قرآن مبین ست

واعظ و شیخ کے مگرمچھ کے آنسو بہانے پر تنقید کی گئی ہے:

نعوذ باللہ از آن قطرہ ہای دیدۂ شیخ — چہ خانہ ہا کہ ازین آب کم، خراب کند

Marfat.com

شنیده ام که بدریای هند جانوریست | که کسب روزی با چشم اشکیاب کند
بساحل آید و بی حس برائ خاک افتد | دو دیده خیره بر خسار آفتاب کند
شود ز تابش خور چشم او پر از قی و اشک | برای جلب مگس دیده پُر لعاب کند
چو گشت کاسۂ چشمش پُر از ذباب و ہوام | بہم نہد مژه و سر بزیر آب کند
بآب دیدۂ سوزنده تر ز آتش تیز | تن ذباب و دل پشه را کباب کند
چو اشک این حیوان است اشک دیدۂ شیخ | مرو که صید تو چون پشه و ذباب کند

اس قطعہ میں بادشاہ کے مظالم اور اس کی خوں خوار فطرت پر تنقید کی ہے کہ وہ حق بات کہنے والوں کو دار پر چڑھا دیتا ہے:

از داری ترسم

زیاران من بسی بد دیده ام کز یاری ترسم | به بیکاری چنان خو کرده ام کز کاری ترسم
شا پویہا خطرناک کند و ترسیدن از آن واجب | ولی با این خطرناکی من از دستاری ترسم
نه از مار و نه از کژدم نه زین پیمان شکن مردم | ازان شاہنشه بی دین خلق آزاری ترسم
نمی ترسم نه از مار و نه از شیطان نه از جادو | غم خود را بیکسو ہشته از غمخواری ترسم
فراوان گفتنیها ہست و باید گفتنش اما | چه سازم دور دور دیگر است از داری ترسم

ایرج میرزا کا مخصوص میلان ہزل گوئی کی طرف ہے، جو اپنی رکاکت کے سبب اکثر و بیشتر ذوق سلیم پر گراں گذرتی ہے۔ ان کی مشہور مثنوی عارف نامہ بھی اسی کمزوری کا شکار ہے۔ تاہم کبھی کبھی ایرج کی نظموں میں ایسی جھلکیاں نظر آتی ہیں جہاں طنز و ظرافت کی شائستگی اور نشتریت قاری کے ذہن کو متاثر کیے بغیر نہیں رہتی۔ مثلاً ایک جگہ وہ دن کا منظر کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں:

باز بر تافت بعالم خورشید | بر رخ خلق جہان تیغ کشید
شد بر افروختہ کانون فساد | آتش فتنه در آفاق افتاد
تافت بر خوابگه عالم نور | مار جنبید و بجوش آمد مور
روی آفاق پُر از ولوله شد | راحت و امن ز گیتی یله شد
شیر بر خواست پی صید غزال | باز از صعوه نمود استقبال

Marfat.com

قحبہ ٔ بخل برخ غازہ کشید — غرچۂ مفسدہ خمیازہ کشید
مردمان در تک و پو افتادند — رو بہر برزہ و کو بنہادند
گشت بی عاطفتی باز شروع — یافت حرص و ولع و جہل شیوع
آمد از خانہ برون شیر فروش — کوزۂ شیر پر از آب بدوش
کاسب دزد بازار آمد — طالب مزد سرکار آمد
شد برون حضرت شیخ الاسلام — ریش رابستہ حنا از حمام
شرکت را در مال یتیم — شفقتی داند برحال یتیم
صف کشیدند پدر سوختہ ہا — چشم بر منصب ہم دوختہ ہا
روز آبستن رنج و تعب است — ای خوشا شب کہ فراغت بہ شب است

ایک قصیدہ میں ایرج میرزا نے ایران میں مروج لواطت پرستی کی تفصیل بیان کی ہے اور اپنی غیر فطری شہوانی خواہش کی تسکین کی آرزو کا اظہار کیا ہے اور محسوسات کو قلم بند کیا ہے کہ کس طرح وہ امرد پر فریفتہ ہونا چاہتے ہیں اور اس کے والہانہ عشق میں کیا کیا کرنا چاہتے ہیں۔ ایرج میرزا نے بڑے سنجیدہ انداز میں تین قسم کے لوطیوں کا نقشہ کھینچا ہے۔ ایک وہ جو عام لوطی ہیں، دوسری قسم ان امرا کی ہے جو شاہوں سے اپنا تعلق قائم کر کے شاہزادوں کے ساتھ بچہ بازی کرتے ہیں اور تیسرا گروہ لوند مشرب صوفیوں اور ملاؤں کا ہے۔

ایرج میرزا نے ایران میں مروج افیون خوری اور شراب آشامی کی مذمت کی ہے۔ ایرج کی شخصی ہجویات بڑی فحش ہوتی ہیں۔ عطاملک کرمانی، قنبل الدولہ اور طبیب کمال السلطنت کی رکیک ہجویات ایرج سے منسوب ہیں۔ رکاکت و عریانی کی بنا پر نقل کرنا بے سود ہے۔

Marfat.com

عارف قزوینی

میرزا ابوالقاسم متخلص بہ عارف (متوفی ۱۹۳۴ء) پسر مرحوم ملاہادی وکیل قزوینی کی شاعری جدید ایران کی سیاسی و عمرانی حالت پر شدید طنز ہے۔ وہ حکمرانوں، وطن فروشوں اور رجعت پرستوں کی خبر گیری کرتے ہیں۔ اشعار کی روشنی میں عارف کی ہجویات و طنزیات کی زہر افشانی و نیش زنی کا اندازہ ہوگا۔

غزل "قحط الرجال" میں عارف ایران پر غیر ملکیوں کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے اہل ایران کی مذمت کرتے ہیں پھر مذہبی طبقہ کو بھی ملعون شمار کرتے ہیں:

قحط الرجال گشت در ایران کہ از ازل — گوئی کہ ہیچ مرد در این دودمان نبود
جز اجنبی وخائن و بیگانہ محرمی — در آستان شاہ ملک پاسبان نبود
در اجنبی پرستی ایرانی آن چنان — داد امتحان کہ بہتر از این امتحان نبود
زاول بنای مجلس آزادی جہان — شرمندہ تر ز مجلس ما پارلمان نبود
ایران بروزگار تجدد چہ داشت اگر — مفتی و شیخ و مفت خور و روضہ خوان نبود

ملت فروشی

گر نکردم خدمت، این دانم، خیانت ہم نکردم — شکر ایزد را کہ عارف نی وکیلم نی وزیرم

حکمرانی قاچار

تو عدل و داد ز نسل قجر مدار امید — کہ از نژاد ستم داد گر نمی آید

مزدور اور کسان طبقہ پر تشدد و مظالم:

از خرابی یک مشت رنجبر چہ می خواہی — تا بکی توانی کرد زین خرابی آبادی

سرکاری تظلم

بیدار ہر کہ گشت در ایران رود بدار — بیدار و زندگانی بیدارم آرزوست

تیغ زبان — پردہ ہای ریا!

چون بہر کار زدم دست ریا دیدم، روی — بدر میکدہ بی روی ریا خواہم کرد

Marfat.com

بدرای پیر مغان پر دۂ ارباب ریا — ورنہ در کار خرابات ریا خواہم کرد
من ازین خرقۂ سالوس بدر خواہم شد — ترک عمامہ و دستار و ردا خواہم کرد
منع زاہد سبب خوردن می شد ورنہ — محتسب گوید اگر، مستی ابا خواہم کرد

حجاب

ترک حجاب بایدت ای ماہ رو مگیر — در گوش وعظ واعظ بی آبرو مگیر
آشفتہ کن زطرۂ آشفتہ کار زہد — یک موی حرف زاہد خود بین برو مگیر
چون شیخ مغز خالی پُر حرف ولابہ گوی — ایراد بی جہت سر ہر گفتگو مگیر

عارف اپنی ہجویات اور مطائبات کو "دردریات" کا لقب دیتا ہے۔ یہ اس کی اپنی موضوع اصطلاح ہے۔ اس کی جدی شاعری سے ہجویہ شاعری کسی طور پر کم اہمیت نہیں رکھتی:

ہیئت کابینہ تکیۂ دولت

نشستہ بودم دوش از درم در آمدیار — شکن بزلف وگرہ بر جبین عرق بعذار
خراب چون دل من چشم و خشمش اندر چشم — نشست پشت بہ من کرد روی بر دیوار
جواب گفت تو سر زیربال و پرداری — بدام فکر فرو رفتہ چو بو تیمار
بعمر خویش تو خوش بودۂ بہ استبداد — بیا ببین کہ ز مشروطہ شد جہان گلزار
ولیک ترسم کز دست خائنین گردد — ہمین دو روزہ مبدل بہ گلخن این گلزار
شدہ است ہیئت کابینہ تکیۂ دولت — کہ شمرد بروز امروزی شود مختار
عروس قاسم روزی رقیہ می گردد — لباس مسلم می پوشد عابد بیمار
ہمانکہ ہندہ شدی گاہ می شود زینب — یزید ہم زن خولی شود چو شد بیکار
کسی ندیدہ کہ یک نو عروس صد داماد — کجا روا است کہ تابین یکی و صد سردار
فغان و آہ ازین مردمان بی ناموس — امان ز مسلک این فرقۂ کلہ بردار
زاعتدالی خالی اگر جہان نہ شود — ہمیشہ رنجبران را شود تہی انبار
کجائی آنکہ بیابان رنج پیمودی — بیا ببین کہ بہ خر خویش ہر کس است سوار
ز حرف حق زدن عارف نکن دریغ امروز — چہ پاک ازانکہ در این راہ می زنند بدار

سلیمان نظیف ایک معروف ترکی ادیب حکومت عثمان سے وابستہ تھا۔ اصلاً کردستان کے نواح وجوار کا باشندہ تھا اس لیے بہت ممکن ہے کہ اس کی رگوں میں ایرانی خون

Marfat.com

دوڑ تا ہو۔ شاعرانہ احساس، طرز فکر اور فن چابکدستی میں ایرانیوں سے مشابہ ہے، لیکن دوسری طرف اس میں ترکوں جیسی عادتیں پائی جاتی ہیں جو اس کی فکر میں تاون اور حرکات میں غارت گری کے سامان ہیں:

زمن بگو بہ سلیمان نظیف تیرہ ضمیر　　که ای برون تو چون شیر واندرون چون قیر
برون ز کرد شود اولیا؟ معاذ اللہ!　　تنوری شود از چوب ساخت؟ گوش مگیر
ز ترک غیر خیریت ندید کس زینہار　　چو کرد ترک شود خربیار و معرکہ گیر
تو را کہ کودک دیروزی است دولت قان　　کجا رواست کہ شوخی کند بدولت پیر
عشیرتی کہ ندارد در فش و عارد تبار　　رسیدہ است ززردی بہ کاخ و تاج و سریر
نژاد ایران با ترک آن چنان ماند　　کہ کس شبیہہ نماید حریر را بہ حصیر
تو گفتی : ایرانی بگرفتہ راہ ترکستان　　نمی رسد بسوی کعبہ ز آنکہ نیست بصیر
تو را بہ کعبہ چو سگ راہ نیست ترکستان　　نگاہ دارد ببر راہ وپس سرہ گیر
فرار کردم و گفتم ہزار لعنت حق　　بہ ترک و برپدر ترک از صغیر و کبیر
نظام سلطنت از خویشتن بترک فروخت　　خری خرید خری پشت ریش و چشم ضریر
اگر مخارج پالان زیادہ از خر کرد　　کدام زین دو خر ندای ادیب شوخ و شہیر
ازین دو خر تر خر آنکسی بود بہ جہان　　کہ سرسری شمرد خسروان عالم گیر
تو را بہ نادر گیتی ستان چہ کار ایدون　　برو بکار خود ای کرد پا بسر تز دیر
ادیب باید طرز ادب نگہ دارد　　نہ ہر چہ لایق ریشش بود کند تحریر

اشرف الدین کی ادارت میں ایک روزنامہ بنام ”نسیم شمال“ نکلتا تھا اور اسی مناسبت سے اشرف الدین نسیم شمال مشہور ہو گئے تھے۔ عارف قزوینی نے ایک نظم ”خرنامہ عارف“ بہ طرز مثنوی موزوں کی۔ آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:

خواندم امروز من نسیم شمال　　خواندہ ناخواندہ کردمش پامال

سید اشرف کو ”خر“ کہہ کر مخاطب کرتا ہے اور معاشرے کے تمام طبقہ اور ہر فرد کو ”خر“ شمار کرتا ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

پی تخریب کلہ ہای عوام　　از چہ داری تو جدوجہد تمام
ای خر ازین خران چہ می خواہی　　تو ز خود بدتران چہ می خواہی

Marfat.com

اہل این ملک بی لجام خرند | بخدا جملہ خاص و عام خرند
شاہ و کابینہ و وزیر خرند | از امیرانش تا فقیر خرند
حشمت الدولہ گر کنی باور | ہم دروغی مقدس است ہم خر
موتمن کم خر از برادر نیست | کہ کہر از کبود کمتر نیست
شحنہ و شیخ و پیر، پیرو دلیل | باز دارند، حلق را ز سبیل
سربازار تا خیابان خر | شہرو دہ وکشور و بیابان خر
از مکلاش تا معمم خر | فعلہ و کارگر مسلم خر
واعظ و روضہ خوان منبر خر | ہم ز محراب تا دم در خر
از صف پیش تا بہ آخر خر | از مقدم الی موخر خر

نظم ''پدرنامہ عارف'' بھی ایک کامیاب ہجو ہے:

بار آورندۂ شجر بی ثمر پدر | ای زندگانیت ہمہ با درد و سر پدر
ای مایۂ فلاکت و خون جگر پدر | ای تربیت کنندۂ اولاد خر پدر
ای کردۂ چاک دامن ناموس مادرم | ہر شب گرفتہ تنگ برش در برابرم
پنداشتی گر مردہ وگر زندہ ام خرم | مردم زشرم اینکہ چہ سان سر بر آورم
ای برخلاف علم و ادب ہمچو بولہب | گشتم زدست جہل تو حمالۃ الحطب
بی علم و بی سواد و خرو خوار کردیم | جز خانۂ خود از ہمہ جا بی خبر پدر
نفرین بہ خانوادہ و خان تو نان تو | جانم بلب رسید پدر جان بجان تو
آتش بہ خانمان تو و آشیان تو | رفتم بہ کشوری کہ نیابم نشان تو

آیم دمی کہ از تو نہ بینم اثر پدر

اپنی نظم ''دلاکیۂ عارف'' میں ظرافت وطیبت کے انداز میں شدید ہجو پوشیدہ ہے۔ ایک آدمی کے سر منڈوانے کا واقعہ بیان کرتا ہے کہ کس طرح ''نائی'' نے استرے تیز کر کے اس کے سر کی صفائی شروع کی:

کرد زیردست و مالیدن گرفت | بعد از یک سو تراشیدن گرفت
اولین بارش چنان ضربی بہ سر | زد کز آن ضربت دلش را شد خبر
گفت آخ استاد ببریدی سرم | گفت: راحت باش تا من سرورم

Marfat.com

پنبہ می چسپانمش تا خون ریش — از سر خونین نریزد روی ریش
باز فریاد از دل پر خون کشید — تا بجنبد چند جا را هم برید
ہی بریدی آن سرہی از جیب خویش — پنبہ می چسپاند بر آن زخم ریش
پوست آن سرہمہ تاراج کرد — صفحۂ سر دکۂ حلاج کرد

آخر میں جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ اصل ہجو ہے:

تیغ دادن برکف دلاک مست — بہ کہ افتد شاہی احمد را بدست
آن کند زخمی سرو این سر برد — سرزسرداران یک کشور برد

عارف نے ایک قصیدہ خط کے انداز میں اپنے دوست علی بیرنگ کو لکھا اس میں ابنائے وطن کی شکایت کی اور ان کی انگلینڈ پرستی اور روس نوازی سے بیزاری کا اظہار کیا ہے۔ کچھ اشعار بطور نمونہ درج کیے جاتے ہیں:

شاہ و وزیر و وکیل و حاکم و محکوم — رشوہ بگیرند و رشوہ خوار علی جان
عالم و جاہل بیک ردیف در انظار — خادم و خائن بیک قطار علی جان
بار برانگلیس و کارگر روس — مردم بی قدر و اعتبار علی جان
شاہ و گدا دزد میر و عسس مست — مملکت از ہر طرف دچار علی جان
آنچہ بجا ماندہ بر دشہ بہ اروپا — بہ بہ ازین شاہ و شاہکار علی جان
گنج جواہر ز شاہ باز گرفتن — مہرہ گرفتن بود ز مار علی جان
مجلس ننگین، وکیل، خائن و قاتل — دولت و کابینہ لکہ دار علی جان

Marfat.com

ملک الشعرا میرزا محمد تقی بہار مشہدی

بہار جدید ایران کے عظیم انقلابی شاعر ہیں۔ آپ کا دیوان، قصائد، غزلیات، مثنویات، رباعیات اور قطعات پر مشتمل بیس ہزار اشعار پر بسیط ہے۔ بہار کی شاعری پر سیاسی اور سماجی رنگ غالب ہے۔ ان کا لہجہ شدید اور تلخ ہے۔ ان کی شاعری میں خرابیٔ ماحول کے خلاف احساسات کی عکاسی ملتی ہے۔

ایک بار افترا پردازوں نے بہار کی بدیہہ گوئی کے امتحان کے لیے رباعیاں موزوں کرنے کی خواہش ظاہر کی اور جمع بین الاضداد کے فنی استعمال پر مصر ہوئے۔ بہار نے ایک رباعی میں تسبیح، نمک، چنار، بہار اور دوسری میں خروس، انگور، درفش، سنگ کا استعمال کیا۔ بہار کہتے ہیں:

"دران مجلس جوانی بود طناز و خود ساز کہ از رعنائی برعونت ساختہ واز شوخی بہ شوخگنی پرداختہ"۔

اس نے یہ چار الفاظ کاغذ پر لکھ کر دیا: آینہ، آرہ، کفش، غورہ۔ بہار آگے لکھتے ہیں کہ:

"من برای تنبیہ آن شوخ چشم دست اطاعت بر دیدہ نہادہ دی راہجای کردم کہ منظور آن شوخ ہم دران ہجو بحصول پیوست و آن اینست"

چون آئینہ نور خیز گشتی، احسنت   چون ارہ بخلق تیز گشتی، احسنت
در کفش ادیبان جہان کردی پای   غورہ نشدہ مویز گشتی، احسنت

بہار کا قصیدہ "جہنمیہ" طنزیات کے تیر و نشتر سے لیس ہے۔ اس میں سجادہ نشین بزرگوں، زہد فروش عالموں اور دیگر طبقات انسانی کی مذمت کی گئی ہے۔ ابتدائی اشعار میں جہنم کی منظر کشی کی گئی ہے پھر بتایا ہے کہ کون کون لوگ جہنم کے مستحق ہیں۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

آن چاہ ویل در طبقۂ ہفتمین کہ ہست   تابوت دشمنان علی درمیان او
از موضیف تر بود از تیغ تیز تر   آن پل کہ دادہ اند بدوزخ نشان او
جز چندتن زما علما جملہ کائنات   ہستند غرق لجۂ آتش فشان او

Marfat.com

جز شیعہ ہر کہ هست بعالم خدا پرست — در دوزخ است روز قیامت مکان او
وانکس کہ باعمامہ سر موی سر گذاشت — مندیل اوست سوی درک ریسمان او
وانکس کہ کرد کار ارادات دولتی — سوزد بہ پشت میز جهنم روان او
وانکس کہ شد وکیل وز مشروطہ حرف زد — دوزخ بود بروز جزا پارلمان او
وانکس کہ روزنامہ نویس است و چیز فہم — آتش فتد بدفتر وکلک وبنان او
وان عالمی کہ کرد بمشروطہ خدمتی — سوزد بہ حشر جان و تن ناتوان او
وان تاجری کہ رد مظالم بمانداد — مسکن کند بہ قعر سقر کاروان او
وان کاسب فضول کہ پالان او کج است — فردا کشند سوی جهنم عنان او

بہار کے باغیچہ میں ایک بڑا تالاب تھا جس میں بے شمار مینڈک پیدا ہو گئے جو اپنی غٹر غوں سے حساس شاعر کا سکون و آرام چھین رہے تھے۔ ایک رات شاعر نے مینڈکوں کی ہجو میں ایک قصیدہ لکھ مارا۔ اس قصیدہ میں بہار لبیبی کے بیت ذیل سے متاثر ہیں:

ای غوک چنگلوک چو پژمردہ برگ کوک — خواہی کہ چون چگوک پری سوی ہوا

بہار کا ہجویہ قصیدہ "غوک نامہ" ملاحظہ ہو:

آن غوک سبز پوش بر آن برگ پیل گوش — جستہ کمین خموش و دویدہ سوی سما
چون زاہدی عنود، بہ سجادۂ کبود — برکردہ از سجود، سر و ردی یاخدا
گر بگذرد ز پیشش پروانہ ای ضعیف — بروی کمین گشاید، آن زاہد دغا
بی رنج گیر و دار، بیور باردش بقہر — چونان کہ آدمی را اوبارد اژدہا
غوک کبود چہر، شدہ خیرہ بر سپہر — خواہد مگر زمہر، فلک دوزدش قبا
"ای غوک چنگلوک چو پژمردہ برگ کوک — خواہی کہ چون چگوک پری سوی ہوا"

بہار کے کلام میں متعدد قصیدے ملتے ہیں جو مشہور کلاسیکی قصائد کے جواب میں لکھے گئے ہیں۔ "جغد جنگ" کا مطلع:

نغان ز جغد جنگ و مرغوای او — کہ تا ابد بریدہ باد نای او

منوچہری کے قصیدے کے جواب میں ہے جس کا مطلع یہ ہے:

نغان ازین غراب بین دوای او — کہ درنو افکند مان نوای او

Marfat.com

اس قصیدے میں جنگ کی تباہ کاریوں کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور سرمایہ دارانہ نظام کی مذمت کی گئی ہے۔ اشعار ذیل خاصی توجہ کے طالب ہیں:

بخاک مشرق از چہ رو زنندرہ | جہانخواران غرب و اولیای او
گرفتم آنکہ دیک شد گشادہ سر | کجاست شرم گربہ و حیای او
کسیکہ در دلش بجز ہوای زر | نیافریدہ بو یہ ای خدای او
رفاہ و ایمنی طمع مدارہان | ز کشور یکہ گشت مبتلای او
بہ خویشتن ہوان و خواری افگند | کسیکہ در دل افکند ہوای او
نہند منت ندادہ برسرت | وگر دہند چیست ماجرای او
بنان ار زنت بساز وکن حذز | زگندم و جو و مس وطلای او
بسان کہ کہ سوی کہر با بارود | رود زر تو سوی کیمیای او
نہ دوستیش خواہم و نہ دشمنی | نہ ترسم از غرور و کبریای او
ہمہ فریب و حیلت ست و رہزنی | مخور فریب جاہ واعتلای او
غنای اوست اشک چشم رنجبر | مبین بہ چشم سادہ در غنای او
عطاش را نخواہم و لقاش را | کہ شوم تر لقایش از عطای او
لقای او پلید چون عطای وی | عطای وی کریہہ چون لقای او
فنای جنگ خواہم از خدا کہ شد | بقای خلق بستہ در فنای او

بہار کا ایک مشہور قصیدہ بہ عنوان "شکوائیہ" ہے۔ اس قصیدہ میں بہار نے اوضاع عمومی کی تنقید کی ہے اور حکومت کے محکمہ وانتظامیہ وعدلیہ کے ستم پیشہ عمال کو ان کے جور وظلم کی بنا پر مورد لعن وطعن قرار دیا ہے۔ بہار کو خود بھی ۱۳۱۲ خورشیدی میں ان عمال کی فریب کاریوں سے زندان کی ہوا کھانی پڑی تھی:

شریر، قاضی و رہزن، امین و دزد عسس | ازین دیار بباید بردن جہاند فرس!
فتادہ کارکسان با جماعتی کہ بوند | ہمہ عوان و ہمہ خونی و ہمہ ناکس!
زخائنان و زدزدان کہ برسر کارند | شد این امین خزانہ، شد آن امیر حرس
درون زندان دیدم نکردہ جرم بسی | زگندہ پیر کہن تا بکودک نورس

Marfat.com

یکی امیر، کہ گفت "ای اجل نجاتم دہ" — یکی بہ بندکہ گفت "ای خدا بدادم رس"
یکی بایران باز آمدہ زکشور روس — یکی از ایران کردہ گذر برود ارس
یکی نوشتہ کتابی بہ تاجر دہلی — یکی گرفتہ جوابی ز عامل مدرس
یکی شکایت کردست کزچہ روی امسال — مرکبات گران است وگوجہ ھا نارس
یکی بہ محضر جمی سرودہ با میرآب — کہ باد لعنت بر خولی و سنان عنس
یکی بعہد مدرس بنزد او رفتہ است — شدہ است بادی ہمہ زخانہ تامدرس
گناہ بندہ ہم ازاین قبل گناھان بود — بگویم ارندھی نسبت گزافہ زپس

نظم ذیل احمد شاہ قاچار کے آخری دور حکومت میں لکھی گئی۔ اس میں شاہ کے طرز وروش اور درباریوں کی حرکتوں کو ملعون و مطعون قرار دیا گیا ہے۔ یہ نظم روزنامہ "نوبہار" میں شائع ہوئی۔ شاہ کبیدہ خاطر ہوئے اور نوبہار کی اشاعت پر پابندی عائد کردی۔ ہجویہ اشعار ملاحظہ ہوں:

فربہی مرد بہ مغز سراست — فربہ بی مغز بلی لاغراست
فربہ بی مغز کدوئی است خوار — لاغر پُرمایہ در شاہوار
از دو جہان سیم و زر اورا وبس — و زملکی تاج سر اورا وبس
سود خور و زر طلب و چشم تنگ — بی عظمت چون نم خون روز جنگ
کف لئیمش نہ شد از حرص و آز — جز ز پی زر ستدن ہیچ باز
پر طمع و کور دل و تیرہ جان — پادشہ و زارع و بازارگان
گہ بہ سپہ، تا برہش سر دہند — گہ برعیت، کہ بدو زر دہند
شہ کہ بیک دست دہد سیم و زر — باز ستاندش بدست دگر
بندۂ دینار و عبید درم — شاہ رعیت نبود لاجرم
گنج کہ سرمایہ سالاری است — چون نشود خرج، گرانباری است

"بیکی ازوکلای مجلس"

ای سید عراقی شغلی دگر نداری — یا دخلکی تراشی یاپولکی درآری
بیچارہ ای بہرکار جز کار چاپلوسی — بیگانۂ ای زہرفن، جز فن مفتخواری
در کربلا ندیدی جز علم جیب کندن — وندر نجف نخواندی جزدرس خرسواری

Marfat.com

بد قلب و روسیاهی بد اصل و دین تباهی — هم ملعنت پناهی، هم مفسدت شعاری
ریش و ردا و مندیل فسق ترا بنوشد — زیرا چو بوی ناخوش از پرده آشکاری
در کار خیر سستی، در اخذ رشوه چستی — از بسکه نادرستی، از بسکه نابکاری
تو خام قلتبان را خسرو نکوشناسد — لیکن برونیارد از فرط پخته کاری
باشد دوروئی تو نزدیک شه مسلم — چون سکه های مغشوش پیداز کم عیاری
من مورد عتابم اما که بی گناهم — تو مورد عطائی اما گناه داری
تو سود خویش خواهی در حضرت شهنشه — من خیر خلق خواهم در قرب شهریاری
زین خیر خواهی من خسروزیان نه بیند — تو از خباثت خویش آن رازیان شماری
من تکیه گاه پنهان از اجنبی ندارم — تو تکیه گاه پنهان جز اجنبی نداری
توکوری وزخورشید جز گرمیٔ ندانی — کز چشم تست پنهان آن نور کردگاری

اشعار ذیل میں شہر ری کی مذمت کی گئی ہے جو فتنہ وفساد اور حوادثات شوم کا جائے وقوع رہا ہے:

"ذم ری"

اجل پیام فرستاد سوی کشور ری — که گشت روز تو کوتاه و روزگار تو طی
از آن قبل که تو شومی و شومی از در تو — بملک در شود انسان که باده در رگ و پی
هما ره بنگه اوباش و جایگاه رنود — همیشه مهد خرافات و گاهواره غی
همه فقیر به علم و همه علیم بزرق — همه ضعیف بعقل و همه دلیر به می
بتنگدستی، پا بند زینت سر و بر — به بی نوائی، گرم نوازش دف و نی
ایا بداخلیان گفته الجناح علیک — ولی بخارجیان گفته الجناح علی
همین نه تنها در جنگ شیعی و سنی — بسوختی چو زتف شراره توده نی
که جنگ شافعی ومالکیت هم پس از آن — چنان فشرد که در تو نماند شخصی حی
بیاد دار که با خاک ره شدی یکسان — زنعل لشگر تاتار و برق خنجردی
بیاد دار کز آشوب توپ استبداد — شد آفتاب تو تاریک و نوبهار تو دی
بیاد دار که دادی تو هفده شهر بروس — زملک ایران، آنگاه که مخنل بودی، هی

Marfat.com

بیاد دار کہ بودی عبید اجنبیان | از آن زمان کہ نبشتند بر تو بذالری
علاج ایران نبود جزاینکہ صاعقہ ایت | بشعلہ محو کند، کاخرالدوا الکی

مرحوم بہار کو تہران کے لوگوں سے بیشمار اذیتیں پہنچی تھیں۔ تہرانیوں اور تہران کی مذمت میں بہت اشعار ملتے ہیں۔ دکھے ہوئے دل کی آواز دل پر اثر کرتی ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

دمادم درپی عیش و تناسانی است تہرانی | ز بغدادی و کوفی نسخہ ثانی است تہرانی
چومی بندد خراسانی پر خاش مغولان صف | غنودہ اندر آن سرداب پنہان نیست تہرانی
چو آذربائجانی می زند بار وسیان پنجہ | پی یغمای رشتی و خراسانی است تہرانی
چو شیرازی کند بالشکر شیبانیان کوشش | اسیر بند غفلتہای شیطانی است تہرانی
فنائی الفت وعہد وفنای صدق وغم خواری | درست آمد کہ اندر دوستی فانی است تہرانی
نورزد عشق باکس جز بقصد بردن جانش | بدین معنی رفیق وعاشق جانی است تہرانی
اگر مناس شدی یاری ز تہرانی مجو ہرگز | کہ خصم تنگی ویار فراوانی است تہرانی
چو نادانی و تہرانی بود در قافیت یکسان | ہمیشہ درپی ترویج نادانی است تہرانی
بہر نسبت کہ کردم فکر، فکرم ناتمام آمد | بجز این نسبت کامل کہ تہرانی است تہرانی
اگر تہرانئ اندر وفاداری درست آید | مزور بایدش خواندن والا نیست تہرانی

بہار انگلینڈ کی خارجہ پالیسی اور خصوصاً ایران کے ساتھ اس کے رویہ سے خوش نہ تھے۔ دوسری جنگ عظیم کے موقعہ پر تہران اور وہاں کی عوام کو سخت جانی و مالی نقصانات برداشت کرنا پڑا۔ بہار نے "نفرین نامہ" نظم کیا اور حیرت ہے کہ ان کی بہت سی بددعائیں (پیش گوئیاں) مستجاب ہوئیں:

انگلیسیا در جہان بیچارہ و رسوا شوی | ز آسیا آوارہ گردی و زاروپا، پاشوی
چشم پوشی بادل صدپارہ از سودان و مصر | وزبو یروکاپ ،دل برکندہ ودرواشوی
باکلاہ بام خوردہ بالباس مندرس | کفش پارہ، دست خالی، سوی امریکا شوی
بگذری از لالی وبیرون شوی از ہفت کل | وز غم نفتون روان بر شعلہ نفت آساشوی
طعمہ خود فرض کردی جملہ موجودات را | وقت آن آمد کہ یکسر طعمۂ اعدا شوی
اختلاف افگندی وکردی حکومت برجہان | شد دمی کز اتحاد خصم بی ملجا شوی

Marfat.com

بودی اندر عقل و دانائی و بینائی مثل — خواست حق تا کور گردی، کر شوی، کانا شوی
هر کجا دیدی جوان مرد وطن خواه و غیور — از میان بردیش تا خود در جهان آقا شوی
هر کجا گنجی نهان، یا ثروتی دیدی عیان — حیله ها کردی که خود آن گنج را دارا شوی
عهد ها کردی و پیمانها بشاهان قجر — کز نهیب قهر روس این ملک را ملجا شوی
آتش جنگ عموی را نمائی شعله ور — قتل بابو نها جوان را مات اولی شوی

"یکی از روزنامه نویسان فحاش"

ابلهان زان خط که روزش بد فتر می کشی — بر سر تقویٰ و ایمان خط دیگر می کشی
ساغری کز جرعه نوشی هاش رانی عیبها — گر بچنگ آری تواش لاجرعه بر سر می کشی
شب بعیب پاک مردان خامه را سر میکنی — روز بر قتل عزیزان پاچه را ور می کشی
گاه ترک و گاه آلمان گاه روس و انگلیس — مادر بیچاره را زین در به آن در می کشی
می ستانی محرمانه پول از بیگانگان — پس بروی آشنا از کینه خنجر می کشی
زانکه بالا قیدی و بی آبروئی روز و شب — فحش و بهتان می پرانی جبر و منجر می کشی
گر هنرمندی باصلاحات بردارد قدم — پاچه اش چسپیده خونش را به ساغر می کشی
در سخندانی سخن گوید باصلاح وطن — باد و صد دشنام از آن بد بخت کیفر می کشی
ور باد چیزی نچسپید از جنایات عموم — زیر دشنام می وافیونش اندر می کشی
کیست آن میخواره وافیون صافی ضمیر — تا تو را گوید که ای خر خیره عرعر می کشی
من اگر می می خورم تو چیز دیگر می خوری — ور من افیون می کشم تو چیز دیگر می کشی

"یکی از معاندین"

بد بخت کسی که چون تو باشد — یک عمر بکار خویش حیران
منفور بنزد پیر و برنا — ملعون بر کافر و مسلمان
از روز ازل فکنده ابلیس — در قلب تو کارگاه عصیان
تو ز اهرمنی و از تو بیزار — روح مشی و روان مشیان
ای مغز خوابگاه ابلیس — وی قلب تو جایگاه شیطان
ای مایهٔ ننگ اهل تبریز — از حکما باد تا شتربان

Marfat.com

باآین تن خشک و این قیافه — هستی ز کدام جنس حیوان
بوزینهٔ سل گرفته ای تو — پوشیده بتن لباس انسان
خودرا تو ز مصلحان شمردی — این نام بخود نهادی آسان
هستی بقیاس مصلحان، تو — چون زآب فرات آب غلیان
هستی تو بطعم و بوی پیدا — هر چند شوی برنگ پنهان
شد پارسی از تصرف تو — مهمل چو کلام جان بن جان

"در هجو یکی از زنهای تهران"

مردو زن و پدر زن و مادر زن و عروس — در بزم عیش بادهٔ گلنار می کشند
کد بانوان و دختر کان و عروسکان — در نزد غیر پرده زرخسار می کشند
هرکس که نیم شب زخیابان گذر کند — اورا میان خانه باصرار می کشند
کف می زنند و هلهله بسیار می کند — می میخورند وعربده بسیار می کشند
همسایگان خستهٔ مسکین زخواب خوش — برجسته فحش داده و سیگار می کشند

"بمناسبت کوتاه کردن زنان گیسوان خودرا"

شنیدستم در امریکا گروهی — دل از عشق زنان یکسو کشیدند
زدست بی وفائی های نسوان — در آغوش جوانان آرمیدند
هماُنگه دسته ای در شهر پاریس — سوی این ماجرا باسر دویدند
چنان شد رسم کار بچه بازی — که گفتی زن زاول نا فریدند
زنان از دیدن این عین فاحش — سرانگشت پشیمانی گزیدند
پس آنگه بهر استرضای مردان — بعزم امردان کسوت گزیدند
ببر کردند رخت تنگ وکوتاه — سراسر زلف با مقراض چیدند
بایران هم سرایت کرد این کار — زنان نا فرمودهٔ شیطان شنیدند
طلائین طره و مشکین کلاله — درو کردند و قلب ما دریدند
سرخودرا کچل کردند و زین غم — دل مارا بخاک وخون کشیدند
بیک تقلید بیجا این بلا را — دو دستی برسر خود آوریدند

Marfat.com

باب ہفتم

ہندوستان کی فارسی شاعری میں ھجویہ روایت

ایران اور ہندوستان کا رابطہ قدیم الایام میں قائم ہوا۔ اس ملک کے لوگ فریدون اور نوشیرواں کے زمانے سے ایرانی لشکر کشائی کے باعث پہلوی زبان سے آشنا تھے۔ جس فارسی زبان سے ہم آشنا ہیں وہ خراسانی مسلمانوں کی زبان ہے جو غزنوی اور غوری لشکر کے ہمراہ ہندوستان آئی۔ ایران کی طرح یہاں بھی مجلس شعر و سخن رنگ پر آئی اور ایک سے ایک نامور شعرا پیدا ہوئے۔ عہد مغلیہ کے حکمرانوں کی فیاضیاں اور داد و دہش کی خبر سنکر ایران سے ہندوستان آنے والے شعرا اور ادبا کا تانتا بندھ گیا۔ حکمرانوں نے ان کی نیز ہندی نژاد شعرا و فضلا کی خوب جی کھول کر ہمت افزائی کی۔

ہندوستانی فارسی ادب میں ہجو و ہزل اس افراط کے ساتھ نہیں دستیاب ہیں جس قدر ایرانی ادب میں ملتے ہیں۔ ہجو کے عوامل و محرکات کی یہاں بھی کمی نہ تھی لیکن شعرا نے اس طرف کم توجہ دی اور ان کی تمام تر صلاحیتوں کا مصرف جدی ادبیات کی تخلیق و تکمیل میں ہوا۔

عہد مغلیہ کے انحطاطی دور میں تین شعرا ملتے ہیں جنہوں نے اس صنف خاص میں طبع آزمائی کی۔ یہ ہیں نعمت خان عالی، جعفر زٹلی اور فوقی یزدی۔ فوقی یزدی گرچہ ایرانی النسل شاعر ہے لیکن ہندوستان آیا تھا اس لیے اس کا ذکر اسی باب میں مناسب سمجھا گیا۔

Marfat.com

میرزا محمد علی شیرازی المتخلص بہ عالی

میرزا محمد علی کا والد حکیم فتح الدین شیراز سے ہندوستان آیا تھا۔ اس کی پیدائش یہیں ہوئی۔ صغر سنی میں باپ کے ساتھ ایران چلا گیا اور تحصیل علوم کے بعد ہندوستان واپس آیا۔ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے مطبخ کا داروغہ مقرر ہوا اور اسی بناپر اسے ۱۱۰۴ھ میں نعمت خان کا خطاب ملا۔ اورنگ زیب نے اسے جواہر خانہ نگین دولت کا داروغہ مقرر کر کے مقرب خان کا خطاب عطا کیا تھا پھر شاہ عالم کے زمانے میں دانش مند خان کے خطاب سے بھی سرفراز ہوا۔

نعمت خان عالی بہت بڑا ہزال اور فحش نگار ہجو گو تھا۔ ہجویات و طنزیات میں اس کا مقام بہت بلند ہے۔ اس کی کلیات میں ہجو، طنز اور تحریفات کے نادر نمونے ملتے ہیں۔ نعمت خان عالی کے یہاں ہجو ملیح کی روشن مثالیں ملتی ہیں۔ طعن و طنز میں الفاظ کے الٹ پھیر اور ضلع جگت کا عنصر غالب ہے۔ نعمت خان عالی کی مضحکات اور مطائبات کے تشبیہات و استعارات اور لفظی و معنوی صناعت و بلاغت خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔ اس کی ہجویات کے متعلق صاحب تذکرہ خزانۂ عامرہ (۱) رقم طراز ہیں:

"جامع فنون کمال است و عجوبہ عدیم المثال، خامۂ ہجو لیش شمشیر خون ریز است"۔

احمد علی سندیلوی مخزن الغرائب میں لکھتے ہیں: (۲)

"...اس نے اپنے ولی نعمت کے حق نمک کا خیال نہیں رکھا اور ہجو ملیح لکھی:

نمک و سودہ الماس شبیہ است بہم　　　ہر کہ این را بہ غلط خورد دگر جان نبرد

آخر اپنی ناشایستہ اور نامناسب باتوں سے لوگوں کی نظروں سے گر گیا۔ اس کی غزلوں کے اشعار میں تو کوئی لطف نہیں بلکہ بے مزہ اور درد سے خالی ہیں مگر اس کی مثنوی، ہجو اور نثر پسندیدہ ہے"۔

اورنگ زیب نعمت خان عالی کی دریدہ دہنی سے واقف تھا لیکن قصداً اغماض کرتا تھا۔

---

(۱)- خزانۂ عامرہ تالیف آزاد بلگرامی، ص ۳۳۳۔

(۲)- مخزن الغرائب تالیف احمد علی سندیلوی ص ۲۳۹-۲۴۰۔

Marfat.com

ایک بار کامگار خاں (۱) نامی ایک امیر کی شادی کے موقع پر نعمت خاں عالی نے ایک ہجویہ قطعہ لکھا جس کے دو شعر یہ ہیں:

بار دیگر کد خداشد خاں عالی منزلت — باکمال عزو تمکین باوقار زیب وتن
دخلہا در موشگافی کار ملازادہ است — توبہ تحت اللفظ واعظ گشتہ چون ملا حسین

صاحب تذکرۂ خزانۂ عامرہ لکھتے ہیں: (۲)

"ملازادہ خطائی محشی مختصر معانی مشہور است کہ کمال تدقیق دارد و سخنہا نہایت موشگافی می رساند۔ ملازادہ در اصطلاح رنود واوباش آلۂ تناسل را گویند و ملا حسین صاحب تفسیر حسینی و دیگر تصانیف۔ مشہور است کہ سخن سرسری میگوید و بتدقیق کم می پردازد"۔

کامگار خان نے اورنگ زیب سے اس کو تنبیہ کرنے کی درخواست کی۔ اورنگ زیب نے لکھا:

"خانہ زادہ سادہ لوح (کامگار خاں) می خواہد کہ مارا ہم درین رسوائی شریک سازد کہ اوھر چہ خواہد درباب ما بگوید، و بہ نویسد، و شہرۂ عالم سازد و بیشتر ہم درباب ما مقصر نبود۔ تلافی باضافہ انعام شدہ، کہ دیگر ارتکاب نکند، باوجود این خود کمی نکردہ زبان بریدن و گردن زدن مقدور نیست باید سوخت و باید ساخت (۳)"۔

یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جبکہ فتح دکن کے موقع پر تاخیر ہوئی تو بعض افراد نے اورنگ زیب سے واپس جانے کی درخواست کی۔ اورنگ زیب واپس جانے کے خلاف تھا۔ اس موقع پر نعمت خان عالی نے چڑھ کر کہا:

بنشستہ چنان قوی کہ برداشتنش
کاری دگری نیست خدا بردارد

مآثر الامرا کا مصنف نعمت خان کو ہمیشہ ہاجی کے نام سے یاد کرتا ہے اور لکھتا ہے:

"ہیچ یکی از زبانش نہ رستہ"

نعمت خان عالی بہادر شاہ کے حالات بہ عنوان "بہادر شاہ نامہ" نظم کر رہا تھا کہ زندگی کو خیر باد کہا۔ اس کے علاوہ اس کی تصانیف (الف) وقائع نعمت خان عالی (ب) توقعات یا منشآت نعمت خان (ج) حسن و عشق (یا مضاحکہ حسن و عشق یا کتخدائی حسن و عشق (د) اخلاقی و صوفیانہ نکات پر مشتمل ایک مثنوی (ہ) کلیات نعمت خان عالی۔

---

(۱)- بادشاہ عالمگیر کے وزیر اعظم عمدۃ الملک جعفر خان کا دوسرا لڑکا۔ اس کی ماں فرزانہ بیگم عالمگیر کی خالہ تھیں، ص ۳۴۳۔ (۲)- خزانۂ عامرہ، ص ۳۴۳۔ (۳)- وقائع عالمگیر، ص ۱۱

Marfat.com

"وقائع نعمت خان عالی"، وقائع حیدر آباد یا واقعات حیدر آباد وگولکنڈہ کے نام سے بھی موسوم کی جاتی ہے۔ عالم گیر کے تیسویں سنہ جلوس میں حیدر آباد کا جو محاصرہ کیا گیا تھا اس کا ذکر اس کتاب میں ہجو ملیح کے ساتھ کیا گیا ہے۔ محاصرہ حیدر آباد کے واقعات سات حصوں میں بیان ہوئے ہیں۔ یہ واقعات رجب، شعبان اور رمضان ۱۰۹۷ھ مطابق ۱۶۸۶ء میں رونپذیر ہوئے۔

وقائع پانژدھم رجب ۳۵ جلوس کے واقعات قلم بند کرتے ہوئے ایک مثنوی "شہر آشوب" موزوں کی جو اس عہد کے طبقات مردم کی پریشان حالیوں کے ذکر پر محتوی ہے۔

وقائع بیست ویکم شہر رمضان کے ضمن میں قطعہ ذیل نظم کیا:

سفلہ در ہر جا کہ بود امروز شد در مہتری — قرم عطریف وخلاخل سید وراس وہام
بسکہ درہم خورد دنیا جملگی برباد رفت — امر کار وقول گفت وفعل کرد وسم نام
رسم دادن از جہان رفت وگرفتن ماندہ است — اجر مزد و رشوہ یار وغرم تاوان دین نام
آدمی وانسی وانسان مردم وجنی پری — گردرین اردو برآید می گزد ہیچو ہوام
خانمان کوتاہ کسی داند کہ این ہا نیز ہست — جنب پہلو جای ہمسایہ نگہبان سطح بام
زبد مسکہ دھن روغن قطن پنبہ صوف پشم — ماندہ است از خوردن و پوشیدن ما محض نام
داشتم این ہا ہمہ لیکن برہن وبیع رفت — کوز کوزہ قصعہ کاسہ قدر دیگ وکاس جام
ثغر سن وضرس دندان ظفر ناخن جلد پوست — جملہ بشکست وبرید وکندہ شد از خلق عام
بی سروپا گشت لشکر آن قدر کز یاد رفت — نوم خواب ومشی رفتن بُعد دوری خطوہ گام
نیست غیر از حسرت واندوہ ما را ہیچ کار — عذوہ بکرہ مابداد وفجر ومغرب صبح وشام

قطعہ ذیل میں نعمت خان نے پانچ قسم کے انسانوں کا تعارف پیش کیا ہے اور انہیں ملعون ومردود قرار دیا ہے۔ بسیار حشو مہمل کی ردیف بہت خوب ہے:

دیدیم پنج آدم بسیار حشو مہمل — رد تمام عالم بسیار حشو مہمل
این پنج نوع مفعول دیو و دو خر و غول — پنجم کہ ماندہ مجہول بسیار حشو مہمل
اول خر نجیبی واماندۂ طبیبی — دیوانۂ عجیبی بسیار حشو مہمل
در رزمہا گریزد در بزمہا ستیزد — ناحق بجنگ خیزد بسیار حشو مہمل
طینت بسان خناس قامت بشکل نسناس — ہیئت برنگ آماس بسیار حشو مہمل

Marfat.com

ثانی دو طویلی بازندۂ مخیلی ‏— نادیدۂ بخیلی بسیار حشو و مہمل
حراف بوالفضولی رقاص بی اصولی ‏— کان داد بہر پولی بسیار حشو و مہمل
زردارد آن مرائی از دزدی و دغائی ‏— زانست خود نمائی بسیار حشو و مہمل
ثالث عقل تنبل با قامت مطول ‏— وان چشمہای احول بسیار حشو و مہمل
بددل کریہہ ظاہر اسکمیہ چون حضاجر ‏— نی مسلم و نہ کافر بسیار حشو و مہمل
یک پہلو و دو روئی کم ظرف سفلہ جوئی ‏— بی شرم یاوہ گوئی بسیار حشو و مہمل
رابع بسان ارقم دشمن نبوع آدم ‏— آن نکبت مجسم بسیار شو و مہمل
تصنیف او فراوان از ہر مقولہ چندان ‏— غیر از زبان انسان بسیار حشو و مہمل
در کیمیا سر آمد از جد و جہد بی حد ‏— زر را چو خاک سازد بسیار حشو و مہمل
ہذیان حق کلامش انشا نہاد نامش ‏— مضحک بود تمامش بسیار حشو و مہمل
عیار دزد نامرد بیرو ثقیل بی درد ‏— کلپترہ گوئی دم سرد بسیار حشو و مہمل
پنجم بود از انہا بوزنیہ مقوا ‏— فارغ ز دین و دنیا بسیار حشو و مہمل
غماز عیب جوئی خامی دروغ گوئی ‏— بد خوئی زشت روئی بسیار حشو و مہمل

قطعہ ذیل کی ردیف ”زشت و پلشت و مضحک“ مورد ہجو کے لیے قاتل ہے۔ قطعہ ملاحظہ ہو:

آن گیدی دو دادو زشت و پلشت و مضحک ‏— آن کہنہ پاجیٔ نو زشت و پلشت و مضحک
بد ھضم و سرخ برباد چون غوج حیدر آباد ‏— گر گیست میش فریاد زشت و پلشت و مضحک
این گرگ نیم رنگ است این فیل مرغ سنگ ست ‏— این صنعت فرنگست زشت و پلشت و مضحک
بینی چو نوک دفاق گردن بہ شکل طمقاق ‏— خود مستحق شلاق زشت و پلشت و مضحک
میمون و خرس و کفتار رفتند چون پس کار ‏— این شکل پدیدار زشت و پلشت و مضحک
آن خرس کشتی آموز گامیش شکل خربوز ‏— ع عر زبان شب و روز زشت و پلشت و مضحک
ترزیق گوئی خیرہ تہ پیچ سرخ چیرہ ‏— عفریت را نبرہ زشت و پلشت و مضحک
در حرف و صوت و خندہ ناقوشی دلندہ ‏— ناخوش کریہہ و گندہ زشت و پلشت و مضحک

”در ہجو حکیم طاہر (تاریخ فوت حکیم طاہر)“

طرفہ کاری حکیم طاہر کرد ‏— در طبابت وقوف ظاہر کرد

Marfat.com

گشت بیمار و شد معالج خویش — ہر دوایش نبود کم از نیش
ملک الموت دید می میرد — بی اجل خود چگونہ جان گیرد
بر سرش رفت تا کند آگاہ — کہ اجل نیست دست دار نگاہ
کرد آغاز مدعا بہ دلیل — کیستی گفت گفت عزرائیل
جست و چسپید بر گریبانش — کرد قصد گرفتن جانش
نعرہ می زد کزین دیار برد — کاروبار مراشریک مشود
ہست این شہر در اجارۂ من — مرگ وقف علاج و چارۂ من
گرچہ جان سوز و دل خراشی تو — لیک در پیش من چہ باشی تو
کی توانی شدن برابر من — بلکہ شاگرد یا برادر من
درحدیث بنی ست این فحوا — کہ نباید طبیب غیر از طا
زانکہ حضرت بخلق موتوا گفت — بعد ازان قبل آن تموتوا گفت
کی کسی بیشتر ز مردن مرد — گرنہ از دست مادوای خورد
تو ہمین قبض روح بتوانی ء — صنعت‌کار ما چہ می دانی
بر مریضان سلام چون گوئیم — اخسوا لاتکلمون گوئیم
گوید اندر جواب یا بیمار — وقنا ربنا عذاب النار
اوّلین صید ماست ہمپا کیش — بعد ازان می زنیم برجانش
نبرد جان اگرچہ دہ باشد — نی بروج مشیّدہ باشد
خلق دارد اگرچہ. داد از تو — کشتۂ ما بود زیاد از تو
داروی مان بکس امان ندہد — کہ ستاند زما کہ جان ندہد
داروی ما بہ قیمت جانست — ای گران جان بہ بین چہ ارزانست
گرنداری قبول بنمائیم — خوردم اینک دواو می آیم
چون دوا از گلو درون آمد — جان مسکین زتن برون آمد
گرچہ نقد حیات خود گم کرد — در حقیقت علاج مردم کرد
ہاتفی چون حکیم طاہر برد — گفت جان دار خلق ہم جان برد

کلیات عالی میں مختلف ہجویں ہیں۔ مثلاً ہجو حکماء، مناظرۂ اطبا وغیرہ۔ عالی کی شہرت اس کی ہجو گوئی میں قادر الکلامی کی وجہ سے ہے۔

Marfat.com

جعفر زٹلی

نعمت خان عالی ہی کے زمانہ میں جعفر زٹلی (متوفی ۱۷۱۳ء) بہ عہد شاہ جہان ۱۶۵۹ء میں پیدا ہوا۔ میر جعفر زٹلی حقیقت میں ایک ظریف عوامی شاعر تھا۔ شعر و سخن سے فطری لگاؤ ہونے کی وجہ سے بچپن ہی سے اشعار موزوں کرنے لگا۔ کلام میں شوخی و ظرافت بہت زیادہ تھی اس لیے قبول عام حاصل کر سکا۔

میر جعفر زٹلی نے ابو اسحاق اطعمہ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ چونکہ وہ بھی ایک پرانے ہزال تھے جعفر نے بھی یہی رنگ اختیار کیا اور ایسا کامل الفن ہوا کہ اس کی شاعری اور ہزالی کا ایک خاص معیار قرار پا گیا۔

میر جعفر کی زندگی مفلسی و پریشان حالی میں گذری۔ لیکن زمانہ کی سختیوں کا فرخندہ پیشانی سے مقابلہ کرتا تھا۔ اس کا مشغلہ شاعری بھی کسی کی مدح و ذم سے پاک تھا۔ اس کی ہجویات سے تفریح و انبساط مقصود ہوتا تھا۔ اس کی خوش طبعی مسخرا پن کا درجہ رکھتی ہے اور اس کی ظرافت پھکڑ بازی کی حد تک پہنچ گئی ہے۔ لیکن قابل توجہ ہے کہ اس کے ایک ایک لفظ میں ظرافت و خوش طبعی کا ایک جہان پوشیدہ ہے۔

شہزادہ کام بخش نے اس کی ایک مثنوی کھوانامہ کو بہت پسند کیا اور خوش ہو کر اسے مور چھل کی خدمت عطا کی۔ میر جعفر زٹلی کچھ دنوں بعد اسے چھوڑ کر دکن چلا گیا۔ وہاں کچھ عرصہ کی پریشانی کے بعد نواب کو کلتاش خان کے یہاں نوکر ہو گیا لیکن مزاج تلون پسند تھا اسے بھی چھوڑ دیا۔

جس زمانہ میں میر جعفر کو کلتاش کے یہاں رہتا تھا ایک روز یہ اتفاق پیش آیا کہ مرزا سلیمان کی اہلیہ مرزا سے ناراض ہو گئیں میر جعفر کو یہ خبر ہوئی۔ یہ جانتا تھا کہ مرزا کی بیوی اونچے گھرانے کی عورت ہے اور یہ دبیل ہیں۔ انہوں نے چند قطعے لکھ ڈالے جو ہجو بھی ہیں، سامان تفریح بھی اور پند و نصائح بھی:

جعفرا در جہان معاذ اللہ ہر کہ محتاج نان زن باشد

Marfat.com

نتواند کہ ضبط بنشاند — گرچہ عفریت واہرمن باشد

جعفرا مفلسی کہ زن بکند — آہ آن زن زنست مردک خر
آرزوی دلش بدل ماند — خود پیٔ نان خراب و رسوا تر

بہ زن کردن در افتادم بگرداب پریشانی — دل و دین رفت و نسیان شدرہ رسم سخندانی
بلی خوش گفتہ مصرع جعفرا این ازرہ فطرت — چرا کاری کند عاقل کہ باز آید پریشانی

مرزا سلیمان کو جب خبر ہوئی تو بہت بگڑے اور کوکلتاش خاں کے یہاں پہنچے۔ میر جعفر کی سخت سے سخت شکایت کی مگر انہوں نے ہنسی میں ٹال دیا۔

میر صاحب کے کلیات میں اگرچہ فحش بہت زیادہ ہے اس کے باوجود وہ انواع واقسام ظرافت نظم ونثر سے مزین ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل حصے ہیں:

حصہ نثر:۔

(۱)۔ "گفتگو نامہ": اس میں اردو کے محاورات اور ضرب الامثال کا محل تصرف نہایت خوبی سے بیان ہوا ہے۔

(۲)۔ "رقعات": اس میں تلازمے اور طرح طرح کی شوخیوں کا وہ عالم ہے کہ دیکھنے والا دنگ رہ جاتا ہے۔

(۳)۔ "عدالتی تحریریں": اپنے خاص الخاص رنگ میں جن میں تلازمے، ظرافت، شوخیاں اپنے اپنے محل پر سبھی کچھ ہیں۔

(۴)۔ "شرارت نامہ" جس کو شاہی یادداشتوں یا تزک کے طور پر مرتب کیا ہے اور اس میں ضرب الامثال کو اس صورت سے صرف کیا ہے کہ بے اختیار تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے۔

(۵)۔ "مصطلحات زمانہ": یہ لغت کے طریق پر ہے۔ زمانہ کی رسم اور ضرورت کے موافق اس میں الفاظ کے معانی بیان کیے ہیں اگرچہ اس کو دیکھ کر میر صاحب کے کمال ظرافت پر ایمان لانا پڑتا ہے مگر اس کی ایجاد کا سہرا غالباً عبید زاکانی کے سر ہے۔ اُن کی لغت بھی ان کی کلیات میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ اور اقسام کی نثریں بھی

Marfat.com

پائی جاتی ہیں۔

حصہ نظم:

جس میں ظرافت، واقعات، ہجویات، رقعات، دستور العمل، پند ونصائح، رجز، نسخہ جات، مسئلے، غزلیات، مور چھل نامہ، پکھوا نامہ، مسدس، ظفر نامہ، مراثی، سپس نامہ، تضمین قطعات، اردو فارسی سبھی کچھ ہیں اور ہر ایک اپنے رنگ میں لاجواب ہے:

جعفرا شکر کن کہ در عالم　　جا بجا نام تو زٹلی شد
شہرت مرد بہتر از ہر قسم　　ہر کہ گمنام زیست الی شد

فرقت کاکوروی جعفر زٹلی کے متعلق کہتے ہیں:

"اردو نظم میں جعفر زٹلی پہلا ظریف شاعر یا ہزال مانا جاتا ہے۔ ان کا زمانہ عالم گیر کا آخری دور ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں دربار کی زبان فارسی تھی اور اردو کا رواج بہت کم تھا اس لیے ان کی شاعری میں زیادہ فارسی کے الفاظ بلکہ پورے پورے فارسی کے مصرعے پائے جاتے ہیں۔ جہاں تک اس دور کے مذاق کا تعلق ہے ہر وہ بات جس سے انسان ہنس پڑے خواہ وہ فحش ہی کیوں نہ ہو مزاح وظرافت تصور کی جاتی تھی۔ نظم ونثر میں جعفر کا انداز بالکل ایک سا ہے۔ زٹلی کی ہجویات سے نہ صرف رؤسا بلکہ بادشاہ اور شہزادے تک ڈرتے تھے۔ انہوں نے شرارت کے نام سے جو مضمون لکھا ہے اس میں بہت سی اچھوتی اصطلاحات ہم کو ملتی ہیں۔ شعر وسخن کے میدان میں بھی انہوں نے انوکھی اضافتیں اور نئے نئے محاورات استعمال کیے ہیں:(۱)

جعفر زٹلی کی کلیات تحریفات وہجویات سے بھری پڑی ہے۔ وہ لفظوں کے ہیر پھیر سے اپنے کلام میں ظرافت پیدا کرتا ہے اور بسا اوقات ہندی الفاظ اپنے فارسی کلام میں استعمال کر کے شعر کو زعفران زار بنا دیتا ہے:

کشتی جعفر زٹلی در بھنور افتادہ است　　ڈبکوں ڈبکوں میکند از یک توجہ پار کن

یا جعفر زٹلی کی وہ رزمیہ مثنوی رستم نامہ:

من آن رستم وقت روئین تنم　　کہ دہ پاپڑ از مشت خود بشکنم ... الخ

(۱)-اردو ادب میں طنز ومزاح از فرقت کاکوروی ص ۲۹۔

Marfat.com

اس کی ظرافت گرچہ ہزل کا درجہ رکھتی ہے اور خوش طبعی مسخراپن ہو گئی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ مسخراپن ہو یا ظرافت یا ہزل اس درجہ کی ہے جس کا جواب بڑے بڑے اہل کمال نہیں دے سکتے تھے۔ اس کے ایک ایک لفظ میں ظرافت و خوش طبعی کا ایک جہان پوشیدہ ہوتا ہے۔ مثالوں سے واضح ہو گا۔

جب رستم نامہ پڑھتے وقت دربار سے نکلوا دیا گیا تو دو نظمیں جعفر نے موزوں کیں۔ ایک میں اپنے استغفار کا ذکر ہے اور دوسری میں نوکری کی شکایت۔

احوال استغنا و بے پرواہی خود

ہزار شکر نہ چوکی نہ پہرہ دارم من　　نہ از یگانہ و بیگانہ پہرہ دارم من

مصرف کے تمام سامان کا نام لے لے کر کہتا ہے کہ میرے پاس یہ نہیں وہ نہیں۔ آخری اشعار یہ ہیں:

غریب و عاجز و مسکین و بی نواہستم　　ہزار شکر کہ نے کبر و زہرہ دارم من
نہ عالم نہ کروری نہ چاکرم نہ غلام　　نہ سگ نہ چیتہ و آھو گلہرہ دارم من
بکنج گاہ عبادت نشستہ ام جعفر　　نہ جشن عید نہ سیر سپہرہ دارم من

نوکری کی ہجو میں جو نظم قلم بند ہوئی اس میں شعر اول کے دونوں مصرعوں کا آدھا آدھا حصہ اردو ہے۔ پھر بعد کے تمام اشعار کے مصراع ثانی کے نصف آخر حصے اردو ہیں۔ مطلع کا شعر یہ ہے:

تنہا شدی اندر سفر کہہ جعفراب کیسی بنے
افتادی اندر بحر و بر کہہ جعفراب کیسی بنے

اگر اردو کے اس حصہ کو تمام اشعار سے خارج کر دیا جائے تو جدید نظم کی ایک قسم ہو جائے گی مطلب میں بھی کوئی فرق نہ آئے گا۔

"ہجو نوکری"

تنہا شدی اندر سفر کہہ جعفراب کیسی بنے　　افتادی اندر بحر و بر کہہ جعفراب کیسی بنے
در بیکسی تابودۂ بادردو غم آلودۂ　　مفلس شدی و دربدر کہہ جعفراب کیسی بنے
باعشرت و غم ساختی با مسکنت پرداختی　　گہہ صاجی و گہہ نعز کہہ جعفراب کیسی بنے

Marfat.com

از ہجو آن سلطان خود کردی پریشان جان خود — درماندۂ بی بال وپر کہہ جعفراب کیسی بنے
اسباب غم برداشتی تخم فلاکت کاشتی — اکنون کجا آن سیم وزر کہہ جعفراب کیسی بنے
آن دیدن شہزادہ کو آن ساقی و آن مادہ کو — کردی خطا خود سر بہ سر کہہ جعفراب کیسی بنے
فالودہ و فرنی چہ شد پن بھتہ و شربت چہ شد — وان بستر و بالین چہ شد کہہ جعفراب کیسی بنے
مرہون خار و خس شدی ممنون ہر ناکس شدی — گشتی چو سنگ رہ گذر کہہ جعفراب کیسی بنے
امروز غم ہمراہ تو با نالۂ جان کاہ تو — شد در بیابانت مقر کہہ جعفراب کیسی بنے
آن پاسبان چند کو آن صحبت دلبند کو — افتادی اندر رہ گذر کہہ جعفراب کیسی بنے
آن لفظ بے معنی خود در لاف لایعنی خود — محتاجی از ہر خشک وتر کہہ جعفراب کیسی بنے
با ناز و نعمت بودۂ سر برفلک فرسودۂ — اکنون کجا از بار و بر کہہ جعفراب کیسی بنے

"قصیدۂ دیگر در قناعت و غنیمت شمردن زندگی"

جعفر بہ بوستان جہان دم غنیمت است — شادی اگر نصیب نہ شد غم غنیمت است
چون دال روٹی آمدہ فرمان کردگار — گر بیشتر بہم نرسد کم غنیمت است
گر اتفاق دیدن دُر یتیم نیست — نظارہ سوی دانۂ شبنم غنیمت است
در خانۂ کہ صورت زن جنگجو بود — زان خانہ محنت سفر و رم غنیمت است
گر بی سرور مجلس شادی بہم رسد — بر اہل درد زان صف ماتم غنیمت است
حلوا اگر بہ منت دونان رسد بدست — نزدیک اہل دانش ازان سم غنیمت است
گر جشن ہر دو عید نباشد ترا نصیب — آن گریہ ہای ماہ محرم غنیمت است
قالین و سوزنی نبود گر نصیب تو — پارینہ کہنہ بستر و جاجم غنیمت است
تربوز و خربزہ نرسد گر ترا بدست — یک سبز پھانک کھیرۂ بالم غنیمت است
بریانی و کباب نباشد اگر نصیب — آن ساگ نیم پختہ و شلغم غنیمت است
گر شیوۂ گدائی و خواری طلب کنی — بس نوکری شاہ معظم غنیمت است

انقلاب زمانہ اور پرانی قدروں کے فنا ہونے پر جعفر کا دل کڑھتا ہے وہ اس کڑھن کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اس نے اشعار ذیل میں زمانۂ پُر فساد کا ایک خاکہ پیش کیا ہے:

سمند خستہ و محتاج بوی دانہ و کاہ — خچر ہمیشہ بہ گلگشت سرخوشی و سرور

Marfat.com

پلنگ بردر خرگوش رفته حاجت مند / هزبر خسته پناه و توسل لنگور
سگان زلقمهٔ سنگین شگفته و سرمست / خزان به طعمهٔ رنگین به کام شد مسرور
نهنگ برده اطاعت به پیش پشه دون / نهاده پای شجاعت زمانه برسر شور
مشائخ است به تنگی فقیه خسته وخوار / سفیه زروزیور پُر از نشاط و سرور
رواج بھانڈ بھنڈیہہ درانجمن بسیار / وقار لولی ولونڈا بہر کجا موفور
نماند عزت و حلم وادب نه پیر وپدر / نه قدر زمزم وکوثر نه قرب سرمهٔ طور
نماند صید محبت نه بوی مهر و وفا / نماند عشق ومروت تکلف است وزور
نماند ترس خداوند دین بی آئین / نه رسم و راه ومحبت بجز شرارو شور
نماند قدر شب قدر و حرمت رمضان / شدست رائج وشائع دروغ وفسق وفجور
درین زمانه بی گفتگوی مکر و فریب / نعوذ بالله ازین گفتگو ازین مذکور
بخاص وعام گویند عمه و خواهر / بگوشه بوس وکنار وبدل خطور حضور
بشرم خلق بگویند خواهر و مادر / بکنج رفته بگایند بر خلاف امور
بجیر تم بکه گویم کجا روم چه کنم / کز اختلاف زمانه پرید عقل و شعور

"ہجو میرزا ذوالفقار بیگ کوتوال دہلی"

بدین خصلت و ممسک نابکار / شده خصلت میرزا ذوالفقار
نه این ذوالفقارست بر روی کار / کنیز است نامش دوا سازکار
بهر جا که باشد چنین کوتوال / مجالست دبودن درانجا محال
مبادا چنین حاکم اندرجهان / جفا پیشه خونخواره و سگ دهان

"دنکوہش ہندوستان"

ای بهشت جاودان مارا به هند انداختی / هم چو هند ارداشتی دوزخ چراهم ساختی

"ہجویہ قطعہ تاریخ امجد خان مرحوم"

چو امجد خان آمد بوعلی را / که هست از شوم طبعی سخت بدرگ
بتاریخ خطاب خوانی او / بگوش دل خرد گفته "چغل سگ"
۱۱۱۳

جعفر نے ایک ہجو عصمت النساء بیگم کی لکھی جو اتنی فحش ہے کہ نقل نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح ہجو ماہو داس چو کی نویس اور ہجو شاہزادہ کام بخش وغیرہ میں دشنام طرازی پر اپنی قادر الکلامی کا ثبوت دیا ہے۔ جعفر کا فالنامہ بھی گالی گلوج میں ادنی ترین مقام کو پہنچ گیا ہے۔ اردو کے ایک فحش گو بد کلام شاعر چرکیں سے اس کا رتبہ کسی طور پر کم نہیں ہے۔ عبید زاکانی کی تعریفات کے انداز پر جعفر نے بھی بڑی دلچسپ اصطلاحات ترتیب دی ہیں جیسے الفرشتہ = چغل مخفی، القاضی = میخ در گل وغیرہ۔ ایک جگہ دستور العمل بیان کرتا ہوا ایک قاضی کی ہجو میں کہتا ہے:

قاضی اگر طامع بود باخوی بد جامع بود　　　انصاف را قامع بود بر گردنش زنار بہ

Marfat.com

فوقی یزدی

ملا فوق الدین احمد متخلص بہ فوقی شیراز کا باشندہ تھا۔ ہندوستان آیا تھا لیکن کچھ عرصہ بعد حالات کی ناسازگاری نے اسے ہندوستان کو خیر باد کہنے پر مجبور کیا۔ فوقی نے زمانہ اور اہل زمانہ کے حالات و کردار کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا۔ اسے ہر طرف مکر و فریب اور ہوا و ہوس کی گرم بازاری نظر آئی۔ عوام کا ہر طبقہ اطاعت و بندگی سے دور اور غافل و مست نظر آیا۔ معاشرہ کے مذہبی ٹھیکہ داروں سے اس نے بڑی بڑی امیدیں اور اعلیٰ تصورات وابستہ کر رکھے تھے لیکن جب ان سے نزدیک ہوا تو معلوم ہوا، خود لکھتا ہے:(۱)

"بندۂ فوقی کہ باوجود سرزنش نمودن این طائفہ در تحت اقدام آرزوی نفس پائمال شدہ و بانہایت ذوق معرفت وارتباط بار باب کمال واہل فطرت اسیر این دامگہ پر قیل و قال شدہ۔"

اپنی ہجو گوئی و ہزل سرائی کی صراحت کرتا ہوا لکھتا ہے:

"بندۂ فوقی... چون دید کہ بنای اوضاع زمانہ پر ہیچ و پوچ است و متاع مہمل سرائی و ترزیق بیانی را درین بازار قدری و رواجی ہست اگرچہ مشتری پر پوچ است بناء علیہ در فضلۂ ازمنہ واوقات نوای پر پوچ گوئی و مزخرفات ساز نمودہ در ہزل و تمسخر و مہمل سرائی بر رخ ابنای زمان کشود و بہ سلیمان سخندانی و نکتہ رانی نمودی چندبی بود از شعبدہ بیانی ادا نمود"۔

نکتہ سنجی گو کہ بشگافد معمای مرا

اس کی ہجو گوئی کے پس پردہ حقائق پوشیدہ ہیں خود اقرار کرتا ہے:

"اگرچہ در زیر ہر پردہ ادای نغمۂ دلکشائی حقیقی جلوہ گر است لیکن بصورت مجاز قانون پوچ گفتاری در نظر است:

عاشقان شعلۂ دل را زبان دیگر است　　آب می گفتیم و دامان صبا می خواستیم

---

(۱)-دیباچہ دیوان فوقی یزدی، نسخہ اورینٹل پبلک لائبریری بانکی پور، نمبر شمار فارسی ۶۸۳

Marfat.com

زمانہ میں عزت وجاہ کے حصول کے لیے عبید زاکانی کا ہم نوا ہے:

رو مسخرگی پیشہ کن و مطربی آموز　　تا داد خود از مہتر و کہتر بستانی

فوقی کا مسلک ہے:

بظاہر خندہ بر ریش دوران می زنم اما　　گل فصل خزانم خاطر خرّم نمی دانم

اہل معرفت وتصوف کی زندگی کو فوقی نے بہت قریب سے دیکھا تھا۔ان کی ظاہری خصلتوں اور باطنی سیرتوں میں کوئی مطابقت نہیں ہوتی ہے۔ان سے قریب ہو کر اپنے اعمال کا محاسبہ کر کے خود کو ملعون و معتوب سمجھ لینا عقل مندی نہیں۔ان کے اعمال تو وہ ہیں کہ ایک عام انسان ان افعال کے ارتکاب کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا۔

صاحب تذکرہ خلاصۃ الافکار فوقی کے متعلق رقم طراز ہیں:(۱)

"تیغ زبانش در نکوہش زمانہ غدار کار ذوالفقار میکند وکلامش چون دشنۂ قصابی پیوست۔ازبدن روی اندودابنای روزگار میکند"۔

اپنے عہد کے دیگر شعرا کی مانند فوقی بھی معاصرین کی مدح سرائی کرتا تھا لیکن اس سے بہرہ ور نہ ہوا:

"چون در مقام وفا جفا دید حوصلہ اش تاب نیاورد و آن سخنان را کہ قریب دہ دوازدہ ہزار بیت می شد بہ آب شست و شروع بہ بدیہہ گوئی بلکہ آن راشعار خود نمودہ۔(۲)

فوقی نے حسب ضرورت نظم و نثر دونوں میں اپنی تالیفات چھوڑی ہیں۔اس قبیل کی ایک مثنوی فرہاد و شیریں ہے۔اس میں شیریں مہمل بیانی کا شیوہ اختیار کیا گیا ہے۔مثنوی میں نہ صرف ایسے الفاظ کا تصرف ہوا ہے جو مہملیات میں مروج ہیں بلکہ فوقی کی نازک خیالی نے کچھ ایسے انوکھے اور غریب الاستعمال الفاظ ٹکسال کیے کہ معاصرین ہجوگویوں نے بھی انہیں اپنے کلام میں داخل کیا۔فوقی نے استعارات و تشبیہات کے بھی ایسے کرتب دکھائے ہیں جن کا مہمل بیانی میں اہم رول ہے وہ غیر متعارف روزمرّہ اور ضرب الامثال کو بھی بڑی چابکدستی سے اپنے شعر میں داخل کر لیتا ہے۔

---

(۱)-خلاصۃ الافکار، ص ۴۰ (الف) تالیف ابو طالب بن محمد اصفہانی

(۲)-خلاصۃ الافکار، ص ۴۰ (الف)

Marfat.com

فوقیؔ کی ہجو گوئی انوکھے ڈھنگ کی ہے اور وہ اپنے طرز میں منفرد نظر آتا ہے۔ عربی، ترکی اور ہندی الفاظ کا بھی اس نے خوب استعمال کیا ہے۔ اس صنف خاص میں اس کی فنکاری مثالوں سے واضح ہو گی۔ اپنی ہزلیات کے متعلق کہتا ہے:

وہ چہ ریحان خیز بستانیست زیباد فترم — کا بیاری میکند ہر برگ اورا آفتاب
کف کنی از ذوق اگر غوصی بہ بحر فکر تم — ہرزۂ من گوہر معقول را باشد نقاب
قیمت یاقوت ہزل من نداند چرخ ہم — مید ہم با آنکہ از خون دلش ہر شب خضاب

خود کو ہرزہ گوئی میں لاعدیل بتاتا ہے:

منم کہ دادہ بہم داد ہر زہ افشانی — بطرز خویش ندارم درین جہان ثانی
گرفت طبع من اقلیم ہرزہ گوئی را — بہ من ممالک مہمل سرائی ارزانی

ہجویات فوقیؔ کا نمایاں ترین موضوع ریاکاری ہے۔ اس نے طرح طرح سے ریاکاروں، ظاہر پرستوں اور اہل مزور صوفیوں کی پردہ دری کی ہے اور انہیں خوب گالیاں دی ہیں۔ چند اشعار بطور نمونہ نقل کیے جاتے ہیں:

ریائی تابکی در قید بودن — شکم پرداز خوان شید بودن
رواج زہد خود تا چند دادن — بگردن غسل سالوسی نہادن
چنین تاکی اسیر زرق بودن — بہ بحر بی وضوئی غرق بودن
نماز بی وضو تا چند زاہد — برو شرمی بدار، ازروی مسجد
زسالوسی بظاہر روزہ داری — نہان تخم پلاؤ در معدہ کاری
ترش سازی بخلوت رو چو غورہ — کند گر بچہ ات تقصیر نورہ
بخلوت با پسر کارت نیاز است — نیاید آنچہ دریادت نماز است
دران مجلس کہ حرف از نقل و قند است — چہ مد ضالینت خوش بلند است

میا بہ مسجد و ازشید خر دراز مبند — مکن برابر مردم نماز طولانی
بکیش من کہ کشش معابد ھزرم — بہ از عبادت فاش است شرب پنہانی
ولی حرام شراب طرب بر آن زاہد — کہ بادہ را خورد از ترس خلق پنہانی

Marfat.com

حکیم آن بہ کہ اول درد حرص از خود کند زائل | تو با این علت ذاتی چہ فیضت از شفا خوانی
ترا ای مولوی از کسب علم امروز مطلب چیست | کہ گر پرسند فردات از عمل فی الحال درمانی
عیاذ اللہ ار در حشر اعمال ترا سنجند | باین علمی کز و بہتر بود بسیار نادانی
ازین سجادۂ رنگین و شان وشانہ و تسبیح | شود ظاہر کہ بس دوری زا قلیم خدادانی

فرقہ ای را کہ گوئی انسانند | ای دریغ از زمانہ پنہانی
ورنہ اینہا کہ ظاہری دستند | بی دُم و گوش جملہ حیوانند
در خلافت ہمہ چو بوبکرند | در حماقت ہمہ چو مروانند

با جان خویشتن ہم دارم سر جدائی | از بس بجان رسیدم از صحبت ریائی
بوی وفا نیابد از خلق این زمانہ | پژمردہ گشت گوئی گلزار آشنائی
ای بی خبر ز تجرید تاشال ترک باشند | بر خویشتن چہ پوشی دیبای خود نمائی
یک رہ نظر بہ خود کن تا کی منافقانہ | اوقات را کنی صرف در مردم آزمائی

خود نمایان زمانہ ہمہ حیوانند | ہست ادنی سگ واوسط خر واعلی اشتر

مال اوقاف مشائخ بہ فقیران نرسند | بسکہ خوردند عزیزان زر دادائی را

فوقیؔ کا دل ہندوستان سے جلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ وہ بار بار اس کی مذمت کرتا ہے۔ فوقیؔ ہندوستان آیا تھا لیکن یہاں کی فضا اسے راس نہ آئی۔ ہندوستان اور ہندوستان والوں کی ایک ہجویہ نظم میں یہاں کی رشوت خوری اور ہر طبقہ کی زرستانی کا حال بیان کیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

ای برادر مبند زاد رہ ہند | کز تو عشار پول می گیرند
تا جہازی ز دور دید ستند | سر رہ ہمچو غول میں گیرند
زر ز سوداگران چو مسخرگان | بفریب وبکول می گیرند
چون زخیل نفوس وارستند | زر عشر از عقول می گیرند
در سرا شان ہنوز نہ نشستن | کز تو خرج نزول می گیرند

Marfat.com

نتوان جمع بازنان هم شد — که خروج از دخول می گیرند
دست هم از حیات نتوان شست — که بهای غسول می گیرند

دیگر

به هند آدم و قدر مردی می رود اینجا — به نرخ خاک سیه لاجورد می رود اینجا
چه نام توبه بری در قمار خانۂ مشرب — هزار زهد به قربان نرد می رود اینجا
گرفتم آنکه شدی خوش نشین بزم اجابت — مزاری عرض درد می رود اینجا
شدم بمدرس وچاهید فوقدین سرد مغزم — زبس بکوش سخنهای سرد می رود اینجا

دکن کی شکایت کرتا ہوا کہتا ہے:

اربی زری بملک دکن عیش ماتم است — نوروز این دیار زتنگی محرم است
ملکی که زرد رو نه بود مکث لا یجوز — گردر بہشت اقچہ نباشد جہنم است
مردم زبس که حاملۂ نفخ خسته اند — گر کوز میدھد کسی امروز حاتم است
آنرا که اقچہ نیست بپالیش نہند قید — در معرفت اگرچہ براہیم ادھم است

فوتی کے مطابق پر جور و فساد زمانے میں کامیابی کا نسخہ یہ ہے:

ہر کہ اونا مرد تر وسعت مراورا بیشتر — آری آری خیر باشد در زمانہ کامیاب
کون بدہ گر دولت سرشار میخواہد دلت — بی حیائی کن اگر خواہی کہ آئی در حساب
علم واستعداد و فضل ودانش واصل ونسب — ہر کرا باشد یکی زینہا بود خانہ اش خراب

شیراز کے چغل خوروں کی مذمت کرتا ہوا کہتا ہے:

بسکہ شیرین گشتہ در شیراز بازار چغل — می خرد حاکم بہ نرخ شہر گفتار چغل
کاش در شیراز بودی طالبان فضل را — بخت دزد و طالع فرخندہ آثار چغل
بسکہ دارد جنس بد نفسی چو طراری رواج — محتسب ہم گشتہ در شیراز ہم کار چغل
گرفتہ فوتی بدستم نقد سرداری فارس — بردر ہر خانۂ برپا کنم دار چغل

فیشن پرست لوگوں کی مذمت میں فوتی نے اس طرح خیال بافی کی ہے:

Marfat.com

روز تاشب چہرہ پرداز عروس زینت اند
مردم این روزگار اکثر مخنث سیرت اند

باد و صد خواری جمادی راتب خود کردہ اند
راست گویم زر پرستان خیلکی بی غیرت اند

پشت بر محراب معنی جلق مطلب می زنند
آری آری اہل دنیا امتان صورت اند

فوقی نے کئی جگہ فارسی کے عظیم ہجو نگاروں یعنی حکیم سوزنی اور عبید زاکانی کا نام لیا ہے اور خود کو صنف ہجو گوئی میں ان سے بہت آگے شمار کیا ہے۔ انہیں گالیاں دیتا ہے اور ان کے لیے ایسے فحش کلمات کا استعمال کرتا ہے کہ وہ اشعار نقل نہیں کیے جا سکتے۔ سوزنی، عبید اور فوقی کے دواوین کے مطالعہ کے بعد یہ راز منکشف ہو جاتا ہے کہ فوقی دشنام طرازی میں سوزنی یا عبید سے میلوں آگے ہے۔ فوقی کی ہجو گوئی پست درجے کی ہے۔

Marfat.com

باب ہشتم

ہجویہ موضوعات

فارسی ہجو گوئی اور مزاح نگاری کی داستان ایک تشنہ اور نامکمل سرگذشت کی حیثیت رکھتی ہے۔ فارسی شاعری کے دیگر اصناف سخن کے برعکس اس صنف خاص کے تدریجی ارتقا کا فقدان ہے۔ اس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک تو طویل اسلامی عہد کی ثقاہت اور دوسرے ادبا اور عوام کی کم حوصلگی۔ ایک طویل دور پر محیط فارسی ادبیات پر اگر غور کیا جائے تو چند موضوعات ملیں گے جن پر ہجویات و ہزلیات کی عمارت قائم ہے۔ یہ موضوعات ایسے ہیں جن پر شعرا نے ہمیشہ طبع آزمائیاں کیں اور ان پر جی کھول کر ہجویات کے تیر چلائے۔ ان میں زاہدوں اور مذہبی ٹھیکہ داروں سے چھیڑ چھاڑ، ممسک اور بخیل کی مذمت، گھوڑے کی ہجو اور عورتوں کو ملعون قرار دینا نیز لواطت پرستی کی کبھی ترغیب و تحریص کے انداز میں اور کبھی سرزنش کے انداز میں مذمت کرنا شعرا کا دل پسند موضوع رہا ہے۔ عورتوں کی مذمت میں اشعار جابجا نقل ہو چکے ہیں یہاں صرف تین موضوعات پر بالتفصیل روشنی ڈالی جائے گی۔ بخیل، گھوڑے اور مذہبی علماء۔

(الف) بخیل کی سرزنش و مذمت

آرزوؤں اور توقعات کے ہوائی قلعہ کی بربادی ہجو گوئی کا ایک بڑا محرک ہے۔ ہمارے بیشتر تعلقات اغراض پر مبنی ہوتے ہیں۔ ہماری تمنائیں اور آرزوئیں لامحدود ہیں۔ جب ہمارے خواب شرمندۂ تعبیر ہوتے نظر نہیں آتے تو تعلقات میں کشیدگی پیدا ہونے لگتی ہے اور جذبہ منافرت پرورش پانے لگتا ہے۔ شاعر عام انسانوں سے زیادہ ذکی الحس ہوتا ہے۔ ایسی صورت حال میں اس کے جذبۂ منافرت میں طغیانی آتی ہے اور وہ سکون حاصل کرنے کی غرض سے ہجو گوئی کا راستہ اختیار کرتا ہے۔

فارسی شاعری کی ترویج و ارتقا اور شعرا کی پرورش و نگہداشت شاہوں، وزیروں، امیروں اور رئیسوں کے نظر کرم کی رہین منت ہیں۔ شعرا صلہ و عطایا حاصل کرنے کی غرض سے مدیحہ سرائی میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے تھے۔ اگر عطیات حاصل ہوئے تو ٹھیک اور اگر اس کے برعکس ہوا تو ممدوح کی شخصیت کے تمام تاریک اور ناخوشگوار پہلو شعرا کی

Marfat.com

نظروں کے سامنے آجاتے اور وہ انہیں طشت از بام کرنے میں کوئی رعایت روا نہ رکھتے تھے۔ محرومی و ناکامی میں بالواسطہ یا بلا واسطہ طور پر ممدوح کی جس صفت کو شعرا مزاحم سمجھتے تھے وہ بخالت اور تنگ حوصلگی تھی۔ چنانچہ فردوسی کی ہجو گوئی کے پس پشت بھی یہی جذبہ کارفرما تھا۔ اس نے محمود غزنوی کو ممسک اور دون پرور ثابت کرنے کے لیے دلیلیں پیش کی ہیں۔ ایک گزند خوردہ اور حرماں نصیب شاعر کے دل کی آواز ہجو گوئی کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ شاعر اپنی شکایتوں کو مقبول عام بنانے اور دوسروں کو اپنے غم میں شریک کرنے کے لیے منطقی پیرائے میں دلائل پیش کرتا ہے۔ اس طرز خاص میں شعرا نے مبالغہ آرائی سے خوب کام لیا ہے۔

بخالت بلاشبہ ایک مذموم خصلت ہے۔ قرآن و حدیث میں بھی اس کی سرزنش کی گئی ہے۔ عام طور پر بخیلوں کو تین طبقوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک وہ جو خود کھانا کھاتا ہے دوسروں کو نہیں دیتا۔ دوسرا وہ جو نہ خود کھاتا ہے اور نہ دوسروں کو دیتا ہے۔ تیسری مذموم ترین قسم وہ ہے کہ خود نہ کھاتا ہے اور دوسروں کو محروم رکھنا تو درکنار بخشش و عطایا کرنے والوں کے متعلق اچھی رائے نہیں رکھتا۔ شعرا نے اکثر بخیلوں کو ہی مورد طعن و طنز بنایا ہے۔ ان ہجویات میں مزاح کا عنصر نمایاں طور پر موجود ہے لیکن ساتھ ہی ہجو کی نشتریت بھی بڑی واضح ہے۔

سنائی ایک ایسے بخیل خواجہ کی ہجو کرتا ہے جس کے مطبخ میں کبھی آگ نہیں جلتی۔ چیونٹیوں کو تمنا رہتی ہے کہ اس کے کھانے کی جگہ پر انہیں کچھ مل جاتا:

دیگ خواجہ زگوشت دوشیزہ است — مطبخ او ز دود پاکیزہ است
خواجہ چون نان خورد در آن موضع — مور در آرزوی نان ریزہ است

ایک جگہ اور سنائی اپنے ممدوح کو ابر بے باران کے نام سے موسوم کرتا ہوا کہتا ہے کہ وہ ایسا ممسک ہے کہ شعرا و زائرین کو عطا کرنا تو دور خود بھی عیش نہیں کرتا:

چہ ممسکی کہ ز جود تو قطرۂ نہ چکد — اگر در آب کسی جامہ تو برتابد
بہ مجلسی کہ تو باشی ز بخل نگذاری — کہ راد مردی ازان صدر نیکوئی یابد
بابر برشدہ مانی بلند و بی باران — کدام زائر د شاعر سوی تو بشتابد
کہ خود نہ باری و بر ہیچ خلق نگذاری — مر آفتاب فلک را کہ بر کسی تابد

Marfat.com

انوریؔ نے ایک ایسے بخیل کی ہجو کی ہے جس کے گھر میں اگر کوئی پارسا اور باعزت ہے تو وہ اس کی روٹی ہے جس کی صورت کسی نے نہیں دیکھی:

قلتبانی ہم بہ خواہر، ہم بہ زن　　　نیست پنہان گرچہ کس پیدا نہ کرد
چند گوئی خواہر من پارساست؟　　　گپ مزن، گرد حدیث او مگرد
پارسا در خانۂ تونان تست　　　زانکہ نانت را نہ زن بیند نہ مرد

انوریؔ پھر ایک ایسے بخیل کی ہجو کرتا ہے جس کے یہاں کھانا نہیں بنتا اور دیگ کو گرم کرنے یا کاسہ کو دھونے کی حاجت نہیں ہوتی:

این کاسۂ تو سیاہ ودیگ تو سپید　　　از آتش وآب ہر دو بریدہ امید
این شستہ نمی شود مگر از باران　　　وان گرم نمی شود مگر از خورشید

ایک جگہ انوریؔ خواجہ بوالفتح کے حرص و بخل کا نقشہ کھینچتا ہوا کہتا ہے کہ وہ زر اندوزی میں اپنی عمر کھوتا ہے لیکن اس کی بیوی روٹی کے لیے ترستی ہے:

خواجہ بوالفتح از کمال حرص و بخل　　　سیم حاصل میکند بی فائدہ
و زپی نانی ہمی گوید زنش　　　رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَائِدَہ

ایک امیر ایسا بخیل ہے کہ زندگی میں ایک بار عطا کرنے کے بعد ممسک ہوگیا۔ انوریؔ کی زبان میں ملاحظہ ہو:

گراندک صلتی بخشد امیرت　　　ازو بستان، کزو بسیار باشد
عطای اوبود چون ختنہ کردن　　　کہ اندر عمر خود یکبار باشد

جمال الدین اصفہانیؔ نے ایک بخیل کا بڑا ہی مزاحیہ اور ہجویہ ذکر کیا ہے کہ ایک یتیم بچے کی روٹی کھانا اچھا ہے لیکن خواجہ موصوف کی نہیں۔ نان کو وہ اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ اس کے جسم کا گوشت اور اس کا خون ممکن ہے میسر ہو جائے لیکن اس کی روٹی نہیں:

خواہی کہ نزد خواجہ قبولی بود ترا　　　منشین بخوان او برو از نان او مخور
ور چند گویدت بتکلف کہ نان بخور　　　فرمان بر آنچہ گفت و بفرمان او مخور
زینہار خور و لیک مخور نانش زینہار　　　و زنان طفل بیوہ بخور زان او مخور
خوانش چو خون حرام بود گرد آن مگرد　　　نانش چو جان عزیز است از جان او مخور

Marfat.com

از گوشتش ہمی چش واز نان او مچش — از خون او ہمی خورو از خوان او مخور

دیگر شعرا نے بھی بخیلوں اور ممسک ممدوحوں کی ہجویں لکھی ہیں لیکن کمال اسماعیل خلاق المعانی نے بخیلوں کو جس لطیف انداز میں بیسیوں مقامات پر ملعون و مطعون بتایا ہے وہ بات اوروں میں نہیں۔ ایک باران کے ایک دوست نے کسی خواجہ سے خلوت میں ملنے کی آرزو کا اظہار کیا۔ کمال نے اسے تاکید کردی کہ جب چاہو ان سے جاکر ملو لیکن صرف ایک بات کو ملحوظ رکھو کہ وہ وقت ان کے کھانے کا وقت نہ ہو:

دی مرا گفت دوستی کہ مرا — بافلاں خواجہ از پی دو سہ کار
سخن چند ہست از پی آن — خلوتی می ببایدم ناچار
گفتم این فرصتی ار توانی یافت — وقت نان خوردنش نگہ می دار

کمال ایک بخیل کی ہجو سرائی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ کھانا اتنی تاخیر سے کھاتا ہے جبکہ مردار بھی حلال ہو جاتا ہے یعنی تین دن بعد:

ز مزدقانی باور کنم اگر گوید — کہ من بخانۂ خود می خورم طعام حلال
نہ آنکہ مال حلالست، مزدقانی را — کدام مال کہ او دارد و کدام حلال
ولی ز ممسکی آنگاہ مال خویش خورد — کز اضطرار مرا ورا بود حرام حلال

کمال نے ایک بخیل کی روٹی کا ایک ٹکڑا توڑ کر منہ میں ڈالا ہی تھا کہ وہ بے ہوش ہو گیا اور بولا کہ میں مرا۔ کمال نے جواب دیا کہ تم مرو یا مت مرو میں نے اس لقمہ کو اندر کر لیا:

بدھن نان خواجہ چون بردم — خواجہ گفتا کہ آہ من مردم
گفتمش خواہ میر خواہ ممیر — کہ من این لقمہ را فرو بردم

ایک بخیل کی حالت کمال کی زبانی ملاحظہ ہو:

ای تراجمع گشتہ در رہ آز — ہمت کوتہ و امید دراز
ہمہ دندان ز حرص ہمچو شیر — ہمہ مغز تو پوست ہمچو پیاز
ندہی جز بزاہدان لیکن — نان ایشان ہمی خوری بہ نیاز
دست تو چون دہان گرسنگان — ہر چہ دردی نہی نیابی باز

Marfat.com

چون گلوی فرد بری ہمہ چیز
وز تو ناید برون مگر آواز

کمالؔ ایک ایسے بخیل کو بھی جانتے ہیں جو چاندنی رات میں اپنے جسم کا سایہ دیکھ کر سمجھتا ہے کہ کوئی دوسرا اس کے خوان کی طرف بڑھ رہا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے پیالے کو ہاتھ سے اٹھالیتا ہے:-

خواجہ در مہتاب نان میخورد
وز سرائی کہ ہیچ خلق نبود
سایۂ خویش را کسی پنداشت
کاسہ از پیش خویش بربود

کمالؔ ایک بخیل کو رمضان میں صرف اس وجہ سے مبارک باد دیتے ہیں کہ اس کے لیے یہ عبادت کا مہینہ نہیں بلکہ امساک کا مہینہ ہے:

بماہ روزہ ترا تہنیت ازان کردم
کہ آن موافق ایمان وسیرت پاکست
نہ از برای عبادت کہ آن تو خود نہ کنی
ولیک از جہت آنکہ ماہ امساکست

ایک خواجہ اپنے کو اسلام پر قائم مسلمان شمار کرتے ہوئے روزہ کو بہترین عبادت خیال کرتا ہے لیکن زکوٰۃ اسے یاد نہیں رہتا، در آن حالیکہ اس پر عمل کرنا تو ایک لایعنی بات ہوگی۔ کمال کی زبانی ملاحظہ ہو:

خواجہ از بخل در مسلمانی
اعتمادی برای خود بنہاد
روزہ گوید ہمین طاعت است
وز زکوتش ہمین نیاید یاد
من بگویم کہ برکجا باشد
این چنین اعتقاد را بنیاد
اندرین ہیچ می نباید خورد
وندران چیزکی نباید داد

دیگر

چون دہانست دست تو کہ دود
ہر چہ افتاد از برون ناید
تو چنان ممسکی کہ از دستت
گر ببرم بہ تیغ خون ناید

دیگر

زمن بشنو حدیث بخل خواجہ
کہ نتوان خوبتر زین وصف کردن
اگر روزی مصافی آیدش پیش
نہد خالی بہ زخم تیغ گردن

Marfat.com

بیاندازد بدشمن تیغ از بخل ولی توقیر داند تیر خوردن

دیگر

ای ترا عرض خوار ومال عزیز چند ازین سیم و زر پرستیها
مال بسیار تو زدونی تست ور مگیر از غرور مستی ها
وز بلندی همت است مرا بی نوائی وتنگدستی ها
مال آبست و آب را پیوست میل باشد بسوی پستی ها

دیگر

تنہا ہرگز نہ خورد خواجہ در مدت عمر خویش نانی
نانکہ بود بہ خانہ میہمان لیک او باشد طفیل خوانی

ضیاءالدین موش کی ہجو میں کمال نے بڑے لطیف نکتے پیدا کیے ہیں:

بزرگی راہمی دانم کہ کس نیست چو او کس نیست در افساد حالی
نفاق و بخل مقرونست دروی چو قوتہای وہمی و خیالی
بدان ریش چو جاروب از ہمہ سو فراہم میکند خاشاک مالی
امامی راچہ گویم کز دیانت مگر داند بیک نان قبلہ حالی
بود از لقمہ خود محترز لیک بخوان دیگران بر لا وبالی
بنان این و آن عمری بسر برد نباید خواستن از خود حلالی

سعدیؔ نے بھی بخل کی اصلاح کے غرض سے بخیلوں کی مذمت کر کے عوام کو متنبہ کیا ہے:

اگر چرخ گردد بکام بخیل در اقبال باشد غلام بخیل
وگر در کفش گنج قارون بود وگر تابعش ربع مسکون بود
نیرزد بخیل آنکہ نامش بری وگر روزگارش کند چاکری
مکن التفاتی بمال بخیل مبر نام مال و منال بخیل
بخیل ار بود زاہد بحر و بر بہشتی نباشد بحکم خبر
بخیل ارچہ باشد توانگر بمال بخواری چو مفلس خورد گوشمال
سخیان ز اموال بر می خورند بخیلان غم سیم و زر می خوانند

Marfat.com

دیگر

مردکی غرقه بود در جیحون　　از سمرقند بود پندارم
بانگ می کرد و زاری نالید　　که دریغا کلاه و دستارم

جامی

درون پر طمع جامی مزن طعن　　که طبع فلان ممسک کرم نیست
چو آید درمیان میزان انصاف　　طمع درخست از امساک کم نیست

لامعی

ماه رمضان گرچه شریفست و مبارک　　سی روز بود نوبت وقت او هر سال
درخانهٔ اوسال سراسر رمضانست　　تا حشر نبیند عیالانش شوال

دیگر

خواجه بزرگ است ومال دارد و نعمت　　نعمت و مالی که کس نیابد از آن کام
بخلش جای رسید کو نگذارد　　شوخ بگرمابه به بان و موی بحجام

صبائی کاشانی

دی برسر خوان خواجه رفتم　　ای معشر دوستان بشارت
جستم زهوای گرم جای　　تاجان شود ایمن از حرارت
اوبهر نماز خویشتن خواست　　فرشی که دران بود طهارت
خادم خندان بگوشهٔ چشم　　بر مطبخ و سفره کرد اشارت

قاآنی نے بخیلوں کو خوب گالیاں دی ہیں۔ اس کے چند مہذب و سنجیدہ قطعات نقل کیے جاتے ہیں:

شنیدستم که بو تیمار مرغی　　که هست از بهر آبش دردرون غم
نشیند بر کنار آب و گوید　　که گر نوشم شود آب اندکی کم
بخیل بدکنش را در زمانه　　تو گوئی این صفت باشد مسلم
ز فرط حرص نان خویشتن را　　همی بر خویشتن دارد محرم

Marfat.com

بهر حال از برای غیر جاوید　　زهر سو سیم و زر آرد فراهم

دیگر

مال مسکینان بحکم کردگار　　خون شود ناچار در کام بخیل
هم بدان صورت که از فرمان حق　　در گلوی قوم قبطی آب نیل

دیگر

کسی ندیده سیه روزی از بخیل بتر　　که خود لقب کشد و غیری انتفاع کند
از آنکه تا که هنوزش بتن بود رمقی　　زناز و نوش جهان طبعش امتناع کند
ولی جنازه اش از در برون نرفته هنوز　　در آن زمان که جهان را بجان وداع کند
بمال و دولت او سفله ای گمارد چرخ　　که نان او خورد و با زنش جماع کند

دیگر

چه غم از بی نوائی آنکس را　　که کرم باشد و درم نبود
کرم بی درم ازان بهتر　　کر درم باشد و کرم نبود

Marfat.com

(ب) گھوڑے کی ہجویں

فارسی ادبیات اور خصوصاً فارسی شاعری میں بے انتہا موضوعات ہیں جن سے مزاح وابستہ ہے لیکن گھوڑوں کے عیوب ونقائص پیش کر کے، ان کی سراپا نگاری کر کے اور ان کی خصوصیات وعادات کی تشریح وتفصیل سے مزاح پیدا کرنا فارسی شعرا کا محبوب موضوع رہا ہے۔ انہیں گھوڑے کی ہجو لکھنے میں بڑا لطف ملتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ طبیعی وجغرافیائی اعتبار سے ان کی زندگی میں گھوڑوں کی بڑی اہمیت ہے لہذا ان کے حسن وقبح کا انہیں پورا پورا خیال رہتا ہے اور ہمیں فارسی کے آدم الشعرا رودکی سمرقندی سے لے کر شعرائے دور جدید تک کے دواوین وکلیات میں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔

رودکی سمرقندی اپنے گھوڑے کی مذمت کرتا ہوا اس طرح خامہ فرسا ہوا ہے:

بود اعور و کوسج و لنگ و پس من نشستہ براو چون کلاغی براعور

عنصری عہد غزنوی کے آسمان سخن کے سبعہ سیارہ میں تھا اور ملک محمود غزنوی کے درباری شعرا کا افسر محکمہ اور ملک الشعرا تھا اس نے گھوڑے کی طرف سے معذرت لکھی ہے کہ میں نہ تو گاؤ زمین ہوں کہ سارے عالم کا بار اٹھالوں اور نہ چوتھا آسمان ہوں کہ آفتاب کو لیے پھروں:

رفتم براسپ تا ترازش بکشم گفتا کہ نخست بشنواین عذر خوشم
نی گاوزمینم کہ جہان بر گیرم نی چرخ چہارمم کہ خورشید کشم

ممدوح کے عطا کردہ گھوڑے کا سراپا بیان کرتا ہوا حکیم ابو محامد محمود بن عمر چودھری کہتا ہے:

دی مرا آخر سالار خداوند جہان دادا پسی کہ زپیریست بفریاد وفغان
سفتہ زن اسپ کہ از شانہ اودر رفتن ہر زمان آید در گوش دگرگون دستان
راست مانند یکی اشتر باریک وحزین از سر شانہ برون آمدہ او را کوہان
پشتش از گوشت تہی گشتہ بسان تابوت شکم از کاہ در آگندہ بسان کہہ دان
سرطان وار بیک پہلو در راہ رود کہ ہمہ دست شد وپای بسان سرطان
در سراید چون رسد بر شکمش زخم رکاب بنشیند بدم انگہ چوکشی باز عنان

Marfat.com

نزد او رفتم بازین ولگام وافسار — گفت ای بی حق بی حرمت پیر نادان
من زتو پیر ترم حرمت هم بشناس — کہ زبی حرمتی افتادہ ای اندر حرمان
گفت من مرکب تہموث بودم زنخست — کوہی شد بہ بنا کردن مرو شہجان
گفت بانوح نبی بودہ ام اندر کشتی — بگہ آنکہ جہان گشت خراب از طوفان
گفت یک چند مراداشت جنیہ فرعون — گفت یک چند مرا داشت باآخر ہامان
یاد دارم کہ چو یوسف بعزیزی بنشست — سوی مصر آمد یعقوب نبی از کنعان
لوط را دیدم در ماندہ بشارستانی — چون دعا کرد نگون گشت ہمہ شارستان
بدل رخش مرا روستم زال بحرب — برد در حربگہ دیو سپید او اکوان
برد باخویشتنم سوی عجم بیژن و گیو — کزپیٔ خوک ہمیرفت بسوی ارمان
از پیٔ آنکہ مراداشت ہمہ حرمت وحق — شصت وسہ سال مراداشت باآخر سلطان
بتوبخشید مراگرنہ پسندیم ہمی — اسپ دیگر طلب از آخرِ سلطان جہان

ایک کمزور اور نحیف گھوڑا کس انداز سے نشیب و فراز میں گھٹنے ٹیکتا ہے۔ روحی والوالجی شاگرد قطران بن منصور ترمذی نے یوں پیش کیا ہے:

آن اسپ ناروان کہ زبی طاقتی چو آب — تایافتی نشیب نرفتی سوی فراز
بودی بہ ہرفراز و نشیبی ہزار بار — از دست وپای لنگ زمین رابسر نماز

گھوڑے کی قناعت کا ذکر فرخاری نے بڑے شگفتہ انداز میں کیا ہے:

اسپی دارم کہ ہرگز ایزد — قانع تر از و نیا فرید
تا روز ز عشق جو ہمہ شب — از خرمن ماہ خوشہ چنید
گفتند کہ جو نماند ازین غم — می خواہد کہ تعزیت گزیند
بوسیدہ پلاس و پارۂ کاہ — می خواہد تا درو نشیند (۱)

---

(۱)- تذکرۃ الشعراز دولت شاہ سمرقندی میں یہ قطعہ فرخاری سے منسوب ہے اور کمال اسماعیل کے مخطوطہ دیوان (نسخہ قلمی خدابخش لائبریری، پٹنہ) بر صفحہ ۲۷۷ بھی اختلاف ذیل کے ساتھ مکتوب ہے۔ شروع کے دو اشعار کے بعد یہ شعر بھی درج ہے: با حشر نگند دیدن جو — داند کہ درین جہان نہ بیند
تیسرے شعر مصرع ثانی میں می خواہد کے بجائے می خواست ہے اور آخری شعر کے مصرع اوّل میں بوسیدہ کی جگہ پوشیدہ لکھا ہوا ہے۔

Marfat.com

اس خیال کو کہ کالے، ست، لاغر اور سوار سے تیس سال بڑے گھوڑے پر سوار ہونا جہالت اور گستاخی ہے، سلمان ساوجی نے یوں ادا کیا ہے:

اسپیم پیرو کاہل و کوتہ ہمی دہند | اپی نہ آنچنانکہ توانم بر آن نشست
چون کلک مرکبی سیہ وست لاغراست | جہل مرکب است براپی چنان نشست
از بندہ مہتر است بسی سال و راستی | گستاخی است بر زبر مہتران نشست

جمال الدین اصفہانی اپنے گھوڑے کے لیے بڑے حسین انداز میں اپنے ممدوح سے گھاس اور جو طلب کرتا ہے وہ اپنے گھوڑے کو صائم الدھر کہہ کر لطیف مزاح کا پہلو پیدا کرتا ہے:

صائم الدہر اسپکی دارم | کہ بدہ روز روزہ نگشاید
در رکوعست سال و مہ لیکن | گہ گہی در سجود افزاید
پارۂ کاہ آرزو کردست | مدتی رفت بر نمی آید
روز عیدست و ہریکی امروز | بطعامی دہد بہ پالاید
گر تفضل کند خداوندم | پارۂ کاہ و جو بفرماید
ورنہ رخصت دہد کہ اندر شرع | روزۂ عید داشتن شاید

نحیف ونزار گھوڑے سے متعلق مرزا مقیم جوہری کی جولانی طبع قابل ملاحظہ ہے:

اگر گرہ نزنم بر دمش ز کثرت ضعف | بسان رشتہ تواند گذشت از سوزن
نخوردہ کاہ وندیدہ است جو نہ کند گیاہ | بغیر ایال و بالیش نیست در گردن
زبار ضعف سراز جای بر نمی دارد | عنان بدارد اگر دست لطف در گردن

ممدوح سے گھوڑے کے لیے زین ولگام اور دانہ کے مطالبہ میں کمال اسماعیل کا زور کلام اور قدرت بیان ہماری توجہ چاہتا ہے:

دوش خربندہ کرد پیشم یاد | کہ اسپکی خواجہ زندگی بتوداد
کہ شنیدم کہ او بوقت وفات | بوصیت لب و دھان بکشاد
از جو و کاہ و از جل وا خار | ہر چہ بد، در وجود خیر نہاد
برتو فرصت حق گزاری او | زانکہ در خدمت کسی ایستاد

Marfat.com

کمال نے مختلف انداز میں کہیں گھوڑے کی فاقہ کشی کا نقشہ کھینچا ہے اور کہیں گھوڑے کے توکل کی تشریح کی ہے۔ ایک قطعہ میں بڑی چابکدستی سے گھوڑے کی زبانی اصطبل کی تضحیک کی ہے:

دی اسپ مرا گفت کہ درین چہ شک است ― کہ اصطبل تو از زاویہ ہای فلک است
نہ آب در آن نہ سبزہ نہ کاہ نہ جو ― این ستور نیست جای ملک است

خواجہ عصمت بخاری نے گھوڑے کی ظریفانہ تصویر کھینچ کر کمال فن کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس میں جدت اور لطافت کے عناصر موجود ہیں:

اپی کرم نمود کہ از جنس وحش و طیر ― چون او ضعیف جانوری در میان نبود
اپی کہ چون کمان شکستہ وجود او ― سر تا قدم بغیر پی و استخوان نبود
از بسکہ گشتہ بود ز غمخوارگی چو روح ― ہیچ احتیاج قالب اورا بجان نبود
لبہا کشادمش کہ بدندان نظر کنم ― چیزی جز آب حسرتش اندر دہان نبود
گفتم درین زمانہ بدور کی آمدی ― گفت آن زمان کز آدم و عالم نشان نبود
ناگاہش از وزیدن بادی میان شکست ― بی چارہ را تحمل بار گران نبود

حسن بیگ رفیع نے ۳۵ اشعار پر مشتمل ایک طویل نظم مثنوی کے انداز میں بعنوان "در مذمت اسپ" موزوں کیا ہے۔ چند منتخب اشعار دلچسپی سے خالی نہ ہوں گے:

مرا اپی ست سست و زار و لاغر ― چو تار عنکبوت از پای تا سر
چنان از ضعف تن کردہ فروکش ― کہ گر سوزد نہ خیزد دود و آتش
اگر چون اسپ شطرنج افتد از پای ― با نگشتش توان برداشت از جای
اگر خود روی منزل را ندیدہ ― سمی دارد کہ تا منزل رسیدہ
چنان در ماندہ با نعل سم خود ― کہ نتواند لگد زد بردم خود
نہ ذوق رفتن از دنیا ندارد ― چہ سازد بہر رفتن پا ندارد

ابو طالب کلیم نے گھوڑے کی تعریف و مذمت میں ایک سو پچاس اشعار پر مشتمل ایک طویل نظم قلم بند کی۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

Marfat.com

ز سرتاپا ہمہ شیرین و مرغوب — سکون و جنبش او نبض مطلوب
بروگر آشنا سازند ران را — برد از یاد عاشق دلبران را
کنون دیوار راہش برگ کاہست — نشان میخ نعلش چاہ راہست
اگر بردیدۂ مورش فتد راہ — چنان افتد کہ گوئی رفت در چاہ

اکبر نے کسی موقع پر عرفی کو ایک گھوڑا انعام میں دیا۔ عرفی نے بجائے اظہار تشکر کے گھوڑے کی ہجو لکھی۔ کلام کی سنجیدگی دعوت توجہ دیتی ہے:

درویش بی عصاش نگیرد ز من بمفت — طرار و مفلسش نستاند ز من بقرض
مہمیز می زنم بوی از صبح تا بشام — تا نیم گام می رود آن ہم بپای فرض
ہستم بروسوار بمعنی پیادہ ام — گامی بطول می زدم اکنون زنم بعرض

جدید فارسی ابیات میں سیاسی رجحانات اور قومی وملی جذبات واحساسات کار فرما ہیں لیکن ہجو وطنز میں گھوڑے کو اپنا موضوع بیان قرار دینا اب تک فیشن میں داخل ہے۔ ممدوح نے گھوڑا عطا کیا لیکن اس کے عیوب ونقائص نے ایرج میرزا کو ہجو گوئی پر آمادہ کیا۔ کچھ اشعار بطور نمونہ نقل کیے جاتے ہیں:

اسپی کرم نمود کہ چون گردش سوار — صد رم بجای یک رم در ہر قدم کند
اسپی کہ ہر کہ خواست سوارش شود نخست — باید قلم گرفتہ وصایا رقم کند
گرفی المثل بدیدن احباب می رود — اوّل وداع باہمہ اہل و خدم کند
یک پارود بہ پیش و دو پا می رود بہ پس — یک متر راہ را دو سہ نوبت قدم کند
ناگفتہ نگذریم کہ این اسپ خوشخصال — تنہا نہ گاہ گیر بود سرفہ ہم کند
زودی کہ تخم مرغ کنم در گلوی او — تا سینہ ملتہم شود و سرفہ کم کند
گویند فلفلش بگذارم بزیر دم — گر آرزو کنم کہ دم خود علم کند

Marfat.com

(ج) ریاکار مذہبی ٹھیکہ داروں کی مذمت

اخلاقی تعلیم فطرت انسانی کی نکتہ شناسی کی متقاضی ہے۔ ظاہری اور کھلی ہوئی برائیوں اور عیوب کو عام انسان دیکھ اور سمجھ سکتا ہے لیکن مخفی اور سربستہ عیوب تک ہر شخص کی نگاہ نہیں پہنچ سکتی اس لیے جو شاعر فلسفہ اخلاق کی تعلیم دینا چاہتا ہے اس کے لیے فطرت کا نکتہ شناس ہونا شرط اوّلین ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ لطیف اور دل آویز طریقوں سے یہ عیوب ظاہر کیے جائیں تاکہ لوگوں کو گراں نہ گذریں بلکہ ان کے سننے میں لطف محسوس ہو۔

فارسی شاعری میں زاہدوں سے چھیڑ چھاڑ اور ان پر لعن وطعن کی کثرت پائی جاتی ہے۔ مخفی اور دقیق عیوب جس قدر عالموں، واعظوں اور زاہدوں میں پائے جاتے ہیں کسی فرقہ میں نہیں پائے جاتے "امام غزالی (۱) نے احیاء العلوم میں اس کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے لیکن چونکہ یہ فرقہ ہمیشہ بااقتدار رہا اس لیے ان کے عیوب کو ظاہر کرنا آسان بات نہیں"۔ آدم الشعرا رودکی نے ایک قطعہ لکھ کر اس روش کی سنگ بنیاد ڈال دی تھی اور بعد کے شعرا مثلاً خیام، سعدی اور حافظ وغیرہ نے اسے پروان چڑھایا۔

خیاؔم کے کلام میں رندی و سرمستی کے عناصر کی فراوانی ہے، عمر خیام نہ صرف مئے ارغوانی اور ساقی گلفام کا دلدادہ ہے بلکہ وہ بالعموم زندگی کی ہماہمی، انتشار اور بدمزگی کو غرق مئے ناب بھی کرتا ہے۔ خیام کے یہاں زندگی کی مسلمہ اقدار کو ایک ایسے نئے زاویئے سے دیکھنے کا رجحان بھی ملتا ہے کہ ان اقدار کے مضحکہ خیز پہلو ابھر کر نمایاں ہو جاتے ہیں۔ اس ضمن میں خدا کے ساتھ شریر لڑکوں کا سا برتاؤ اس کے بہت سے اشعار میں موجود ہے اور غالباً یہی شدید انداز ہے جس سے خیام نے زاہد کو بھی آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ خود نما شیوخ کی پردہ دری میں خیام کی رباعیاں بہت مشہور ہوئیں۔

خیام چاہتا ہے کہ انسان کا ظاہر و باطن یکساں ہو۔ اس خیال کو ظریفانہ انداز میں یوں ادا

---

(۱)۔ شعر العجم تالیف شبلی نعمانی، ج ۲، ص ۲۴۷

Marfat.com

کیا ہے:

زاہد بہ زن فاحشہ گفتا مستی　　ہر لحظہ بدام دیگری پابستی
گفتا شیخا ہر آنچہ گوئی ہستم　　اما تو چنانکہ می نمائی ہستی

ایک اور موقع پر ریاکاری کی مذمت کرتا ہے:

گرمی نہ خوری طعنہ مزن مستان را　　گر دست دہد تو بہ کنم یزدان را
تو فخر بدین کنی کہ من می نہ خورم　　صد کار کنی کہ می غلام است آن را

اس ضمن میں عارف وصوفی شاعر فریدالدین عطار کی وہ غزل جس میں ظاہر پرست علما پر چوٹیں کسی گئی ہیں کہ وہ جھوٹ بکتے ہیں، مغرور ہیں، ان کے دل بیدار نہیں اور ان کا دعویٰ بے جا ہے، قابل ملاحظہ ہے:

الا ای زاہدان دین دلی بیدار بنمائید　　ہمہ مستید در مستی یکی ہشیار بنمائید
ز دعوی ہیچ نکشاید اگر مردید اندر دین　　چنان کاندر درون ہستید در بازار بنمائید
ہزاران مرد دعوی دار بنمائیم ازین مسجد　　شما یک مرد دعوی دار از خمار بنمائید
من اندر یک زمان صد مست از خمار بنمائیم　　شما مستی اگر دارید از اسرار بنمائید
من این رندان مفلس را ہمہ عاشق ہمی بینم　　شما یک عاشق صادق چنین بیدار بنمائید

مفتی شہر کے تظلم کی مذمت:

ای صاحب فتویٰ از تو پرکار تریم　　با این ہمہ مستی تو ہشیار تریم
تو خون کسان خوری و ماخون رزان　　انصاف بدہ کدام خونخوار تریم

اظہار عبادت پر طعن کا بڑا ہی انوکھا انداز ہے:

ساقی قدحی کہ کارساز است خدا　　وز رحمت خود بندہ نواز است خدا
می خور بہ بہار و بار طاعت مفردش　　کز طاعت خلق بی نیاز است خدا

اگرچہ زاہد سے چھیڑ چھاڑ کا رجحان خیام کے یہاں موجود ہے لیکن دراصل اس ضمن میں اولیت کا سہرا سعدی شیرازی کے سر ہے اور اس طرح جو بات خیام نے اپنی رباعیوں میں صاف صاف اور کھلے انداز میں کہی ہے سعدی نے اسے ذرا چھپا کر پیش کیا اور یوں بالواسطہ انداز اختیار کر کے طنز کے ایک اہم اصول کی پیروی کی۔ بقول علامہ شبلی (۱):

---

(۱)۔ شعرالعجم تالیف شبلی، ج ۲، ص ۴۴۔

Marfat.com

"شیخ سعدی نے غزل میں زاہدوں اور واعظوں کا پردہ فاش کیا ہے اور ریاکاری کی دقیق اور باریک کارسازیوں کی قلعی کھولی ہے۔ خیام نے رباعیوں میں اس مضمون کو ادا کیا ہے لیکن صاف صاف اور کھلے لفظوں میں، شیخ کی طرح چبھتی چبھتی چوٹیں نہ تھیں جن سے ریاکاروں کے دل باہر آ جائیں۔"

سعدی کا مشہور شعر ہے:

گر کند میل بہ خوبان دل من خوردہ مگیر — کین گناہیست کہ در شہر شمانیز کنند

طنز میں ایک نئے رجحان کی عکاسی کرتا ہے۔ چنانہ یہاں بات کھو کھلے اور سپاٹ انداز میں پیش کرنے کے بجائے بالواسطہ طریق سے پیش کرنے کی کوشش صاف ظاہر ہے۔ شیخ سعدی مذہبی لوگوں کی تنگ نظری پر طنز کرتے ہوئے نہایت بلیغ انداز میں یہ نکتہ واضح کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ ان کی طرح منتقم ہے اور نہ اس کی رحمت کسی خاص طبقہ کے لیے مخصوص ہے:

شنیدم کہ مستی ز تاب نبید — بہ مقصورۂ عابدی بر دوید
بنالید بر آستان کرم — کہ یارب بفردوس اعلیٰ برم
موذن گریبان گرفتش کہ ہین — سگ و مسجد، ای فارغ از عقل ودین
چہ شایستہ کردی کہ خواہی بہشت — نمی زیبدت ناز برروی زشت
بگفت این سخن پیرو بگریست مست — کہ مستم بدار از من ای خواجہ دست
عجب داری از لطف پروردگار — کہ باشد گنہگاری امیدوار
ترا می نہ گویم کہ عذرم پذیر — در توبہ باز است و حق دستگیر
ہمی شرم دارم ز لطف کریم — کہ خواہم گنہ پیش عفوش عظیم

علامہ شبلی نعمانی کے الفاظ میں شیخ نے چونکہ اخلاقی امراض کے مرتکب ہونے کے بعد صحت پائی تھی اس لیے وہ امراض کی حقیقت، ماہیت، علامات اور طریق علاج سے جس قدر واقف ہو سکے دوسرا نہیں ہو سکتا تھا۔ اخلاقی بیماریوں میں اکثر لوگوں کو دھوکہ ہو جاتا ہے اور مرض کو مرض نہیں سمجھتے مثلاً ایک صوفی امرد پرستی کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ مجاز حقیقت کا زینہ ہے۔ شیخ ان غلطیوں میں نہیں پڑ سکتا چنانچہ امرد پرستی کی نسبت نظرباز صوفیوں کی اس طرح پردہ دری کرتا ہے:

Marfat.com

گروہی نشیند با خوش پسر | کہ ما پاکبازیم و اہل نظر
زمن پرس فرسودۂ روزگار | کہ بر سفرہ حسرت خورد روزہ دار
چرا طفل یک روزہ ہوشت نبرد | کہ در صنع دیدن چہ بالغ چہ خورد
ازان برگ خرما خورد گو سفند | کہ قفل است بر تنگ خرما و بند

اس زمانہ میں امرد پرستی کا عام مرض پھیلا ہوا تھا۔ صوفیہ اور اہل نظر اس کو عشق حقیقی کی منزل اولین قرار دیتے تھے اور ارباب ذوق کے لیے تفریح خاطر کا اس کے سوا اور کوئی دوسرا سامان نہ تھا۔ شیخ چونکہ اس سانپ کو کھلا چکا تھا اس کی مضرتوں سے خوب واقف تھا اس نے نہایت سختی سے اس کی برائیاں بیان کیں:

سراز مغز و دست از درم کن تہی | چو خاطر بہ فرزند مردم نہی
مکن بد بہ فرزند مردم نگاہ | کہ فرزند خویشت بر آید تباہ

ریاکار عالموں کی قلعی سب نے کھولی ہے لیکن صوفیہ کا گروہ کثیرہ جو ہمہ تن ریاکار ہے ان کی نسبت کسی کو ریاکاری کا گمان بھی نہیں ہوتا اور ہو بھی تو عوام کے ڈر سے ظاہر نہیں کر سکتا۔ شیخ اس راز سے خوب واقف تھا اس لیے اس نے نہایت دلیری سے اس طلسم کو توڑا اور بڑے لطیف پیرایہ میں اس مضمون کو ادا کیا:

برون نمی رود از خانقہ یکی ہشیار | کہ پیش شحنہ بگوید کہ صوفیان مستند

بوستان میں ایک شخص کی زبان سے ان لوگوں کی پوری تصویر کھینچی ہے:

کہ زنہار ازین مزدمان خموش | پلنگان درندۂ صوف پوش
کہ چون گر بہ زانو بہم بر زنند | وگر صیدی افتد چو سگ درجہند
سوی مسجد آوردہ دکان شید | کہ درخانہ کمتر توان یافت صید
سپید و سیہ پارہ بردوختہ | بہ سالوس پنہان زر اندوختہ
زہی جو فروشان گندم نمای | جہان گرد و سالوس و خرمن گدای
مبین در عبادت کہ پیر ند وست | کہ در رقص و حالت جوانند و چست
عصای کلیم اند بسیار خوار | بہ ظاہر چنین زرد روی و نزار
زسنت نہ بینی درایشان اثر | بہ جز خواب پیشین و نان سحر

Marfat.com

فرائض کی انجام دہی میں محتسب دھوکہ کھا جاتا ہے۔ آخر صوفیوں کے وضع قطع پر کون شک کر سکتا ہے:

محتسب در قفای رندان است   غافل از صوفیان شاہد باز

پھر کہتے ہیں:

گر کند میل بخوبان دل من فردہ مگیر   کین گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

اس مضمون کو حافظ نے اس قدر پھیلایا کہ خاص ان کا ہو گیا لیکن اصل بنیاد شیخ نے ڈالی تھی:

ای محتسب از جوان چہ می پرسی   من توبہ نمی کنم کہ پیرم

اوروں کی بجائے خود کو ملزم قرار دینا بلاغت کا خاص پہلو ہے:

ہیچ کس بی دامن تر نیست اما دیگران   بازمی پوشند و ما در آفتاب افگندہ ایم

ایک لواطت پرست امام مسجد کی مذمت میں یہ رباعی بڑے تیکھے نشتر رکھتی ہے:

آمد بہ نماز آن صنم کافرکیش   ببرید نماز مومنان درویش
میگفت امام مستمندان دل ریش   ای کاش کہ من از پس بدمی او از پیش

ناخوش الحان قاری کو ہدف طنز بناتے ہیں ہوئے کہتے ہیں:

متکلف بہ نغمہ در قرآن   حق بیازرد و خلق را بربود
این یکی چرآن دگر باشد   ما بوقت زبان و وقتی سود
ناخوش آواز اگر دراز کشد   نہ خدا ونہ خلق از و خوشنود

ایک دوسرے قطعہ میں اسی خیال کو اس طرح ادا کرتے ہیں:

برین الحان داؤدی عجب نیست   کہ مرغان در ہوا حیران بمانند
تو آمرزیدۂ واللہ یعلمہ   کہ اقلیمی بہ حیرت یک زبانند
خدا این حافظان ناخوش آواز   بیامرزد اگر ساکن بخوانند

لیکن فارسی ادب میں رندی وسرمستی اور زاہد سے چھیڑ چھاڑ کے سلسلے میں سب سے

Marfat.com

اہم نام حافظؒ شیرازی کا ہے۔ حافظؒ کے کلام میں مسرت و بہجت کا عام انداز، ان کے بات کرنے کا انوکھا ڈھنگ اور ان کی زاہد و محتسب پر برجستہ اور مہذب چوٹیں اپنی مثال آپ ہیں:

واعظ شہر کہ مردم ملکش می خوانند ‏ قول ما نیز ہمین است کہ او آدم نیست

گرز مسجد بہ خرابات رویم عیب مگیر ‏ مجلس وعظ دراز است و زمان خواہد شد

خواجہ حافظؒ نے بڑی دلیری اور آزادی و بے باکی سے علما و زہاد پر نکتہ چینیاں کیں ہم ان اعتراضات کو کامیاب ہجو کے ذیل میں بیان کر سکتے ہیں اس لیے کہ اس میں ہجو کے لوازمات موجود ہیں۔ آج تک اس مذہبی گروہ پر کسی نے اس بے باکی سے چوٹیں کسنے کی ہمت نہیں کی تھی۔ حافظ نے زاہدوں کے کاردیگر کو اکثر نہایت لطیف انداز سے بیان کیا ہے:

واعظان کین جلوہ بر محراب و منبر می کنند ‏ چون بخلوت می روند آن کار دیگر می کنند
مشکلی دارم ز دانش مند محفل باز پرس ‏ توبہ فرمایان چرا خود توبہ کمتر می کنند
گوئیا باور نمی دارند روز داوری ‏ کین ہمہ قلب و دغا در کار داور میکنند
خانہ خالی کن دلا تا منزل جانان شود ‏ کین ہوسناکان دل و جان جای دیگر میکنند

حافظؒ کہتے ہیں کہ ہماری مجلس عام ہے کسی کی تخصیص نہیں جو چاہے آئے ہم سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرتے ہیں۔ واعظوں اور زاہدوں کی طرح ہمارا اخلاق دوست و دشمن، عزیز و بیگانہ، کافر و مسلمان کی تفریق کی وجہ سے بدلا نہیں کرتا:

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو ‏ گیر و دار حاجب و دربان درین درگاہ نیست
بندۂ پیر خراباتم کہ لطفش دائم است ‏ ورنہ لطف شیخ و زاہد گاہ ہست و گاہ نیست

سب سے بڑا عیب مولویوں اور واعظوں میں ریاکاری کا ہوتا ہے اس لیے نہایت دلیری سے ان کی برائیاں بیان کی ہیں:

گرچہ بر واعظ شہر این سخن آسان نہ شود ‏ تا ریا ورزد و سالوس مسلمان نہ شود

غلام ہمت دُردی کشان یک رنگم ‏ نہ آن گروہ کہ ازرق لباس و دل سیہ اند

Marfat.com

بادہ نوشی کہ درو ہیچ ریائی نہ بود — بہتر از زہد فروشی کہ درو روی و ریاست

من از پیر مغان دیدم کرامتہای مردانہ — کہ این دلق ریای را بہ جامی در نمی گیرد

می خور کہ صد گناہ ز اغیار در حجاب — بہتر ز طاعتی کہ بہ روی و ریا کنند

ترسم کہ صرفہ نہ برد روز باز خاست — نان حلال شیخ ز آب حرام ما

بیا بہ میکدہ و چہرہ ارغوانی کن — مرو بہ صومعہ کانجا سیاہ کارانند

نقد ہا را بود آیا کہ عیاری گیرند — تا ہمہ صومعہ داران پی کاری گیرند

مولوی اور واعظوں کو اس میں بڑا کمال ہوتا ہے کہ تقدس کے پردہ میں اس طرح چھوٹ کر برائیاں کرتے ہیں کہ کسی کو ان کی نسبت گمان بھی نہیں ہو سکتا۔ خواجہ نے اس نکتہ کو اس لطیف پیرایہ میں ادا کیا ہے:

ای دل طریق مستی از محتسب بیاموز — مست است و در حق او کس این گمان ندارد

خرقہ پوشان ہمگی مست گذشتند و گذشت — قصہ ماست کہ در کوچہ و بازار بماند

داشتم دلقی و صد عیب مرا می پوشید — خرقہ، رہن می و مطرب شد و زنار بماند

عیب چھپانے کی ایک بڑی چال یہ ہے کہ کوئی اور شخص اگر وہ عیب کرتا ہوا نظر آئے تو نہایت سختی سے اس پر دار و گیر کی جائے۔ اس راز کو خواجہ اس طرح فاش کرتے ہیں:

بادہ با محتسب شہر نہ نوشی زنہار — کہ خورد با تو می و سنگ بہ جام اندازد

مولویوں اور واعظوں میں ریاکاری اعلانیہ نظر آتی ہے۔ لیکن مذہبی ٹھیکہ داروں کے دوسرے طبقات بھی اس کے اثر سے خالی نہیں ہوتے۔ اس بنا پر خواجہ فرماتے ہیں:

می خور کہ شیخ و حافظ و قاضی و محتسب — چون نیک بنگری ہمہ تزویر می کنند

علما کے اوصاف اور اخلاق پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ عوام کی عقیدت مندی

Marfat.com

اور نیاز مندی کی وجہ سے ان میں نہایت تکبر اور غرور پیدا ہو جاتا ہے اور اس وصف کو اس لیے ترقی ہو جاتی ہے کہ ان کو یہ باتیں مذہبی پیرایہ میں نظر آتی ہیں۔ وہ کسی کو برا کہتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ امر بالمعروف کی تعمیل ہے۔ سلاطین اور حکام کی دربار داری کرتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ احکام شرعی کے اجرا کے لیے یہ ضروری ہے۔ کسی سے ذاتی عناد کی وجہ سے دشمنی کرتے ہیں تو یہ بغض للہ ہے۔ غرور اور فخر کرتے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں کہ عزت نفس ہے۔ اس بنا پر یہ تمام عیوب ان میں راسخ ہو جاتے ہیں۔ خواجہ ان تمام عیوب کی نہایت بلیغ اور لطیف پیرایوں میں پردہ دری کرتے ہیں:

اگر از پردہ برون شد دل من عیب مکن — شکر ایزد کہ نہ در پردۂ پندار بماند

در راہ ماشکستہ دلی می خرند و بس — بازار خود فروشی ازان راہ دیگر است

زاہد شہر چو مہر ملک و شحنہ گزید — من ہم از مہر نگاری بگزینم چہ شود

علما کی عام حالت یہ ہے کہ امر حق کو کبھی عوام پر ظاہر نہیں کرتے بلکہ اس میں اگر کوئی برائی کا پہلو ہے تو صرف اسی پر زور دیتے ہیں۔ شراب میں فائدہ اور نقصان دونوں ہے اور نقصان فائدہ سے زیادہ ہے تاہم خدا نے قرآن مجید میں فرمایا فِیۡھِمَا اِثۡمٌ کبیرو منافع للناسِ و اثمھما اکبر مِن نفعِھِما۔ یعنی (قمار) و شراب میں فائدے بھی ہیں اور نقصان بھی لیکن نقصان ان دونوں کے نفع سے زیادہ ہے۔ جب خدا نے اس کے فائدوں کو چھپانا نہیں چاہا تو امر حق کو عوام کی خاطر سے چھپانا کیوں کر جائز ہو سکتا ہے؟ خواجہ نے نہایت موثر طریقے سے اس عیب پر ملامت کی ہے:

عیب می جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو — نفی حکمت مکن از بہر دل عامی چند

خواجہ کا خیال ہے کہ مولویوں اور واعظوں کی نیکیاں چونکہ ذاتی غرض پر مبنی ہوتی ہیں اس لیے درگاہ الٰہی میں مقبول ہونے کے قابل نہیں:

درمیخانہ بہ بستند خدایا مپسند — کہ در خانۂ تزویر و ریا بکشایند

خواجہ کے کلام میں جابجا شوخی اور ظرافت بھی ہے لیکن نہایت لطیف اور نازک شیخ سعدی اور خیام بھی ظرافت کرتے ہیں لیکن زیادہ کھل جاتے ہیں۔ خواجہ کی

Marfat.com

شوخی طبع کی لطافت تازہ اور دلپذیر ہیں:

بکوی می فروشانش بجامی در نمی گیرند ___ زہی سجادۂ تقوی کہ یک ساغر نمی ارزد

نہ من زبی عملی در جہان ملولم و بس ___ ملامت علماہم زعلم بی عمل است

زاہد غرور داشت سلامت نبرد راہ ___ رند از رہ نیاز بدارالسلام رفت

فقیہ مدرسہ دی مست بود وفتوی داد ___ کہ می حرام ولی بہ زمال اوقاف است

حافظؔ نے اپنے عہد کے مشہور عالم عماد فقیہہ پر بڑی تلخ طنز کی ہے۔ غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

صوفی نہادہ دام و سرحقہ باز کرد ___ بنیاد مکر با فلک حقہ باز کرد

ای کبک خوشخرام کہ خوش میروی بناز ___ غرہ مشو کہ گربہ عابد نماز کرد

اس ضمن میں حافظؔ کے چند اور اشعار دلچسپی سے خالی نہ ہوں گے:

سرای مدرسہ و بحث علم وطاق ورواق ___ چہ سود چون دل دانا و چشم بینانیست

سرای قاضی یزد ارچہ منبع فضل است ___ خلاف نیست کہ علم نظر در آن جانیست

شیخم بطنز گفت حرامست می مخور ___ گفتم بگوکہ گوش بہر خرنمی کنم

احوال شیخ و قاضی وشرب الیہود شان ___ کردم سوال صبحدم از پیر می فروش

گفتانہ گفتنی است سخن گرچہ محرمی ___ درکش زبان و پردہ نگہ دارو می بنوش

حافظؔ کی تقریباً تمام شاعری ان لوگوں کی زیاں کاری اور مذمت کا ایک نقش بدیع ہے۔ حافظ کے بعد کے شعرا کو اس ذائقہ کا ایسا چسکا پڑ گیا کہ بغیر عابدوں اور زاہدوں کی مذمت کے اپنی شاعری کو کامیاب نہیں سمجھا کیے۔

Marfat.com

باب نہم

فارسی ہجو گوئی پر ایک عام تنقیدی تبصرہ

ہجو اپنی مقصدیت اور افادیت کے پیش نظر ادب کا ایک لازمی جز و اور معاشرہ کی اصلاح و تربیت کے لیے ایک ناقابل فراموش طریقہ کار ہے۔ انسانی ذہن کی بیمار صلاحیتیں، بداخلاقی و بدکرداری، حماقت اور اس قسم کے دیگر فسادات کو جنم دیتی رہتی ہیں اور ہجو ہمیشہ ان کا دندان شکن مقابلہ کرتی رہتی ہے۔ ہجو کا مسلک رشک و حسد نہیں، حالات و کردار کا صحیح تعارف ہے۔ ناموزوں اور ناہموار حالات میں یہ بہت جلد برانگیختہ ہوتی ہے۔ عیوب و نقائص پر سخت تنقیدی نگاہ رکھتی ہے۔ جب معاشرے پر شیطانی قوتوں کا غلبہ ہوتا ہے اور ہر سمت زندگی اپنے بھیانک روپ میں جلوہ گر ہوتی ہے تو ہجو اسے دیکھ کر شاد کام نہیں ہوتی بلکہ معصیت و جرائم کی جڑیں کرید کر انہیں تہ و بالا کرنے اور ظلمت و تیرگی کے رفع کرنے میں ہمہ تن سعی و عمل بن جاتی ہے۔ ہجو فنون لطیفہ کی ایسی دیوی ہے جس کا چہرہ موزوں اور متناسب نہیں بلکہ اس پر مضحک انداز کی جھریاں پڑی ہوئی ہوتی ہیں، جہاں ابدی مسکراہٹ یا لازوال نالہ و شیون کے اثرات پائے جاتے ہیں۔ صنف ہجو کی تخلیق میں اور اس کی فنکاری میں ایک دھڑکتا ہوا حساس دل کارفرما ہوتا ہے جس کا بہ نظر غائر مشاہدہ و مطالعہ کرنے پر ہمیں بنی نوع انسان کی کڑھن اور گھٹن کا عکس صاف دکھائی دیتا ہے۔

دنیا کی زندہ اور اولوالعزم قوموں کے شعرا نے ہجو و ہجا کے استعمال میں اسی جرأت و پامردی کا اظہار کیا ہے جو میدان کارزار میں سرفروشوں اور جانبازوں کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ عرب شعرا قبائلی معرکوں میں ہجو کے اسلحوں کو زیر تصرف لاکر مد مقابل نبرد آزماؤں کے عزائم اور حوصلوں کی مٹی پلید کر دیتے تھے اور اسی بنا پر عرب شاعر مافوق العادات صلاحیتوں کا حامل ایک ساحر شمار کیا جاتا تھا۔ بادی النظر میں میدان جنگ کی شکست و ریخت اور فتح و ظفر کا انحصار سامان رسد، جنگ جو سپاہیوں اور اسلحوں کی فراوانی و کارکردگی پر ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ زوال و پسپائی کی اساس اولیں ڈالنے کا سہرا ان شعرا اور فضلا کے سر ہوتا ہے جن کی تحریریں اور تقریریں فریق محاربہ کے خلاف یا موافق ہوتی ہیں۔

Marfat.com

شاعری دو قسم کی ہوتی ہے عقلی اور تخیلی۔ ہجویہ شاعری عقل کے حدود میں مقید رہتی ہے اور حقائق کی تلاش و جستجو میں گلیوں کی خاک چھانتی پھرتی ہے لیکن تخیل عقل کے مقابلے میں وسیع اور متنوع ہوتی ہے اور حقائق سے زیادہ حقائق کے امکانات کا ادراک کرتی ہے اور ہمارے فلک پیما خوابوں کی ترجمانی ہوتی ہے۔ یہ ہمارے تصورات کی حدیں متعین کرتی اور ہمیں بصیرت و نور عطا کرتی ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ ہجو جذبۂ نفرت کے برانگیختہ ہونے پر متحرک ہوتی ہے اور ظاہر ہے جس ادبی تخلیق کی محرک نفرت ہو وہ ہمیں نفرت ہی کی طرف لے جاسکتی ہے۔ اس میں ہمارے صالح جذبات اور احساسات کو بلاواسطہ اور مثبت طور پر بیدار کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی اور نہ یہ زندگی کی ان اعلیٰ قدروں سے ہمیں باخبر کرتی ہے جن کا اظہار خود ادب کے وجود کا ایک اہم جواز ہے۔ ہجو کوئی مربوط فلسفۂ زندگی نہیں پیش کرتی۔ بقا اور جدوجہد کے حوصلے اس کی نظروں سے اوجھل ہوتے ہیں۔ اس کی نگاہ ہمیشہ اشیا کے تاریک گوشوں پر پڑتی ہے۔ یہ منفی قدروں کی متلاشی رہتی ہے۔ لہذا ہجویہ ادب میں شخصیت، سماج یا تمدن کی ادھوری اور محدود تصویریں ہمارے سامنے آتی ہیں تصویر کا دوسرا رخ نظروں سے غائب رہتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی زوال پذیر تہذیب اور بگڑے ہوئے معاشرے کو پرکھنے کے لیے ہجو نگار کی کسوٹی کی تشکیل بالعموم ان عقائد اور قدروں سے ہوتی ہے جو تسلیم شدہ ہیں۔ یہ تسلیم شدہ قدریں اکثر وہی فرسودہ قدریں ہوتی ہیں جو کسی تمدن یا سماج کے انحطاط کا باعث ہوتی ہیں۔ تسلیم شدہ قدروں کو قبول کر لینے کا مطلب یہ بھی ہوتا ہے کہ ہجو نگار میں زندگی کی نئی قدروں کے امکانات کا تجسس نہیں ہوتا۔ جو قدریں بطور کسوٹی تصور کی جاتی ہیں ان میں نشو و نما کی توانائی باقی نہیں رہتی۔ انقلاب آمادہ معاشرہ اور تغیر پذیر زندگی تادیر ان قدروں پر قائم رہنے کی ہمت کھو بیٹھتی ہیں اور انہیں فرسودہ و ناقص اعلان کر دیتی ہیں اس لیے ہجو کو ادبیات میں کم تر مقام دیا جاتا ہے۔

ہجویہ ادب کے کم تر مقام کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے معاشرے میں عیب جوئی اخلاقاً مستحسن نہیں اور عام عقیدہ یہ ہے کہ دوسروں کے عیوب پر پردہ ڈالنے والوں کے عیوب کا ستار خدا ہوتا ہے۔ کچھ حضرات مذہبی طور پر راسخ الاعتقاد نہ ہونے کے باوجود نکتہ چین، نمام و عیب جو اور دوسروں پر لعن طعن کرنے والوں کو اچھا نہیں سمجھتے۔ وجہ یہ ہے کہ

Marfat.com

ایسے افراد نفسیاتی طور پر ذہنی مریض ہوا کرتے ہیں۔ ان کی ذہنی نشو و نما متوازن و متناسب نہیں ہوتی۔ لہذا ہجو پیشہ فنکاروں کے ساتھ ہمارا ردعمل بعض اوقات ویسا ہی ہوتا ہے جیسا مذکورہ ذہنی روگیوں کے خلاف۔ ایسی صورت میں ہم ہجو نگار کو اخلاقی طور پر پست تصور کرنے لگتے ہیں۔ فارسی شعر و ادب میں شاید ہی کوئی ایسا ہجو نگار ملے گا جس کی سوانح حیات خود اس کی اخلاقی پستی، ذہنی کشاکش اور غیر فطری عادات کی نشاندہی نہ کرتی ہوں۔

نفرت کا جذبہ قابل قدر بھی ہوتا ہے۔ جس معاشرے کی بنیاد ظلم و استبداد اور بیداد و تشدد پر قائم ہو اس سے نفرت کرنا حق پرستی، راست بازی اور اعلیٰ اخلاقی دلیل ہے لہذا اچھے برے، حلال و حرام اور ظلم و انصاف میں تمیز کرنے اور معاشرے کی صلاحیتوں اور توانائیوں کو صحت مند رکھنے کے لیے ہجو نگار کے اقدام مستحسن اور ناگزیر ہیں۔ احسن و ارذل یہی ہجو کی کسوٹی ہے۔ جو ہجو نگار اپنی کوتاہ بینی، علمی کم مائیگی یا رجعت پسندی اور قدامت پرستی کا شکار ہو کر زندگی کی اعلیٰ قدروں اور قابل احترام انسانی کارناموں پر حقارت و تمسخر کی ہنسی ہنستا ہے گویا وہ اپنے آپ پر ہنستا ہے۔ وہ کامیاب ہجو نگار نہیں کہا جا سکتا۔ برخلاف اس کے اگر کسی کھوکھلے معاشرے کو بے نقاب کیا جاتا ہے اور صاحبان اقتدار و احترام کے مکر و فریب میں پوشیدہ عیوب و نقائص کا پردہ فاش کیا جاتا ہے تو ایسی ہجو اور ایسا طنز قابل احترام و استقبال ہے۔

ہجویہ ادب، جیسا کہ بیان ہو چکا، علم و عقل کی روشنی میں حقائق کی تلاش و جستجو کرتا ہے اور تخیلی ادب ان حقائق کے حصول اور امکانات کے حصول کے لیے شاہین صفت بنتا ہے۔ عام تخیلی اور جدی ادب موزونی طبع کے عدم وجود میں بھی صفحہ قرطاس پر آراستہ کیے جا سکتے ہیں۔ مثلاً قصیدہ، غزل، ڈرامہ، افسانہ، انشائیہ وغیرہ میں آورد سے خاصا کام نکل سکتا ہے لیکن ہجو و ہزل میں آورد ناکام ثابت ہوں گے، یہاں آمد کی کارفرمائی ہوتی ہے۔

مزاح و ظرافت ایران کے قومی مزاج کی ممتاز خصوصیت ہے، یہی وجہ ہے کہ ایرانی ادبیات میں مزاح و ظرافت کے نادر جواہرات بکھرے پڑے ہیں۔ ہجو نگاری میں طبعی ظرافت اور فطری مزاح کے بڑے حسین نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ فارسی شعرا نے ہجو و ہجا کا حقیقی مفہوم سمجھنے کی بہت کم کوشش کی۔ فارسی شاعری تقریباً تمام تر درباری رہی ہے اور شاعروں نے ممدوحین کے مزاج اور اپنی فکر معاش کے پیش نظر خیال آفرینیاں کیں۔ اس بنا پر ان کے زاویۂ نگاہ میں وسعت و تنوع نہ پیدا ہو سکی۔ فردوسی سے پہلے فارسی ادب ایک

Marfat.com

چٹیل میدان نظر آتا ہے۔ یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ تضحیک کے موضوع پر بھی باضابطہ طریقہ سے پہلے پہل فردوسی کو ہی طبع آزمائی کرنا پڑی۔ فردوسی نے ایک روش یہ منکشف کردی کہ شاعر کو ستاؤ گے تو وہ ہجو کہہ ڈالے گا۔ع: چو شاعر بر نجد بگوید ہجا۔ فردوسی کے بعد شعرا نے اسی قول کی پیروی کی۔ انوری اور کمال اسماعیل سب نے یہی طریقہ اختیار کیا کہ پہلے ممدوح کی تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاؤ، پھر صلہ وانعام کا انتظار کرو اگر نہ ملے تو ایسی ہجو لکھ مارو کہ کبھی فراموش نہ ہو۔ع:

بماند ہجا تا قیامت بجا

شاہنامہ کے ہجویہ اشعار درحقیقت فردوسی کی تیس سالہ محنت و مشقت کا ایک پردرد مرثیہ ہے۔ وہ قارئین کو اپنا شریک غم بنانا چاہتا ہے۔ لیکن عوام الناس اور بالخصوص شعرا نے فردوسی کی ہجوگوئی کے مفہوم کو غلط سمجھا نتیجۃً غلط راستے پر چل پڑے چنانچہ سعدی کی وفات تک فارسی ادب صحیح اور سچی طنزیات کے شعور سے نابلد رہا۔ عمر خیام کے چند طنزیہ نشتر ہر زمانے کے لیے سماج کی دکھتی رگوں کی جراحی کہی جاسکتی ہیں۔ سعدی پہلا شاعر ہے جسے ہجو و طنز کی حقیقی افادیت کا احساس ہوا۔ اس نے طنز و تضحیک کے ذریعہ بیمار معاشرے کا علاج کیا اور بلاشبہ کامیاب رہا۔

فارسی شاعری ابتدا سے آج تک تقریباً یکساں طور پر بلند و عظیم ہے۔ عہد بہ عہد کی ترقیوں میں صرف اظہار خیال یا اسلوب بیان میں تھوڑا فرق نظر آتا ہے لیکن فطری بالیدگی اور جذبات کی مصوری تقریباً ہمیشہ ایک سطح پر قائم رہی۔ ہجو و ہجا کا بھی یہی حال ہے یعنی عام شاعری کا دامن جتنا وسیع و متنوع اور اسکا مقام جس قدر بلند و رفیع رہا ٹھیک اس کے برعکس ہجویہ شاعری پست اور رکیک رہی۔ فارسی شاعروں نے ہجوگوئی میں جس فحاشی اور رکاکت کو روز اولین میں رواج دیا وہ عہد حاضر تک ادبیات میں مروج رہی۔ یہ فحاشی و رکاکت تاریخ ادبیات کے تمام ادوار کے شایان شان نہیں گرچہ یہ حقیقت ہے کہ اولین لاطینی ہجویات میں بھی اس قسم کے ابتذال بافراط دستیاب ہیں لیکن مرور ایام کے سبب جیسے جیسے ادب و معاشرہ پر تہذیب و تمدن کا رنگ چڑھتا گیا، ادبیات کی دیگر اصناف کے ساتھ ساتھ لاطینی ہجو کے مزاج اور اس کی زبان و لغت کی بھی تطہیر و تنزیہہ ہوتی گئی۔ فارسی ہجوگوئی کی تاریخ ایسی لطافت و پاکیزگی سے عاری ہے اور یہ ایک ناگوار اتفاق ہے کہ سعدی جیسا ثقہ اور متشرع شاعر بھی اس

Marfat.com

حمام میں آکر عریاں ہونے پر مجبور ہوا۔ انیسویں صدی عیسوی کا نامور اور قادر الکلام شاعر خاقانی بھی اس وادی میں پہنچ کر بہت نیچے آگیا۔ اس نے ایسی پست طبعی کا ثبوت دیا اور ایسی لے دے کی جس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔ عصر حاضر میں بھی ہجو کے مزاج میں تبدیلی نہ آئی اور سنائی، سوزنی، انوری، خاقانی، ابو العلا گنجوی، شفائی اور فوقی یزدی کی طرح ایرج میرزا اور عارف قزوینی نے بھی خوب کھل کر کھیلا۔ دشنام طرازی اور رکاکت و فحاشی کا جہاں تک تعلق ہے ایرج و عارف کی ہجویات اور مذکورہ شعرا کی ہجویات میں کوئی وجہ امتیاز فارقہ نہیں۔

عام خیال یہ ہے کہ فارسی ہجو گو شعرا "وصف العیش، نصف العیش" کے اصول پر عمل کرتے ہوئے اکثر غیر فطری شہوانی میلانات کو ہی اپنا موضوع سخن بناتے تھے۔ اگر تعیش کے ذکر سے نصف عیش کا حظ میسر ہوتا ہے تو پھر فطری ذوق کی تشریح و تفصیل بیان ہونا تھی نہ کہ غیر فطری اصولوں اور امرد پرستی کے طریقہ کار پر اکتفا کیا جاتا۔ شعرا کے ایسے گمراہ عمل سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ان کی سرشت میں ایسی خصلتیں جاگزیں تھیں اور وہ غیر فطری طریقوں پر شہوانی تسکین کے محتاج تھے جیسا کہ سنائی و سوزنی اور سعدی وغیرہ کی سوانح حیات سے ظاہر ہوتا ہے۔

کمال اسماعیل کلاسیکی فارسی ہجو گوئی میں یکہ و تنہا نظر آتا ہے جس نے کسی حد تک گندے خیال اور فحش مضامین کو ہجو گوئی میں قلم بند کرنے سے احتراز کیا۔ لیکن کمال بھی اپنے فرض کی انجام دہی میں ہمیشہ پورا نہیں اترتا اور قومی مذاق کا اثر اس کے یہاں بھی جا بجا جھلکتا نظر آتا ہے۔

کسی ملک کا ادب اور ادب کا تفریحی و تضحیکی پہلو وہاں کی قومی و ملی خصوصیات کی طرف اشارہ کرتا ہے لیکن ایرانی ہجو و ہزل کی روشنی میں اگر کوئی محقق ایران کی اجتماعی زندگی کی خصوصیات اور وہاں کے تہذیب و اخلاق کا مطالعہ کرنا چاہے تو اس کو بڑی مایوسی ہوگی۔ اس لیے کہ فارسی ادبیات کے بیشتر امثال و لطائف، ہجو و ہزل اور مزاح و ظرافت کا تعلق، جنسی میلانات، مستور اعضا کی تشریحات اور اسی قسم کی دوسری ادبی لطافتوں سے عاری زشت و نازیبا موضوعات پر قائم ہے جن سے صحت مند ذوق جمال کی مکمل تسکین ممکن نہیں اور نہ صاحب ذوق اور خوش طبع حضرات کی فطری اشتہا ہی سیر ہوسکتی ہے۔ گرچہ یہ حقیقت ہے کہ اس قسم کا فحش اور غیر مہذب ادب اور عوام میں اس کی مقبولیت اخلاقی انحطاط اور اجتماعی زندگی میں فساد

Marfat.com

کی دلیل ہے لیکن یہ بھی قرین قیاس ہے کہ فطری میلانات، نفسانی خواہشات اور عام احساسات و جذبات کو دبانے کی وجہ سے اس قسم کے خیالات کو تحریک ہوئی اس لیے کہ ایران کی مذہبی اور اجتماعی زندگی کی فضا پرہیز و احتیاط کے ذریعے امنگوں اور آرزوؤں پر قابو پانے اور نفس کشی کرنے کی متقاضی تھی۔ جب ہمیں اصل لذت سے بہرہ ور ہونے کا موقع نہیں ملتا تو ان لذات کی تشریح و توضیح سے ہی حظ اٹھانے کی تمنا کرتے ہیں اور بزرگوں کا قول بھی ہے کہ "وصف العیش نصف العیش"۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ادبی لطافت و نزاکت سے عاری ایسی ہجویات و ہزلیات عوام میں مقبول و محبوب نہ تھیں بلکہ شعرا اپنی تسکین کی خاطر ایسا کیا کرتے تھے۔ ایرانی تہذیب عام محفلوں اور تقریبوں کے موقع پر اس قسم کے خیالات کے اظہار کی اجازت نہ دیتی تھی۔ ایسی حالت میں جن کی طبیعت پر طیبت و مزاح کا غلبہ تھا وہ اپنی ہجویات، مطائبات اور ہزلیات کو فرصت کے اوقات میں خصوصی مجلسوں میں پڑھتے، سنتے اور لذت یاب ہوتے تھے، رفتہ رفتہ یہ اشعار خلوت خانوں سے شاہ راہ عام پر آنے لگے اور اجتماعی اصول اخلاق و تہذیب میں فساد و انحطاط کے لیے زمین ہموار ہو گئی اور ایسا وقت آگیا کہ شاہ زادوں نے سعدؔی سے ہزل لکھنے کی فرمائش کی۔ شیخ نے بھی تعمیل حکم کرتے ہوئے اس مسلک خاص میں اپنی طبع آزمائی سے ایسے نادر جواہرات پروئے اور ایسی فحاشی کا ثبوت دیا کہ شاید و باید۔

تاریخ عالم میں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ اخلاقی انحطاط، قوم و ملت کے انقراض و انزوال کا باعث بنا۔ ایران میں چھٹی صدی ہجری اور ساتویں صدی ہجری کے آغاز میں ادبیات کی تاریخ کے تمام ادوار سے زیادہ ہجو پیشہ اور ہجو و ہزل گو شعرا منظر عام پر آئے اور اس عہد کی مذہبی تعصبات، ادبی مناقشات اور اخلاقی فسادات کی جڑوں کو مضبوط و مستحکم کر دیا۔ شعرا نے ان عوامل کو خوب خوب ہوا دی، حملہ مغول میں ایرانیوں کی شکست و ریخت، ان کے اخلاقی فساد اور معاشرہ کی اعلیٰ قدروں کے نیست و نابود ہونے کی وجہ سے شعرا کے درمیان ہجو گوئی اس حد تک محبوب و مرغوب ہو چلی کہ کمال اسمٰعیل نے اسے لوازم شعر و شاعری میں شمار کیا:

ہر آن شاعری کو بناشد ہجا گو　　　چو شیریست چنگال و دندان ندارد

کمال اسماعیل کے والد بزرگوار جمال الدین اصفہانی نے سخنوری کی استعداد و صلاحیت کو مدح و ہجا پر مبنی قرار دیا اور خود کو صحرائے ہجو کا آسمان مردم خوار اور اپنے قلم کو مار زہر افشاں کہا:

Marfat.com

من گہ مدح آفتاب نور فشانم — من گہ ہجو آسمان مردم خوارم
شہد چشاند بمدح لفظ چونوشم — زہر فشاند بہ ہجو کلک چومارم

جیسا کہ کمال اسماعیل کا خیال تھا کہ ہجو وہزل لازمۂ شعر وشاعری ہے۔ رفتہ رفتہ عام شعرا نے سنت ورسم کی طرح اس قول کی پیروی کی۔ مسعود سعد سلمان نہ تو حریص ہی تھا اور نہ کسی کی ہجو سے زبان کو آلودہ کیا لیکن کہتا ہے:

گرچہ بپوستم شعر گویم من — عادت من نہ عادت شعراست
نہ طمع کردہ ام زکیسۂ کس — نہ تقاضاست شعر من نہ ہجاست

صنف ہجو کے غلط استعمال کی وجہ سے عام شریف النفس انسانوں کو اس سے نفرت ہونے لگی اور اس فن کی زشتی وخرابی کا احساس ہونے پر کئی شعرا نے اپنا دیوان شعر آخری عمر میں برباد کر کے توبہ واستغفار کیا۔ جمال الدین اصفہانی نے ایک موقع پر خود کو ہجو گوئی سے بری شمار کیا۔ وہ ہجو گوئی ومدح سرائی سے استغفار کرتا ہوا کہتا ہے:

معاذاللہ کہ کس را ہجو گویم — زمدح گفتہ نیز استغفراللہ

خاقانی نے گرچہ گاہے گاہے ہجو گوئی کی اور اپنی دریدہ دہنی وبدزبانی کا خوب ثبوت دیا لیکن مقام مفاخر گوئی میں اپنی پوزیشن کس طرح صاف کی ہے اور کس چابکدستی سے اپنی راست بازی کا سکہ جمایا ہے۔ بیان کی صداقت کا فیصلہ دشوار نہیں۔ وہ کہتا ہے:

از دو دیوانم بہ تازی و دری — یک ہجا و فحش ہرگز ندید

در ہمہ دیوان من دو ہجو نہ بینی — در ہمہ گلزار خلد خار نیابی

بہت ممکن ہے یہاں دو سے یہ مراد ہو کہ سوائے ابوالعلا گنجوی کے اور کسی دوسرے کی ہجو نہ کی لیکن دیوان رشید الدین وطواط، پندار رازی، امیری اور شہر زوری کو مورد طعن وتشنیع کس نے کیا؟ خاقانی کی ہجو گوئی کو فحش نگاری اور دشنام طرازی کے ثبوت میں پیش کیا جاسکتا ہے، اس کا دیوان اس قسم کی ہجوؤں کے وافر اشعار کا حامل ہے۔
عبدالواسع جبلی نے کسی کی ہجو ومذمت میں اپنی زبان وقلم کو آلودہ نہ کیا۔ وہ اپنے

Marfat.com

فخریہ قول میں حق بجانب ہے کہ:

این فخر بس مرا کہ ندیدہ است ہیچکس　　در نثر من مذمت و در شعر من ہجا

سوزنی نے پوری زندگی بدزبانی اور گمرہی میں گذار دی لیکن جب اس نے اپنے اعمال کا محاسبہ کیا تو پشیمان ہوا اور ہجو و ہزل سے تائب ہو کر زہدیات و اخلاقیات کے نغمے بلند کرنے لگا۔ یہی حال سنائی اور انوری کا بھی ہے۔ سوزنی کے وہ اشعار جن میں اس نے اپنے گناہوں سے توبہ کیا ہے اور اپنے اعمال پر اظہار ندامت کی ہے ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:

زہر بدی کہ تو گوئی ہزار چند انم　　مراندانداز ان گو نہ کس کہ من دانم
در آشکار بدم در نہان زبد بترم　　خدای داند و بس آشکار و پنہانم
بیک صغیرہ مرا رہنمای شیطان بود　　بصد کبیرہ کنون رہنمای شیطانم
ہوی نماند تا ساعتی بہ حضرت ھو　　ھواللہی بزم حلقہ ای بجنبانم
ھوی بمن بر دلال معصیت گشتہ است　　از آنکہ خواجہ بازار فسق و عصیانم
بدی فروشد و نیکی بہا ستاند و من　　بدین تجارت از وشادمان و خندانم
بحق دین مسلمانی ای مسلمانان　　کہ چون بخود نگرم ننگ ہر مسلمانم
رسول گفت پشیمانی از گنہ توبہ است　　بدین حدیث کس ار تائب است من آنم
براسب توبہ سوارہ شدم مبارز وار　　بس است رحمت ایزد فراخ میدانم

اگرچہ شفائی کے قول کے مطابق:

"گاہ گاہی تادیب خصم واجب شرعی است و باید خران را با چوب نواخت (۱)"

لیکن ہمیشہ ہجو و تنقید کی عنان مضبوط گرفت میں رکھنی چاہیے تاکہ زبان و بیان کی شعلہ فشانی اور جذبات کی جہاں سوزی ادب کی لطافت و نزاکت کے حدود پار نہ کر سکے اور شعر و سخن کے چشمۂ حیوان میں زہر نہ پیدا ہونے پائے۔ کلیم نے صنف ہزل و ہجو کو ہی سرے سے مذموم تصور کیا اور یوں سخن طراز ہوا:

گر ہجو نیست در سخن من زعجز نیست　　حیف آیدم کہ زہر در آب بقا کنم

---

(۱)۔ شعر و ادب فارسی تالیف زین العابدین موتمن، ص ۲۱۰۔

Marfat.com

عصر جدید کی ہجویہ شاعری بحیثیت مجموعی ایام گذشتہ کی روش کے برعکس ایک نئی ڈگر پر چل پڑی ہے۔ جدید شعرا اس صنف ادب سے ذاتی حصول منفعت اور لذت اندوزی و عیش کوشی کا کام نہیں لیتے۔ ہجوان کے ہاتھوں اپنے مقاصد اصلی کی حصول و یافت میں کار کنان نظر آتی ہے۔ یہ شعرا سماج و معاشرے کا درد محسوس کرتے ہیں اور ہجو و طنز کو درد کے درماں کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ عام طور پر سیاست و حکومت، ان کی پالیسیوں اور ان پالیسیوں سے متعلق حکام و عمال ان شعرا کی ہجویات کے شکار بنتے ہیں۔ دوسری طرف معاشرے کے ناقص و ندموم پہلو پر بھی ان کی ہجویات و طنزیات عمل پیرا ہیں۔ عہد جدید کی ہجویہ شاعری نے بہت سے عمرانی اور سیاسی ناسوروں کا کامیاب علاج و اصلاح کیا ہے اور اس کے بڑے خوش آیند نتائج بر آمد ہوئے ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

کتابیات

Catalogues and Dictionaries:

1. Catalogue of the Persian Manuscripts in the British Museum by Charles Rieu, Ph.D.(1881 AD)
2. Catalogue of the Arabic, Persian and Hindustani Manuscripts of the Libraries of the King of Oudh. Compiled by A. Sprenger, M.D. (Cal. 1854 AD)
3. Catalogue of the Persian Manuscripts in the Library of India office by Hermann Ethe', Ph.D, M.A. (Oxford 1903)
4. Catalogue of the Arabic and Persian Manuscripts in the Oriental Public Library at Bankipore, Patna. Prepared by Mowlvi Abdul Muqtadir, (Cal. 1910)
5. Catalogue of the Persian Manuscripts in the Buhar Library. Began by Mowlvi Qasim Hasir Radavi. Revised and compiled by Mowlvi Abdul Muqtadir Khan Saheb, (1921)
6. Nashriya Kitabkhana-i- Markazi -Danishgah -i-Tehran, Darbara-i-Nuskhaha-i-Khatti.
7. Encyclopaedia Britannica _ William Benton.1967.
8. Encyclopaedia of Islam (Urdu tr.) Abdul Moqueet Neemvi.
9. Webster's New English Dictionary
10. New Oxford Dictionary.
11. English Urdu Dictionary _ Abdul Haq.

Reference Books in English:

12. Albert Rap — Origin of Wit & Humour

Marfat.com

13.	Browne, E.G.	The Prose and Poetry of Modern Persia.
14.	" " "	A Literary History of Persia (vols.I, II, III, IV)
15.	Clouston,W.A.	Flowers from a Persian Garden.
16.	David Worcestor	The Art of Satire.
17.	Ghani, A.	A History of Persian Language and Literature at the Mughal Court.
18.	Greig, J.Y.T.	The Psychology of Laughter and Comedy.
19.	Herbert Davis,	The Satire of J. Swift.
20.	Ishaque, M.	Four Eminent Poetesses of Iran.
21.	Iqbal Hussain,	Early Persian Poets of India.
22.	Leigh Hunt	Wit and Humour.
23.	M.N.Kuka	Wit, Humour & Fancy of Persia.
24.	Munibur Rahman	Post Revolution Persian Verse.
25.	" "	Modern Persian Poetry.
26.	Nicholson Reynold,A.	A Literary History of the Arabs.
27.	Oliphant Smeaton	English Satires.
28.	Robert C. Elliot	The Power of Satire.
29.	Stephen Leacock	Humour and Humanity.
30.	Sutherland James	English Satires.
31.	Sawami Govind Tirtha	The Nectar of Grace.
32.	U.M. Daudpota.	The Influence of Arabic Poetry on the development of Persian Poetry.

Marfat.com

33. Vulliamy, C.E. — Anatomy of Stire.
34. Gilbert Highet — The Anatomy of Satire.
35. B.P. Vachha. — Firdousi and Shahnamah.

کتب فارسی

(الف) تاریخ، تذکرہ وصنائع شعری:

۱۔ تاریخ ادبیات در ایران (۳ جلد) — دکتر ذبیح اللہ صفا
۲۔ حماسہ سرائی در ایران — دکتر ذبیح اللہ صفا
۳۔ تاریخ ادبیات ایران — دکتر رضازادہ شفق
۴۔ سخنوران ایران در عصر حاضر — ڈاکٹر محمد اسحاق
۵۔ شعر وادب فارسی — زین العابدین موتمن
۶۔ حماسۂ ملی ایران (ترجمہ فارسی) — اصل متن از تیودر نولدیکی
۷۔ نہضت ادبی ایران در عصر قاچار — ابراہیم صفائی
۸۔ تاریخ آل مظفر — دکتر حسین قلی ستودہ
۹۔ بیست مقالہ قزوینی — میرزا محمد خان عبدالوہاب قزوینی
۱۰۔ سبک شناسی — محمد تقی بہار
۱۱۔ مختصری در تاریخ تحول نظم ونثر فارسی — دکتر ذبیح اللہ صفا
۱۲۔ سرزمین ہند: — علی اصغر حکمت
۱۳۔ رقعات مضحکات: — نعمت خان عالی
۱۴۔ تذکرۂ نصر آبادی: — محمد طاہر نصر آبادی
۱۵۔ تذکرۃ الشعرا: — دولتشاہ سمرقندی
۱۶۔ تذکرہ آتشکدہ: — لطف علی بیگ آذر اصفہانی
۱۷۔ تذکرہ عرفات العاشقین: — تقی الدین اوحدی اصفہانی
۱۸۔ تذکرہ مجمع الخواص: — دکتر عبدالرسول خیام پور

Marfat.com

۱۹۔ مآثر الکرام موسوم بہ سرو آزاد:	مولانا غلام علی آزاد بلگرامی
۲۰۔ ید بیضا (قلمی):	مولانا غلام علی آزاد بلگرامی، مملوکہ خدا بخش لائبریری پٹنہ
۲۱۔ شمع انجمن:	نواب محمد صدیق خان
۲۲۔ مجمع الفصحا:	رضا قلی خان ہدایت
۲۳۔ نشتر عشق (قلمی):	حسین قلی خان عظیم آبادی مملوکہ خدا بخش لائبریری، پٹنہ
۲۴۔ ریاض الشعرا (قلمی):	علی قلی خان متخلص بہ والہ داغستانی مملوکہ خدا بخش لائبریری، پٹنہ
۲۵۔ خلاصۃ الافکار (قلمی):	ابو طالب بن محمد اصفہانی، مملوکہ خدا بخش لائبریری، پٹنہ
۲۶۔ میخانہ:	ملا عبد الغنی فخر الزمانی قزوینی
۲۷۔ لباب الالباب:	محمد عوفی
۲۸۔ تحفۂ سامی:	سام میرزا صفوی، مرتبہ ڈاکٹر اقبال حسین
۲۹۔ خزانۂ عامرہ:	مولانا غلام علی آزاد بلگرامی
۳۰۔ ہفت اقلیم:	امین احمد رازی
۳۱۔ مجمع النفائس (قلمی):	سراج الدین علی خان آرزو، مملوکہ خدا بخش لائبریری پٹنہ
۳۲۔ صحف ابراہیم (قلمی):	علی ابراہیم خان بہادر متخلص بہ خلیل، مملوکہ خدا بخش لائبریری، پٹنہ
۳۳۔ انیس الاحبا، (قلمی):	موہن لعل انیس، مملوکہ خدا بخش لائبریری پٹنہ
۳۴۔ باغ معانی، (قلمی):	نقش علی، مملوکہ خدا بخش لائبریری پٹنہ

Marfat.com

۳۵۔ تذکرہ حسینی: حسین دوست سنبھلی

۳۶۔ تذکرہ ریاض الفصحا: غلام ہمدانی متخلص بہ مصحفی

۳۷۔ تذکرہ ہندی: " " "

۳۸۔ خلاصۃ الاشعار (قلمی): ابن شرف الدین علی حسینی کاشانی، مملوکہ خدابخش لائبریری، پٹنہ

۳۹۔ سفینہ خوشگو: بندرابن داس خوشگو

۴۰ سفینہ عشرت (قلمی): درگا داس، مملوکہ خدابخش لائبریری، پٹنہ

۴۱۔ کلمات الشعرا: محمد افضل سرخوش

۴۲۔ گل رعنا: لچھمی نرائن شفیق

۴۳۔ گلشن بیخار: شیفتہ

۴۴۔ مخزن الغرائب (قلمی): احمد علی ہاشمی، مملوکہ خدابخش لائبریری، پٹنہ

۴۵۔ ہمیشہ بہار (قلمی): کشن چند اخلاص، مملوکہ خدابخش لائبریری پٹنہ

۴۶۔ مراۃ الخیال: علی شیر نوائی

۴۷۔ علم بدیع در زبان فارسی: سید محمد رضا دائی جواد

۴۸۔ بررسی ہنر وادبیات: مہدی توحیدی پور

(ب) دواوین وکلیات:

۴۹۔ محیط زندگی واحوال واشعار رودکی: بکوشش سعید نفیسی

۵۰۔ شاہنامۂ فردوسی

۵۱۔ ترانہ ہای خیام: صادق ہدایت

۵۲۔ دیوان سنائی

۵۳۔ دیوان انوری

Marfat.com

۵۴۔ دیوان جمال الدین اصفہانی

۵۵۔ دیوان کمال الدین اسماعیل

۵۶۔ کلیات سعدی

۵۷۔ کلیات عبید زاکانی مرتبہ اقبال آشتیانی،

۵۸۔ دیوان سوزنی

۵۹۔ دیوان خاقانی

۶۰۔ دیوان حافظ

۶۱۔ دیوان اثیر الدین آخسیکتی

۶۲۔ منتخب لطائف عبید زاکانی مطبوعہ برلن

۶۳۔ دیوان عبید زاکانی مرتبہ اے۔ ایس۔ یوشع

۶۴۔ دیوان قائم مقام فراہانی

۶۵۔ دیوان قاآنی

۶۶۔ دیوان محمد تقی بہار ۲ جلد

۶۷۔ کلیات ایرج میرزا

۶۸۔ کلیات فوتی یزدی (قلمی)

۶۹۔ کلیات شفائی (قلمی)

۷۰۔ دیوان یغما جندقی

۷۱۔ کلیات عارف قزوینی

۷۲۔ دیوان نعمت خان عالی

۷۳۔ کلیات جعفر زٹلی

کتب اردو

۷۴۔ شعر العجم (۵ جلد) : علامہ شبلی نعمانی

۷۵۔ شعر العجم فی الہند : شیخ اکرام الحق

۷۶۔ فردوسی پر چار مقالے : پروفیسر محمود شیرانی

Marfat.com

۷۷۔ محمود اور فردوسی :	قاضی عبدالصمد سیوہاروی
۷۸۔ حیات فردوسی :	میرزا حیرت دہلوی
۷۹۔ مقدمہ شعر و شاعری :	الطاف حسین حالی پانی پتی
۸۰۔ بزم تیموریہ :	سید صباح الدین عبدالرحمان
۸۱۔ بزم مملوکیہ :	" " "
۸۲۔ حیات سعدی :	علامہ شبلی نعمانی
۸۳۔ بیان خسرو :	" "
۸۴۔ رباعیات عمر خیام (ترجمہ اردو) :	پروفیسر واقف
۸۵۔ نیا ایرانی ادب :	ڈاکٹر ظہور الدین احمد
۸۶۔ سرمد شہید (ترجمہ اردو) :	نواب علی صولت لکھنوی
۸۷۔ جدید فارسی شاعری :	منیب الرحمان
۸۸۔ تاریخ ادب عربی :	احمد حسن زیات ترجمہ اردو از عبدالرحمٰن سورتی
۸۹۔ اردو ادب میں طنز و مزاح :	ڈاکٹر وزیر آغا
۹۰۔ سخنہای گفتنی :	کلیم الدین احمد
۹۱۔ طنزیات و مضحکات :	رشید احمد صدیقی
۹۲۔ تنقید کیا ہے :	آل احمد سرور
۹۳۔ تنقیدی نظریات :	سید احتشام حسین
۹۴۔ روح تنقید :	ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور
۹۵۔ ادبی مقالات :	آل احمد سرور
۹۶۔ (جدید) علم العروض :	ڈاکٹر صدر الدین احمد فضا شمسی
۹۷۔ (جدید) علم البلاغت :	پروفیسر عبدالمجید

اور متفرق جرائد و رسائل

Marfat.com

Satire in Persian Poetry

By

Dr. Mohd. Sharaf-e-Alam

Khuda Bakhsh Oriental Public Library

Patna

Marfat.com

فارسی شاعری میں ہجا نویسی

ڈاکٹر محمد شرف عالم

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری۔ پٹنہ

Marfat.com